بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتٰب احکمت اٰیٰتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر

کاشف العسر

شرح

ناظمة الزهر

(تالیف)

قاری فتح محمد صاحب پانی پتی

مقیم دار العلوم نانک واڑہ

کراچی ۱

مکتبہ رشیدیہ قاری منزل پاکستان چوک کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ

كاشف العسر

شرح

ناظمة الزهر

تالیف

قاری فتح محمد صاحب پانی پتی

مقیم دار العلوم نانک واڑہ

کراچی ۱

۱۳۹۱ھ

محمد اخلاق

تمنّن و تشکّر

احسان شناسی انسانی فطرت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ یہاں اُن عزیزوں اور دوستوں اور بزرگوں کے مبارک اسماء بھی درج کر دیئے جائیں جنھوں نے میری آنکھیں اور میرے ہاتھ اور میرا قلم بن کر اور ان کے علاوہ دوسرے ذریعوں سے اس شرح میں میری مَدد فرمائی ہے۔

(۱) شیخ القرّاء الحافظ القاری محمّد عطاء الرّزق صَاحب مصری، جو ۱۳۸۵ھ میں مدرسہ عربیّہ اسلامیّہ نیوٹاؤن کراچی میں شیخ القرّاء تھے۔ (۲) قاری سیف الدّین صاحب ملتانی۔ (۳) قاری رحیم بخش صاحب صدر درجۂ قرآآت خیر المدارس ملتان۔ (۴) قاری محمّد طاہر صاحب صدر شعبۂ قرآآت قاسم العلوم ملتان۔ (۵ و ۶) قاری محمّد اسحٰق صاحب، قاری محمّد یعقوب صاحب ابنائے جناب حاجی غلام محیؒ الدّین صاحب ملتانی۔ (۷) قاری احمد اللہ صاحب مدرسہ حرث الآخرہ مسجد تقوٰی چاہ بوہڑ والا ملتان۔ (۸) الحافظ القاری محمّد عبد اللہ صاحب قصبوی ضلع ملتان حال مقیم المدینۃ المنوّرہ۔ (۹) قاری محمّد یٰسین صاحب پانی پتی معلّم دار العلوم نانک واڑہ کراچی (۱۰) سیّد محمود حسن صاحب سنبھلی۔ (۱۱ تا ۱۵) مولوی عبد الباری صاحب گلگتی۔ ضیاء اللہ سرگودھوی، اللہ بخش ملتانی، عبد الحنان ڈیروی، محمّد حنیف کاٹھیاواڑی، متعلّمین دار العلوم نانک واڑہ، تلامذۂ جناب قاری محمّد یٰسین صاحب پانی پتی۔

کاتبین (۱) محمّد اخلاق دہلوی (۲) مشتاق احمد صاحب اور ان کے دو صاجزادگان (۳) عبد الرؤف صاحب (۴) مولوی عبد اللطیف صَاحب (۵) منظور احمد صاحب کاتب اخبار امروز ملتان (۶) فضلِ عظیم صاحب فضلی مالک سول اینڈ ملٹری پریس کراچی۔ (۷) جناب قاری محمّد یعقوب صاحب ملتانی۔

دل سے دُعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اِن سب حضرات کو اور ان کے صدقہ میں مجھے بھی اپنے پیارے بندوں میں شامِل فرمائے اور سب کو اعلیٰ سے اعلیٰ جزا دارین میں عطا فرمائے۔ (آمین یا ربّ العالمین بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

(قاری) فتح محمّد (صاحب مدظلہٗ)
۲۱ ؍ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ
بروز منگل، دس بجے دن

سِول اینڈ ملٹری پریس لمیٹڈ کراچی

فہرست مضامین

کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ كَلَامَهُ الشَّرِيْفَ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَصَفِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَهَّلَ عَلٰى عِبَادِهٖ بِاَنْ قَسَّمَ كَلَامَهُ سُوَرًا وَّاٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَّ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ : وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ذُوالْمُعْجِزَاتِ الطَّاهِرَاتِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ اُولِى الْكَمَالَاتِ الْبَاهِرَاتِ صَلٰوةً تَتَوَالٰى عَلٰى مَمَرِّ الْاَوْقَاتِ وَتَتَضَاعَفُ بِتَعَاقُبِ السَّاعَاتِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ؕ

امّابعد، ناظمۃ الزّہر علامہ ابوالقاسم ابن فیرُّہ شاطبی اندلسی رحمہُ اللہ کا ایک قصیدہ ہے (جن کے مختصر حالات عنایاتِ رحمانی شرح حرز الامانی میں درج ہیں) جو دوسوستانوے ۲۹۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں شیخِ موصوف نے اختلاف والی آیات بھی بتائی ہیں جن پر کسی امام نے آیت شمار کی ہے اور کسی نے نہیں کی۔ اور آیات کے سروں کے پہچاننے کے لئے قواعد بھی بیان کئے ہیں، اور اس میں علامہ ابوعمرو دانیؒ کی البیان کے مضامین کو منظوم کیا ہے، یہ قصیدہ اتحاف البررہ بالمتون العشرہ کے مجموعہ میں آج سے ۳۶ سال پہلے ۳۰ر صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۱ر مئی ۱۹۳۶ء کو طبع ہوا ہے۔

اس قصیدہ کی خوبیوں اور لذّتوں سے پُوری طرح تو وہی حضرات واقف ہیں جو شوق و رغبت کے ساتھ ہمیشہ اس کے پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہیں۔ لیکن ان میں سے چند خوبیاں جن کو عوام بھی سمجھ سکتے ہیں یہ ہیں :-

(۱) عربی میں ہے جو سب زبانوں کی سردار ہے (۲) الفاظ بھی نہایت فصیح اور بلیغ ہیں۔ (۳) تشبیہات و مجازات بھی استعمال کئے ہیں جن سے کلام کا حُسن دوبالا ہو جاتا ہے (۴) نظم میں ہے جو طبعی طور پر دل پسند ہوتی ہے (۵) قرآنِ پاک کے الفاظ بھی جا بجا اور اکثر اشعار میں موجود ہیں۔ جن سے اس کی خوبیوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں (۶) اس میں پُر اثر نصیحتیں بھی ہیں (۷) مسائل کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے اور تھوڑے سے الفاظ سے بہت سے مطالب نکالنے پڑتے ہیں

اس لئے یہ نظم علمی واقفیت کے ساتھ طلبار کی عقل وفہم اور ذہانت میں بھی نمایاں ترقی کا باعث ہوتی ہے اور صرفی ونحوی استعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہوتا رہتا ہے (۸) ان سب کے علاوہ چونکہ اس کے مصنف اللہ کے بہت بڑے ولی ہیں اور یہ نظم انہوں نے اللہ ہی کے لئے لکھی ہے۔ اس لئے بھی باعثِ برکت ہے۔

اس قصیدہ کے ملنے کے بعد طویل در طویل مدت سے دلی خواہش تھی کہ اس کی ایک شرح اردو زبان میں مرتب ہو جائے تاکہ فن کے شائقین اس سے پوری طرح استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ میں نے جید علمار میں سے متعدد حضرات کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ ازراہِ لطف و کرم اس قصیدہ کی شرح فرمادیں، لیکن مشغولیوں کے سبب سب ہی نے معذرت فرمادی۔ پھر تقریباً نو۹ سال کے بعد حجاز کے سفر کی سعادت نصیب ہوئی تو مدینۂ طیبہ میں شیخ القرار حسن شاعر سے ملاقات ہوئی اور میں نے اس قصیدہ کے شعر ۲۵ کا مطلب دریافت کیا تو شیخ نے جواباً فرمایا کہ ہم تو اسی کتاب کو حل کر سکتے ہیں جو ہم نے اپنے شیخ سے پڑھی ہے۔ پھر سولہ۱۶ سال کے بعد ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں اپنے چند عزیزوں کے ساتھ حجاز کے سفر کی دولت دوسری بار نصیب ہوئی، ان میں ایک عزیز قاری سیف الدین صاحب ملتانی بھی تھے۔ مدینۂ طیبہ پہنچنے کے بعد کتب خانہ شیخ الاسلام میں ناظمہ کی ایک قلمی شرح "لوامع البدر" نامی ملی۔ ظاہر ہے کہ یہ شرح میرے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ اور انمول دولت تھی، اور اس کے حصول سے مجھے خوشی کی وہ کیفیت میسر آئی، اور آنی ہی چاہیئے تھی جو ایک فدائی اور شیدائی اور طالبِ صادق کو اپنے محبوب سے واصل ہونے کے بعد میسر آتی ہے۔

میں نے اس میں سے چند مواقع پڑھوا کر سنے اور پیارے عزیز قاری سیف الدین صاحب سے درخواست کی کہ اسے نقل کرلیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہٗ نے عزیز موصوف کو توفیق بخشی اور ہمت عطا فرمائی اور ممدوح نے شب و روز کی کامل محنت اور پورے شوق کے ساتھ پندرہ۱۵ بیس۲۰ روز کی قلیل مدت میں اس شرح کو اول سے آخر تک نقل کرلیا۔ پھر کراچی پہنچنے کے بعد ۱۳۸۱ھ ہی میں شرح لکھوانی شروع کردی لیکن رکاوٹیں پیش آتی رہیں اور اس کام میں دیر ہوتی چلی گئی۔ پھر تقریباً ۱۳۸۲ھ میں ایک عزیز کو کسی ضرورت سے مصر کا سفر پیش آیا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر اس قصیدہ کی کوئی شرح مل جائے تو کسی ذریعہ سے میرے پاس روانہ کردیں۔ چنانچہ اُن عزیز نے ایک شرح روانہ کی جس کا نام "بشیر الیسر" تھا۔ اس کے بعد ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں مدرسۂ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی میں شیخ القرار محمد عطار الرزق المصری تشریف لائے اور ان سے تذکرہ ہوا تو شیخ نے فرمایا کہ میرے پاس اس کی ایک

شرح ہے، اور غایتِ لُطف و کرم سے موصوف نے مجھے وہ شرح عطا فرمادی، یہ بھی مطبوع تھی اور اس کا نام "معالم الیُسر" تھا، اور یہ "بشیر الیُسر" سے پہلے طبع ہوئی تھی۔ ان دونوں شرحوں میں قاضی عبدالفتاح اور شیخ ابراہیم دعبیس مرحوم ان دونوں حضرات نے ہر ایک شعر کی عمدہ ترین شرح لکھی ہے اور "معالم الیسر" میں اتنی بات زائد تھی کہ ہر ایک شعر کی نحوی ترکیب بھی درج تھی۔ پھر طبع ثانی میں بغرضِ اختصار، نیز چونکہ طلبہ ترکیب کو ایک زائد شئے جان کر اس کی قدر نہیں کرتے تھے اس لئے اس کو حذف کر دیا اور اس کو "بشیر الیُسر" کے نام سے موسوم کر دیا۔

معالم کے حاصل ہونے کے بعد ۱۳۸۵ھ ہی میں اردو شرح لکھوانے کا کام دوبارہ شروع کیا اس کے لکھنے اور پڑھنے میں بے شمار عزیزوں نے میری مدد فرمائی ہے، جن کے مبارک اسماء ٹائیٹل کے دوسرے صفحہ پر درج ہیں۔ غرض قاری رحیم بخش صاحب کے ہاں مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان میں قیام کر کے قاری محمد اسحٰق صاحب ملتانی کے قلم سے شرح لکھوائی۔ اس کی تکمیل میں جو محنتیں اور مشقتیں پیش آئی ہیں اُن کا علم یا تو مجھے ہے یا اُن عزیزوں کو ہے جنھوں نے اس کام میں میرا ہاتھ بٹایا ہے۔ اس شرح میں اوّلاً ہر شعر کی نحوی ترکیب بھی تفصیل کے ساتھ درج کی تھی اور آیات کے شمار اور ان کے ترک کی وجوہ بھی بالتفصیل بتائی تھیں۔ پھر اختصار کے پیشِ نظر نحوی ترکیب اور شمار و ترک کی وجوہ بتانے کے لئے اصطلاحات و اشارات وضع کئے اور ان سب کو ان کے مطلب سمیت مُصطلحُ الشَّرحِ میں درج کر دیا ہے۔ اور یہ اصل شرح کے شروع ہونے سے پہلے اسی کتاب میں موجود ہے۔ اس لئے ان اصطلاحات و رموز کو پوری طرح ذہن نشین فرمالیں تاکہ مطلب سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ اور پورا مضمون کامل سہولت کے ساتھ سمجھ میں آجائے۔

خلاصہ یہ شرح ان پانچ مقاصد پر مشتمل ہے:۔

عہ۱ مُصطلحُ الشَّرحِ، یہ دس صفحات میں ہے۔ عہ۲ حضرتِ ناظمؒ کی جانب سے خطبہ اور فن کی مبادی وغیرہ اور ساتوں شمار۔ عہ۳ بَابٌ فِي عِلْمِ الْفَوَاصِلِ وَالْاِصْطِلَاحَاتِ فِي الْاَسْمَاءِ وَغَيْرِهَا عہ۴ سُورۂ اُمّ القرآن سے سُورۂ ناس تک کی تمام سُورتیں اور ان کی وہ آیات جن میں اماموں کا اختلاف ہے اور شِبہ الفاصلہ اور شِبہ الوسط وغیرہما۔ عہ۵ ضمیمہ، جو پیارے عزیز جناب مولانا الحافظ القاری محمد طاہر صاحب کی فکرِ صائب کا نتیجہ ہے اور اس شرح کے ساتھ موصوف کی یادگار کے طور پر ہمیشہ رہے گا اور طلبۂ شائقین اس سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ اس میں شعر کے اوزان کے بارے میں چار چیزیں درج کی ہیں جن کی تفصیل ضمیمہ کے شروع میں آرہی ہے۔ اس طرح حق تعالیٰ شانہٗ

کے خاص الخاص لطف وکرم کے سبب یہ شرح نہایت جامع ہوگئی ہے۔

ایک عظیم الشان نفع جو حضرات عربی صَرف ونحو سے مناسبت رکھتے ہیں اگر وہ اس شرح کا پُوری محنت اور کامل توجہ کے ساتھ مطالعہ فرمائیں گے تو مجھے قوی امید ہے کہ ان شاءاللہ تعالےٰ وہ اپنی عربیت اور صَرف ونحو کی استعداد میں نمایاں اضافہ محسُوس کریں گے اور اس سے قرآنِ مجید کی ترکیب اور اس کے الفاظ کے تعلّقات سمجھنے میں بھی پُوری پُوری مدد ملے گی، اور یہ ایک شاندار اور جلیل القدر فائدہ ہے جو ہزاروں نعمتوں سے بڑھکر ہے۔ اس لئے غالب گمان بلکہ یقین ہے کہ شائقین اور طلبہ اس شرح کو ایک عظیم الشان نعمت سمجھ کر دل وجان سے باری تعالےٰ عزّ اسمہٗ کا شکر بجالائیں گے۔

فائدہ شعر کا ترجمہ اور جو عبارت اس کے ساتھ تشریح کی غرض سے شامل کی ہے ان دونوں میں تفریق اور جُدائی کرنے کے لئے تشریح والی عبارت کو قوسین اور بریکیٹ میں اور اصل ترجمہ کو بریکیٹ کے باہر رکھا ہے، اور مزید آسانی کے لئے ترجمہ پر لائنیں بھی لگادی ہیں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَبِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ التَّحْقِیْقِ؛

فقط۔

(القاری) **فتح محمد** (صاحب مدظلہٗ)

حال مقیم دارالعلوم نانک واڑہ، کراچی

مُصْطَلَحُ الشَّرْحِ

اُن اصطلاحات و رُموز کی تشریح جو شرح میں استعمال ہوئی ہیں

اِصطلاحات

جُملے (۱) **مُعْ**، جُمْلَۃٌ مُعْتَرِضَۃٌ بَیْنَ اَجْزَاءِ الْجُمْلَۃِ، جیسے ھُوَ الْجَحْدَرِیُّ شعر ۲۰ (۲) **اَمْ**، جُمْلَۃٌ اَمْرِیَّۃٌ، جیسے اُنْظُرْ شعر ۵۴، (۳) **مُسْ**، مُسْتَانِفَۃٌ، جیسے وَھُوَ شعر ۵۹۔ (۴) **مُضَرْ**، جُمْلَۃٌ مُضَارِعِیَّۃٌ، جیسے وَقَدْ یُنْظَمُ شعر ۶۱۔ (۵) **مَضْ**، مَاضِوِیَّۃٌ، جیسے وَقَدْ تُرِکَا شعر ۶۱۔ (۶) **مَرْاُ**، مُرَکَّبٌ اِضَافِیٌّ، جیسے وَکَمْ نَسَقٍ شعر ۷۸۔

مرفوعات (۱) **فَا**، فَاعِلٌ، جیسے اَشْبَاہٌ شعر ۲۳۔ (۲) **فَم**، فَاعِلُ فِعْلٍ مُقَدَّرٍ، مقدر فعل کا فاعل ہے جیسے وَشَامٍ وَّکُوْفٍ شعر ۹۳۔ (۳) **نَفْ**، نَائِبُ فَاعِلٍ جیسے مُحَیَّاہٌ شعر ۸۔ (۴) **بَخْ**، مُبْتَدَأٌ مُؤَخَّرٌ جیسے اَوَّلُ الْمَدَنِیْ شعر ۱۷۔ یہ مبتدا ہے جس کی خبر پہلے آرہی ہے اور عُمَّلَ بِیْ وَتَوَکُّلِیْ شعر ۳۴ بھی اسی باب سے ہے۔ (۵) **بَ**، مُبْتَدَأٌ جیسے صَلَاۃُ اللّٰہِ شعر ۵ (۶) **بَا**، مُبْتَدَأٌ اَوَّلُ جیسے وَالْاٰخِرُ شعر ۱۹۔ (۷) **بَثْ**، مُبْتَدَأٌ ثَانٍ، جیسے اِسْمَاعِیْلُ شعر ۱۹ (۸) **بَخَقْ** مُبْتَدَأٌ مُؤَخَّرٌ مُقَدَّرٌ، جیسے اِخْتِلَافٌ شعر ۱۷۔ کیونکہ دوسرے ترجمہ پر عبارت کی تقدیر وَفِی الْبَقَرَۃِ اَیْ فِیْ عَدِّ اٰیِہَا اخْتِلَافٌ ہے۔ (۹) **بَقْ**، مُبْتَدَأٌ خَبَرُہٗ مُقَدَّرٌ، جیسے وَاٰیَۃُ قُلْ شعر ۱۶۹۔ (۱۰) **خَ**، خَبَرٌ، جیسے اَثَرُوْا شعر ۱۲۔ (۱۱) **خَمْ**، خَبَرُ مُبْتَدَأٍ مُقَدَّرٍ، جیسے فَاٰیَۃٌ شعر ۲۶ تَقْدِیْرُہٗ فَھِیَ اَیْ حُرُوْفُ الْمُقَطَّعَاتِ اٰیَۃٌ (۱۲) **دَمْ**، خَبَرٌ مُقَدَّمٌ، جیسے عَلَی اللّٰہِ شعر ۳۴۔

منصوبات (۱) **مَفْ**، مَفْعُوْلٌ بِہٖ، جیسے اَھْلَ الْعَدِّ شعر ۶۷ (۲) **مَا**، مَفْعُوْلٌ اَوَّلُ، جیسے الْمَدِیْنِیْ شعر ۶۸۔ (۳) **مَثْ**، مَفْعُوْلٌ ثَانٍ، جیسے اَوَّلَا شعر ۶۸ (۴) **مَفَمْ** مَفْعُوْلُ فِعْلٍ مُقَدَّرٍ۔ فعلِ مقدّر کا مفعول ہے، جیسے اَنْ تَضِلَّ السَّبِیْلَ شعر ۹۳ (۵) **مَفَمَقْ** مَفْعُوْلُ فِعْلٍ مُقَدَّرٍ مُقَدَّمٌ عَلَی الْفَاعِلِ۔ فعل مقدر کا مفعول بہ ہے۔ جو فاعل سے مقدم ہے۔ جیسے ھُدًی شعر ۱۴۳۔ (۶) **مَفَقْ**، مَفْعُوْلٌ مُقَدَّمٌ، جیسے عَلَیْھِمْ شعر ۶۹۔ (۷) **مَطْ**، مَفْعُوْلٌ مُطْلَقٌ

جیسے حَمۡدًا شعر ۴ (۸) مَطمُ، مَفعُوۡلٌ مُّطۡلَقٌ مَّعۡنًی، جیسے حِفۡظًا شعر ۲۴ (۹) مَلۡ مَفۡعُوۡلٌ
لَہٗ، جیسے تَوۡسِیۡعًا شعر ۲۲۔ (۱۰) ظَصۡ، ظَرۡفٌ ثُمَّ صِفَةٌ، جیسے بَعۡدَ الرَّحِیۡمِ شعر ۴ اور مَعَ
الصَّمَدِ شعر ۲۱ (۱۱) ظَحۡ، ظَرۡفٌ فَحَالٌ جیسے مَعۡ شعر ۲۵ (۱۲) ظَصَا، ظَرۡفٌ فَصِفَةٌ اُوۡلٰی
جیسے مَعَ الۡفُرۡقَانِ شعر ۱۱۴ (۱۳) ظَصَثۡ، ظَرۡفٌ فَصِفَةٌ ثَانِیَةٌ جیسے مَعَ الۡجَمۡعِیۡنَ شعر ۱۱۴
(۱۴) ظَنۡ، ظَرۡفُ زَمَانٍ، جیسے مَتٰی شعر ۱۳۶، (۱۵) ظَحۡمۡ، ظَرۡفٌ فَحَالٌ عَنِ الۡمَفۡعُوۡلِ،
جیسے مَعۡ کَذَّبُوۡنِ شعر ۱۶۶ (۱۶) ظَخۡ، ظَرۡفُ الۡخَبَرِ، جیسے بَیۡنَ شعر ۳۸ (۱۷) اِضۡ، اِنَّمَا
عَلٰی شَرِیۡطَةِ التَّفۡسِیۡرِ، جیسے وَاِشۡکَالُہَا شعر ۴۷ (۱۸) حَفۡ۔ حَالٌ عَنِ الۡفَاعِلِ جیسے قَدۡ لَوٰی
شعر ۱۱۵ (۱۹) حَمۡ، حَالٌ عَنِ الۡمَفۡعُوۡلِ۔ جیسے ذَا قَصۡرٍ شعر ۱۱۶ (۲۰) مَمۡ، مُسۡتَثۡنٰی مُّفَرَّغٌ
وَهُوَ یَکُوۡنُ فِیۡ کَلَامٍ ذُکِرَ فِیۡهِ الۡمُسۡتَثۡنٰی وَلَمۡ یُذۡکَرِ الۡمُسۡتَثۡنٰی مِنۡهُ جیسے اِلَّا لِمَا شعر ۴۶
پس یہ مستثنٰی ہے۔ اور اس کا مستثنٰی منہ مقدر ہے۔ اور جیسے اِلَّا مُظَاهِرًا شعر ۳۲۔ (۲۱) مَفۡتَقۡ، مَفۡعُوۡلٌ
ثَانٍ مُّقَدَّمٌ عَلَی الۡفِعۡلِ جیسے دُنَا شعر ۲۴۴/۵ ۔ (۲۲) ظَمۡ، ظَرۡفُ مَکَانٍ جیسے اَوَّلًا شعر ۱۳۱/۲

حروفِ جارّہ (۱) مُتۡ، مُتَعَلِّقٌ جیسے بِسۡمِ اللّٰهِ شعر ۱ (۲) مُتَصۡ، مُتَعَلِّقٌ ثُمَّ
صِفَةٌ، جیسے مِنَ الۡمَجۡدِ شعر ۵۔ اور لِکُوۡفِ شعر ۳۶۔ (۳) بَثۡحۡ، بَیَانٌ لِمَا ثُمَّ حَالٌ۔ جیسے مِنۡ
ثَغۡرٍ شعر ۱۰۔ یہ مَا کا بیان ہے۔ اور یہ مِنۡ کَائِنًا مقدر کے متعلق ہے۔ اور وہ عَتَابَ کی فاعلی ضمیر سے حال ہے
(۴) مُتَحَثۡ، مُتَعَلِّقٌ فَحَالٌ ثَانٍ۔ جیسے کَالۡفَجۡرِ شعر ۱۵۔ (۵) مُتَصۡطۡ، مُتَعَلِّقٌ فَصِفَةٌ
فَمَفۡعُوۡلٌ مُّطۡلَقٌ جیسے کَالۡفَجۡرِ شعر ۱۵ (۶) مُتَخۡ، مُتَعَلِّقُ الۡخَبَرِ، جیسے فِیۡ کُلِّ مَا عَدَّ شعر ۲۰
یہ فِیۡ اس مُعۡتَبَرٌ مقدر کے متعلق ہے جو وَعَدَّ کی خبر ہے۔ یا جیسے لِلشَّاطِبِیۡ شعر ۲۱ (۷) مُتَصَثۡ،
مُتَعَلِّقٌ فَصِفَةٌ ثَانِیَةٌ (۸) مُتَقۡ، مُتَعَلِّقٌ مُّقَدَّمٌ۔ جیسے بِالتَّمۡثِیۡلِ اُرۡخِیۡ شعر ۳۹
(۹) مُتَمۡ، مُتَعَلِّقٌ بِمُقَدَّرٍ، جیسے بِدَاعُسۡرٍ شعر ۴۲ (۱۰) مُتَفۡ، مُتَعَلِّقٌ بِالۡفِعۡلِ
جیسے بِالۡفَسۡرِ شعر ۴۶ (۱۱) مُتَحۡ، مُتَعَلِّقُ الۡحَالِ جیسے عَنۡ خِلَافٍ ۱۶۱/۲ (۱۲) مُتَحۡفُ، مُتَعَلِّقٌ ثُمَّ حَالٌ
عَنِ الۡفَاعِلِ جیسے عَلٰی یُسۡرٍ شعر ۳۰ (۱۳) اِسۡ، اَلۡوَاوُ اسۡتِئۡنَافِیَّةٌ جیسے وَاَکۡدَهٗ شعر ۲۳
اَوِ الۡبَاءُ لِلۡاِسۡتِعَانَةِ جیسے بِهٖ شعر ۲۶ (۱۴) مُتَبۡ، مُتَعَلِّقٌ بِمُبۡتَدَاءٍ جیسے وَالۡاِسۡرَا ۱۲
لِکُوۡفِیۡ۔ اَیۡ وَعَدَّ الۡاِسۡرَا لِکُوۡفِیۡ۔ شعر ۱۲۰۔

اضافت (۱) اِضَبۡ، اِضَافَةٌ بَیَانِیَّةٌ جیسے حَیَا الۡقَطۡرِ اَیِ الۡحَیَا الَّذِیۡ هُوَ الۡقَطۡرُ
شعر ۸۔ (۲) اِضَمۡ، اِضَافَةُ الۡمَوۡصُوۡفِ اِلٰی صِفَتِهٖ۔ جیسے اَیۡضًا حَیَا الۡقَطۡرِ۔ اَیِ الۡحَیَا

الْمُتَقَاطِرِ شعر (۳) اِضَصَ، اِضَافَةُ الصِّفَةِ اِلَی الْمَوْصُوْفِ. جیسے غَالِبِ الْاَمْرِ اَیْ فِی الْاَمْرِ الْغَالِبِ شعر ۳۵ (۴) تَعَ، تَنْوِیْنُہٗ عِوَضٌ عَنِ الْمُضَافِ اِلَیْہِ جیسے کُلٌّ اَیْ کُلُّ الْاَئِمَّۃِ شعر ۲۱۱۔

متبوعات (۱) مُبَ، مبدل منہ، جیسے بِعَلَامَاتٍ شعر ۶۲ (۲) مَبَخَ، مَوْصُوْفٌ ثُمَّ مُبْتَدَأٌ مُؤَخَّرٌ، جیسے مَفْعُوْلًا شعر ۱۱۴۔

توابع (۱) صَ، صِفَةٌ، جیسے مُرِیْدٍ شعر ۳ (۲) صَا، صِفَةٌ اُوْلٰی جیسے مُرِیْدٍ شعر ۳ (۳) صَثَ، صِفَةٌ ثَانِیَةٌ، جیسے ذَوِیْ خُبْرٍ شعر ۱۸ (۴) صَمَ، صِفَةٌ مُقَدَّرٍ، جیسے اٰیَاتُ الطِّوَالِ شعر ۲۷۔ اس کی تقدیر اٰیَاتُ السُّوَرِ الطِّوَالِ ہے۔ (۵) صَطَمُ، صِفَةُ الْمَفْعُوْلِ الْمُطْلَقِ الْمُقَدَّرِ، جیسے جَلَا شعر ۲۴۲۔ اس کی تقدیر تَوْحِیْدًا اجلیًّا ہے۔ (۶) صَمَفَ، صِفَةُ الْمَفْعُوْلِ بِہٖ جیسے بَارِقًا شعر ۱۴۳۔ (۷) بَلَ، بَدَلُ الْکُلِّ، جیسے بِحَیٍّ شعر ۳ اور مُحَمَّدٍ شعر ۶ (۸) بَشَ، بَدَلُ الْاِشْتِمَالِ جیسے بِاَعْدَادِھَا الْکُثْرِ شعر ۱۳ (۹) بَعَ، بَدَلُ الْبَعْضِ جیسے بِحُجَجٍ اور بِالْقُطْبِ شعر ۶۲ (۱۰) عَبَ، عَطْفُ بَیَانٍ جیسے مُحَمَّدٍ شعر ۶ (۱۱) عَطَ، عَطْفٌ۔ اَیْ مَعْطُوْفٌ بِعَاطِفٍ مَذْکُوْرٍ، جیسے وَاَھْلِہٖ شعر ۶ (۱۲) عَطَقَ، اَیْ مَعْطُوْفٌ بِعَاطِفٍ مُقَدَّرٍ. جیسے الدِّیْنِ شعر ۲۰ (۱۳) مَعَبَ، اَیْ مَعْطُوْفٌ عَلَیْہِ بِعَطْفِ بَیَانٍ، جیسے اِلَیْمًا شعر ۹۳۔

اعراب (۱) رَتَ، رَفْعٌ تَقْدِیْرِیٌّ جیسے وَثَانِیْ شعر ۴۳ (۲) رَحَ، رَفْعٌ حِکَائِیٌّ جیسے فَالْاَسْبَابُ شعر ۷۷ (۳) رَلَ، رَفْعٌ لَفْظِیٌّ، جیسے صَلَاةُ اللّٰہِ شعر ۵ (۴) رَا، رَفْعُہٗ بِالْاَلِفِ جیسے ثِنْتَا النُّوْرِ شعر ۱۳۳ (۵) جَلَ، جَرٌّ لَفْظِیٌّ جیسے مَعَ النَّارِ شعر ۱۱۲۔ (۶) جَحَ، جَرٌّ حِکَائِیٌّ جیسے حِسَابٍ۔ شعر ۸۰۔ (۷) نَلَ، نَصْبٌ لَفْظِیٌّ، جیسے حَمْدًا کَثِیْرًا شعر ۲۔ (۸) نَحَ، نَصْبٌ حِکَائِیٌّ، جیسے اِلَیْمًا شعر ۹۳۔ (۹) لَحَمَ، لفظی اور حکائی اعراب متحد ہیں جیسے النُّوْرِ شعر ۱۳۳۔

وزنِ شعری (۱) سَضَ، سُکِّنَ ضَرُوْرَةً جیسے وَثَانِیْ شعر ۴۳ (۲) سَضَبَ، سُکِّنَ ضَرُوْرَةً ثُمَّ اُبْدِلَ بِالْاَلِفِ. جیسے قَرَا شعر ۵۹ (۳) صَضَ، صُرِفَ ضَرُوْرَةً جیسے مَعَادِنًا شعر ۱۱ یہ شعری ضرورت کے سبب منصرف ہے (۴) حَوَ، حُذِفَ لِلْوَزْنِ، جیسے وَمَلَقٍ شعر ۶۸ (۵) قَوَ، قُصِرَ لِلْوَزْنِ جیسے دَوَا شعر ۱۳۳ (۶) تَضَ، تُرِکَ تَنْوِیْنُہٗ ضَرُوْرَةً جیسے وَتِلْوٌ. شعر ۲۳۱ (۷) سَتَوَ، اُسْتُعْمِلَ فِیْہِ التَّنْوِیْنُ لِلْوَزْنِ۔ جیسے وَطُوْرٍ شعر ۲۲۲ (۸) تَصَضَ، تُرِکَ صِلَةُ ھَاءِ الضَّمِیْرِ لِلضَّرُوْرَةِ جیسے شِمَالِہٖ شعر ۲۵۳۔ (۹) تَسَضَ، تُرِکَ تَنْوِیْنُہٗ ثُمَّ سُکِّنَ ضَرُوْرَةً جیسے دَارِمٍ شعر ۲۹۲

لغت (۱) **سَلَ**، سُكِّنَ لُغَةً، جیسے مَعْ سُفْيَانَ شعر ۱۸ یعنی مَعْ کے عین میں فتحہ کی طرح سکون بھی ایک لغت ہے جو قلیل ہے۔ (۲) **حَلَ**، حُذِفَ الْيَاءُ لُغَةً وَّتَخْفِيفًا لَا لِلْوَزْنِ وَضَرُوْرَةِ الشِّعْرِ جیسے وَمَا تَأْتِ شعر ۲۷، اس میں لام کلمہ کی یا کا حذف يَوْمَ يَأْتِ (ہود ع ۹) کی طرح لُغَةً ہے۔ اور اس کی وجہ تخفیف ہے نہ کہ شعری ضرورت۔

متفرقات (۱) **سَتَ**، اِسْتِعَارَةٌ تَصْرِيْحِيَّةٌ جیسے سُحُبِ الْمَكَارِمِ شعر ۶ (۲) **تَنَ** تَنَازُعٌ جیسے بِرُحْمَاهُ شعر ۳۳۔ اس میں يَصْفُوْ اور يَعُمُّ دونوں کا تنازع ہے۔ نیز یہاں واؤ کے ذریعہ اسم علی کے اسم پر اور خبر خبر پر معطوف ہے۔ پس یہاں معطوف علیہ بھی دو ہیں اور معطوف بھی دو۔ (۳) **تَفْ**، **فَصْ**، تَفْرِيْعِيَّةٌ اَوْ فَصِيْحَةٌ (جو مقدر شرط کو ظاہر کرتی ہے) جیسے فَهٰذَا شعر ۴۶ (۴) **سَبْ**، سَبَبِيَّةٌ، جیسے بِهٖ شعر ۴۶ (۵) **مَصْضٌ**، مَصْدَرٌ ضَرَبَ جیسے بِالْفَسْرِ شعر ۴۶ (۶) **صِمَشْ**، صِفَةٌ مُّشَبَّهَةٌ جیسے طَبًّا شعر ۴۷۔ (۷) **سَوْ**، سُكِّنَ وَقْفًا۔ جیسے لِكَيْ تَدْرِيْ شعر ۶۱ (۸) **مَنْ**، مُقَدَّمٌ نِيَّةً جیسے قُلْ شعر ۷۰ (۹) **وَبْ**، وَصْلٌ بِنِيَّةِ الْوَقْفِ جیسے وَفِي الْبَقَرَةِ شعر ۷۱ (۱۰) **شَخْ**، مُشَاكَلَةٌ خَفِيَّةٌ یعنی دوسری آیات کے ساتھ کامل مشابہت نہ ہونا جیسے فَالْاَسْبَابُ شعر ۷۷ جس کی وجہ دو ہیں (۱) آخر سے پہلے جو مدہ ہے اُس میں پہلی آیتوں کے ساتھ موافقت نہ ہونا۔ (۲) بالکل آخری حرف میں پہلی آیتوں کے ساتھ متحد نہ ہونا جیسے بقرہ ع ۲۰ میں يَعْقِلُوْنَ کے بعد اَلْعَذَابِ، اَلْاَسْبَابُ، مِنَ النَّارِ، ان مثالوں میں خفی ہونے کی دونوں چیزیں موجود ہیں۔ کیونکہ آخر سے پہلے الف مدہ ہے۔ اور بالکل آخری حرف پہلی دو میں با اور تیسری مثال میں را ہے۔ اس بنا پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ چونکہ یہاں کامل مشاکلہ نہیں ہے اس لئے ان پر آیت نہیں ہوگی۔ اور اس کا حل یہ ہے کہ سورہ بقرہ میں جو مشاکلہ ہے وہ آخری حرف سے پہلے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ سب میں آخر سے پہلا حرف مدہ ہے اور یہ مشاکلہ مد کے تینوں ہی حرفوں سے حاصل ہو جاتا ہے۔ پس یہ شبہ کرنا صحیح نہیں کہ یہ تینوں آیتیں بالکل آخری حرف میں پہلی آیتوں سے جدا ہیں۔ نیز مدہ کی قسم بھی بدلی ہوئی ہے کہ پہلی آیتوں میں یا، اور واو ہے اور ان میں الف ہے:۔ فَتَفَكَّرُوْا وَتَدَبَّرُوْا (۱۱) **قَ**، قصیرہ یعنی آیت کا دوسری آیتوں سے مختصر ہونا جیسے مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ شعر ۷۹ (۱۲) **طَ**، اٰيَةٌ طَوِيْلَةٌ، یعنی آیت کا پہلی آیتوں سے طویل ہونا جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ حصہ دو یا تین آیتوں پر مشتمل ہے۔ جیسے تِلْكَ الرُّسُلُ سے يُرِيْدُ تک (بقرہ ع ۳۳) (۱۳) **قَبْ**، قَصْرُ الْاٰيَةِ الْبَعْدِيَّةِ۔ یعنی اگر اس پر آیت شمار کریں تو بعد والی آیت دوسری آیات سے مختصر ہو جاتی ہے جیسے مُصْلِحُوْنَ بقرہ ع ۲ (۱۴) **تَذْ**، اَتٰى لِلتَّرْتِيْبِ الذِّكْرِيِّ، جیسے ثُمَّ شعر ۹۴ (۱۵) **كَوْ**، كَمَالُ الْكَلَامِ عَلَيْهِ مِنْ وَّجْهٍ۔ ایک وجہ کے اعتبار سے اس پر کلام کا کامل ہو جانا۔ جیسے مُصْلِحُوْنَ بقرہ ع ۲ (۱۶) **عَكْوْ**، عَدَمُ كَمَالِ الْكَلَامِ عَلَيْهِ مِنْ وَّجْهٍ۔ ایک وجہ سے کلام کا کامل نہ ہونا جیسے مُصْلِحُوْنَ بقرہ ع ۲ شعر ۴۲

تنبیہ:۔ اس شرح میں اختلافی آیات میں سے ہر آیت پر اس کے شمار اور ترک کی وجہ اور

دلیل بھی بتائی ہے کہ شمار کرنے والوں کی دلیل یہ ہے اور ترک والوں کی وجہ یہ ہے۔ لیکن ہر جگہ ان وجوہ کی تصریح نہیں کی ہے، بلکہ ان کی طرف ذیل کی رموز سے اشارہ کیا ہے۔ اس لئے وہ رموز اپنے مطلب سمیت یہاں درج کی جاتی ہیں اور یہ تینتیس ۳۳ ہیں جن کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی ۱ قسم :۔ ان سولہ ۱۶ رموز کے بیان میں جو آیت کے شمار کی وجوہ اور دلیلیں بتانے کیلئے استعمال ہوئی ہیں۔

(۱) مَ : دوسری آیت کے ساتھ مشاکلہ اور مشابہت اور اس کی تفصیل شعر ۳۷ تا ۴۱ میں درج ہے۔

(۲) اَعْ : اَجْمَعُوْا عَلٰی عَدِّهٖ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ اَوْ فِیْ مَوَاضِعَ اُخَرَ۔ یعنی یہاں اس لئے شمار کی ہے کہ دوسری جگہ ایک موقع میں یا کئی موقعوں میں اس لفظ پر اجماعًا آیت ہے جیسے یٰاُولِی الْاَلْبَابِ ○ بقرہ ۲۵ع یہاں مدنی اخیر: شامی: عراقی نے اس لئے شمار کی ہے کہ اُولُوا الْاَلْبَابِ رعد ۳ع، ابراہیم ۱۹ع، زمر ۲ع، ۵ع پر ساتوں کے لئے آیت ہے۔ اور مَعْرُوْفًا بقرہ ۱۴ع پر بصری کے ہاں اس لئے آیت ہے کہ مَعْرُوْفًا نساء ۱۴ع، احزاب ۴ع پر اجماعًا آیت ہے۔

(۳) جَ : جمیع سے ہے؛ اَیْ فِیْ جَمِیْعِ الْمَوَاضِعِ یعنی مانع نہ ہونے کی صورت میں اس لفظ پر ہر جگہ ساتوں کے لئے آیت ہوتی ہے۔ جیسے وہ اَلرَّحِیْمِ جو فاتحہ کی بسم اللہ کے آخر میں ہے اس پر مکی اور کوفی کے لئے آیت ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اَلرَّحِیْمُ کے جتنے الفاظ بھی آئے ہیں ان سب پر اجماعًا آیت ہے۔ اور رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ہود ۸ع اور اَلرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ سبا ۱ع میں رَحِیْمٌ اور اَلرَّحِیْمُ پر آیت نہ ہونے کی وجوہ دو ۲ ہیں (۱) ان پر شمار کرنے سے ان کے بعد والی آیت صرف ایک کلمہ پر مشتمل رہ جاتی ہے۔ اور ایسی آیتیں قرآن مجید میں کُل اُنتیس ۲۹ آئی ہیں اور یہ دونوں ۲ انمیں سے نہیں ہیں۔ (۲) شعر ۴۲/۴۸ میں ایک قاعدہ درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کسی جدائی کے بغیر آیت کی لیاقت رکھنے والے دو کلمے جمع ہو جائیں تو وہاں دوسرے ہی پر آیت ہوتی ہے۔ چنانچہ دَنَا فَتَدَلّٰی، اَغْنٰی وَاَقْنٰی نجم ۱ع و ۳ع۔ اَعْطٰی وَاتَّقٰی (لیل) ان تینوں مثالوں میں دوسرے ہی کلمہ پر آیت ہے۔ پس چونکہ یہ دو مانع موجود تھے اس لئے ہود ۸ع اور سبا ۱ع میں رَحِیْمٌ اور اَلرَّحِیْمُ پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی۔

(۴) عَ : اس کی مثال بھی وہی اَلرَّحِیْمِ ہے جو سورۂ فاتحہ کی بِسْمِ اللّٰهِ کے اخیر میں ہے۔ یہ عَ عَدَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْفَاتِحَةَ سَبْعَ اٰیَاتٍ کا مختصر ہے۔ اور

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ کو سات آیتوں والی سورت شمار کیا ہے۔ اور پہلی آیت بِسْمِ اللّٰہِ کے الرَّحِیْمِ پر گنی ہے۔ اور یہ مکی اور کوفی کے لئے اس بِسْمِ اللّٰہِ کے الرَّحِیْمِ پر آیت شمار کرنے کی دوسری وجہ ہے۔ اور اس کی تقریر یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ کو سات آیتوں والی سورت بتایا ہے تو اس سات کے شمار کو بِسْمِ اللّٰہِ کے الرَّحِیْمِ کے ذریعہ پورا کرنا اولیٰ ہے، کیونکہ اس میں سورت کی دوسری آیتوں کے ساتھ مشاکلہ اور مشابہت ہے۔ اور اس شمار کا پہلے عَلَیْھِمْ کے ذریعہ پورا کرنا اس لئے عمدہ نہیں کہ اس میں سورت کی دوسری آیتوں کے ساتھ مشاکلہ نہیں ہے۔ نیز آثار میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابنِ عمرؓ، ابنِ عباسؓ بِسْمِ اللّٰہِ سے قرارت شروع کرتے تھے اور اس کو ایک آیت شمار کرتے تھے۔ اس سے بھی مکی اور کوفی کے الرَّحِیْمِ پر آیت شمار کرنے کی تائید ہوتی ہے۔

(۵) کَكْ :۔ کَمَالُ الْکَلَامِ عَلَیْہِ اس پر کلام کا کامل ہوجانا اور مطلب بتانے میں بعد والی عبارت کا محتاج نہ رہنا۔ اور مثال بِسْمِ اللّٰہِ کے اخیر والا الرَّحِیْمِ اور مَعْرُوْفًا بقرہ ۳۰ ع ۱۴ ہے۔ پس بِسْمِ اللّٰہِ کے الرَّحِیْمِ پر مکی اور کوفی کے لئے آیت ہونے کی وجوہ پانچ ۵ ہوگئیں (۱) مَ یعنی دوسری آیتوں کے ساتھ مشاکلہ اور مشابہت (۲) اَعْ یعنی دوسرے بہت سے موقعوں میں الرَّحِیْمِ پر اجماعاً آیت ہے (۳) جَ، اس کی تفصیل اوپر ۳ میں 'ج' کے ذیل میں درج ہوچکی ہے۔ (۴) عَ، اس کی تفصیل بھی اوپر 'ع' ہی کے ذیل میں درج ہوچکی ہے۔ (۵) کَکْ، اس پر کلام کا کامل ہوجانا۔ اور مَعْرُوْفًا بقرہ ع ۱۴ پر بصری کے لئے آیت ہونے کی وجوہ دو ۲ ہوگئیں۔ (۱) اَعْ (۲) کَکْ۔ اور تقریر اوپر درج ہوچکی ہے۔

(۶) دَثْ :۔ اس کی مثال فاتحہ کا پہلا عَلَیْھِمْ ہے جس پر مدنیان شامی، بصری کے لئے آیت ہے۔ اور دَثْ، دَلائل ثلاثہ کا مختصر ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ تین ۳ دلیلوں نے بتادیا کہ فاتحہ میں بِسْمِ اللّٰہِ کے الرَّحِیْمِ پر آیت نہیں ہے :۔ (۱) اَتْ؛ یعنی فاتحہ کے علاوہ سب سورتوں میں بِسْمِ اللّٰہِ کے الرَّحِیْمِ میں ترک پر اجماع ہے: اس لئے فاتحہ کے الرَّحِیْمِ میں بھی ترک ہی ہونا چاہیئے۔ (۲) پہلے تینوں ۳ خلفاء بِسْمِ اللّٰہِ کے بجائے اَلْحَمْدُ سے نماز شروع کرتے تھے (۳) مسلم کی صحیح حدیث میں ۳ ہے کہ فاتحہ مجھ میں اور میرے بندے میں دو ۲ نصفوں پر بٹی ہوئی ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ اِیَّاكَ نَعْبُدُ شرکت والی آیت ہے جس میں حق تعالیٰ شانہٗ اور ان کے بندے دونوں ۲ کا حصہ ہے۔ اس لئے دو ۲ نصف اس کے سوا باقی چھ ۶ آیتوں کے ہونے چاہئیں

جس کی صورت یہ ہے کہ شرکت والی آیت کی دونوں جانبوں میں تین تین آیتیں ہوں تاکہ دو نصفوں پر بٹی ہوئی ہونے کا حکم صحیح ہو جائے۔ اور یہ اس پر موقوف ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ کے الرَّحِیْمِ پر آیت نہ ہو اور پہلے عَلَیْهِمْ پر ہو تاکہ شرکت والی آیت کی دونوں جانبوں میں تین تین آیتیں آجائیں۔ اور اس کے عکس میں شرکت والی آیت سے پہلے چار اور اس کے بعد دو آیتیں رہ جاتی ہیں۔ اور دو نصفوں کے معنی پوری طرح صادق نہیں آتے۔ پس ان تین دلیلوں کے سبب عَلَیْهِمْ پر آیت ہونی چاہیے نہ کہ بِسْمِ اللّٰہِ کے الرَّحِیْمِ پر۔

(۷) س ، استقلال یعنی مستقل ہونا۔ اس کی مثال وہ مقطعات ہیں جن پر کوفی نے آیت شمار کی ہے۔ جیسے الٓمّٓ اور الٓمّٓصٓ وغیرہ۔ اور وجہ یہ ہے کہ یہ مقطعات اس اعتبار سے مستقل ہیں کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔ اور تقدیر ھٰذِہٖ سُوْرَۃُ الٓمّٓ ہے۔

(۸) ن :۔ نص اس کی مثال بھی مقطعات ہیں، یعنی کوفیین کو مقطعات پر آیت ہونے کے بارے میں نص ملی ہے۔

(۹) تو :۔ یعنی توقیف، واقف کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بتانا کہ اس مقام پر آیت ہے۔ اور مقطعات میں سے انیس ۱۹ پر آیت ہونا اور دس ۱۰ پر نہ ہونا آیات کے توقیفی ہونے کی واضح دلیل ہے

(۱۰) مبر :۔ مُشَاکَلَۃُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ بِالْاٰیَۃِ الْبَعْدِیَّۃِ فِی الرَّدِیْفِ وَھُوَ الْحَرْفُ الَّذِیْ یَکُوْنُ قَبْلَ الْحَرْفِ الْاٰخِیْرِ۔ اس آیت کا آخر سے پہلے حرف میں بعد والی آیت کے ساتھ متحد ہونا۔ جیسے مِنْ خَلَاقٍ بقرہ ع ۲۵۔ اس پر مدنی اوّل، مکی، شامی، عراقی کے لئے آیت ہے۔ اور وجہ بعد والی آیت اَلنَّارِ ۝ اَلْحِسَابِ ۝ کے ساتھ ردیف میں مشاکلہ اور یکسانی ہے اور وہ ردیف حرفِ مدّہ ہے۔ اور گو اس میں الْمُحْسِنِیْنَ ع ۲۴ کے ساتھ بھی مشاکلہ ہے۔ لیکن وہ خفی ہے۔

(۱۱) مب :۔ مُشَاکَلَۃُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ بِالْاٰیَۃِ الْبَعْدِیَّۃِ اس آیت کا بعد والی آیت کے ساتھ مشاکلہ۔ جیسے یَوْمَ التَّلَاقِ مومن ع ۲۔ اس پر حجازی، عراقی، حمصی کے لئے آیت ہے اور وجہ بعد والی آیت اَلْقَھَّارِ ۝ کے ساتھ کامل مشاکلہ ہے۔

(۱۲) مق مب :۔ اَلْمُشَاکَلَۃُ الْکَامِلَۃُ بِالْاٰیَۃِ الْقَبْلِیَّۃِ وَالْبَعْدِیَّۃِ مَعًا۔ پہلی اور بعد والی آیات کے ساتھ کامل مشاکلہ جو اس کی دونوں جانبوں میں بلا فاصلہ آرہی ہیں۔ جیسے یٰاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ بقرہ ع ۲۵۔ اس پر مدنی اخیر، شامی، عراقی کے لئے آیت ہے۔

(۱۳) ت :۔ سورت کی دوسری آیتوں کے ساتھ مقدار میں تناسب اور برابری جیسے تَتَفَکَّرُوْنَ

بقرہ ع ۲۷- اس پر مدنی اخیر، کوفی، شامی کے لئے آیت ہے (۱) تہ، (۲) قم، (۳) اغ۔

(۱۴) کَوْ :- کَمَالُ الْکَلَامِ عَلَیْہِ مِنْ وَّجْہٍ - ایک وجہ میں اس پر کلام کا کامل ہو جانا، جیسے پہلا کَانَ مَفْعُوْلًا انفال ع ۵ اس پر حجازی، شامی، بصری کے لئے آیت ہے۔

(۱۵) مَصْ : مُشَاکَلَۃُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ بِالْاٰیَۃِ الْبَعْدِیَّۃِ الْمُتَّصِلَۃِ- اس آیت کا بعد والی متّصل آیت کے ساتھ مشاکلہ جیسے مَحَبَّۃً مِّنِّیْ طٰہٰ ع ۲ اس پر حجازی، دمشقی کے لئے آیت ہے (مَصْ) یعنی عَلٰی عَیْنِیْ کے ساتھ مشاکلہ جو اس کے بعد متصل ہی آرہی ہے۔

(۱۶) مَوْ :- مُوَازَنَۃُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ بِالْاٰیَۃِ الْقَبْلِیَّۃِ- اس آیت کا پہلی آیت کے وزن پر ہونا جیسے یُرْزَقُوْنَ مؤمن ع ۴ اس پر دمشقی کے لئے آیت ہے (مَوْ) یعنی اس کا اَلْکٰفِرُوْنَ کے وزن پر ہونا جو اس سے پہلے ہے۔

دُوسری قسم :- اُن چودہ ۱۴ رموز میں جو ترک کی دلیل بتانے کے لئے مقرر ہوئی ہیں۔

(۱) اَتْ - (۲) خَثْ (۳) صَحْ، جیسے فاتحہ میں بِسْمِ اللّٰہِ کے اخیر والا اَلرَّحِیْمِ یہ ان تینوں کی مثال ہے۔ اور اس میں تینوں ۳ وجوہ جاری ہیں اور اس طرح ہیں:- (۱) اَتْ : اَجْمَعُوْا عَلٰی تَرْکِہٖ فِیْ بَعْضِ الْمَوَاضِعِ یعنی فاتحہ کے سوا باقی سُورتوں کی بِسْمِ اللّٰہِ میں جو اَلرَّحِیْمِ ہے، اس کے ترک پر اجماع ہے۔ اس لئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ فاتحہ کی بِسْمِ اللّٰہِ کا اَلرَّحِیْمِ بھی متروک ہو۔ (۲) خَثْ، خلفائے ثلاثہ یعنی پہلے تینوں خلفاء نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ کے بجائے اَلْحَمْدُ سے قراءت شروع کرتے تھے۔ یہ دلیل ہے اِس پر کہ بِسْمِ اللّٰہِ فاتحہ کی بھی آیت نہیں ہے (۳) صَحْ مسلم کی صحیح حدیث میں ہے کہ فاتحہ مجھ میں اور میرے بندے میں دو ۲ نصفوں پر بٹی ہوئی ہے الخ باقی تفصیل پہلی قسم میں ۶ کے ذیل میں درج ہے۔

(۴) عَمْ :- عدم مشاکلہ یعنی دوسری آیتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہونا۔ جیسے فاتحہ میں پہلا عَلَیْھِمْ اس پر مکّی اور کوفی کے لئے آیت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سُورت کی دوسری آیتوں کی شکل اور ان کے انداز پر نہیں ہے۔

(۵) عَکْوْ :- عَدَمُ کَمَالِ الْکَلَامِ عَلَیْہِ مِنْ وَّجْہٍ ایک وجہ کی رو سے اس پر کلام کا کامل نہ ہونا۔

(۶) قَ :- قَصْرُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ خود اس آیت کا کم حروف والی ہونا جیسے الٓمّٓ اس پر اور اسی طرح دوسرے مقطّعات پر حجازی، شامی، بصری کے لئے آیت نہیں ہے۔ اور وجوہ

دو ہیں (۱) عکوؑ، اس پر اور اسی طرح دوسرے مقطعات پر کلام اس لئے کامل نہیں ہوا کہ ان میں سے بعض قَسَم کے اور بعض یَا اِنْسَانُ اور یَا رَجُلُ کے معنیٰ میں ہیں (۲) ق، مقطعات کی آیات سُورت کی دوسری آیتوں سے چھوٹی اور کم حروف والی ہیں۔ اس لئے قیاس کی رُو سے ان پر آیت نہ ہونی چاہیئے۔

(۷) قَبَ :- قِصَرُ الْاٰیَةِ الْبَعْدِیَّةِ اس پر شمار کرنے سے بعد والی آیت کا مختصر اور کم حرفوں والی ہو جانا، جیسے اَلْاٰخَائِفِیْنَ بقرہ ع۱۴ اس پر حجازی، کوفی، شامی کے لئے آیت نہیں ہے کیونکہ اس پر شمار کرنے سے بعد والی آیت مختصر اور صرف ۹ کلمات پر مشتمل رہ جاتی ہے۔ اور اس سے دوسری آیتوں کے ساتھ مساوات فوت ہو جاتی ہے۔

(۸) شَ :- شِدَّۃُ التَّعَلُّقِ بِمَا بَعْدَھَا۔ یعنی مابعد سے شدید اور قوی درجہ کا تعلق ہونا۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر آیت شمار نہ کریں جیسے تَتَفَکَّرُوْنَ بقرہ ع۲۷۔ اس پر مدنیِ اوّل مکّی، بصری کے لئے آیت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا بعد والے الفاظ یعنی فِی الدُّنْیَا سے قوی درجہ کا تعلق ہے۔

(۹) حَ :- بَیَّنَ الْحَدِیْثُ اَنَّہٗ لَا اٰیَةَ عَلٰی ھٰذَا الْمَقَامِ۔ حدیث نے بتا دیا کہ اس مقام پر آیت نہیں ہے، جیسے اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ بقرہ ع۳۴۔ اس پر مدنی اوّل، شامی، کوفی کے لئے آیت نہیں ہے۔ اور دلیل وہ حدیث ہے جو آیۃُ الکُرسی کی فضیلت بتانے کے لئے آئی ہے۔ پس اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ آیۃ الکرسی کا ابتدائی سرا اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اور آخری سرا اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ہے۔

(۱۰) عَوْ :- عَدَمُ الْمُوَازَنَةِ۔ اس آیت کا دوسری آیتوں کے وزن پر نہ ہونا، جیسے عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ انعام ع۸۔ اس پر حجازی، شامی، بصری کے لئے آیت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ پہلی اور بعد والی آیتوں یَفْقَھُوْنَ اور تَعْلَمُوْنَ کے وزن پر نہیں ہے۔

(۱۱) عَمَبْ :- عَدَمُ مُشَاکَلَةِ ھٰذِہِ الْاٰیَةِ بِالْاٰیَةِ الْبَعْدِیَّةِ۔ اس آیت کا بعد والی آیت کے ساتھ مشاکلہ نہ ہونا۔ جیسے فِی الْکِتٰبِ اِبْرٰھِیْمَ مریم ع۳۔ اس پر مدنی اوّل، شامی، عراقی کے لئے آیت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا بعد والی آیتوں کے ساتھ مشاکلہ نہیں ہے۔

(۱۲) قَقْ :- قِصَرُ ھٰذِہِ الْاٰیَةِ بِالنِّسْبَةِ اِلَی الْاٰیَةِ الْقَبْلِیَّةِ۔ اس آیت کا بہ نسبت پہلی آیت کے کم حروف والی ہونا۔ جیسے فِی الْاَذَلِّیْنَ مجادلہ ع۳۔ اس پر مدنی اخیر اور مکّی کے لئے آیت نہیں ہے۔ کیوں کہ اس پر شمار کرنے سے خود یہی آیت کم حروف والی ہو جاتی ہے اور صرف آٹھ کلمات پر مشتمل رہ جاتی ہے۔

(۱۳) عَطْفٌ :۔ یعنی بعد والی آیت کا اس سے پہلی آیت پر معطوف ہونا جیسے اِلٰی
فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا مزمل ع۱۔ اس پر مکی کیلئے ایک ضعیف قول کی رُو سے آیت نہیں ہے کیونکہ فَعَصٰی
جو اس کے بعد آرہا ہے وہ اَرْسَلْنَا پر معطوف ہے۔

(۱۴) اَخْ :۔ اَلْاِتِّحَادُ بِمَا قَبْلَهٗ فِی الْخِطَابِ۔ یعنی بعد والے جُملے کا پہلے جُملے کے ساتھ
خطاب وغیرہ میں متحد ہونا۔ جیسے مِمَّا تُحِبُّوْنَ آل عمران ع۱۔ اس پر یزید و عراقی و حمصی کیلئے آیت نہیں ہے
کیونکہ وَمَا تُنْفِقُوْا والا جملہ جو اس کے بعد ہے وہ خطاب میں پہلے جملے کے ساتھ متحد ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ وحمد ونعت اور اصطلاحات

اِس میں چونتیس ۳۴ شعر ہیں

(مُتْ)
(۱) بَدَأْتُ بِحَمْدِ اللهِ نَاظِمَةَ الزُّهْرِ
(مَفْ)

(مُتْ) (مُتَصْ)
لِتَجْنِيْ بِعَوْنِ اللهِ عَيْنًا مِّنَ الزَّهْرِ
(لامِ کَیْ) (سَفْ) (مَفْ) عَلَمٌ لِنَوْعِ الْعِنَبِ وَهُوَ يُوجَدُ فِي الشَّامِ

ترجمہ :۔ میں نے (اپنے قصیدہ) ناظمۃ الزہر کو اللہ کی تعریف سے شروع کیا تاکہ یہ (قصیدہ) اللہ تعالیٰ کے مدد فرمانے کے سبب (پھولوں کی) کلیوں کی (یا انگور کی) عمدہ (اور نفیس) قسم کو چن لے (اور اپنے اوراق میں جمع کرلے)

شرح :۔ (۱) چونکہ حدیث میں ہے كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِحَمْدِ اللهِ فَهُوَ أَبْتَرُ جو شاندار مقصد اللہ کی تعریف سے شروع نہ کیا جائے اُس میں سے برکت جاتی رہتی ہے، یا وہ کم برکت والا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ناظم نے اپنے قصیدہ ناظمۃ الزہر کو حق تعالیٰ شانہٗ کی تعریف سے شروع کیا تاکہ اس کی برکت سے اس کے فوائد اور علوم کامل ترین ہو جائیں۔ اور اس سے بھی اسی طرح منافع حاصل ہوں جس طرح باغوں سے شگوفے اور انگور جمع کرنے کے سبب اور اسی طرح ان کی رونق دیکھ کر نگاہوں کو تازگی حاصل ہونے کے ذریعہ فوائد میسّر آتے ہیں۔

(۲) ناظمۃ الزہر قصیدہ کا نام ہے جو دو لفظوں سے مرکب ہے۔

(الف) ناظمۃ نَظَمَ الشَّيْءَ سے اسمِ فاعل کا واحد مؤنث ہے، جس کے معنیٰ ہیں اس نے اس کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ اور شعر کو نظم اسی لئے کہتے ہیں کہ شاعر پہلے تو اُنس والے اور

مناسب کلمات کو ایک شعر میں جمع کرتا ہے، پھر اُس شعر کو دوسرے اشعار کے ساتھ شامل کر دیتا ہے اور یہ سب وزن و قافیہ اور معنیٰ میں متحد اور متناسب ہوتے ہیں۔ پس گویا اس کا بیان ایک دھاگہ ہے جو ایسے مختلف معانی پر مشتمل ہے جو مانوس اور مناسب الفاظ میں پروئے ہوئے ہیں۔ یعنی شاعر اُس شخص کی طرح ہے جس نے بہت سے موتی لے کر ایک ہار میں پرو دیئے ہوں۔

(ب) الزُّهْر زا کے ضمہ سے اَزْهَرُ مذکر اور زَهْرَاءُ مؤنث دونوں کی جمع ہے، اور انہیں سے اوّل کَوْکَبٌ کی اور ثانی لَیْلَۃٌ کی صفت ہے۔ چنانچہ کَوْکَبٌ اَزْهَرُ اور لَیْلَۃٌ زَهْرَاءُ کہتے ہیں۔ پس یہاں اَلزُّهْرِ کی تقدیر اَلْکَوَاکِبِ الزُّهْرِ یا اَللَّیَالِی الزُّهْرِ ہے۔ جس کے معنی ہیں روشن ستارے یا روشن راتیں، یعنی قرآن مجید کی آیات کے فواصل اور ان کے سرے۔ پس اِس میں استعارہ ہے اور کلام تشبیہ پر مبنی ہے۔ اور وجہِ شبہ روشنی کا حاصل ہونا اور راستہ کا پتہ چل جانا ہے۔ پس ناظمۃ الزھر کے معنی ہیں ان فواصل کا پرو لینے والا اور ان پر مشتمل ہونے والا قصیدہ جو روشن ستاروں کی طرح ہیں کیوں کہ ستارے اور آیتیں اِس صفت میں مشترک ہیں کہ دونوں ہی سے اندھیریوں میں راستہ کا پتہ چلتا ہے۔ پس جس طرح رات میں چلنے والا مسافر دریا اور جنگل کی اندھیریوں میں ستاروں کے ذریعہ رہنمائی حاصل کرتا ہے اسی طرح قرآنی آیات کے ذریعۂ حق تعالیٰ کے قُرب کی منزلیں طے کرنے والے پرہیزی اور کامیابی کی راہیں کُھل جاتی ہیں۔ اور جس طرح ستاروں سے رات کی ظلمتیں دُور ہو جاتی ہیں اسی طرح قرآنی آیات سے جہالت اور شبہات کی گھٹا ٹوپ اندھیریاں کافور ہو جاتی ہیں۔

(۳) عیْن بے شمار معانی کے لئے مستعمل ہے، لیکن یہاں خِیَارُ الشَّیْءِ عمدہ چیز اور نفیس قسم کے معنیٰ میں ہے۔

(۴) اَلزَّهْرِ دوسری جگہ زا کے فتحہ سے ہے، اور زَهْرَۃٌ کی جمع ہے جو بوٹی کے یا شگوفے اور کلی کے معنیٰ میں ہے۔ اور یہ بوٹی کا نرم اور باریک حصہ ہوتا ہے۔

(فائدہ) ۱؎ بَدْءٌ اِبْتِدَاءٌ دونوں ہم معنیٰ ہیں، چنانچہ بَدَاْتُ الشَّیْءَ بِہٖ اور اِبْتَدَاْتُہٗ بِہٖ دونوں کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں اس شئے کو دوسری شئے کے اول میں لے آیا۔

۲؎ حَمْد کسی کی عظمت اور بڑائی کا اعتقاد رکھتے ہوئے ایسی خوبی پر تعریف کرنا جس میں ممدوح کے اختیار کو بھی دخل ہو۔

۳؎ لِتَجْنِیْ، جَنَی الثَّمَرَ وَاجْتَنَاهَا سے ہے، اس نے پھل اور میوہ چُن لیا اور اس کو جمع کر لیا اس میں لَامِ کَیْ کا ہے جس کے بعد اَنْ مقدر ہوتا ہے۔

(۲) وَعُذْتُ بِرَبِّيْ (مُتّ) مِنْ شُرُوْرِ قَضَائِهٖ (حکم وفیصلہ)

وَلُذْتُ بِهٖ فِي السِّرِّ وَالْجَهْرِ (مُتَّحِمُ) مِنْ اَمْرِيْ (شانُ وَحالُ) (اَیْ کَائِنَیْنِ مِنْ اَمْرِیْ)

ترجمہ:۔ اور میں نے (اپنے) چھپے ہوئے اور ظاہری امر (یعنی تمام امور وحالات) میں اپنے پروردگار کی طرف پناہ لی، ان کے فیصلہ (کئے ہوئے امور) کی برائیوں (اور ان کے نقصانات) سے (بچنے کے لئے) اور میں انہی (کے دروازہ) سے چمٹ گیا۔

(مُتَعَلِّقٌ بِعُذْتُ بِاِعَادَةِ الْجَارِّ)

(۳) بِحَيٍّ (بدل) مُرِيْدٍ (ص) عَالِمٍ مُتَكَلِّمٍ

سَمِيْعٍ بَصِيْرٍ (ص) دَائِمٍ قَادِرٍ وِتْرٍ

ترجمہ:۔ (یعنی میں نے) حیات، ارادہ، علم، کلام، سمع، بصر، دوام، قدرت، یکتائی (ان نو بلند ترین صفات) سے متصف ہونے والے (رب) کی طرف (پناہ لی)۔

شرح:۔ میں نے ان عظیم الشان نو صفتوں کے ساتھ متصف ہونے والی ذات یعنی اللہ پاک سے درخواست اور دعا کی کہ وہ مجھے ریا سے اور ان تمام آفتوں سے محفوظ رکھے جو کسی رسالہ کی تصنیف میں مصنفین کو پیش آتی ہیں۔

تفصیل شعر ۲:۔ میں جس طرح قصیدہ کو بابرکت بنانے کی غرض سے اس کے شروع میں حمد لایا ہوں اسی طرح اس کو آفات سے بچانے کیلئے اللہ کی پناہ اور ان کی حفاظت بھی طلب کرتا ہوں جو میرے رب ہیں اور تمام معاملات کے مالک ومختار ہیں۔ اور ان ہی کی حفاظت کو اپنے بچاؤ کے لئے قلعہ بناتا ہوں، اور ان ہی کے دروازہ سے چمٹتا ہوں اور ان ہی کی مدد سے قوت اور مضبوطی حاصل کرتا ہوں۔

(۱) عُذْتُ، عَوْذٌ سے اور لُذْتُ، لَوْذٌ سے ہے اور اوّل پناہ مانگنے کے اور ثانی چمٹنے کے معنیٰ میں ہے۔ اور یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم اور تقریباً ہم معنیٰ ہیں۔

(۲) شُرُوْرِ قَضَائِهٖ میں شُرُوْر، شَرٌّ کی جمع ہے جس کے معنیٰ ہیں وہ چیز جس کا آخری انجام

ضرر ہو اور اس کے نتیجہ میں نقصان پیش آئے۔ اور قَضَآءٌ مصدر ہے جو اسم مفعول یعنی مَقْضِیٌّ کے معنیٰ میں ہے۔ پس شُرُوْرِ قَضَائِہٖ کی تقدیر شُرُوْرِ مَقْضِیَاتِہٖ ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں حق تعالیٰ کے فیصلہ کئے ہوئے اور اُن کے طے کئے ہوئے انتظامات کی بُرائیاں اور اُن کے نقصانات۔ اور یہ وہ امور ہیں جن کو انسان مفید سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔ لیکن انجام کار اور نتیجہ کے طور پر نقصان پیش آجاتا ہے۔ پس شُرُوْرِ قَضَآئِہٖ ہر ناگوار چیز کو شامل ہے۔ اور اس میں وہ مضر چیزیں بھی آگئیں جن کو مصنّفین اختیار کر لیتے ہیں اور وہ اُنہیں اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے سے محروم کر دیتی ہیں۔ اور ان ہی میں سے ریا بھی ہے۔ جس سے عمل کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ پس شعر ۲ میں ناظم نے حق تعالیٰ کی جناب میں یہ درخواست پیش کی ہے کہ مجھے ان تمام چیزوں سے بچائیے جو مقصد کی تکمیل میں رکاوٹ بن جائیں۔ کیونکہ آپ تنہا اس پر قادر ہیں کہ میرے باطن کو بھی ریا او رتکبّر اور دوسرے اخلاقِ ذمیمہ سے خالص کر دیں اور ظاہری اعمال کو بھی دُنیوی خواہشوں اور لغزشوں سے پاک کر دیں تاکہ میری اس کوشش کا نفع عام اور تام ہو جائے اور آخرت میں بھی کامل اَجر کا مستحق بن جاؤں۔

(۳) حق تعالیٰ کے فیصلوں کی طرف بُرائی کی نسبت کرنا بندوں کے اعتبار سے ہے، کیونکہ حق تعالےٰ شانہٗ کے تکوینی فیصلے دو طرح کے ہوتے ہیں **اوّل** وہ جن کے اختیار کرنے سے بندوں کو راحت ملتی ہے **دوم** وہ جن کے ارتکاب سے مضرّت پیش آتی ہے۔ لیکن اگر حق تعالیٰ شانہٗ کی نسبت سے دیکھیں تو پھر اُن کا ہر فیصلہ عمدہ اور پسندیدہ ہے اس لئے کہ نقصان والے امور میں بھی حکمتیں ہوتی ہیں اور ہونی بھی چاہئیں کیونکہ حکیم کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

شعر ۳:- (۱) بِحَیٍّ الخ کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں پناہ اور حفاظت کی درخواست اس بلند ترین اور مقدس ترین ذات کے دربار میں پیش کر رہا ہوں جو اُن نو صفتوں سے متّصف ہے جن کا سلسلہ بِحَیٍّ سے شروع ہو کر وِتْرٍ پر ختم ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو ذات ان نرالی صفات سے متصف ہو وہ بہترین پناہ گاہ اور فضل ترین کمین گاہ اور بہترین محافظ ہوگی۔

(۲) ان نو صفات میں سے دو تو سلبی ہیں اور یہ دوام و وحدانیت ہیں۔ یعنی اَزَل سے اَبَد تک ہمیشہ رہنا اور یکتا اور سب سے نرالا ہونا اور یہ دونوں دَائِمٍ اور وِتْرٍ میں آرہی ہیں۔ اور باقی سات (حیات و ارادہ، علم، کلام، سمع، بصر، قدرت) صفاتِ معانی یا معنویہ کہلاتی ہیں۔

(۳) ناظم نے ان صفات کے بیان میں ترتیب بھی نہایت بدیع اور عمدہ اختیار کی ہے، چنانچہ سب سے پہلے حیات کو لائے ہیں کیونکہ باقی صفاتِ وجودیہ اسی سے وابستہ اور اسی پر موقوف ہیں۔ پس گویا حیات

باقی تمام صفات کا سرچشمہ ہے اور اس کا ذکر حَیٌّ میں کیا ہے جس کے معنٰی ہیں ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات۔ باری تعالیٰ کی حیات کی نہ کوئی ابتدا ہے کہ اُس وقت سے زندہ ہیں اور نہ انتہا ہے کہ فلاں وقت تک زندہ رہیں گے۔ بلکہ زندگی کی صفت ان کی ذات میں کسی ابتدا اور انتہا کے بغیر ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ **نیز** دوسری صفات کی طرح صفتِ حیات بھی ان کی خانہ زاد ہے جو کسی سے لی ہوئی نہیں ہے اور دوسرے جانداروں میں حیات کی صفت نہ تو خانہ زاد ہے بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا کی ہوئی ہے اور نہ اَزَلی اور اَبَدی ہے، بلکہ مخلوق میں زندگی کی صفت کچھ عرصہ پہلے نہیں تھی اور تھوڑی مُدّت بعد سلب ہو جائیگی اور اسی طرح دوسری صفات کو بھی سمجھ لیجئے جو خالق اور مخلوق کے درمیان مُشترک ہیں۔ پھر مُرِیْدٍ میں ارادہ کی صفت لائے ہیں جس کے معنٰی ہیں اٹل ارادہ کرنے والے یعنی جس چیز کا بھی ارادہ کرتے ہیں وہ پُوری ہو کر رہتی ہے، اور مخلوق کا ارادہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کے بہت سے ارادے ایسے ہیں جو پُورے نہیں ہوتے اور یہ ارادہ علم کی دلیل ہے کیونکہ ارادہ وہی کریگا جو علم رکھتا ہو۔ پھر عَالِمٍ میں صفتِ علم کا ذکر کیا ہے جس کے معنٰی ہیں اَزَل سے اَبَد تک کی تمام چیزوں کے جاننے والے۔ اور اس کا ذکر ارادہ کے بعد اس لئے کیا ہے کہ علم ارادہ کا نتیجہ ہے۔ پھر مُتَکَلِّمٌ میں کلام کی صفت کو لائے ہیں کیونکہ متعلق کے اعتبار سے علم وکلام دونوں متحد ہیں، اس لئے کہ دونوں کا تعلق واجب، جائز، محال تینوں ہی سے ہوتا ہے۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ علم کا تعلق انکشاف اور ظہور کی حیثیت سے ہے اور کلام کا تعلق دلالت کرنے اور سمجھانے کے اعتبار سے ہے، اور مُتَکَلِّمٌ کے معنٰی ہیں کلام فرمانے والے۔ پھر سَمِیْعٍ بَصِیْرٍ میں صفتِ سَمع وبَصَر کا ذکر کیا ہے یعنی ہر چیز کے سُننے والے اور ہر چیز کے دیکھنے والے۔ اور علم کی طرح یہ دونوں بھی انکشاف اور ظہور کی صفتیں ہیں کیونکہ اِن دونوں کے ذریعہ موجودات کا تام انکشاف اور کامل ظہور ہوتا ہے بخلاف علم کے کہ اس سے کامل اور تام انکشاف نہیں ہوتا اور ان دونوں صفتوں کا تعلق واجب اور ممکن ہی سے ہوتا ہے نہ کہ محال سے بھی، اس لئے کہ وہ تو موجود ہی نہیں ہوتا۔ پھر دَآئِمٍ میں دوام اور ہمیشگی کی صفت لائے ہیں جس کے معنٰے ہیں اپنی ذات اور کمالات دونوں میں ہمیشگی والے۔ پس وہ ذات اور کمالات دونوں ہی میں یکتا ہیں، یعنی نہ ذات میں کوئی اُن کا شریک ہے نہ کمالات میں سے کسی ایک کمال میں کسی کی شرکت ہے۔ پھر قَادِرٍ میں قدرت کی صفت لائے ہیں جس کے معنٰے ہیں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہیں، اور اس صفت کا تعلق صرف ممکن سے ہے معدوم ہو خواہ موجود۔ پھر وِتْرٍ میں وحدانیت اور یکتائی کی صفت کو بیان کیا ہے اور اس کے معنٰے یہ ہیں کہ وہ اپنی ذات وصفات وافعال تینوں میں یکتا ہیں۔ پس نہ کوئی ایسی ذات ہے جو اُن کی ذات کے مشابہ ہو اور نہ کسی میں کوئی ایسی صفت ہے جو اُن کی صفت سے ملتی ہوئی ہو اور نہ ماسوا کا کوئی فعل

ایسا ہے جو اُن کے فعل کی طرح ہو۔

حق تعالیٰ شانہٗ کی مذکورۂ بالا صفات کی مزید تفصیل

۱ :۔ ان کی حیات اَزَلی بھی ہے اور اَبَدی بھی۔ ۲ ان کا ارادہ قدیم ہے۔ ۳ وہ اپنے قدیم علم کے ذریعہ جُزئیات وکُلّیات دونوں طرح کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں۔ ۴ ان کا کلام نفسی ہے جو آوازوں اور حرفوں سے پاک ہے۔ ۵ سُننے کی تمام چیزوں کو سُنتے ہیں۔ ۶ دیکھنے کی تمام چیزوں کو دیکھتے ہیں۔ ۷ دوام اور اس ہمیشگی سے متّصف ہیں جو ہر قسم کی تبدیلی سے بَری اور پاک ہے۔ ۸ اُن کی قدرت بھی کامل اور شامل تر ہے۔ ۹ وہ اپنی ذات وصفات وافعال تینوںؔ میں یکتا ہیں۔

فائدہ :۔ عُذْتُ، عَاذَ سے ہے جو اِلْتَجَاْتُ اِلَیْہِ وَتَحَصَّنْتُ بِہٖ کے معنٰے میں ہے۔ میں نے اس کی طرف پناہ لی اور اس کو اپنی حفاظت کا قلعہ بنایا اور لُذْتُ اِسْتَمْسَکْتُ اور اِعْتَصَمْتُ کے معنٰی میں ہے۔ میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس سے مضبوطی حاصل کی۔ پس عَوْذٌ صرف پناہ مانگنے کے اور لَوْذٌ پوری کوشش کر پناہ مانگنے کے معنٰی میں ہے۔ اور یہ دونوں فعل بَدَاْتُ پر معطوف ہیں۔ اور لُذْتُ کا عطف عَطْفُ الْخَاصِّ عَلَی الْعَامّ کے قبیل سے ہے۔

(۴) وَاَحْمَدُہٗ حَمْدًا کَثِیْرًا مُّبَارَکًا
وَاَسْأَلُہُ التَّوْفِیْقَ لِلذِّکْرِ وَالشُّکْرِ

ترجمہ :۔ اور (چونکہ حق تعالیٰ کے کمالات بھی بے انتہا ہیں اور نعمتیں بھی بلند ترین اور بے شمار ہیں اس لئے) میں (آناً فاناً اور بار بار) ان (اللہ پاک) کی (ایسی) تعریف کرتا ہوں جو (مقدار میں) زیادہ (اور بے شمار) ہو (نیز) برکتوں سے بھری ہوئی ہو (تاکہ ان کی نعمتوں کا حق کسی درجہ میں تو ادا ہو جائے۔ یا جس طرح ان کے کمالات اور انعامات بے شمار ہیں اُسی طرح میں ان کی حمد بھی ایسی ہی کرتا ہوں جو مقدار میں بہت زیادہ اور شمار سے باہر ہو۔ پس مُبَارَکًا بھی کَثِیْرًا غَایَۃَ الْکَثْرَۃِ کے معنٰی میں ہے۔ کیونکہ برکت بھی زیادتی ہی کو کہتے ہیں، عام ہے کہ حسّی طور پر ہو یا معنوی طریق پر)، اور میں ان (اللہ تعالیٰ) سے ذکر (قرآن مجید کی تلاوت) کی اور (اس پر) شُکر ادا کرنے کی توفیق دینے کا سوال بھی کرتا ہوں (اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھے اکثر اوقات اپنے ذکر اور شُکر میں مشغول رکھیں)

شرح :۔ (۱) پہلے تین شعروں میں ناظم نے وہ وظیفہ ادا کیا ہے جو اُن پر واجب تھا یعنی حمد سے

ابتداء کی گو ایک ہی مرتبہ ہو اور صرف زبان سے ہو۔ اور ابتداء کی حدیث سے یہی مراد ہے۔ اور اس چوتھے شعر میں یہ بتایا کہ حق تعالیٰ کی حمد بندوں پر ہر حال و ہر قال میں واجب ہے۔ نیز حق تعالیٰ ذات و صفات دونوں ہی کی رُو سے اس کے مستحق ہیں۔

(۳) ابو امامہؓ کی وہ روایت جو شمائلِ ترمذی میں ہے اس میں حق تعالیٰ کی حمد ان الفاظ سے وارد ہے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا پس ناظمؒ نے برکت حاصل کرنے کی غرض سے شعر ۴ کے الفاظ اسی حدیث سے لئے ہیں۔

فائدہ ۱:۔ ذات و صفات دونوں کا حق ادا کرنے کیلئے حمد کو ۲ جگہ لائے ہیں۔ پس شعر ۱ والی حمد حق تعالیٰ کے ذاتی کمالات کے اعتبار سے تھی، اور شعر ۴ والی انعامات اور عطیات کے لحاظ سے ہے۔ اور اسی لئے یہاں مضارع کا صیغہ لائے ہیں جو تجدد اور استمرار پر مشتمل ہے۔ یعنی میں ان کی تعریف بار بار اور ہمیشہ کرتا ہوں۔

ع ۲:۔ تَوْفِیق کے معنیٰ ہیں بندہ کو بھلائی اور نیکیوں کی طرف متوجہ کرنا اور اُن کے لئے اسباب اور سامان عطا فرما دینا اور ان میں آسانی پیدا کر دینا۔

ع ۳:۔ ذِکْر سے مُراد حق تعالیٰ کا ذکر ہے جو ذکرِ لسانی اور قلبی دونوں کو شامل ہے۔ یعنی زبان سے ان کی تعریف کرنا اور ان کے ناموں اور صفتوں کا وِرد کرنا۔ اور دل میں ان کی بڑائی کا اعتقاد رکھنا اور اس کا استحضار کرنا۔ اور افضل ترین ذکر یہ ہے کہ زبان سے قرآن مجید کی تلاوت کریں اور دل سے اس کے معنیٰ اور تفسیر میں غور و فکر کریں۔ اور شُکْر کے معنیٰ ہیں حق تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی نعمتوں کو اُن کے صحیح مَصرف میں خرچ کرنا۔ اور قرآن عطا فرمانے کی نعمت کا شکریہ ہے کہ اس کے پڑھنے اور پڑھانے اور اس کی آیات و کلمات و حروف کا شمار معلوم کرنے کا نیز اس کے دوسرے علوم سیکھنے اور سکھانے کا اہتمام کیا جائے۔ اور کامل شکر یہ ہے کہ نعمت پر دل سے خوش ہو اور اس کو اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھے اور یہ اعتقاد رکھے کہ میں اس نعمت کے لائق نہیں تھا مولیٰ نے محض اپنی رحمت سے عطا فرمائی ہے اور زبان سے نعمت دینے والے کی تعریف کرے اور ہاتھوں اور پیروں اور بدن سے ان کی تعظیم بجالائے۔ پس گویا ناظمؒ نے ذکر و شکر کی توفیق طلب کر کے اپنے رب سے اس بات کا سوال کیا ہے کہ میں جو اس قصیدہ میں قرآن پاک کی آیات کا شمار بیان کرنا چاہتا ہوں آپ اپنے فضل و کرم سے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیجئے۔

(عاطفۃ بمعنی الواو) مبتدا

(۵) وَبَعْدُ صَلَاةُ اللّٰهِ ثُمَّ سَلَامُهٗ (ب)

أَيْ كَائِنًا عَلَىٰ خَيْرٍ — أَوْ مُنْتَصِبًا أَيْ مُخْتَارًا كَائِنًا مِنْ

عَلَىٰ خَيْرِ مُخْتَارٍ مِّنَ الْمُجَّدِ الْغُرِّ

مُتَعَلِّقٌ (مَنْ) أَخَصَّ — مُتْ — جَمْعُ مَاجِدٍ — جَمْعُ أَغَرَّ

ترجمہ :- اور (حمد کے) بعد اللہ کی رحمت اور ان کا سلام (نازل) ہو (اس) چنی ہوئی بہترین (ذات) پر جو (نسب کے اعتبار سے بھی) عزت والوں میں سے ہیں (نیز قوم کے) سرداروں میں سے ہیں۔ (یعنی آپ کو ذاتی اور نسبی دونوں طرح کا شرف حاصل ہے۔ یا صلوٰۃ و سلام اُس بہترین ذات پر نازل ہو جو اُن حضرات میں سے چنی ہوئی ہے جو نسب کی رُو سے عزت والے ہیں، نیز قوم کے سرداروں میں سے ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ جو حضرات نسب کی رُو سے معزز اور قوم کے سردار ہیں اگرچہ وہ خود بھی چنے ہوئے ہوتے ہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان برگزیدہ افراد میں سے بھی منتخب اور برگزیدہ ہیں پس آپ کو شرف بالائے شرف حاصل ہے۔)

بَلْ أَوْ عَطْفُ بَيَانٍ — ص — ص — عَطْ

(۶) **مُحَمَّدٍ الْهَادِي الرَّءُوْفِ وَأَهْلِهٖ**

أَيْ عَظِيمِ الرَّأْفَةِ

عَطْ — ص — ص — سَتْ — جَمْعُ مَكْرُمَةٍ (عُمْدَةٌ عَادَةٌ)

وَعِتْرَتِهٖ سُحْبِ الْمَكَارِمِ وَالْبِرِّ

اِسْتِعَارَةٌ تَصْرِيحِيَّةٌ — إِضَافَةٌ مَعْنَوِيَّةٌ بِمَعْنَى اللَّامِ

ترجمہ :- (یعنی صلوٰۃ و سلام نازل ہوں) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو (راہِ حق کی) ہدایت کرنے والے (اور اُمت کو توحید کی راہ بتانے والے اور مومنین پر) بے انتہا مہربان ہیں، اور آپ کی (پاک) بیویوں رضی اور آپ کی نزدیکی والی اس) اولاد پر بھی جو عمدہ عادتوں اور بھلائی کی بدلیاں (اور ان کے ابر) ہیں۔

شرح :- یعنی جس طرح بدلیاں بارش برسا کر بوٹیوں اور ویران زمین کو زندہ کرتی ہیں اُسی طرح جو حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کا تعلق رکھتے ہیں وہ بھی طرح طرح کی عمدہ عادتوں اور بھلائیوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں اور روحوں کو زندگی بخشتے ہیں۔ اور شعر ۶ کا دوسرا مصرعہ یا تو استعارۂ تصریحیہ کے قبیل سے ہے، کیونکہ اس میں آپ کی عترت اور اولاد کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے، اور تشبیہ کی وجہ نفع کا عموم اور اس کی کثرت ہے، جو ابر اور عترت دونوں میں مشترک ہے۔ یا استعارۂ مکنیہ ہے، کیونکہ اس میں اولاد کی عمدہ عادتوں اور ان کے احسانات کو بارش سے تشبیہ دی ہے اور مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کے لوازم کا اثبات کیا ہے۔

فائدہ :- استعارہ کی چار قسمیں اور اُن کی تعریفات :- ۱ مکنیہ یا استعارہ بالکنایہ وہ ہے جس میں فقط مشبہ مذکور ہو۔ جیسے إِذَا الْمَنِيَّةُ أَنْشَبَتْ أَظْفَارَهَا۔ یہاں منیہ (موت) مذکور ہے اور وہ مشبہ ہے جس کو سبع (درندہ) سے تشبیہ دی ہے۔ ۲ تصریحیہ (یا مصرحہ) وہ ہے جس میں فقط مشبہ

مذکور ہو، جیسے اَسَدٌ جَاءَنِیْ میرے پاس شیر یعنی زید آیا۔ اس میں زید کو اَسَدٌ (شیر) سے تشبیہ دی ہے، اور ظاہر ہے کہ اس میں مشبّہ یعنی زید مذکور نہیں ہے۔ ۳ تَخْیِیْلِیَّہ وہ ہے جس میں مشبّہ بہٖ کا لازم مذکور ہو جیسے اظفار (ناخن) جو سَبُعٌ (درندہ) کے لوازم میں سے ہیں۔ ۴ تَرْشِیْحِیَّہ وہ جس میں مشبّہ بہٖ کا مناسب مذکور ہو جیسے اِنْشَابٌ (پنجہ گاڑنا) سَبُعٌ کے لئے کہ یہ اس کے مناسبات میں سے ہے۔

تفصیل شعر ۵ :۔ ۱ حق تعالیٰ کی تعریف کے بعد خادمانہ، غلامانہ طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نبیوں اور رسولوں میں سے جو عزّت والے بھی ہیں اور سردار بھی ہیں اور جن کو اللہ پاک نے نبوّت کیلئے چُنا بھی ہے اور پسند بھی فرمایا ہے، حق تعالیٰ شانہٗ ان سب میں سے بہترین ذات اور ان سب کے سَردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت و سَلام نازل فرمائے۔ ۲ صلوٰۃ۔ انعام و احسان کے معنیٰ میں ہے۔ اور سَلام کے معنیٰ ہیں گناہوں سے بچانا اور آپ کی شریعت کو تحریف و تبدیلی سے محفوظ رکھنا اور امّت کے گناہ معاف فرمادینے کے ذریعہ آپ کو خوش کردینا۔ اور جس کو سُورۂ والضحیٰ کی پانچویں آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی میں بیان فرمایا ہے، کہ عنقریب آپ کے رب آپ پر ایسے انعامات و احسانات فرمائیں گے جن سے آپ خوش ہوجائیں گے۔

شعر ۶ :۔ (۱) اَھْل قاموس کی رُو سے پُوری اُمّت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں اس سے وہ ہر ایک مؤمن مراد ہے جو پرہیزگار ہو۔ (۲) یہاں احسان سے متّصف ہونے کے سبب صحابہؓ کو بدلیوں سے تشبیہ دی ہے۔

فائدہ :۔ شعر ۵۔ ۱ وَبَعْدُ کا واؤ عاطفہ ہے جو اَمَّا کے مرتبہ میں ہے۔ پس وَبَعْدُ کی اصل اَمَّا بَعْدُ تھی۔ اور یہ اَمَّا شرط کے حرف اور اس کے فعل دونوں کا نائب تھا، اور کلام کی اصل مَھْمَا یَکُنْ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ فَصَلَاۃُ اللہِ تھی۔ پس شرط کے حرف اور فعل دونوں کو حذف کردیا اور اسکے بجائے اَمَّا لے آئے، پھر واؤ پر اکتفا کرکے اَمَّا کو بھی حذف کردیا۔ ۲ بَعْدُ اس فعلِ شرط کا ظرف ہے جو مقدر ہے اور مفعول فیہ ہونے کے سبب نصب کے محل میں ہے اور ضمہ پر مبنی ہے اور اس کی اصل بَعْدَ حَمْدِ اللہِ تھی۔ پس یہاں اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے۔ ۳ صَلوٰۃ کا مضاف الیہ حق تعالیٰ بھی ہوتے ہیں اور ملائکہ اور انسان اور ان کے ماسوا بھی۔ پس لفظ صَلوٰۃ پہلی صورت میں رحمت کے اور دوسری میں استغفار کے اور تیسری میں درود کے اور چوتھی میں تسبیح کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔

شعر ۶ :۔ ۱ اَھْل تین معنی میں مستعمل ہے۔ (۱) نِسَاءُ الرَّجُلِ کسی مَرد کی بیویاں (۲) قریب تعلق والے رشتہ دار (۳) ہر مؤمن پرہیزگار۔ اور یہاں یہی معنیٰ مراد ہیں۔

۲ے عِترَت قریب تعلق والی اولاد اور وَعِترَتِہٖ، اَھلِہٖ پر معطوف ہے جو اَھل کے پہلے معنی پر عطفِ مغایر کے اور دوسرے پر عطفِ مرادف کے اور تیسرے معنی پر عطف الخاص علی العام کے قبیل سے ہے۔

۳ے بِرّ خود نیک کام کرنا اور دوسروں سے بھی عمدہ کام کرانے کی کوشش کرنا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد نظم کی تعریف اور اِصطلاحات کا بیان

اِس میں وہ آثار و احادیث لائے ہیں جن میں ایک خاص تعداد کے ساتھ آیات کی تلاوت کرنے کی فضیلت مذکور ہے، اور یہ اس پر موقوف ہے کہ آیتوں کے آخری سِرے معلوم ہوں۔ اور اس سے آیات کے فن کے مُدوّن کرنے اور کتابوں کے لکھنے کی ضرورت ثابت ہوتی ہے؛

(۷) وَاِنِّی اسْتَخَرْتُ اللّٰہَ ثُمَّ اسْتَعَنْتُہٗ

(تن) اَیْ عَلٰی جَمْعِیْ اَیِ الذِّکْرِ

عَلٰی جَمْعِ اٰیِ الذِّکْرِ فِیْ مَشْرَعِ الشِّعْرِ

(مم) مُتَعَلِّقٌ بِجَمْعِ

ترجمہ:- اور میں نے اَلذِّکر (یعنی قرآن مجید) کی آیتوں کو شعر (و نظم) کے طریقہ (اور اس کی شکل پر نہ کہ نثر کے طریق) پر جمع کرنے (اور لکھنے کے بارے) میں اللہ (تعالیٰ) سے استخارہ بھی کیا (یعنی بہتری طلب کی، اور یہ عرض کیا کہ میرے اس ارادہ کو میرے حق میں بہتر بنا دیجئے اور مجھے اس میں کامیاب فرما دیجئے) اور میں نے اس (اللہ تعالیٰ) سے مدد کی درخواست بھی کی (اور عرض کیا کہ اس مقصد میں میری پوری پوری مدد فرمائیے۔)

شرح:- (۱) نثر کے مقابلہ میں نظم کا طریق اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نظم کا یاد کرنا آسان ہے کیونکہ ذہن نظم کا مشتاق ہوتا ہے۔

(۲) چونکہ کسی مقصد کے شروع کرنے سے پہلے استخارہ کرنا اور اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرنا کہ اِس مقصد کو میرے لئے بہتر سے بہتر بنا دیجئے، نیز اللہ کی مدد طلب کرنا انبیاء علیہم السّلام کی سُنّت ہے اِس لئے ناظم نے قصیدہ کے شروع کرنے سے پہلے استخارہ کیا۔ چنانچہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی روایت میں ہے کہ نبی صلّی اللہ

علیہ وسلّم جس طرح ہمیں قرآن کی سُورتیں سکھاتے تھے اُسی طرح استخارہ کی تعلیم بھی فرماتے تھے۔ اور چونکہ اللہ کی مدد کے بغیر کوئی مقصد بھی پُورا نہیں ہو سکتا اِس لئے ہر کام کے شروع میں ان سے مدد مانگنا بھی ضروری ہے۔ اور مقصد کی اہمیّت کے اعتبار سے مدد کی درخواست کی اہمیت بھی اُتنی ہی زیادہ ہو جاتی ہے۔ پس جب کوئی بڑا کام کرنا ہو تو اُس میں مَدد بھی زیادہ مانگنی چاہیئے۔

(۳) استخارہ کا مقصد یہی ہے کہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ سے یہ دُعا کریں کہ یا اللہ میں یہ کام کرنا چاہتا ہوں اس کو میرے حق میں بہتر اور زیادہ مفید بنا دیجئے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ استخارہ کے بعد کوئی خواب نظر آئے اور اس میں یہ بتایا جائے کہ یہ کام نفع والا ہے یا نقصان کا ہے، خوب سمجھ لیجئے۔

(۴) یہاں اَلذِّکْرُ سے مراد قرآن ہے، اور اس کا یہ نام اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ (حجر ع) اور اِلَیْکَ الذِّکْرَ (نحل ع) وغیرہ میں آیا ہے۔ کیونکہ قرآن حق تعالیٰ کی ذات و صفات اور آخرت اور جنّت و دوزخ کو یاد دلاتا ہے۔

فَائدہ:۔ (۱) عَلٰی جَمْعٍ میں اِسْتَخْرَجْتُ اور اِسْتَعَنْتُ دونوں فعلوں کا تنازع ہے۔ اور یہاں کوفیین کے مذہب پر دوسرے فعل کو عامل بنایا ہے اور پہلے فعل میں سے اس کو حذف کر دیا کیونکہ یہ فُضْلَہ ہے، یعنی جملہ کے اصلی اجزاء سے زائد ہے۔ (۲) اٰیٌ اور اٰیَاتٌ دونوں اٰیَۃٌ کی جمع ہیں۔ جو علامت کے اور قرآن مجید کی آیت کے معنیٰ میں ہے۔ (۳) مَشْرَعٌ پانی پینے والے جانوروں کے پانی پر پہنچنے کا راستہ، اور یہاں بیان کے طریق اور اس کے طرز کے معنیٰ میں ہے۔ (۴) شعر وہ موزوں کلام ہے جس میں ارادۃً وزن وقافیہ کی پابندی کی گئی ہو، کیونکہ اس سے نفس کو لذّت اور دل کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ (۵) قصیدہ جس کا حرفِ رَوِیْ متحد ہو جیسے اِس قصیدہ میں ہر شعر کا آخری حرف رَا ہے۔ اور ناظمؒ کے قصیدہ رائیہ میں ہر شعر رَا اور اَلف پر، اور شاطبیہ میں ہر شعر لَام اور اَلف پر ختم ہوتا ہے، اور اسی لئے عقیلہ کو رائیہ اور شاطبیہ کو قصیدۂ لامیہ کہتے ہیں۔

(۸) وَانْبَطْتُ فِیْ اَسْرَارِہٖ سِرَّ عَذْبِہَا ۔ فَبُشْرٰی مُحَیَّاہُ بِمِثْلِ حَیَا الْقَطْرِ

(حواشی: اَیْ اَظْهَرْتُ الشَّیْءَ بَعْدَ مَا کَانَ خَفِیًّا — اَیْ فِیْ جَوْفِ الشِّعْرِ — اَیْ سِرَّهَا الْمُعْذَوْذَبَ وَالْحُلْوَ — اَلْهَاءُ لِلَّفْظِ الَّذِیْ سَبَقَ فِی الْبَیْتِ السَّابِعِ — تَعْقِیْبِیَّۃٌ — وَجْهُ الشِّعْرِ — اَیِ الْحَیَا الَّذِیْ هُوَ الْقَطْرُ اَوْ اَضْوَاءُ اَیْ حَیَا الْمُتَقَاطِرِ — مص — نف — مف — مبتـ — اضـ — اضمـ)

ترجمہ:۔ اور میں نے اس (شعر و نظم) کے (چھپے ہوئے) بھیدوں (اور اندرونی حصّوں) میں ان

(قرآنی آیتوں) کے (آخری اور ابتدائی سروں کے) شیریں (اور مزیدار اور خوشگوار) بھید کو ظاہر کر دیا (جو میرے بیان کرنے سے پہلے چھپا ہوا تھا اور ان سروں کو شیریں اس لئے کہا کہ یہ سلیس بھی ہیں اور بلیغ بھی) سو اس (بیان کے بعد اس شعر و نظم) کا چہرہ قطرے کی (یا قطرہ قطرہ ہو کر برسنے والی) بارش کے مانند (چیز) کے ذریعہ خوش کر دیا گیا (اور روشن اور رونق دار ہو گیا)

شرح :۔ یعنی چونکہ اشعار میں قرآن کے وہ الفاظ آرہے ہیں جو آیات کے ابتدائی اور آخری سرے ہیں اور وہ پھوار کی شکل میں برسنے والی بارش کی طرح حَسَنُ الْمَنْظَر اور رونق دار اور مزے دار ہیں۔ اس لئے ان الفاظ کے شعر و نظم میں آجانے کے سبب اشعار بھی روشن اور رونق دار ہو گئے ہیں۔ سُبحان اللہ کیسی عمدہ تعبیر ہے پس ان اشعار کا چہرہ اسی طرح خوش اور روشن ہو گیا اور اس کے پھل پختہ ہو گئے جس طرح بارش سے زمین رونق دار ہو جاتی ہے اور درختوں کے پھل پک جاتے ہیں۔ اور اس کیفیت کو سُرور سے بیان کرنا استعارہ ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ نظم منافع کی کثرت کے سبب روشن اور مشہور ہو گئی ہے۔ جس طرح بارش کا پانی پہنچنے سے باغ رونق دار ہو جاتا ہے۔ پس اس عبارت میں شعر کو پھل اور باغ سے تشبیہ دی ہے، اور اس میں جو قرآنی آیات کو جمع کیا ہے اُن سے اس نظم کے درخت روشن ہو گئے اور پھل بھی اسی طرح زیادہ ہو گئے جس طرح بارش سے حسّی اور ظاہری درختوں کے پھل زیادہ ہو جاتے ہیں۔

فائدہ لوامع البدر میں اس شعر کی شرح دوسرے انداز سے کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں نے آیات کے ابتدائی اور آخری اور شیریں سروں کے چھپے ہوئے مسائل کو ظاہر کر دیا اور اشعار کے اندرونی حصوں میں بیان کر دیا اور اس نعمت کے سبب اس نظم کا چہرہ خوشگوار اور رونق دار ہو گیا۔ اور آیات کے عظیم الشان مضامین پر مشتمل ہو جانے کے سبب یہ نظم شرمندہ ہو گئی، اور اس سے حیا کا ظہور ہوا جس کے سبب اس نظم سے اُسی طرح قطرے ٹپکنے لگے جس طرح شرمندگی کے سبب محبوب کے چہرہ سے پسینہ قطرہ قطرہ ہو کر برسنے والی بارش کی طرح ٹپکنے لگتا ہے، کیونکہ شرمندہ آدمی کو پسینہ اُسی انداز سے آتا ہے جس درجہ کی اس میں حیا ہوتی ہے۔ اور نظم کے شرمندہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خالق کا کلام مخلوق کی عبارت سے کروڑہا اور بے شمار درجہ اونچا ہے، پھر مخلوق میں یہ تاب کہاں کہ خالق تعالیٰ کے عظیم الشان کلام کو اپنی عبارت میں جمع کر سکے۔

فائدہ لوامع میں شعر ۵ کا حل اس طرح ہے:۔ ۱۔ اَنْبَطْتُ کا عطف اِسْتَخْرَجْتُ شعر ۴ پر ہے۔ اور یہ اِنْبَاطٌ، اِخْرَاجٌ سے ہے۔ ۲۔ فِیْ، اَنْبَطْتُ کے متعلق ہے کیونکہ یہ وَضْعٌ کے معنیٰ کو متضمن ہے۔ ۳۔ اَسْرَارٌ، سِرٌّ کی جمع ہے، جو ہتھیلی کے خطوط اور اس کی لکیروں کے معنیٰ میں ہے۔ اور مُراد پُوری ہتھیلی ہے۔ پس یہ تسمیۃ الکُل باسم الجزء کے باب سے ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ میں نے اِس نظم کی

ہتھیلی میں یعنی اس کے حصّوں میں قرآنی آیات کے شیریں بھید ظاہر کر دیئے ہیں۔ ۴ سِرًّ عَذْبٍ بِهَا
میں مشبّہ کی اضافت مشبّہ بہٖ کی طرف ہے، اور یہ مَاءٌ لُجَیْنٍ کی طرح ہے یعنی وہ پانی جو چاندی کی طرح
صاف اور شفّاف ہے۔ پس سِرًّ عَذْبٍ بِهَا کے معنی ہیں وہ بھید جو شیریں چیزوں کی طرح مزیدار ہے۔
۵ مُحَیَّا وَجْهٌ ذُوْ حَیَاءٍ۔ ۶ بِمِثْلِ مفعول مطلق غیر صریح ہے اور با ملابست کیلئے ہے۔ آیْ
سُرَّ بِسُرُوْرٍ یُمَاثِلُ سُرُوْرَ حَیَا الْقَطْرِ۔ ۷ اس شعر کا مضمون تشبیہ مرکب کے باب سے ہے
اس لئے کہ نظم کو حیادار انسان سے اور قرآنی آیات کے اثر کو شیریں اور مزیدار چیزوں سے تشبیہ دی ہے،
اور اس شیرینی کے لئے وہ خوشی ثابت کی ہے جو حیا پر مشتمل ہو، اور خوشی کو اس چیز سے تشبیہ دی ہے جو
بارش کے قطرہ قطرہ ہو کر برسنے کا سبب بنے۔ پس اس نظم سے پسینہ اسی طرح قطرہ قطرہ ہو کر ٹپکتا ہے
جس طرح پھوار والی بارش برستی ہے، اور یہ الفاظ کی حیا تھی۔ رہی معانی کی حیا، سو اس کو شعر ۹
میں بیان فرماتے ہیں۔

(۹) سَتُحْيِيْ مَعَانِيْهِ مَغَانِيْ قُبُوْلِهَا
(فا) (مف) (مض)

(مت)
لِإِقْبَالِهَا بَيْنَ الطَّلَاقَةِ وَالْبِشْرِ
(ظرف مکان) (عط)

ترجمہ :- (یعنی جس طرح اس نظم کے الفاظ جو قرآنی آیات ہیں عمدہ اور رونق دار ہیں اسی طرح) عنقریب
اس (شعر و نظم) کے معانی (اور مطالب) اپنے قبول کر لینے کی منزلوں (اور مکانات) کو (یعنی کنایہ
کے طور پر شائقین کے نفوس اور اَرواح کو) زندہ کر دیں گے۔ ان (معانی) کے (چہرہ اور پیشانی کی)
کشادگی اور (فرحت و) خوشی کے درمیان (ہو کر) آنے کی وجہ سے۔

شرح :- یعنی چونکہ اس نظم کے وہ مطالب جو فن کے مسائل سے تعلق رکھتے ہیں آسان اور
دل کو فرحت بخشنے والی فصیح عبارت کے ذریعہ بیان ہوں گے اس لئے وہ مطالب اپنے قبول کر لینے کی منزلوں
کو زندہ کر دیں گے۔ پس نظم کے معانی اس خوبصورت دلہن کی طرح ہیں جو اپنے شوہر سے اس حالت میں ملاقات
کرے کہ اس کا چہرہ کشادہ اور کھلا ہوا ہو اور اس سے پوری طرح خوش بھی ہو۔ اور یہ استعارہ ہی جبیں
معانی پر دلالت کرنے والے الفاظ کی فصاحت اور ان کی آسانی کو طَلَاقَت و بِشْر سے تعبیر کیا ہے۔
پس مقصد یہ ہے کہ یہ معانی نفوس کو زندہ اور رَونق دار بنا دیں گے کیونکہ وہ نفوس الفاظ کے شیریں

اور بیان کے طریقوں کے عمدہ ہونے کے سبب ان معانی تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔

فائدہ ۱ لوامع میں ہے کہ اس شعر میں استعارۂ تمثیلیہ ہے، کیونکہ اس میں نظم کو عاجز انسان سے اور اس میں آیات کے جمع ہو جانے کو قدرت والے بادشاہ سے تشبیہ دی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ آئندہ شعر یعنی ۱۰ میں اس کفایت کا بیان ہے۔

فائدہ ۲ :- ۱ مَغَانِیْ مَغْنیٰ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں گھر والوں کے آباد ہونے کی جگہ۔

۲ اَلطَّلَاقَۃ انبساط اور پیشانی کی کشادگی اور کنایہ کے طور پر خوشی کے معنی میں بھی آجاتا ہے۔

۳ اَلْبِشْر، سُرور اور خوشی اور چہرہ کا وہ حُسن جو خوشی سے پیدا ہوتا ہے۔

فائدہ ۳ :- الحمد للہ اس شعر کا مطلب ترجمہ ہی سے بالکل واضح ہو گیا، اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح اس نظم کے الفاظ عمدہ اور رونق دار ہیں اسی طرح اس کے معانی بھی نہایت نفیس ہیں جن سے شائقین کے نفوس کو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور لوامع میں اس کے مطلب کی تقریر ایک دوسرے انداز سے کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح اِس نظم کے الفاظ جو قرآنی آیات ہیں عمدہ اور رَونق دار ہیں اسی طرح اس نظم کے معانی کو ان معانی کے قبول کی کفایتیں حیادار بنادیں گی۔ ان آیات کے چہرے کی کشادگی اور خوشی کے درمیان ہو کر آجانے کی وجہ سے۔ یعنی چونکہ اِس قصیدہ میں آیات کے آخری اور ابتدائی سِرے اور اُن کے مسائل نہایت عمدگی کے ساتھ آگئے ہیں اور یہ بات ان معانی کے قبول ہونے کے لئے کافی ووافی ہے اس لئے ان معانی کے قبول کی کفایتوں نے ان معانی کو حیادار بنا دیا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ان معانی میں کلام الٰہی کی آیات کے مضامین نہایت حسن و خوبی کے ساتھ آگئے ہیں جو حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کی عنایت کا نتیجہ ہے۔ اس سے معانی کو شرم آتی ہے اور گویا بزبانِ حال کہہ رہے ہیں کہ ہم اس خدمت کے لائق کسی طرح بھی نہیں تھے جو ہمارے ذریعہ سے انجام پذیر اور مکمل ہو گئی ہے۔ پس یہ ایسا ہے جیسے کوئی عاجز انسان ایک عظیم الشان بادشاہ کی خدمت میں حقیر ہدیہ پیش کرے۔ اور جس طرح اِس ہدیہ دینے والے کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ اونچی شان والے بادشاہ نے میرا حقیر ہدیہ قبول کر لیا حالانکہ میرا ہدیہ پھینک دینے کے لائق تھا۔ اسی طرح ان معانی کو حیا آگئی کہ خاص الخاص عنایتِ الٰہی نے ہمارے ذریعہ قرآنی مسائل بیان کرائیے۔ اور اس تقدیر پر تُحْیِیْ میں اِفعال کا ہمزہ تَصْیِیْر کیلئے ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کو مَاْخَذ کا مالک بنا دینا اور مصدری معنی سے متّصف کر دینا۔ اَیْ صَیَّرَہٗ ذَا حَیَاءٍ اس نے اس کو باحیا بنا دیا اور مَعَانِیْ تُحْیِیْ کا مفعول ہے۔ اور مَغَانِیْ اس مَغْنیٰ کی جمع ہے جو کفایت کے معنی میں ہے۔ اور یہ تُحْیِیْ کا فاعل ہے۔ لیکن یہ تقریر پُوری کی پُوری تکلف پر مبنی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ اس سے مقام کے مناسب مطلب نکالنا سخت دشوار ہے۔

(۱۰) وَتُطْلِعُ اٰيٰتِ الْكُتْبِ اٰيَاتُهَا — اَیْ تُظْهِرُ — اَیْ اٰیٰاتُهَا۔ پس ہمزہ کے بعد والا الف وزن کے سبب حذف ہوگیا۔

ضَمِیْرُ هِیَ لِلْقَصِیْدَةِ اَوْ لِاٰیَاتِهَا
فَتَبْسِمُ عَنْ ثَغْرٍ وَّمَا غَابَ مِنْ ثَغْرِ — عَاطِفَةٌ وَّتَعْقِیْبِیَّةٌ — اَیْ فَتَكْشِفُ — مَوْصُوْلَةٌ

ترجمہ :۔ اور اس (قصیدہ) کی (وہ) علامتیں (اور رموز و اصطلاحات جو عنقریب ۶۲ سے ۶۸ تک کے سات شعروں میں آرہی ہیں) کتاب (قرآن مجید) کی آیتوں کو ظاہر کردیں گی (اور یہ بتادیں گی کہ اس سورت کی آیتوں کی تعداد اتنی ہے اور ان میں سے فلاں فلاں موقعوں میں اختلاف ہے کہ بعض نے ان پر آیت شمار کی ہے اور بعض نے نہیں کی۔ اور اس سے یہ بات خود ہی نکل آئے گی کہ سورت کی اجماعی اور اتفاقی آیتوں کی تعداد اتنی ہے) پھر یہ (قصیدہ محبوبہ کے) اگلے دانتوں کو بھی کھول دیگا۔ اور اُن انتوں کو (بھی واضح کردیگا) جو (ذرا اندر کو ہونے کے سبب) غائب (اور چھپے ہوئے) ہیں۔

شرح :۔ یعنی علامات و رموز و اصطلاحات کے ذریعہ ذیل کی تین چیزیں خوب واضح ہوجائیں گی ۱۔ آیات کی تعداد اور ان کے وہ مواقع جن میں اختلاف ہے اور وہ جن پر اجماع ہے۔ اور ان کو سب ہی نے آیات میں شمار کیا ہے۔ ۲۔ شبہ الفاصلہ یا مشتبہ الفاصلہ یعنی وہ کلمات جو اپنے وزن و شکل کے اعتبار سے آیات سے ملتے جلتے ہیں اور اسی لئے ان پر آیت ہونے کا شبہ ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ان پر آیت نہیں ہے جیسے (۱) اَلَّذِیْنَ ام القرآن میں، اور (۲) تُبْدُوْنَ سے مَاذَا یُنْفِقُوْنَ تک کے وہ دس کلمات جو سورۃ البقرۃ کے آخری دو شعروں یعنی ۱۰ و ۱۱ میں مذکور ہیں۔ اور شبہ الفاصلہ کے اظہار کو ناظم رحؒ نے اس شعر میں فَتَبْسِمُ عَنْ ثَغْرٍ سے تعبیر کیا ہے، جو (۱) مُنہ (۲) اگلے دو دانت (۳) پورے دانت، ان تین معنی میں مستعمل ہے۔ نیز ثَغْرٍ کا اطلاق خوفناک موقعوں پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہاں اس سے استعارہ کے طور پر شبہ کے مواقع مراد ہیں۔ ۳۔ شبہ الوسط یا مشتبہ الوسط یعنی وہ کلمات جن میں آیات کے ہم وزن اور ہم شکل نہ ہونے کے سبب یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان پر آیت نہیں ہوگی حالانکہ حقیقت میں ان پر آیت ہی جیسے تَعُوْلُوْا اِلْكُلِّ، یعنی اَلَّا تَعُوْلُوْا (النسآء ۴) پر سب کیلئے آیت ہے۔ حالانکہ یہ ماقبل اور مابعد کی آیتوں کے ہم شکل نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے رَقِیْبًا اور كَبِیْرًا ہیں، اور اس کے بعد مَرِیْٓـًٔا اور مَعْرُوْفًا ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ تَعُوْلُوْا ان کا ہم شکل نہیں ہے، لیکن حقیقت میں یہ بھی آیت کا آخر ہے اور سورت کی تیسری آیت اس پر ختم ہوتی ہے، اور جیسے وَفِیْهَا السَّبِیْلَ اعْدِلْ، یعنی ضَلُّوا السَّبِیْلَ

(فرقان ع) کو سب کے لئے آیات میں شمار کرلو حالانکہ یہ بھی شکل ووزن میں جانبین کی آیتوں کے خلاف ہے، اس بنا پر کہ اس سے پہلے وَمَصِيرًا۔ مَسْئُولًا اور اس کے بعد بُورًا۔ کَبِيرًا ہے اور السَّبِيلَ کے علاوہ سورت کی تمام آیتیں الف پر ختم ہورہی ہیں اور چونکہ شبہ الوسط کا شُبہ شبہ الفاصلہ کے شبہ سے زیادہ قوی تھا اس لئے اس کو وَمَا غَابَ مِنْ شَغْرٍ کے ذریعہ چھپے ہوئے دانتوں سے تعبیر کیا ہے

خلاصہ یہ ہے کہ رموز و علامات ان اجماعی اور اختلافی آیات کو بھی بتائیں گی جو واضح ہیں اور شبہ الفاصلہ کو بھی ظاہر کریں گی جو خوب واضح نہیں ہیں اور شبہ الوسط کو بھی بتائیں گی۔ جو زیادہ شبہ کا موقع ہے اور عَنْ شَغْرٍ میں شبہ الفاصلہ والے عمدہ معنیٰ کو خوبصورت محبوبہ کے دانتوں سے تشبیہ دی ہے، یعنی اس کے واضح کرنے سے نظم میں اور بھی حُسن آجائے گا، جیسے خوبصورت محبُوبہ کے ہنسنے سے حُسین بالائے حُسین کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے فَلِلّٰهِ دَرُّ النَّاظِمِ۔

فائدہ ۱ :۔ لوامع میں اس شعر کے مطلب کی تقریر اس طرح کی ہے۔ اس قصیدہ کی علامات اور رموز کتاب الٰہی کی آیات کو باغ کی بُوٹیوں کی طرح ظاہر ہونے والی بنادیں گی، اور اپنے طلوع اور برکتوں کے سبب طلبہ کی مشکلات کو واضح کردیں گی اور وہ ان سے آیات کا اختلافی اور اتفاقی شمار معلوم کرلیں گے۔ پس یہ قصیدہ ان آیات کے بیان کے سبب رَونق وشُہرت وشرافت حاصل کرلے گا، اور کوئی مشکل بھی ایسی نہ رہے گی جو واضح نہ ہوگئی ہو۔ جیساکہ جب کسی شہر میں سُورج نکلتا ہے تو اس کی رَونق اور حُسن پہلے سے زیادہ ہوجاتا ہے اور کوئی جگہ بھی ایسی نہیں رہتی جو سُورج کی وجہ سے رَوشن نہ ہوگئی ہو اور اس میں عجیب وغریب درجہ کی مرکّب تشبیہ ہے۔ اس لئے کہ نظم میں آیات کے آجانے کو سُورج کے نکلنے سے اور اپنی نظم کو اندھیرے والے شہر سے تشبیہ دی ہے اور اس کے شرف کی نسبت آیات کی طرف کی ہے۔ پس پہلے شعر میں آیات کے جمع کردینے کا اور اس شعر میں ان کے کافی ہونے کا بیان ہے۔

فائدہ ۲ لوامع میں اس شعر کی ترکیب اِس طرح درج ہے:۔ ۱ تُطْلِعُ الْاِطْلَاعُ جَعْلُ الشَّيْءِ طَالِعًا سے ہے۔ اور یہ سَتُحْيِ پر معطوف ہے۔ ۲ اٰيَات اپنے معنیٰ لغوی پر ہے یعنی علامات اور ضمیر نظم یعنی قصیدہ کیلئے ہے۔ ۳ تَبَسُّمُ. بَسَمَ (ضَحِكَ) بَسْمًا سے ہے۔ ۴ پہلا ثَغْر اگلے دانت کے معنی میں ہے۔ یعنی قصیدہ اس قدر ہنسا کہ اس کے دانت بھی ظاہر ہوگئے۔ ۵ اور مَا خَابَ (ض) ناکام ہوا، غین کے بجائے خا سے ہے اور اس کا مصدر خَيْبَةً ہے اور مَا نافیہ ہے، اور مِنْ زائد ہے۔ ۶ دوسرا ثَغْر جو شعر کے اخیر میں ہے شہر کا وہ مقام ہے جو اندھیرے کی وجہ سے خوفناک ہو، اور یہ خَابَ کا فاعل ہونے کے سبب رفع کے محل میں ہے۔

یہ قصیدہ جن قواعد پر مشتمل ہے

اُن قواعد کا ایسے بزرگی والے معانی اور علوم تک پہنچا دینا جن کو صحابہ رضؓ نے سونے جیسی گرانقدر چیز پر بھی فوقیت دی ہے اور اس سے بدرجہا بہتر اور مفید تر تصوّر کیا ہے۔

ضمیرھی للقصیدۃ او لابیاتھا السابق فی الشعر — ای اقساما جمع زوج — تثیر ← الارض (البقرۃ) واثاروا الارض (روم) فاثرن (عادیات) بھی اسی سے ہے۔

(۱۱) وَتَنْظِمُ اَزْوَاجًا تُثِيْرُ مَعَادِنًا

ای تجمع — ای تحرکھم

تَخَيَّرَهَا خَيْرُ الْقُرُوْنِ عَلَى التِّبْرِ

ای اھل خیر القرون — الھاء لمعادنا

ترجمہ: اور یہ (قصیدہ قرآنی آیات کا شمار بتانے کے ساتھ ساتھ ضروری قواعد کی ایسی) قسموں کو (بھی) جمع کرلے گا (اور ان پر مشتمل ہوجائے گا) جو (علوم کی اُن) کانوں (اور مرکزوں اور اصلوں) کو (یعنی عمدہ معانی کو) حرکت دیدیں گی (اور پیدا کردیں گی) جن کو بہترین زمانہ والوں (یعنی صحابہؓ) نے بغیر ڈھلے ہوئے خالص سونے کی ڈلیوں پر فضیلت دی ہے۔

شرح: قصیدہ میں ضروری اور کلی قاعدوں کی ایسی قسمیں بھی آئیں گی جو عمدہ علوم اور معانی تک پہنچادیں گی۔ اور وہ معانی یعنی قرآنی آیات کے بارہ میں علمی مضامین ایسے ہیں جن کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خالص سونے کی ڈلیوں سے بہتر سمجھ کر سونے کے مقابلہ میں ان ہی مضامین کو پسند کیا ہے، کیونکہ قرآنی آیات اور اُن کے قواعد اور علمی مضامین اپنی ذات کے لحاظ سے بھی عظیم الشان ہیں اور ان کا ثواب بھی ہمیشہ باقی رہے گا۔ **رہا** سونا اور چاندی سو یہ تو فانی ہیں جو دنیا ہی میں رہ جائیں گے اور یہاں ہی ختم ہوجائیں گے۔ پھر وہ عالی حوصلہ اور بلند ہمّت والے حضرات سونے کے مقابلہ میں آیات اور قرآنی علوم کو ترجیح نہ دیتے تو اور کیا کرتے۔ اور مقصد یہ ہے کہ قرآنی آیات کے شمار اور ان کے قواعد میں مشغول ہونے کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ قرآن کے دوسرے علوم بھی عطا فرمادیں گے اور اِن علوم کو مَعَادِن یعنی کانوں سے تعبیر کیا ہے۔

فائدہ ۱: خَیْرُ الْقُرُوْنِ میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ۔ یعنی سب زمانوں سے بہتر میرا اور میرے صحابہؓ کا زمانہ ہے پھر اُن تابعین کا جو صحابہ سے متّصل ہوں گے، پھر تبع تابعین کا جو تابعین سے متّصل ہوں گے، اس میں

بہترین زمانہ والوں یعنی صحابہؓ اور تابعین کی پیروی کرنے کی غرض سے اِس فن کا علم سیکھنے اور اس میں محنت کرنے کا شوق دلایا ہے۔

فائدہ ۲:۔ **لوامع میں** اِس شعر کے مطلب کی تقریر اِس طرح کی ہے اور یہ قصیدہ ایسے جوڑوں یعنی اشعار کو جمع کرے گا جو ان مقدّمات کو حرکت میں لائیں گے اور ظاہر کریں گے۔ یعنی ان پر مشتمل ہوں گے جن کو بہترین زمانہ والوں نے یعنی صحابہؓ نے سونے کی ڈلی کے مقابلہ میں پسند کیا ہے اور اس پر ترجیح دی ہے اور وہ مقدمات ان صحابہؓ سے منقول ہیں جو خیر القرون والے ہیں جیسے بغیر ڈھلا ہوا سونا اپنی کان سے نکلتا ہے۔ اور اس میں وہ تمثیل ہے جو بالکل ظاہر ہے اِس لئے کہ جو قواعد صحابہؓ کے اقوال سے حاصل کئے گئے ہیں ان کو معدنوں سے اور نظم کو لڑی سے اور اس کے اشعار کو سونے کے پروئے ہوئے ٹکڑوں سے اور جو قواعد ان میں درج ہیں ان کو اس شئے سے تشبیہ دی ہے جو معادِن کو حرکت میں لے آتی ہے۔

فائدہ ۳:۔ اس شعر میں فن کے مقدمات کا اور اس بات کا بیان ہے کہ آیا وہ نَقلی ہیں یا عقلی اور ائمہ کے اقوال سے یہ نکلتا ہے کہ بعض مقدّمات عقلی ہیں جو سلف سے منقول شدہ مقدّمات سے نکالے گئے ہیں اور بعض نقلی ہیں جن میں قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے۔

فائدہ ۴: قُرُوْنٌ، قَرْنٌ کی جمع ہے جو زمانہ کے معنی میں ہے۔ اور مشہور قول پر اس کی مدّت سَو سال ہے اور اس کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ایک زمانہ میں جمع ہوں۔ اور قَرْنٌ مِلانے کے معنی میں ہے۔ اور ایک زمانہ کے لوگ بھی آپس میں مِل کر ہی رہتے ہیں۔

فائدہ ۵:۔ تِبْرٌ، تِبْرَۃٌ کی جمع ہے اور تین معنی میں مستعمل ہے۔ (۱) سونے کی وہ ڈلی جو ڈھلی ہوئی نہ ہو۔ (۲) وہ ڈلی جس پر سکّہ نہ ہو۔ (۳) وہ جو ابھی کان کی مٹّی ہی میں ہو۔

مُتَعَلِّقٌ بِاَثْرَوْا

(۱۲) هُمْ بِحُرُوْفِ الذِّكْرِ مَعْ كَلِمَاتِهٖ

مُبْتَدَا — طح — أي صَارُوْا ذَوِيْ ثَرَاءٍ وَّغِنًى، — عُطِفَ

وَاٰيَاتِهٖ اَثْرَوْا بِاَعْدَادِهَا الْكُثْرِ

خ — بَدَلُ الْاِشْتِمَالِ مِنْ بِحُرُوْفِ بِاِعَادَةِ الْجَارِّ — جَمْعُ اَلْكُثْرِ كَحُمْرٍ وَاَحْمَرَ

ترجمہ :۔ وہ (بہترین زمانہ والے صحابہؓ) ذِکر (قرآن مجید) کے حروف اور اُس کے کلمات اور اس کی آیات کے سبب (یعنی) اُن (تینوں) کے کثرت والے شماروں کے (اہتمام و فکر کے

اور ان کی معرفت حاصل کر لینے کے) سبب (علم کی) دولت والے بن گئے (جس نے ان کو بزرگی اور کمال کی اور حق تعالیٰ کی بارگاہ سے عطا ہونے والے وسیع ثواب کی دولت سے مالا مال کر دیا)۔

شرح:۔ یعنی حضرات صحابہؓ کو ذیل کی دو چیزوں نے آیات کا علم حاصل کرنے پر آمادہ اور مستعد کر دیا۔ ۱ ان کا یہ اہتمام و فکر کہ قرآنی علوم کی ہر ہر اعتبار سے حفاظت کی جائے۔ ۲ ان کا یہ انتہائی شوق کہ قرآن کا ایک حرف بھی ساقط نہ ہونے پائے۔ اور جب حروف کے بارے میں ان کا یہ حال ہے تو کیا کسی کی عقل یہ مان سکتی ہے کہ ان حضرات نے قرآنِ پاک کے کسی کلمہ کو یا پوری آیت کو ساقط کر دیا ہو۔ اور قرآن کے حروف کا شمار معلوم کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے اس ثواب کی مقدار کا پتہ چل جاتا ہے جس کا قرآن کی تلاوت پر وعدہ کیا گیا ہے کیونکہ حدیث کی رُو سے ہر ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اگر غور کرو تو یہی ایک بات تمہیں قرآن مجید کے حروف اور کلمات کے شمار پر آمادہ کرنے کیلئے کافی ہے۔ رہیں آیات، سو ان کا شمار معلوم کرنے میں اس کے علاوہ اور فوائد بھی ہیں جن کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ شعر ۱۶ کی شرح میں آئے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ سلف نے قرآن کی آیات اور اس کے حروف کا شمار بیان کرنے کا اہتمام بہت زیادہ کیا ہے، اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ وہ حضرات قرآن مجید کی حفاظت کے بارے میں بہت زیادہ حریص تھے اور اسی طرح انہیں عمل کرنے کی فکر بھی بہت زیادہ تھی۔

فائدہ ۱:۔ حروف کے شمار کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے تلاوت کئے ہوئے حصّہ کے ثواب اور نیکیوں کی مقدار اور تعداد کا پتہ چل جاتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی رُو سے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ میں الٓمٓ کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ یہ تین ۳ حروف ہیں (جن پر تیس ۳۰ نیکیاں ملتی ہیں) اور اس سے نکل آیا کہ حروف کے شمار میں رسم کا اعتبار ہے نہ کہ تلفظ کا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو الٓمٓ کی تلاوت پر نوّے ۹۰ نیکیاں بتائی جاتیں، اس لئے کہ اس میں رسم کی رُو سے تین ۳ اور تلفظ کے اعتبار سے نو ۹ حروف ہیں۔ (لوامع البدر)

فائدہ ۲:۔ حروف کے شمار میں سات ۷ قول ہیں جن کو دانیؒ نے بیان کیا ہے۔ ۱ تین لاکھ بیس ہزار پندرہ [۳۲۰۰۱۵] (حمانیؒ) ۲ تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو اکہتر [۳۲۳۶۷۱] (ابن عباسؓ و ابن جریجؒ) ۳ تین لاکھ اکیس ہزار پانچسو تیئیس [۳۲۱۵۲۳] (ذِماری) ۴ تین لاکھ اکیس ہزار دو سو پچاس [۳۲۱۲۵۰] (امام حمزہؒ) ۵ تین لاکھ ساٹھ ہزار تیئیس [۳۶۰۰۲۳] (راشدؒ وغیرہ) ۶ تین لاکھ تریسٹھ ہزار تیئیس [۳۶۳۰۲۳] (ابنِ رومیؒ) ۷ تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اٹھاسی [۳۲۱۱۸۸] (مجاہدؒ)۔

اور کلمات کی تعداد میں دو قول ہیں۔ ۱ستتر ہزار چار سو انتالیس ۷۷۴۳۹ (فضل عن عطاء بن یسارؒ)
۲چھیاسٹھ ہزار چھ سو اکتالیس ۶۶۶۴۱ (محمد بن عمر رومیؒ)۔

اور حرف وہ آواز ہے جو اپنی ذات میں مستقل ہو اور کلمہ کے وجود پر موقوف نہ ہو اور صرف اس سے ابتداء نہ ہو سکے۔ اور اس تعریف کی رو سے سورتوں کے شروع والے مقطعات میں سے قٓ۔صٓ۔نٓ وغیرہ کلمات ہیں، کیونکہ ان میں حرف کے نام کا تلفظ ہوتا ہے نہ کہ اس کی ذات کا۔ اور کلمہ اس صورت کا نام ہے جو ان تمام حروف اور متعلقات سمیت مستقل بالذات ہو جو اس کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور کلام الٰہی میں بڑے سے بڑا کلمہ دس حروف کا ہوتا ہے جیسے لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ۔ اَنُلْزِمُکُمُوْھَا۔ اور فَاَسْقَیْنٰکُمُوْہُ میں تلفظ کی رو سے گیارہ اور رسم کے اعتبار سے دس حروف ہیں، اور اس کی نظیر نہیں ہے۔ اور چھوٹے سے چھوٹا دو حرفوں کا ہوتا ہے جیسے مَا۔ لَا۔ لَکَ وغیرہ۔

رہا یہ شبہ کہ جب شمار کرنے والوں نے پوری طرح اہتمام کیا ہے تو پھر شمار کی روایات میں اختلاف کیوں ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان قرآنوں کی رسم کی وجہ سے ہے جو شہروں میں روانہ کئے گئے تھے۔ اور کلمات کے اختلاف کا جواب بھی یہی ہے۔

فائدہ ۳:۔ اَثْرَوْا میں افعال کا ہمزہ صیرورت کے لئے ہے جس کے معنی ہیں کسی کو مادہ اور ماخذ کا اور مصدر کے معنی کا مالک بنا دینا، اور یہ اکثر نسخوں میں ثا سے ہے جو ثَرْوَۃٌ اور ثَرَاءٌ سے ہے اور دولتمند ہو جانے کے معنی میں ہے۔ اور بعض نسخوں میں اَشْرَوْا ہے شین سے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ان صحابہؓ نے آیات و حروف و کلمات میں کوشش کرنے کیلئے اپنے نفوس کو بیچ ڈالا ہے، اور اسکے لئے وقف کر دیا ہے۔

فائدہ ۴:۔ بِحُرُوْفِ کی با اَثْرَوْا کے متعلق ہے جو ثا والے نسخہ پر سببیت کے لئے اور شین والے پر مقابلہ و عوض کیلئے ہے۔

فائدہ ۵:۔ اَلْکُثْرُ اسم ہے جو کثیر کے معنی میں ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں مَا لَہٗ قُلٌّ وَّلَا کُثْرٌ یعنی اس کے پاس نہ تھوڑا مال ہے اور نہ زیادہ، اور یہاں اَلْکَثِیْرَۃ کے معنی میں ہے اور اَعداد کی صفت ہے۔

اہتمام کے بعد آیات کے شمار کے سبب کا بیان

(۱۳) وَھَامُوْا بِعَقْدِ الْاٰیِ فِیْ صَلَوَاتِھِمْ

عطف علی اَثْرَوْا فِی البَیْتِ السَّابِق — متعلق بعقد

مُتَّفٌ اَیْ لِحَضِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِیَّاھُمْ (نصیب)

لِحَضِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِیْ حَظِّھَا الْمُثْرِیْ

اَیْ عَلٰی تَحْصِیْلِ حَظِّھَا۔ اور دوسرا فِیْ یا تو لِحَضِّ کے متعلق ہے اور عَلٰی کے معنٰی میں ہے یا اس کا ...

ترجمہ :- (الف) اور وہ (بہترین زمانے والے صحابہؓ) اپنی نمازوں میں آیات (کے شمار کا حساب لگانے کی غرض سے انگلیوں) کے بند کرنے کو محبوب رکھتے تھے (یعنی ہر آیت کے ختم پر ایک ایک اُنگلی بند کرتے جاتے تھے اور اس سے پتہ چلاتے تھے کہ ہم نے اپنی نماز میں اتنی آیتیں پڑھی ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن (حضرات کو آیات کی حفاظت) کے کثیر حصّہ (کے حاصل کرنے) پر آمادہ کرنے (اور اس کا شوق دلانے) کی وجہ سے (یا آیات کے اس حصّہ پر آمادہ کرنے کی وجہ سے جو ان حضرات کو قُربِ الٰہی کی نعمت دلا کر دولت مند بنا دینے والا ہے

پس اَلْمُثْرِیْ یا تو اَثْرَی الْمَالُ اِذَا کَثُرَ سے ہے، یعنی مال بہت ہو گیا یا اس اَثْرٰی سے ہے جس کے معنٰی ہیں وہ دولت مند ہو گیا)

(ب) اس شعر کا ترجمہ اِس طرح بھی کر سکتے ہیں :- اور (وہ خیر القرون والے یعنی صحابہؓ اپنی نمازوں میں آیات کا حساب لگانے کو محبوب رکھتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان آیات کی حفاظت کے ثواب) کے (اس حصّہ) کے حاصل کرنے پر آمادہ کیا تھا جو کثیر ہے (یا دولت مند بنا دینے والا ہے)

شرح :- اِس شعر میں ناظمؒ نے یہ بات بتائی ہے کہ حضرات صحابہؓ و تابعینؒ بڑے شوق اور کامل حرص سے نماز میں انگلیوں کے اشارہ سے آیتیں گنتے رہتے تھے۔ اور وجہ یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بتا کر شوق دلایا تھا کہ اِتنی اِتنی آیتوں کے پڑھنے پر ایسے ایسے درجے ملیں گے اور تمہارے پاس ثواب کے خزانے جمع ہو جائیں گے۔ اور اس کی تفصیل فائدہ میں درج ہے۔

فائدہ ۱ :- صحیح روایت میں ہے کَانَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یَقْرَءُ فِیْ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ بِالسِّتِّیْنَ اِلَی الْمِائَۃِ۔ آپؐ صبح کی نماز میں ساٹھ (آیتوں) سے سَو تک پڑھتے تھے۔ یعنی کم از کم ساٹھ اور زیادہ سے زیادہ سَو۔ مَنْ قَرَءَ فِیْ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ بِعَشْرِ اٰیَاتٍ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ وَمَنْ قَرَءَ بِخَمْسِیْنَ اٰیَۃً کُتِبَ مِنَ الْحَافِظِیْنَ وَمَنْ قَرَءَ بِمِائَۃِ اٰیَۃٍ کُتِبَ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ وَمَنْ قَرَءَ بِمِائَتَیْنِ کُتِبَ مِنَ الْفَائِزِیْنَ وَمَنْ قَرَءَ بِثَلٰثِ مِائَۃٍ کُتِبَ لَہٗ قِنْطَارٌ مِّنَ الْاَجْرِ (دارمی)

یعنی تہجد کی نماز میں دس آیتیں پڑھنے والے کو غفلت والوں میں سے نہیں لکھتے (بلکہ اپنی یاد میں مشغول

رہنے والوں میں شمار فرمائیں گے) اور پچاس آیتیں پڑھنے والے کو حافظین میں سے۔ اور سو آیتیں پڑھنے والے کو فرمانبرداروں میں سے۔ اور دو سو والے کو مراد پانے والوں میں سے لکھتے ہیں۔ اور تین سو آیتوں کی تلاوت کرنے والے کیلئے ثواب کا ایک ڈھیر لکھا جاتا ہے۔ اور اسی سلسلہ کی ایک حدیث شعر ۱۴ کی اور پانچ روایتیں شعر ۱۵ کی شرح میں آئیں گی۔ پس ان سب روایات کی بناء پر اکثر صحابہؓ و تابعینؒ کامل حرص اور پورے شوق کے ساتھ نمازوں میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور آیات کا شمار یاد رکھنے کیلئے انگلیاں بند کرتے تھے اور ان کی مختلف شکلیں بناتے تھے تاکہ اس عظیم الشان ثواب سے مالا مال ہو جائیں جس کا وعدہ ان روایات میں کیا گیا ہے۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ حدیث ۱ و ۲ کی اور صحابہؓ و تابعینؒ کے اس مبارک ترین عمل کی پیروی اسی صورت میں نصیب ہو سکتی ہے کہ تلاوت کرنے والوں کو آیتوں کے ابتدائی اور آخری سرے پوری طرح معلوم ہوں اور خوب یاد ہوں۔ اور اس بیان سے فن کا مہتم بالشان اور ضروری ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔

فائدہ ۲:۔ انگلیوں سے آیات کا شمار کرنا صحابہؓ میں سے ابنِ عمرؓ، ابنِ عبّاسؓ و عائشہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اور تابعین میں سے عروہؒ اور عمر بن عبد العزیزؒ وغیرہ سے منقول ہے۔

فائدہ ۳:۔ عقد کی صورت یہ ہے کہ ایک کے اشارہ کیلئے ایک اور دو کیلئے دو انگلیاں بند کرتے ہیں اور اسی طرح پانچ تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر چھ کے اشارہ کیلئے خنصر یعنی چھوٹی انگلی کو اٹھاتے ہیں اور اسی طرح ایک ایک زیادہ کرتے ہوئے ابہام یعنی انگوٹھے تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور اس حساب کی مفصّل ترکیب مولانا نور محمّد صاحب لدھیانوی نور پوری کے رسالہ عقدِ انامل میں درج ہے۔ اور اس کا خلاصہ فائدہ ۷ میں آرہا ہے۔

فائدہ ۴:۔ اَلْمُثْرِیُ الْمُکْثِرِ یعنی زیادہ دولت مند بنانے والا۔ کیونکہ جو تلاوت نماز میں ہو اس کا ثواب نماز سے باہر والی تلاوت سے زیادہ ہے۔

فائدہ ۵:۔ ھَامُوْا (اَحَبُّوْا) ھَیْمًا وَّ ھَیَمَانًا سے ہے جو عورت سے محبّت کرنے کے اور یہاں مطلق محبّت کے معنٰی میں ہے۔

فائدہ ۶:۔ بِعَقْدِ الْاٰیِ کی تقدیر بِعَقْدِ الْاَصَابِعِ لِمَعْرِفَةِ عَدَدِ الْاٰیِ ہے۔ اور دوسرے ترجمہ پر جو (ب) کے ذیل میں درج ہے اس تقدیر کی حاجت پیش نہیں آئے گی۔

فائدہ ۷

عَقدِ انامِل

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِہِ الکَرِیم

جناب رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر و تقدیس و تہلیل کے وظیفوں کا شوق دلاتے تھے اور شمار یاد رکھنے کیلئے اُنگلیوں کی جُدا جُدا شکلیں بناتے تھے تاکہ اُنگلیاں بھی قیامت کے دن اِن وظائف کی گواہی دیں۔

(الف) یہ طریقہ مسنون ہونے کے علاوہ علمِ حساب میں بھی کار آمد ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اسے عام فہم اردو زبان میں لکھ کر شائع کر دیا جائے۔ اسلامی مدارس و مکاتب کے مہتمم حضرات سے اس طریقۂ مسنونہ کو رواج دینے کی درخواست ہے، اس میں دین و دنیا دونوں کا نفع ہے۔ کیونکہ احادیث میں تسبیح و تکبیر و تحمید کے بارہ میں بعض مخصوص اعداد بھی آتے ہیں، اور ان کے شمار کرنے کے دو طریقے معمول ہیں۔ (۱) تسبیح سے گِننا۔ (۲) عقدِ انامل سے گِننا۔ اور یہ دونوں طریقے مسنون ہیں۔

احادیث:۔ یہ دو طرح کی ہیں۔ اوّل وہ حدیثیں جو تسبیح سے شمار کرنے کے بارہ میں آئی ہیں۔

(۱) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بی بی کو دیکھا کہ اُن کے رُوبرو کچھ گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی تھیں جن پر وہ تسبیح کر رہی تھیں۔ الحدیث (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابنِ حبان، حاکم عن سعد بن ابی وقاص رض)۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور اُن کے سامنے چار ہزار گٹھلیاں تھیں جن سے وہ تسبیح کر رہی تھیں (ابوداؤد، حاکم عن صفیہ رض) مرقاۃ ورد المحتار میں ہے کہ آپ نے دیکھکر منع نہیں فرمایا۔ اس تقریری حدیث سے نکل آیا کہ آجکل کے رواج کے موافق گٹھلیوں کے بجائے تسبیح پر شمار کر لینا جائز ہے۔ کیونکہ گٹھلیوں اور جانی پہچانی تسبیح میں صرف یہی فرق ہے کہ تسبیح میں دانے پروئے ہوئے ہوتے ہیں اور گٹھلیاں الگ الگ ہوتی ہیں، اور یہ فرق ممانعت کا سبب نہیں بن سکتا۔ اور اس سے نکل آیا کہ جو تسبیح کو بدعت کہتے ہیں ان کی یہ بات اعتبار کے لائق نہیں۔

(۳) حضراتِ مشائخ اور بزرگوں نے فرمایا ہے تسبیح شیطان کا کوڑا ہے، جس سے اس کی مرمت ہوتی ہے اور وہ بھاگ جاتا ہے۔

(۴) حضرت جنید رح کے ہاتھ میں تسبیح تھی کسی نے پوچھا کہ آپ منتہی اور کامل ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے وصال کی

دولت سے مالامال ہیں آپ کو تسبیح کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا کہ ہمیں وصال کی دولت اِسی سے تو ملی ہے پھر اس کو کیسے چھوڑ دیں۔

(۵) عارفین تسبیح کو مُذَکِّرَہ کہتے ہیں جس کے معنی ہیں یاد دلانے والی۔ اور وجہ یہ ہے کہ اس کے ہاتھ میں ہونے سے کچھ نہ کچھ پڑھنے کا خیال آہی جاتا ہے۔

دوم وہ روایات جو اُنگلیوں سے شمار کرنے کے بارہ میں آئی ہیں۔

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کہ تسبیح وتہلیل وتقدیس اختیار کرو اور اُنگلیوں سے شمار کیا کرو۔ قیامت کے دن اُنگلیوں سے سوال ہوگا، اور ان سے کلام کرایا جائے گا (ترمذی عن یسیرہؓ)

(۲) ابوداؤد میں عبداللہ بن عمرؓ سے ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللہِ کو گِنتے تھے، یعنی اپنے داہنے ہاتھ کی اُنگلیوں سے۔ اور یہ ابن قدامہ کی روایت ہے۔

(۳) تشہد میں جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پر اُنگلی سے اشارہ کرتے ہیں، ایک حدیث میں اس اشارہ کو اسطرح بتایا ہے کہ آپؐ نے ترپن ۵۳ کا عقد فرمایا، یعنی اُنگلیوں کی وہ شکل بنائی جو ترپن ۵۳ کے شمار کے لئے مقرر ہے (اور امام شافعیؒ اور ان کے مقلدین کا عمل اسی پر ہے)۔

(۴) ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک سُوراخ کی مقدار بتلانے کیلئے اُنگلیوں کی وہ شکل بنائی جو نوّے ۹۰ کے شمار کے لئے مقرر ہے۔

(ب) لغت کی رُو سے عقدِ انامل عام ہے، اور ذیل کی چار ۴ صورتوں کو شامل ہے:۔

(۱) شمار کیلئے بند اُنگلیوں کو کھولتا چلا جائے۔ (۲) اس کا اُلٹ یعنی کھلی اُنگلیوں کو بند کرتا چلا جائے۔

(۳) اُنگلیوں کو نمبروار دباتا چلا جائے۔ (۴) انگوٹھا اُنگلیوں کے سروں پر رکھتا چلا جائے۔

پس جس شکل سے بھی شمار کرے ان میں سے ہر ایک کو عقدِ انامل کہتے ہیں۔ اور ہر صورت میں سُنّت پر عمل نصیب ہو جاتا ہے۔ کسی خاص صورت کا مقرر کرنا ضروری نہیں۔ شیوخ سے جو صورت بھی پہنچی ہو اس پر عمل کرے اور مقصود یہ ہے کہ غفلت کو دور کرے۔ چنانچہ عقدِ انامل کی حدیث کے اخیر میں کلام کے خلاصہ کے طور پر ارشاد ہوا ہے کہ غافل نہ بنو ورنہ رحمت سے دور کردیئے جاؤ گے۔ لیکن جو احادیث اُوپر ۳ و ۴ میں گذریں اُن سے یہ بات نکلتی ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عقدِ انامل کی کیفیت ضرور معیّن تھی۔ پس اس خاص طریقہ سے شمار کرنے میں فضیلت زیادہ ہے اور وہ طریقہ اکثر صالحین میں مشہور ہے۔ اور بعض دہائیوں میں تھوڑا اختلاف بھی ہے۔ لیکن ان میں سے جس پر بھی عمل کریں ہر ایک سے سُنّت ادا ہو جاتی ہے اور اس بارہ میں سب یکساں ہیں۔

(ج) ذکر کرنے والے کو اختیار ہے کہ چاہے تسبیح کے ذریعہ شمار کرے کہ یہ آسان ہے یا عقد انامِل سے عمل کرے یہ عمدہ اور فضل ہے نیز جو طریقہ آگے آرہا ہے اس کو استعمال کرے یا اس کے علاوہ جو طریقہ نقل سے پہنچا ہو اسے اختیار کرے۔

(د) پہلے دائیں اور بائیں ہاتھ کی تمیز اچھی طرح کراؤ اور بتاؤ کہ جب ہاتھوں کی ہتھیلیاں نظر کے سامنے ہوتی ہیں جیسے دُعا میں تو دائیں ہاتھ کا انگوٹھا دائیں طرف اور بائیں کا بائیں طرف، اور جب ہاتھوں کی پشت نظر کے سامنے ہوتی ہے جیسے جلسے اور التحیات میں تو اس کا الٹ ہو جاتا ہے۔ پس دائیں ہاتھ کا انگوٹھا بائیں طرف اور بائیں ہاتھ کا دائیں طرف ہو جاتا ہے۔ پھر اس طرح امتحان کرو کہ کسی آدمی کا تمام بدن چھپا کر کبھی اس کا دایاں کبھی بایاں، کبھی سیدھا کبھی اُلٹا پنجہ دکھا کر پوچھو کہ یہ دایاں ہے یا بایاں۔

(ہ) جب دائیں بائیں ہاتھ کی پہچان اچھی طرح ہو جائے تو اب اُنگلیوں کے نام یاد کراؤ کہ ہر ہاتھ میں پانچ اُنگلیاں ہیں، اور ان کے نام اس ترتیب سے ہیں کہ چھوٹی انگلی سے شروع ہو کر انگوٹھے پر ختم ہوتے ہیں۔ پس پانچ اُنگلیوں کے نام عربی میں یہ ہیں:۔

خِنْصَرْ[۱]، بِنْصَرْ[۲]، وُسْطٰے[۳]، سَبَّابَہْ[۴]، اِبْہَامْ[۵]

خِنْصَرْ، سب سے چھوٹی۔ بِنْصَرْ، اس کے پاس والی۔ وُسْطٰے، سب سے بڑی۔ سَبَّابَہْ، اس کے پاس والی۔ اِبْہَامْ، سب سے آخری موٹی انگلی۔

اور فارسی میں یہ ہیں:۔

انگشتِ کوچک[۱]، انگشتِ دوم[۲]، انگشتِ میانہ[۳]، انگشتِ شہادت[۴]، نَرانگشت[۵]

اور ہندی میں یہ ہیں:۔

چھنگلیا[۱]، دوسری انگلی[۲]، بیچ کی انگلی[۳]، شہادت یا کلمہ کی انگلی[۴]، انگوٹھا[۵]

اور انگریزی میں یہ ہیں:۔

لِٹل فنگر[۱]، رِنگ فنگر[۲]، مڈل فنگر[۳]، فور فنگر[۴]، تھَمْ[۵]

ان انگلیوں کے عربی نام خوب یاد کرلو ورنہ مطلب سمجھنے میں دشواری پیش آئے گی۔

اصل مقصد

فائدہ ۱ ۔ اٰحاد:۔ یعنی ایک[۱] سے نو[۹] تک کی اِکائیوں کی گنتی صرف دائیں ہاتھ کی خِنصر[۱]، بِنصر[۲] وُسطٰی[۳] اِن تین انگلیوں کے کھولنے اور بند کرنے سے ہوتی ہے اور اس کا طریقہ آگے آرہا ہے۔ ان اکائیوں

میں سَبّابہ اور اِبہام کا اور بائیں ہاتھ کی پانچوں کا ان سات انگلیوں کا ذرہ برابر بھی دخل نہیں پس ان اِکائیوں میں تو دائیں ہاتھ کی پہلی تین انگلیوں سے کام لیتے ہیں۔

۲۔ عَشَرَات:۔ یعنی دس سے نوے تک کی نو دہائیوں کا شمار صرف دائیں ہاتھ کی سَبّابہ اور اِبہام اِن دو کے میل جول سے ہوتا ہے۔ رہیں باقی آٹھ انگلیاں، یعنی دائیں ہاتھ کی پہلی تین اور بائیں ہاتھ کی پانچوں، سو ان کا دہائیوں کی گنتی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مِآت:۔ یعنی نو سینکڑوں کی گنتی بائیں ہاتھ کی خِنصَر، بِنصَر، وُسطٰی، ان تین انگلیوں سے ہوتی ہے۔ پس دائیں ہاتھ کی اِکائیاں بائیں ہاتھ میں اِکائیاں نہ ہوں گی بلکہ نو سینکڑے ہوں گے۔ مثلاً دائیں ہاتھ میں جو سات کا عقد ہے وہی بائیں ہاتھ میں سات سو کا عقد ہوگا۔

اُلُوف:۔ یعنی نو ہزاروں کا شمار بائیں ہاتھ کی سَبّابہ اور اِبہام اِن دو انگلیوں سے ہوتا ہے پس دائیں ہاتھ میں جو نو دہائیاں ہیں بائیں ہاتھ میں وہی نو ہزار ہوں گے۔ مثلاً دائیں ہاتھ میں جو اسّی کا عقد ہے بائیں ہاتھ میں وہی آٹھ ہزار کا عقد ہوگا۔ علیٰ ہٰذا القیاس باقی عقدوں کو سمجھو۔

طریقۂ ترکیب:۔ اِکائیاں، دہائیاں، سینکڑے، ہزار، اِن کی باہمی دو دو، تین تین، چار چار کی ترکیب سے نو ہزار، نو سو، ننا نوے تک شمار ہو سکتا ہے۔ مثلاً دائیں ہاتھ کے اِبہام اور سَبّابہ سے دس کا عقد بنا کر اس کے ساتھ دائیں ہاتھ کی خِنصَر، بِنصَر، وُسطٰی سے بدستورِ آئندہ ایک سے نو تک اکائیوں کے عقود ایک ایک کر کے مِلاتے جاؤ، اس طرح گیارہ سے اُنیس تک کے عقود بن جائیں گے۔ اسی طرح بیس کا عقد بنا کر اس کے ساتھ بھی نو اِکائیوں کے عقود شامل کرو تو اکیس سے اُنتیس تک کے عقود بن جائیں گے۔ اِسی طرح باقی دہائیوں تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر، اسّی، نوّے کے ساتھ اِکائیاں مِلاتے جاؤ تو ننا نوے تک کے عقود بن جائیں گے۔ اب بائیں ہاتھ کی خِنصَر، بِنصَر، وُسطٰی سے جو نو سینکڑے بنتے ہیں اُن میں سے ہر ایک سینکڑے کے ساتھ دائیں ہاتھ سے بدستورِ سابق ننا نوے عقود ترتیب وار ملاتے جاؤ گے تو نو سو ننا نوے تک عقود حل ہو جائیں گے۔ اب بائیں ہاتھ کی سَبّابہ اور اِبہام سے جو نو ہزار بنتے ہیں ان میں سے ہر ایک ہزار کے ساتھ دائیں ہاتھ کی پانچ انگلیوں او بائیں ہاتھ کی خنصر، بنصر، وُسطٰی سے عقدہ کشائی کرو گے تو نو ہزار نو سو ننا نوے تک عقود بن جائینگے۔

عَشَرَۃُ الآف:۔ یعنی دس ہزار کے لئے دونوں ہاتھ کی دسوں انگلیاں کھول کر علیحدہ علیحدہ الف کی شکل میں کھڑی کر لو، یہ دس الف، دس اُلف یعنی دس ہزار پر دلالت کریں گے۔

تفصیل

اُحَادْ:- یعنی اکائیوں کا بیان، ایکؔ: دائیں ہاتھ کی خنصر بند کرو، اس طرح کہ انگلی کا سرا جس قدر ممکن ہو خم کھائے ہوئے اور اپنی جڑ سے قریب ہو۔ دوؔ:- دائیں ہاتھ کی بنصر بھی اسی طرح بند کر دو۔ تینؔ:- اسی طرح وُسطی بھی بند کر لو۔ چارؔ:- خِنصَر کو کھول لو۔ پانچؔ:- بنصر بھی کھول دو۔ چھؔ:- وسطی اور خنصر کو کھول کر بنصر کو بند کر لو۔ ساتؔ:- بنصر اور وسطی کو کھول کر خنصر کو ذرا لمبا کر کے اور جس قدر ہو سکے اس کے سرے کو سیدھا کر کے اور پہنچے کی طرف بڑھا کر بند کرو، اور یہ لمبا کرنا اِس لئے ہے کہ ساتؔ کے عقد کا ایک کے عقد سے التباس نہ ہو۔ آٹھؔ:- اسی طرح بنصر کو بھی بند کر لو۔ نوؔ:- اسی طرح وُسطے کو بھی بند کر دو۔

تنبیہ:- اِن نَو اکائیوں کی طلباء کو خوب مشق کراؤ، اور ہر روز امتحان کر لو۔ مثلاً پوچھو کہ دوؔ کا عقد کس طرح ہے؟ پانچؔ کا عقد کیا ہے؟ تینؔ کی کیا صورت ہے؟ دوؔ اور آٹھؔ میں کیا فرق ہے؟ چھؔ کا عقد کس طرح ہے؟ وغیرہ وغیرہ جب بلا تأمّل بتانے لگیں تو آگے چلو۔

عَشَرَاتْ یعنی دہائیوں کا بیَان

دسؔ:- اِبہام کو کھڑا کر کے اس کے اُوپر والے جوڑ کی لکیر پر سَبّابہ کے ناخن کا کنارہ اس طرح رکھو کہ گول حلقہ کی صورت بن جائے۔

بیسؔ:- اِبہام کا اوپر کا جوڑ سبّابہ کے نیچے کے جوڑ سے وسطی کی طرف اس طرح ملاؤ جس سے دیکھنے میں یہ معلوم ہو کہ ابہام کا اُوپر کا جوڑ سبّابہ اور وسطے کے درمیان میں دبا ہوا ہے۔ مگر یہ پہلے بتا دیا گیا ہے کہ دہائیوں کی گنتی میں وسطے کا کوئی علاقہ نہیں ہے، صرف اِبہام کے اُوپر کے جوڑ کا سبّابہ کے نیچے کے جوڑ سے وسطے کی جانب ملانا ہی بیسؔ پر دلالت کرتا ہے۔

تیسؔ:- اِبہام کو سیدھا کھڑا کر کے سبّابہ کو خَم دے کر دونوں کے سرے اِس طرح ملاؤ کہ سبّابہ سے قوس کی اور ابہام سے چِلّہ کی صورت بن جائے۔

چالیسؔ:- ابہام کا سرا سبّابہ کے نیچے کے جوڑ کی پُشت پر ایسی طرح رکھو کہ اِبہام ہتھیلی سے مِلا رہے اور بیچ میں فصل یعنی جُدائی نہ ہو۔

پچاسؔ:- ابہام کو خَم دے کر اس لکیر پر رکھو جو ہتھیلی کے کنارہ پر ابہام اور سبّابہ

کے وسط میں ہے، سبّابہ کھڑی اور ابہام اس کی سیدھ میں ہو۔

ساٹھ ۶۰:۔ اِبہام کو خم دیکر اُس کے ناخن پر سبّابہ کی دوسری لکیر رکھو جس سے تمام ناخن چھپ جائے۔

سّتر ۷۰:۔ ابہام کے ناخن کا کنارہ سبّابہ کے اُوپر والی لکیر سے ملاؤ، اِس عقد سے ناخن کھلا رہے گا۔

اَسّی ۸۰:۔ اِبہام کو کھڑا کر کے اُس کے اُوپر والے جوڑ کی پُشت پر سبّابہ کو خم دے کر اس کے اُوپر کا سِرا رکھّو۔

نوّے ۹۰:۔ ابہام کو کھڑا کر کے اُس کے نیچے کے جوڑ کی لکیر پر سبّابہ کا اُوپر کا سِرا رکھو۔

نوٹ:۔ یہاں دہائیوں کا شمار ختم ہوگیا اس کی خوب مشق کراؤ، جب تک یاد نہ ہوں آگے مَت پڑھاؤ۔

مِأت یعنی سینکڑوں کا بیان

دائیں ہاتھ کی نَو اِکائیاں بائیں ہاتھ میں وہ نَو سینکڑے ہوں گے نہ کہ اِکائیاں۔

اُلُوف یعنی ہزاروں کا بیان

دائیں ہاتھ کی دہائیاں بائیں ہاتھ میں، وہ ہزار ہوں گے۔

ان شماروں کے سبب صحابہؓ کے دولتمند ہو جانے کی وجہ

(۱۴) وَقَدْ صَحَّ عَنْهُ اَنَّ اِحْرَازَ اٰيَةٍ
لَا فَضَلُ مِنْ كَوْمَا مِنَ الْاِبِلِ الْحُمُرِ

(اَیْ وَقَدْ صَحَّ فَضْلُ اِحْرَازِ اٰیَةٍ عَلٰی کَوْمَاءَ فَاَنَّ وَمَا بَعْدَهَا فِیْ تَاْوِیْلِ الْمَصْدَرِ - اَیْ کَائِنَةٍ مِّنَ الْاِبِلِ)

ترجمہ:۔ اور (ان صحابہؓ کے آیات کے بہت شماروں کے سبب دولت مند ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ) ان (نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے صحیح (سند کے ذریعہ ثابت) ہوا ہے کہ ایک آیت کا حفظ (یاد) کر لینا (مِنْ كَوْمَاءَ) اس موٹی اور اونچے کوہان والی اونٹنی (کے مل جانے) سے بہتر ہے جو سرخ اونٹوں میں سے ہو، یا مِنْ كُوْمٍ ان موٹے اور اونچے کوہان والے اونٹوں سے یا ایسی ہی اونٹنیوں سے بہتر ہے جو سرخ اونٹوں میں سے ہوں۔

شرح:۔ یعنی قرآن مجید کی آیتوں کا یاد کر لینا ایسی سرخ اونٹنیوں کے مل جانے سے بہتر ہے جو موٹی بھی ہوں اور ان کا کوہان بھی اونچا ہو، اور اس قسم کی اونٹنیاں عربوں کے ہاں بہت بڑی نعمت اور جلیل القدر اور افضل ترین مال شمار ہوتی تھیں۔ اور آیتوں کے اونٹنیوں سے افضل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اونٹنیاں فانی ہیں جو یہاں ہی ختم ہو جائیں گی، اور آیات کا ثواب ہمیشہ باقی رہے گا اور آخرت کی دائمی زندگی میں کام آئے گا۔

فائدہ ۱:۔ اس شعر میں عقبہ بن عامر جہنی کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور ہم اس وقت صُفّہ پر تھے (یہ ایک چبوترہ ہے جو مسجدِ نبوی میں ہے، اس پر وہ صحابہؓ رہا کرتے تھے جنھوں نے قرآن مجید اور احادیث یاد کرنے کیلئے اپنی عمریں وقف کر دی تھیں) آپؐ نے دریافت کیا کہ تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ بُطحان اور عقیق میں جائے (یہ دو وادیاں ہیں جو مدینہ میں ہیں) اور وہاں سے ایسی دو اونٹنیاں لے آئے جو اونچے کوہان والی ہوں، نیز چمکدار چہرے اور بدن والی ہوں جن کو کسی گناہ کے بغیر نیز رشتہ داری کے قطع کر دینے کے بغیر لے آئے (یعنی بالکل حلال طریقہ سے مل جائیں) ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہر ایک اس بات کو پسند کرتا ہے، فرمایا (جب یہ بات ہے)

توتم میں سے ہر ایک مسجد میں جاکر حق تعالیٰ کی کتاب کی دو آیتیں کیوں نہیں سیکھ لیتا، وہ اس کیلئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں، اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں. اور جتنی آیتیں بھی ہوں گی وہ اتنی ہی اونٹنیوں سے بہتر ہوں گی۔ اور یہ آیات کے شمار کا علم سیکھنے کا دوسرا فائدہ ہے اِس لئے کہ اِس ثواب کا اندازہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ آیتوں کا شمار اور ان کا شروع اور آخر معلوم ہو۔

فائدہ ۲:- اِحْرَازٌ کسی چیز کا جمع کرنا اور اس کو محفوظ کر دینا، اور یہاں حفظ یاد کرلینے کے معنی میں ہے۔

فائدہ ۳:- كَوْمَاءَ، اَكْوَمُ کا واحد مؤنث ہے، اور چونکہ یہاں ناظمؒ ایک آیت کے حفظ کرنے کی فضیلت بتارہے ہیں اِس لئے یہی نسخہ مناسب تر اور نفیس تر ہے۔ اور بعض نسخوں میں كَوْمَاءَ کے بجائے كُوْمٍ ہے، اور یہ اَكْوَمُ اور كَوْمَاءُ دونوں کی جمع ہے اور چونکہ حدیث میں دو اور تین اور چار اور ان سے زائد آیتوں کے اتنی ہی اونٹنیوں سے بہتر ہونے کا ذکر ہے اس لئے جمع والا نسخہ عمدہ تر ہے۔

اِس شمار کے بارے میں صحیح احادیث

(۱۵) وَقَدْ صَحَّ فِي السَّبْعِ الْمَثَانِي وَغَيْرِهَا ۞ مِنَ الْعَدِّ وَالتَّعْيِيْنِ مَا لَاحَ كَالْفَجْرِ

(عطف قول اول و قد صح / فی الثبت التحقیق) (مُنْتَ) (عَطْ) (مُتَحَقِّقٌ اَوْ مُنْضَبِطٌ) (بیان ما) (مُتَعَلِّقٌ) (مَوْصُوْلَةٌ اَوْ مَوْصُوْفَةٌ وَلَاحَ صِلَةٌ اَوْ صِفَةٌ) (المجرور فاعل صح)

ترجمہ:- اور بے شک اَلسَّبْعُ الْمَثَانِيْ (سُوْرَةُ الفاتحہ) اور اس کے سوا (اور سورتوں بقرہ آل عمران، کہف، ملک) میں (آیات کا) وہ شمار کرنا اور (ان کے آخری سروں کا) معین فرما دینا (ان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے) صحیح (سند کے ذریعہ ثابت) ہوا ہے، جو صبح صادق (کے ظاہر اور روشن ہونے) کی طرح ظاہر ہو گیا ہے۔

شرح ۱:- یعنی صحیح روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سورتوں کی آیات کا شمار بھی بتایا ہے کہ اس کی آیتیں اتنی ہیں۔ مثلاً سورۃ الملک کی آیتیں تیس ہیں، اور ان کے آخری سرے بھی بتلائے ہیں کہ یہ آیت یہاں ختم ہوتی ہے۔ جیسے فاتحہ میں اَلْعٰلَمِيْنَ ۞ اَلرَّحِيْمِ ۞ اور یہ شمار و تعیین

اس طرح روشن وظاہر ہے جس طرح صبحِ صادق کی روشنی واضح اور ظاہر ہوتی ہے۔ نیز جس طرح صبح کی روشنی سے رات کی اندھیری ختم اور ناپید ہوجاتی ہے اسی طرح یہ روایتیں بھی آیات کے شمار اور ان کی تعیین کے بارہ میں تمام شکوک و شبہات کو بالکل رفع کر دیتی ہیں۔

ع۲ :۔ اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ کے معنی ہیں وہ سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ اور فاتحہ کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس کی آیتیں بھی سات ہیں اور نمازوں میں بار بار پڑھی بھی جاتی ہیں۔ نیز اس کا نزول بھی دو بار ہوا ہے۔ پہلی بار مکّہ میں اُس وقت ہوا جب نماز فرض ہوئی، اور دوسری بار مدینہ میں جب قبلہ کی تبدیلی ہوئی اور بیت المقدس کے بجائے بیتُ اللہ کو قیامت تک کیلئے قبلہ بنا دیا۔ نیز اس کے معانی میں بھی تکرار ہے، چنانچہ حق تعالیٰ کی تعریف پہلی بار بِسْمِ اللّٰهِ میں اور دوسری بار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میں آئی ہے۔ اور اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بھی دو بار ہے اور پہلے رَبِّ پھر مٰلِكِ آیا ہے اور یہ دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ نیز اِیَّاكَ نَعْبُدُ والی آیت کا پہلا جملہ دوسرے پر اور دوسرا پہلے پر مشتمل ہے اور ہر ایک کے معنیٰ دوسرے میں موجود ہیں، نیز صِرَاطَ بھی دو بار ہے، اور اَلَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ الخ میں بھی معنیٰ تکرار ہے، کیونکہ جو سیدھے راستہ پر قائم ہیں حق تعالیٰ شانہٗ نے اُن کی دو صفتیں بتائی ہیں (۱) وہ انعام والے ہیں (۲) حق تعالیٰ شانہٗ کے غصّہ اور گمراہی سے محفوظ ہیں۔

فائدہ ۱ :۔ وہ صحیح روایتیں جن کا ذکر صفحہ تیس ۳۰ پر آیا ہے یہ ہیں :۔

ع۱ :۔ دانی رحمہ اللہ کی روایت پر اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اِس سورت یعنی فاتحہ کی تلاوت فرما رہے تھے، سو آپ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلْعٰلَمِیْنَ ○ اَلرَّحِیْمِ ○ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ نَسْتَعِیْنُ ○ پانچوں میں سے ہر ایک پر ایک ایک انگلی بند کرتے رہے اور نَسْتَعِیْنُ پر پہنچ کر پانچوں اُنگلیاں بند کرلیں پھر اَلْمُسْتَقِیْمَ پر ایک انگلی کھڑی کرلی جس میں اشارہ تھا کہ یہاں چھ آیتیں ہوگئیں، پھر سورت کے آخر پر ایک انگلی اور اٹھائی، جس کے معنٰی یہ تھے کہ سات آیتیں ہوگئیں۔

ع۲ :۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیس ۳۰ آیتوں نے اللہ کی جناب میں ایک شخص کی سفارش کی، یہاں تک کہ اُس کو جنّت میں پہنچا دیا، اور وہ سُورۃ الملک ہے۔

ع۳ :۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہے جس نے سُورۂ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کرلیں پھر اُس کو دجّال نے گھیر لیا تو وہ اُسے نقصان نہیں پہنچا سکیگا۔

ع۴ :۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ موصوف نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی) کے

یہاں رات گذاری، پس نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آدھی رات یا اس سے تھوڑی دیر پہلے یا تھوڑی دیر بعد تک خواب فرمایا، پھر بیدار ہو کر بیٹھ گئے اور مُنھ پر ہاتھ پھیرنے لگے (تاکہ نیند کا اثر دُور ہو جائے) پھر آپ نے سُورۂ آلِ عمران کی آخری دسؔ آیتیں پڑھیں (جو اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے شروع ہو کر تُفْلِحُوْنَ پر ختم ہوتی ہیں۔ اور گو یہ آیتیں حقیقت کی رُو سے گیارہ ہیں، لیکن چونکہ بعض دفعہ کسور یعنی دہائیوں سے زائد عدد کو شمار نہیں کیا کرتے اِس لئے ان کو دسؔ آیتیں کہدیا)

ے۵ :- بخاری میں ہے کہ جس نے ایک رات میں بقرہ کی آخری دوؔ آیتیں پڑھیں اُسے وہ دونوں کافی ہو جائیں گی۔ اور وہ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے سورۃ کے ختم تک ہیں۔ اور اس بارہ میں ان پانچ کے علاوہ اور روایتیں بھی آئی ہیں جو احادیث بھی ہیں اور آثار بھی، اور اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فاتحہ کی آیات کا شمار بتانا اور سُورت کے اوّل یا آخر میں سے کسی خاص مقام کی آیتوں کے مخصوص شمار پر ثواب کی تعیین فرمانا لغو اور بے فائدہ نہیں تھا، بلکہ اس لئے تھا کہ ہمتوں کو آیات کا شمار معلوم کرنے کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ اُن کی تلاوت کا ثواب میسّر آئے، اور یہ سب کچھ اس فن کا علم حاصل کرنے اور اس کے حفظ کرنے کا شوق دلانے کیلئے تھا۔

ے۶ :- کَالْفَجْرِ میں تشبیہ کی وجہ وہ روشنی ہے جس میں اندھیری ملی ہوئی ہو، اس میں اشارہ ہے کہ جن روایات میں فاتحہ وکہف و مُلک وغیرہ کی آیات کا شمار مذکور ہے وہ اخبارِ آحاد ہیں کہ متواتر

اِس شمار پر مستقل کتابیں تصنیف کرنیکا سبب

قلبی رویت سے ہے۔ اور لوامع کی رُو سے رَاٰی بصری رویت سے ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ آیات کا اہتمام روایت سے معلوم ہوا ہے نہ کہ درایت سے۔

(۱۶) وَلَمَّا رَاٰی الْحُفَّاظُ اَسْلَا فَهُمْ عُنُوْا

بِهَا دَوَّنُوْهَا عَنْ اُولِی الْفَضْلِ وَالْبِرّ

(جوابِ لَمَّا — اَفْنَوْا اَوْ مُتْعَبٌ — مَا — فَا — الضمیرُ لِلآیاتِ)

ترجمہ :- اور جب (قراءت کے) حافظوں (اور ان کے ماہرین) نے اپنے پہلے بزرگوں (صحابہؓ و تابعینؒ) کو دیکھا کہ ان (حضرات) نے ان (آیات) کا (بڑا) اہتمام کیا ہے (اور ان کے شمار کرنے اور ان کے ابتدائی و آخری سِروں کے یاد کرنے میں مشغول رہے ہیں اور اس بارہ میں تکلیف و محنت برداشت کی ہے) تو (صحابہؓ و تابعینؒ کی یہ محنت دیکھکر) ان (ماہرین) نے ان (آیات) کو (کتابوں

ہیں) جمع کر دیا (اور ان کے لئے کُلّیہ قاعدے بھی مرتّب کر دیئے) حالانکہ یہ (حفاظ ان آیات کو) بزرگی اور نیکی والوں سے (نقل کرنے والے) ہیں (یا حالانکہ یہ آیات اور ان کے قواعد بزرگی اور نیکی والوں سے منقول ہیں۔)

شرح :۔ یعنی قرأت کے وہ حفّاظ و ماہرین جو تابعین کے بعد گزرے ہیں جب ان کو یہ پتہ چلا کہ صحابہؓ اور تابعینؒ نے آیات کے شمار کرنے اور ان کے ابتدائی اور آخری سِروں کے یاد کرنے میں انتہائی کوشش اور محنت سے کام لیا ہے تو اُن کی اس قیمتی خدمت کو محفوظ رکھنے کیلئے ان ماہرین نے آیات کو کتابوں میں جمع کر دیا اور اپنی نورانی سمجھ سے آیات کی پہچان کے لئے کُلّی قاعدے بھی لکھدئے اور یہ آیات کے سِروں کے شروع اور آخر ان حضرات نے اپنی رائے سے مقرر نہیں کئے بلکہ اس بارہ میں وہی لکھا جو اُن کو تابعینؒ سے، اور ان کو صحابہؓ سے، اور صحابہؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا تھا۔ اور یہ صحابہؓ اور تابعینؒ علمی فضیلت، بزرگی، نیکی اور فرماں بَرداری دونوں ہی صفتوں سے متّصف تھے۔ اس لئے یہ احتمال بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ شروع اور آخر صحابہؓ اور تابعینؒ نے اپنی رائے سے مقرر کر لئے ہوں گے۔ پس اس شعر میں یہ بتایا ہے کہ آیات کے علم اور ان کے قواعد کو کتابوں میں جمع کرنے کا سبب یہ ہے کہ صحابہؓ نے آیات کے شمار اور اُن کے شروع اور آخر کے سیکھنے اور سکھانیکا اہتمام بہت زیادہ کیا ہے۔ اور دوسری بات یہ بتائی ہے کہ اس فن کا مَدار نقل پر ہے۔ چنانچہ جس طرح قرآن کے حروف اور قرأت کی وجوہ تابعینؒ اور صحابہؓ کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اسی طرح آیات کا مَدار بھی نقل پر ہے، اور ہر زمانہ میں پچھلے حضرات پہلوں سے نقل کرتے چلے آئے ہیں، حتّٰی کہ یہ تینوں چیزیں ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ اور جب سلف کے اہتمام کا پتہ چل گیا تو مناسب یہ ہے کہ ہم بھی ان کا پُورا اہتمام کریں اور اس فن کی تعریف —— فوائد —— اور موضوع بھی معلوم کر لیں۔

۱ :۔ تعریف یہ ہے کہ آیات کا فن ایک ایسا فن ہے جس میں قرآن کی سُورتیں اور ان کی آیتوں کا شمار اور ان کے ابتدائی اور آخری سِرے بتلائے جاتے ہیں۔

۲ :۔ اس کا موضوع بھی قرآن کی سُورتیں اور آیتیں ہیں کیونکہ اس علم میں انہی کے حالات بتائے جاتے ہیں۔

اس علم کے فوائد، اور یہ سولہ (۱۶) ہیں

۱ :۔ نماز میں مسنون قرأت کا میسّر آجانا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں ساٹھ (۶۰) آیتوں سے

سؔوآیتوں تک پڑھتے تھے۔ (کَمَا مَرَّ فِیْ شعر ۱۳)

ع ۲:۔ رات میں دسؔ، پچاسؔ، سوؔ، دوسوؔ، تینؔ سوؔ آیتوں کی تلاوت پر خاص خاص درجوں کا عطا ہونا۔ (کَمَا مَرَّ فِیْ شعر ۱۳)

ع ۳:۔ دو، تینؔ، چارؔ یا ان سے زیادہ آیتیں سیکھ لینے کا اُتنی ہی اونٹنیوں کے ملجانے سے بہتر ہونا (شعر ۱۴)

ع ۴:۔ آیتیں شمار کرنے کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ادا کرنے کا ثواب نصیب ہونا کیونکہ آپ اُنگلیوں سے آیتوں کو شمار فرماتے تھے۔ (شعر ۱۵)

ع ۵:۔ سُورۂ مُلک کی تیسؔ آیتوں کا سفارش کرنا اور اس کا قبول ہوجانا۔ (شعر ۱۵)

ع ۶:۔ کہف کے شروع کی دسؔ آیتیں حفظ کر لینے کے سبب دجّال کے فتنہ سے محفوظ رہنا (شعر ۱۵)

ع ۷:۔ رات میں بیدار ہونے کے وقت اٰلِ عمران کی آخری رکوع کی تلاوت کا ثواب میسّر آنا جو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت ہے۔ (شعر ۱۵)

ع ۸:۔ رات میں بقرہ کی آخری دوؔ آیتوں کی تلاوت کا آفتوں اور پریشانیوں سے بچانے اور ہر نعمت دلانے کیلئے کافی ہونا۔ (شعر ۱۵)

ع ۹:۔ نماز کی درستی کا آیات کے جاننے پر موقوف ہونا۔ چنانچہ فقہاء لکھتے ہیں کہ جس کو سُورۂ فاتحہ یاد نہ ہو وہ اس کے بجائے کسی اور سُورت کی ساتؔ آیتیں پڑھ لے۔

ع ۱۰:۔ نماز میں آیات کے ایک معیّن شمار کی تلاوت پر ثواب کا وعدہ آیا ہے۔

ع ۱۱:۔ سونے سے پہلے بھی ایک معیّن شمار کی تلاوت پر ثواب کا وعدہ آیا ہے۔

ع ۱۲:۔ نماز میں فاتحہ کے بعد چھوٹی تین آیات کی اور بڑی ہو تو ایک آیت کی تلاوت کا حنفیہ کے ہاں واجب اور دوسرے اماموں کے ہاں سُنّت ہونا۔

ع ۱۳:۔ جمعہ اور عیدین کے خطبہ میں فقہاء کے بیان کی رُو سے پُوری آیت کا پڑھنا واجب ہے،

ع ۱۴:۔ آیات کے سروں پر وقف کرنا سُنّت ہے۔

ع ۱۵:۔ ورشؒ کیلئے رائی کلمات میں اور گیارہ ۱۱ سُورتوں کے رؤسِ آیات کے یائی کلمات میں صرف تقلیل ہے، اور انہی یائی رؤس میں سے وہ کلمات جن میں ھا ہو اور یائی غیر رؤس میں اور ارٰىكَهُمْ میں فتح اور تقلیل دونوں ہیں۔ اور ابو عمروؒ کیلئے رائی کلمات میں امالہ اور فُعْلٰی اور گیارہ سُورتوں کے رؤسِ آیات میں حرز کے طریق سے صرف تقلیل ہے۔ پس اگر رؤسِ آیات کا علم نہ ہو تو ان دونوں مذہبوں پر عمل نہیں ہو سکتا۔

ع۱۶ :۔ جنابت اور حیض ونفاس کی حالت میں اتنے کلمات کی تلاوت درست ہے جو پوری آیت سے کم ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ ان سب فوائد کا حاصل ہونا اوران پر عمل کرنا اسی صورت میں ممکن ہے کہ آیتوں کے آخری اور ابتدائی سرے معلوم ہوں۔

فائدہ ع۱ :۔ دانی ؒ کا ارشاد جو اصل میں ہے اس کے معنی بھی یہی ہیں اور اس ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ ان روایتوں اور آثار میں کہ جن کو ہم ان بابوں میں لائے ہیں حالانکہ وہ کثیر بھی ہیں اور آگے ناقلین بھی مشہور ہیں واضح دلیل اور یقینی شاہد ہے اس پر کہ ہمارے پاس جو آیات اور فواصل کے رؤس کا شمار اور خموس عشور اور سوتوں کی آیتوں کے جملوں (اور کلمات حروف) کا شمار ہے اور جس کو ہمارے علمار نے نقل کیا ہے، اور وہ اختلافی بھی ہے اور اتفاقی بھی، یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے اور آپ سے منقول ہے اور صحابہؓ نے اسکو آپؐ سے اسی طرح حاصل کیا ہے جسطرح ان صحابہؓ نے قرآن کے حروف اور قرارت کے اختلاف آپؐ سے سیکھے ہیں اور تابعینؒ نے اس کو پچھلوں تک پہنچایا ہے اور اس کے نقل کرنے میں انہوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو قرآن کے حروف کے نقل کرنے اور ان کے ادا کرنے میں اختیار کیا ہے، یعنی اپنی اصلی دلیل تعلیم اور سننے کو بنایا ہے نہ کہ استنباط اور اختراع کو اور اسی لئے اس کی نسبت ان کی طرف کی جاتی ہے اور سند ان سے متصل کی جاتی ہے، اور یہ وہ ہیں جن کو سند سمیت آئندہ اشعار میں بیان کریں گے، اور اس سے یہ نہیں نکلتا کہ جو جزئیات ان سے سنی گئی ہیں ان سے قواعد کا مستنبط کرنا منع ہے۔ (لوامع البدر)

فائدہ ع۲ :۔ کمّا رابطہ ہے جو بعد کے کلام کو پہلی عبارت سے جوڑنے کیلئے آتا ہے۔ پھر اس میں دو قول ہیں۔ ع۱ حِیْنَ کے معنی میں ہے اور ظرفِ زمان ہے جو جملہ کی طرف مضاف ہے اور مُضَافِیْن کا مجموعہ اس دَوَّنُوْا کا مفعول فیہ ہے جو کمّا کا جواب ہے، پس کمّا کا عامل اس کا جواب ہے۔ ع۲ حَرْفُ وُجُوْدٍ لِوُجُوْدٍ یعنی ایسا حرف ہے جو ایک شئے کے پائے جانے کے سبب دوسری شئے کے موجود ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ پس یہاں سلف کی حفاظت اور ان کے اہتمام کا وجود تدوین کے وجود کا سبب بن گیا۔

فائدہ ع۳ :۔ عُنُوْا اصل کی رُو سے عَنِيُوْا تھا، پھر تعلیل کے بعد عَنُوْا ہو گیا، پھر عین کلمہ کی مناسبت سے فا کلمہ کو بھی ضمہ دیدیا۔ اور یہ شافیہ کی شرح جاربردی کی رائے کے موافق ماضی معروف ہے نہ کہ اصفہانی کی رائے کے مطابق ماضی مجہول، اور اِهْتَمُّوْا کے معنی میں ہے۔ اور ناظمؒ نے اس کو شاطبیہ میں بھی دو جگہ استعمال کیا ہے ع۱ باب الوقف علیٰ مرسوم الخط کے شعر ۱ میں

۲ باب المخارج کے شعر ۳ میں۔

فائدہ ۴ :۔ دَوَّنُوْهَا، تَدْوِیْنٌ سے ہے جو اصل کی رُو سے لشکروں کے ناموں اور ان کے عطیات کو دیوان میں جمع کرنے کے معنی میں ہے۔ اور دیوان اس دفتر کو کہتے ہیں جو اسی مقصد کے لئے ہوتا ہے۔ پھر علوم کے کتابوں میں جمع کر دینے اور ان کے قواعد وضع کرنے کے معنی میں مستعمل ہونے لگا اور یہاں اسی معنی میں ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

فائدہ ۵ :۔ عَنْ میں تین احتمال ہیں۔ ۱ دَوَّنُوْا کے متعلق ہے کیونکہ یہ تضمین کے طریق سے اخذ اور نقل کے معنی پر مشتمل ہے۔ ۲ مَنْقُوْلَۃً مقدر کے متعلق ہے جو مفعول سے حال ہے ۳ نَاقِلِیْنَ کے متعلق ہے اور وہ دَوَّنُوْا کے فاعل سے حال ہے۔ اور لوامع کی رائے پر عَنْ، اَخَذُوْا کے متعلق ہے۔ اور وہ دَوَّنُوْا پر معطوف ہے اور اُولِی الْفَضْلِ وَالْبِرّ اہل قرآن کے معنی میں ہے۔

آیات کے سات شماروں میں سے پہلا شمار مدنیِ اول

مُتَعَلِّقٌ بِیُنْقَلُ وَهُوَ حَالٌ عَنْ نَافِعٍ (اَصْنَص)

(۱۷) فَعَنْ نَافِعٍ عَنْ شَیْبَةٍ وَّیَزِیْدَ اَوْ — اَیْ نَعُدُّ الْمَدَنِیَّ الْاَوَّلَ (بَخ) مَنْقُوْلًا عَنْ نَافِعٍ

وَلُ الْمَدَنِیْ اِذْ کُلُّ کُوْفٍ بِهٖ یُقْرِیْ

ترجمہ :۔ (آیات کے وہ چھ شمار جو اِس قصیدہ میں درج ہیں، ان میں سے پہلا شمار) مَدنی اولؔ (امام) نافع سے (منقول) ہے، حالانکہ یہ نافعؔ اِس شمار کو اپنے دو استادوں) شیبہ (بن نصّاح) اور (ابو جعفر) یزید (بن القعقاع) سے (نقل کرتے) ہیں (اور یہ شمار جسے مدنی اولؔ کہتے ہیں نافعؔ سے) اِس لئے (منقول ہے) کہ ہر ایک کوفیؔ (یعنی کوفہ کے چار اماموں میں سے ہر ایک امام) اُسی (شمار) کے موافق پڑھاتا ہے (اور اپنے شاگردوں کو اسی شمار کی تلقین و تعلیم کرتا ہے)

شرح ۱ :۔ اِس میں اشارہ ہے کہ ناظمؒ نے دانیؒ کی پیروی کرتے ہوئے کوفہ والوں کی روایت پر اعتماد کیا ہے، اور مدنی اول کے بارے میں مدنی اوّل کوفی کو لیا ہے، جس میں کُل آیات چھ ہزار دو سو سترہ ہیں (۶۲۱۷)، نہ کہ مدنی اول بصری کو جس میں کُل آیات چھ ہزار دو سو تیرہ (۶۲۱۳) ہیں۔

۲ :۔ ناظمؒ نے اِس قصیدہ میں چھ شمار بیان کئے ہیں اور حقیقت کی رُو سے کُل شمار سات ہیں۔

؁ مدنیِّ اوّل ؂ مدنیِ اخیر ؃ مکی ؄ شامی یعنی دمشقی ؅ حمصی ؆ بصری ؇ کوفی۔ اور ناظمؒ نے ان میں سے حمصی کو نہیں لیا اس لئے قصیدہ میں ہر جگہ شامی سے دمشقی شمار مراد ہوتا ہے۔

پھر ان میں سے مدنیِ اوّل اس شمار کا نام ہے جس کو امام نافعؒ اپنے دو استادوں شیبہ بن نصاح اور یزید بن قعقاع سے نقل کرتے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں:۔

؁ مدنیِ اوّل شیبی کوفی یہ وہ شمار ہے جسے کوفی حضرات مدینہ والوں سے نقل کرتے ہیں اور کسی کے نام کی تعیین نہیں کرتے، یعنی صرف یہ کہتے ہیں کہ یہ شمار مدینہ والوں سے ہے لیکن یہ نہیں بتاتے کہ مدنی حضرات میں سے کون سے شیخ سے ہے اور اس شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو سترہ [۶۲۱۷] یا اٹھارہ [۱۸] یا اُنیس [۱۹] ہیں۔ (معالم)

؂ مدنیِ اوّل یزیدی بصری یہ وہ شمار ہے جسے بصرہ والے ورش سے اور وہ نافع سے اور نافع اپنے مذکورہ بالا دو استادوں شیبہ اور یزید سے نقل کرتے ہیں۔ اور اس شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو تیرہ [۶۲۱۳] یا چودہ [۱۴] یا پندرہ [۱۵] ہیں۔

؃:۔ اِذْ اس مَنْقُوْلٌ کا ظرف ہے جو اَوَّلُ الْمَدَنِی کی خبرِ مقدم ہے نیز یہ اِذْ بعد والے جملۂ اسمیہ کی طرف مضاف ہے۔

دوسرا شمار وہ کوفیؒ ہے جو متصل سَنَد کے ذریعہ علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے

(۱۸) وَحَمْزَةُ مَعْ سُفْيَانَ قَدْ اَسْنَدَاهُ عَنْ
عَلِيٍّ عَنْ اَشْيَاخٍ ثِقَاتٍ ذَوِيْ خُبْرٍ

(حاشیہ: جَمْعُ ثِقَةٍ وَمَعْنَاهُ الْعَالِمُ الصَّدُوْقُ الَّذِيْ يُوْثَقُ بِهٖ — اَيْ عِلْمٍ وَسِيْعٍ — (نقل) مُتَعَلِّقٌ بِنَقْلَاهُ الْمُقَدَّرِ وَهُوَ مَعْطُوْفٌ عَلٰى اَسْنَدَاهُ)

ترجمہ:۔ اور (قرأت کے چھٹے امام) حمزہ (ابن حبیب الزیّات) جو سفیان سمیت ہیں اُن (دونوں) نے اُس (دوسرے یعنی کوفی شمار) کو (جس کا ذکر کُلٌّ کُوفِ شعر ۱۷ میں آچکا ہے) علی (کرم اللہ وجہہٗ) کی طرف منسوب کیا ہے (اور اپنی سند کو جنابِ موصوف تک پہنچایا ہے۔ اور اس کیلئے یہ صورت اختیار کی ہے کہ حمزہؒ اور سفیانؒ نے اس شمار کو ایسے) اُستادوں سے (نقل کیا) ہے جو ثقات ہیں (یعنی ایسے سچے اور معتبر عالم ہیں جن کی خبر کو اعتبار کے لائق سمجھا جاتا ہے نیز) وسیع علم (اور کامل معرفت)

والے (بھی) ہیں۔

شرح ۱ :۔ غرض اس شمار کو حمزہؒ اور سفیانؒ نے اپنے شیوخ سے، اور ان شیوخ نے علی کرم اللہ وجہہٗ سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ حمزہؒ نے ابن ابی لیلیٰ سے اور انھوں نے ابو عبدالرحمٰن سُلمی سے اور سُلمی نے علی کرم اللہ وجہہٗ سے نقل کیا ہے۔ اور سفیانؒ نے عبدالاعلیٰؒ سے اور انہوں نے سُلمی موصوف سے اور سُلمی نے علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کیا ہے۔ غرض حمزہؒ اور سفیانؒ دونوں کے اور علی کرم اللہ وجہہٗ کے درمیان دو دو واسطے ہیں، اور اس شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو چھتیس ۶۲۳۶ ہیں۔ جن میں سے چھ ہزار نوّے ۶۰۹۰ اجماعی ہیں اور ایک سو چھیالیس ۱۴۶ آیات وہ ہیں جن کو کوفیؒ نے اختلافی آیات میں سے لیا ہے۔ اور ان ایک سو چھیالیس ۱۴۶ کو چھ ہزار نوّے ۶۰۹۰ میں ملانے سے کوفیؒ کے لئے مجموعی تعداد چھ ہزار دو سو چھتیس ۶۲۳۶ ہو جاتی ہے۔

۲ :۔ آیات کے بارے میں کوفی شمار دو ہیں۔ اوّل وہ جو مدینہ والوں سے منقول ہے، پس اس شمار کو کوفیین نے مدینہ والوں سے نقل کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ یہ شمار مدینہ والوں سے ہے لیکن ان میں سے کسی کا نام نہیں لیا اور یہ مدنی اوّل کوفی ہے اور اس کا ذکر شعر ۱۷ میں آچکا ہے۔ دوم وہ جس کو حمزہ اور سفیان معتبر شیوخ کے ذریعہ علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں۔ اور کوفی شمار جو مشہور ہے اس سے یہی شمار مُراد ہے۔ پس جو شمار کوفیین سے اس طرح منقول ہے کہ ان حضرات نے اسے مدینہ والوں پر موقوف رکھا ہے اور اس کی سَنَد کو متصل نہیں کیا وہ شمار تو مدنی اوّل کہلاتا ہے۔ اور جس شمار کو کوفیین نے متصل سَنَد کے ذریعہ علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کیا ہے وہ کوفی شمار کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس شمار کے بارے میں اصل اعتماد حضرت حمزہؒ اور سفیانؒ پر ہے یہ دونوں اس کو اپنے شیوخ کے ذریعہ علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں۔ اور اس کی سَند متصل ہے۔ اور جیسا کہ اُوپر گزرا حمزہؒ اور علی کرم اللہ وجہہٗ کے درمیان ابن ابی لیلیٰ اور سُلمی کا اور سفیانؒ اور علی کرم اللہ وجہہٗ کے درمیان عبدالاعلیٰ اور سُلمی کا واسطہ ہے۔

فائدہ ۱ :۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حمزہؒ کی روایت تو وہ ہے جس کو دانیؒ نے بیان کیا ہے کہ ابن حبیب الزیّات، ابن ابی لیلیٰ سے اور وہ ابو عبدالرحمٰن سُلمی سے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے نقل کرتے ہیں کہ بقرہ میں بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ کو دس آیتوں کا اخیر اور عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کو بیس ۲۰ آیتوں کا اور مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کو تیس ۳۰ کا، اور فَارْهَبُوْنِ کو چالیس ۴۰ کا اور تَنْظُرُوْنَ کو پچاس ۵۰ کا، اور مُفْسِدِيْنَ کو ساٹھ ۶۰ کا، لَمُهْتَدُوْنَ کو ستر ۷۰ کا، مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (ع) کو اسّی کا، مُهِيْنٌ کو نوّے کا اور لَا يُؤْمِنُوْنَ کو سو ۱۰۰ کا اخیر

شمار کرتے تھے۔ رہی سفیانؒ کی روایت سو اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سفیانؒ نے عبدالاعلیٰ سے اور انھوں نے ابو عبدالرحمٰن سے اور انہوں نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے الٓمٓ کو ایک آیت اور کٓھٰیٰعٓصٓ کو بھی ایک آیت اور طٰہٰ کو بھی آیت شمار کیا ہے۔ پس سُلَیم بن عیسیٰ کے ذریعہ حمزہ کی روایت سے کوفی شمار پر کُل آیات چھ ہزار دو سو چھتیس ۶۲۳۶ ہیں (لوامع البدر)

ے۲ :- اَسْنَدَ اُہٗ کی منصوب ضمیر اس کوفی شمار کیلئے ہے جو کُلٌّ کُوفٍ شعر ۱۷ سے مفہوم ہے، لیکن اتنا فرق ہے کہ وہاں کوفی شمار سے مراد وہ شمار تھا جس کو اہلِ کوفہ مدینہ والوں سے نقل کرتے ہیں اور کسی کا نام نہیں لیتے۔ اور یہاں شعر ۱۸ میں اُن حضرات کا وہ شمار مُراد ہے جس کو کوفیین متصل سَند کے ذریعہ علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں۔

ے۳ :- عَنْ اَسْنَدَ اہٗ کے متعلّق ہے کیونکہ یہ تضمین کے طریقہ سے نقل و اخذ کے معنی پر مشتمل ہے۔

تیسرا شمار مدنی اخیرؒ

(۱۹) وَالْاٰخِرُ اِسْمَاعِیلُ یَرْوِیْہِ عَنْهُمَا

(نقل)

بِنَقْلِ ابْنِ جَمَّازٍ سُلَیْمَانَ ذِی النَّشْرِ

مُبْدَل مِنْہُ — بَدل

ترجمہ :- اور (تیسرا شمار مدنی) اخیرؒ جو ہے اس کو اسماعیل (بن جعفرؒ) ان (ہی) دونوں (شیبہؒ اور یزیدؒ) سے روایت کرتے ہیں (جن کا ذکر شعر ۱۷ میں آچکا ہے اور اسماعیل کی یہ روایت) ابن جماز (یعنی) سلیمانؒ کے نقل کرنے کی بناء پر (اور اُن کے واسطے سے) ہے جو عمدہ خوشبو (اور نفیس مذاکرہ یعنی اچھی عادت) والے ہیں۔

شرح :- یعنی مدنی آخرؒ اس شمار کا نام ہے جس کو اسماعیل بن جعفرؒ، سلیمان بن جمازؒ سے اور وہ شیبہؒ اور یزیدؒ سے نقل کرتے ہیں اور اس شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو چودہ ۶۲۱۴ ہیں۔

فائدہ :- اس کے بعد جو شعر آرہا ہے اس کا مقام یہاں شرح میں ۲۰ پر ہے اور ناظمہ کا جو نسخہ اتحاف البررہ کے مجموعہ میں طبع ہوا ہے اس میں ۲۱ پر ہے۔ اور جو شعر یہاں ۲۱ پر ہے وہ مذکورہ بالا نسخہ میں ۲۲ پر ہے۔ اور جو شعر یہاں ۲۲ پر ہے وہ وہاں ۲۰ پر ہے۔ غرض ان تین شعروں کے

مقام میں تبدیلی کی گئی ہے اور اس کی وجوہ شعر ۲۲ کی شرح میں آرہی ہیں۔ یہ اس لئے بتادیا کہ ترتیب میں اختلاف پاکر ناظرین حیرانی میں مبتلا نہ ہوں۔

چوتھا شمار بصری

(۲۷) وَعَدُّ عَطَاءِ بْنِ الْيَسَارِ كَعَاصِمٍ

هُوَ الْجَحْدَرِيْ فِي كُلِّ مَا عُدَّ لِلْبَصْرِي

ترجمہ:- اور عطار بن یسار (مدنی) کا وہ شمار جو عاصم کی طرح ہے اور وہ (عاصم) جحدری ہیں اس (حساب) کے ہر ایک (لفظ) میں (معتبر) ہے۔ جو بصری کے لئے (آیات میں) شمار کیا گیا ہے۔

شرح:- یعنی چوتھا شمار بصری ہے، اور یہ وہ ہے جس کو عطار بن یسار نے بڑے درجہ کے تابعین سے اور عاصم جحدری نے ان تابعین ہی کی دوسری جماعت سے نقل کیا ہے اور یہ شمار عاصم جحدری کے بعد ایوب بن المتوکل کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ اور یہاں دو قول ہیں۔ (۱) عاصم جحدری ایوب بن متوکل اور بصریین میں سے باقی حضرات سب کے سب متفق ہیں اور ان کے درمیان کسی جگہ بھی اختلاف نہیں ہے۔ اور ناظم نے فضل بن شاذان کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے اسی قول کو اختیار کیا ہے، اور اس قول پر بصری شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو چار ہیں (۲) عاصم جحدری کے اور بصرہ کے دوسرے اماموں کے درمیان صرف ایک جگہ وَالْحَقَّ أَقُولُ (ص ع ۵) میں اختلاف ہے پھر اس بارے میں بھی دو قول ہیں:۔ اوّل یہ کہ عاصم نے اس کو ترک کیا ہے اور ایوب و یعقوب نے شمار کیا ہے۔ اور دانی کے ہاں یہی قول مختار ہے۔ دوم، اس کے برعکس عاصم نے شمار کیا ہے اور باقی دو اماموں نے اس کو ترک کیا ہے۔ پہلی صورت میں عاصم کے شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو چار اور باقی دو اماموں کے ہاں چھ ہزار دو سو پانچ ہیں۔ اور دوسرے قول پر اس کا عکس ہے۔ اور چوں کہ ناظم نے اس اختلاف کو سورۂ ص میں بیان کر دیا ہے، اس لئے اس کو کافی سمجھ کر یہاں بیان نہیں کیا۔ پس یہاں یہ بتایا ہے کہ عاصم اور عطار شمار میں متفق ہیں اور سورۂ ص میں یہ بیان کیا ہے کہ عاصم اور ایوب کے درمیان اختلاف ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ بصری شمار کے بارے میں عطاء بن یسار اور عاصم جحدری کے بعد ایوب بن المتوکل کی روایت معتبر ہے۔

پانچواں، چھٹا، ساتواں شمار یعنی دمشقیؒ، حمصیؒ، مکیؒ

(۲۱) وَيَحْيَى الذِّمَارِي لِلشَّامِيْ وَغَيْرُهُ (عطف علی یحیی)

اَیْ وَعَدَّ یَحْیٰی — اس کی اصل لِلشَّامِیِّ تھی، پھر تخفیف کی بناء پر دوسری یا کو حذف کر دیا اور اس کے عوض ہمزہ کے بعد الف زیادہ کر دیا چنانچہ یَمَنِیٌّ کے بجائے یَمَانِیْ بھی اسی قبیل سے ہے۔

وَذُو الْعَدَدِ الْمَكِّيْ اُبَيٌّ بِلَا نُكْرِ

اَیْ وَهٰذَا الْعَدَدُ اَیْ عَدُّ اُبَیٍّ ثَابِتٌ بِلَا نُکْرٍ اَوْ وَهٰذِهِ الْاَعْدَادُ السِّتَّةُ ثَابِتَةٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّةِ بِلَا اِنْکَارٍ عَنْ اَحَدٍ مِنْهُمْ

ترجمہ:۔ اور شامی (شمار) کیلئے (ان) یحییٰ (کا)، جو ذِماری ہیں اور ان (ذِماری) کے سوا (اور لوگوں) (کا شمار معتبر) ہے اور مکی شمار والے (اور اس کے امام اور مرجع) ابی (بن کعبؓ) ہیں (اور ابی کا یہ عدد کسی) انکار کے بغیر (ثابت) ہے (یا یہ چھ کے چھ شمار ان اماموں سے انکار کے بغیر ثابت ہیں جن سے ہم نے ان شماروں کو نقل کیا ہے، یعنی نہ تو خود ان اماموں ہی میں سے کسی امام نے دوسرے امام کے شمار کا انکار کیا ہے اور نہ ان کے سوا کسی اور نے ان شماروں کا انکار کیا ہے، اور شعر ۲۲ سے اسکی تائید ہوتی ہے کہ بِلَا نُکْرٍ کا تعلق مذکورۂ بالا تمام شماروں سے ہے)

شرح:۔ ۵؎ پانچواں شمار شامی یعنی دمشقیؒ ہے، اور یہ وہ ہے جس کو یحییٰ ذِماری اور ان کے ہمعصروں نے ابنِ عامر سے اور انہوں نے ابو درداءؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہو اور وَغَيْرُهُ میں اشارہ ہے کہ اور شماروں کی طرح شامی شمار بھی مشہور و معروف ہے جس کے نقل کرنے میں یحییٰ ذِماری کے ساتھ ان کے زمانہ کے دوسرے حضرات بھی شریک ہیں۔ اور دانیؒ نے شامی شمار کی نسبت ابنِ عامر کی طرف موقوفاً کی ہے اور سند اس طرح بیان کی ہے کہ اس شمار کو اخفش نے ابنِ ذکوان سے اور حلوانی نے ہشام سے اور ابن ذکوان اور ہشام دونوں نے ایوب بن تمیم قاری سے، اور ایوب نے یحییٰ ذِماری سے اور یحییٰ نے ابن عامر سے نقل کیا ہو اور بعض کے قول پر سند کے آخر میں اس شمار کی نسبت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کی جاتی ہے، اور اس شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو چھبیس (۶۲۲۶) ہیں، اور ذِماری سے صدقہ کی روایت پر چھ ہزار دو سو پچیس (۶۲۲۵) ہیں۔ اور جب اس اختلاف کے بارے میں ابن ذکوان سے دریافت کیا گیا تو موصوف نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ ذِماری نے فاتحہ کی بسم اللہ پر آیت شمار نہیں کی اس لئے ایک آیت کم ہوگئی۔

۶؎ چھٹا شمار مکی ہے جس کو ناظمؒ نے وَذُو الْعَدَدِ الْمَكِّيْ الخ میں بیان فرمایا ہو، یعنی مکی شمار وہ ہے جو اُبی بن کعبؓ کی طرف منسوب ہے۔ اور تفصیل یہ ہے کہ مکی شمار کو دانیؒ نے اپنی سند کے ذریعہ

ابن کثیر قاری سے اور موصوف نے مجاہدؒ بن جبیر سے، اور انہوں نے ابنِ عباسؓ سے، اور انہوں نے اُبَی بن کعبؓ سے، اور اُبَیؓ نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے روایت کیا ہے۔ اور اس شمار میں قرآن کی کُل آیات چھ ہزار دو سو اکیس ۶۲۲۱ ہیں۔

۳:۔ بِلا نُکُرٍ میں اشارہ ہے کہ مکّی شمار کے بارے میں وہی روایت معتبر ہے جس کو مجاہدؒ نے ابنِ عباسؓ سے، اور انہوں نے اُبَیؓ بن کعبؓ سے نقل کیا ہے۔ اور اس سے نکل آیا کہ مکّی شمار اُبَیؓ کے علاوہ سے بھی منقول ہے، اور اس میں کُل آیات چھ ہزار دو سو اُنیس ۶۲۱۹ ہیں۔ لیکن ناظمؒ نے اس روایت پر اعتماد نہیں کیا اور یہ تقریر بِلا نُکُرٍ کے اُن دو مطلبوں میں سے پہلے مطلب پر چسپاں ہے جو ترجمہ میں درج ہوئے ہیں۔ رہا دوسرا مطلب اور وہی قریب تر بھی ہے، سو اس کی تقریر ترجمہ ہی میں درج کردی گئی ہے۔

دانیؒ لکھتے ہیں کہ حمص والوں کیلئے ساتواں شمار بھی ہے جس کو پہلے زمانہ میں شمار کیا کرتے تھے جس کے ایک حصّہ میں وہ دمشق والوں کے موافق ہیں اور کچھ حصّہ میں ان سے جدا ہیں۔ اور ان میں کی ایک جماعت اس کو خالد بن معدان پر موقوف رکھتی ہے، اور یہ شام کے بڑے درجہ کے تابعین میں سے ہیں ابو الحسن بن شنبوذ کہتے ہیں کہ مجھے ابو معاویہ عثمان بن عمر الحمصی کی یہ روایت پہنچی کہ مجھ سے کثیر بن عبداللہ نے جو حمص والوں کی مسجد میں قرآن کے معلم تھے بیان کیا کہ حمص والوں کا شمار وہ ہے جسے انہوں نے خالد بن معدان کے مصحف سے لیا ہے۔ اور اس شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو بتیس ۶۲۳۲ ہیں، اور ناظمؒ نے اس شمار کو بیان نہیں کیا، اور وجوہ دو ہیں۔ (۱) مشہور نہیں (۲) ان کو اس شمار کے بارے میں متصل روایت نہیں ملی۔

فائدہ:۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ کُل شمار سات ہیں۔ ۱ مدنی اوّل ۲ مدنی اخیر ۳ مکّی ۴ کوفی ۵ بصری ۶ دمشقی ۷ حمصی۔

(الف) مدنی اوّل یہ دو ہیں:۔ (۱) ــــــ مدنی اوّل یزیدی بصری۔ یہ وہ ہے جسے بصرہ والوں نے ورشؒ سے، اور ورشؒ نے امام نافعؒ سے، اور نافعؒ نے اپنے دو اُستاذوں یزید و شیبہ بن نصّاح سے روایت کیا ہے۔ (۲) مدنیِ اوّل شیبی کوفی۔ یہ وہ ہے جسے کوفیین نے مدینہ والوں سے نقل کیا ہے اور ان میں سے کسی خاص امام کی طرف نسبت نہیں کی۔

اور **تفصیل** یہ ہے کہ آیات دو طرح کی ہیں۔ اوّل اجماعی جن پر ساتوں اماموں نے آیت شمار کی ہے۔ اور یہ چھ ہزار نوّے ۶۰۹۰ ہیں۔ دوم اختلافی جن پر بعض نے آیت شمار کی ہے اور بعض نے

نہیں کی۔ اور دو سو تہتر ۲۷۳ ہیں۔
پھر مدنی اوّل یزیدی بصری نے اختلاف والی آیات میں سے ایک قول پر ایک سو پچیس ۱۲۵، دوسرے پر ایک سو چوبیس ۱۲۴ اور تیسرے ۳ قول پر ایک سو تیئیس ۱۲۳ لی ہیں۔ جب ان کو اجماعی تعداد میں شامل کیا تو اس شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو پندرہ ۶۲۱۵ یا چھ ہزار دو سو چودہ ۶۲۱۴ یا چھ ہزار دو سو تیرہ ۶۲۱۳ ہو گئیں اور ان کے ہاں جو تین ۳ قول ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ (عنکبوت رکوع ۳) اور فَعَقَرُوْهَا (شمس) ان دو کو اس شمار کے بعض ناقلین نے لیا ہے اور بعض نے نہیں لیا۔ پس ان دونوں ۲ کے شمار پر مدنی اوّل یزیدی بصری کی کُل آیات چھ ہزار دو سو پندرہ ۶۲۱۵ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کے شمار پر چھ ہزار دو سو چودہ ۶۲۱۴۔ اور دونوں کے ترک پر چھ ہزار دو سو تیرہ ۶۲۱۳ ہو گئیں۔
اور مدنی اوّل شیبی کوفی نے اختلاف والی دو سو تہتر ۲۷۳ میں سے ایک قول پر ایک سو انتیس ۱۲۹ دوسرے ۲ پر ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ اور تیسرے ۳ قول پر ایک سو ستائیس ۱۲۷ آیات لی ہیں۔ جب ان کو اجماعی تعداد میں شامل کیا تو مدنی اوّل شیبی کوفی کی کُل آیات چھ ہزار دو سو انیس ۶۲۱۹، یا چھ ہزار دو سو اٹھارہ ۶۲۱۸ یا چھ ہزار دو سو سترہ ۶۲۱۷ ہو گئیں۔ اور یہاں بھی ان تین ۳ تعدادوں کی وجہ وہی ہے جو مدنی اوّل یزیدی کے بیان میں گذری۔ پس نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ اور فَعَقَرُوْهَا دونوں ۲ کے شمار پر چھ ہزار دو سو انیس ۶۲۱۹ اور ان میں سے کسی ایک کے شمار اور دوسرے ۲ کے ترک پر چھ ہزار دو سو اٹھارہ ۶۲۱۸ اور ان دونوں کے ترک پر چھ ہزار دو سو سترہ ۶۲۱۷ آیات ہیں۔ اور مدنی اوّل کے یہ دونوں ۲ شمار پورے قرآن میں متفق و متحد ہیں۔ لیکن صرف چھ ۶ موقعوں میں ان کا اختلاف ہے۔ ۱ مَقَامُ اِبْرٰهِیْمَ (آل عمران رکوع ۱۰) اس کو مدنی اوّل یزیدی بصری نے لیا ہے۔ اور مدنی اوّل شیبی کوفی نے نہیں لیا۔ ۲ حم تُحِبُّوْنَ (آل عمران رکوع ۱۰) ۳ وَاِنْ کَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ (صٰفّٰت رکوع ۵) ۴ جَآءَ نَا نَذِیْرٌ (ملک رکوع ۱) ۵ اِلٰی طَعَامِهٖ (عبس رکوع ۱) ۶ فَاَیْنَ تَذْهَبُوْنَ (تکویر رکوع ۱) ان پانچ ۵ کو مدنی اوّل شیبی کوفی نے لیا ہے۔ اور مدنی اوّل یزیدی بصری نے نہیں لیا۔ پس چوں کہ یزیدی بصری کے ہاں ان چھ ۶ میں سے ایک معدود اور پانچ ۵ متروک ہیں۔ اور شیبی کوفی کے ہاں اس کا عکس ہے یعنی پانچ ۵ معدود اور ایک متروک ہے۔ اس لئے دونوں ۲ شماروں میں چار ۴ آیتوں کا فرق ہو گیا۔ یعنی یزیدی بصری کی کُل تعداد زیادہ سے زیادہ چھ ہزار دو سو پندرہ ۶۲۱۵ اور کم از کم چھ ہزار دو سو تیرہ ۶۲۱۳ ہے اور شیبی کوفی کی کُل تعداد زیادہ سے زیادہ چھ ہزار دو سو انیس ۶۲۱۹ اور کم از کم چھ ہزار دو سو سترہ ۶۲۱۷ ہے۔ پس ان دونوں شماروں میں جو فرق ہے وہ انہی چھ آیات میں اختلاف ہونے کی وجہ سے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اختلاف والی دو سو تہتر ۲۷۳ میں سے مدنی اوّل یزیدی بصری نے ایک سو پچیس ۱۲۵ یا ایک سو چوبیس ۱۲۴ یا ایک سو تیئیس ۱۲۳ شمار کی ہیں۔ اور ان میں سے باقی ایک سو اڑتالیس ۱۴۸ یا ایک سو انچاس ۱۴۹ یا ایک سو پچاس ۱۵۰ ان کے ہاں متروک ہیں۔ اور مدنی اوّل شیبی کوفی نے اختلاف والی دو سو تہتر ۲۷۳ میں سے ایک سو انتیس ۱۲۹ یا ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ یا ایک سو ستائیس ۱۲۷ لی ہیں۔ اور باقی ایک سو چوالیس ۱۴۴ یا ایک سو پینتالیس ۱۴۵ یا ایک سو چھیالیس ۱۴۶ ان کے ہاں متروک ہیں۔

(ب) **مدنی اخیر** یہ شمار وہ ہے جسے اسمٰعیل بن جعفر نے ابن جمّاز سے اور ابن جمّاز نے یزید اور شیبہ سے نقل کیا ہے اور اس شمار میں کُل آیات چھ ہزار دو سو چودہ ۶۲۱۴ ہیں۔ جن میں سے چھ ہزار نوّے ۶۰۹۰ اجماعی ہیں اور ایک سو چوبیس ۱۲۴ اختلاف والی آیات میں سے ہیں۔ پس مدنی اخیر کے ہاں اختلاف والی دو سو تہتر ۲۷۳ آیات میں سے ایک سو چوبیس ۱۲۴ معدود ہیں۔ اور جب ان کو اجماعی چھ ہزار نوّے ۶۰۹۰ میں شامل کر دیا تو مدنی اخیر کی کُل آیات چھ ہزار دو سو چودہ ۶۲۱۴ ہو گئیں۔ رہیں اختلاف والی دو سو تہتر ۲۷۳ میں سے باقی ایک سو انچاس ۱۴۹ آیات سو وہ سب مدنی اخیر کے ہاں متروک ہیں۔

(ج) **مکّی شمار**:۔ اس میں مکّی نے اختلاف والی دو سو تہتر ۲۷۳ آیات میں سے ایک سو انتیس ۱۲۹ یا ایک سو اکتیس ۱۳۱ آیات لی ہیں۔ اور جب ان کو اجماعی چھ ہزار نوّے ۶۰۹۰ میں شامل کیا تو مکّی کی کُل آیات چھ ہزار دو سو انیس ۶۲۱۹ یا چھ ہزار دو سو اکیس ۶۲۲۱ ہو گئیں ایسے اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عَذَابًا قَرِیبًا (نبا ع۲) اور فَعَقَرُوْهَا (شمس) ان دو کو مکّی کے بعض ناقلین نے لیا ہے اور بعض نے نہیں لیا۔ پس ان دونوں کے شمار پر کُل آیات چھ ہزار دو سو اکیس ۶۲۲۱ اور دونوں کے ترک پر چھ ہزار دو سو انیس ۶۲۱۹ ہو جاتی ہیں اس خلاف والی تین آیات یعنی ثُمَّ تَكُنْ لَهُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (حج ع) اور سَيَغْلِبُوْنَ (روم ع۱) اور اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل ع) سو ان میں سے ۱ اور ۲ میں شمار والا قول قوی اور راجح ہے۔ اور ۳ میں معتبر قول کی بناء پر شمار ہی متعین ہے۔ اس لئے بعض حضرات کا یہ ارشاد صحیح نہیں کہ مکّی کے لئے یہ تینوں ۳ متروک ہیں اور ان کی کُل آیات چھ ہزار دو سو انیس ۶۲۱۹ کے بجائے چھ ہزار دو سو سولہ ۶۲۱۶ ہیں۔ رہیں اختلاف والی آیات میں سے باقی ایک سو چوالیس ۱۴۴ یا ایک سو بیالیس ۱۴۲ سو وہ سب مکّی کے ہاں متروک ہیں۔

(د) **کوفی شمار** اس میں کُل آیات چھ ہزار دو سو چھتیس ۶۲۳۶ ہیں۔ جن میں سے چھ ہزار نوّے ۶۰۹۰ اجماعی ہیں اور اختلاف والی دو سو تہتر ۲۷۳ میں سے کوفی کے ہاں ایک سو چھیالیس ۱۴۶ معدود ہیں اور جب ان کو اجماعی تعداد میں شامل کیا تو کوفی کی کُل آیات چھ ہزار دو سو چھتیس ۶۲۳۶ ہو گئیں۔ اور اختلافی آیات میں سے باقی ایک سو ستائیس ۱۲۷ ان کے ہاں متروک ہیں۔

(ہ) **بصری شمار** اس میں کُل آیات چھ ہزار دو سو چار ۶۲۰۴ یا چھ ہزار دو سو پانچ ہیں ۶۲۰۵۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ وَاَنَّ الْحَقَّ اَقُوْلُ (ص ع۵) میں خُلف ہے پس اس کے ترک پر کُل آیات چھ ہزار دو سو چار ۶۲۰۴ اور اس کے شمار پر

عـــہ ان میں سے جحدری کے یہاں اوّل اور ایوب حضرمی کے یہاں ثانی مشہور تر ہے ۱۲

چھ ہزار دو سو پانچ (٦٢٠٥) ہیں۔ اور یہاں تین (۳) قول ہیں:۔ (۱) عاصم ایوب بن المتوکل اور بصرہ کے باقی حضرات سب اس پر متفق ہیں کہ کُل آیات چھ ہزار دو سو چار (٦٢٠٤) ہیں۔ پس ان حضرات نے اَقُوْلُ (ص ع ۱۴) کو نہیں لیا۔ (۲) بصری حضرات کا اَقُوْلُ میں اختلاف ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ عاصم نے اس کو لیا ہے اور ایوب و یعقوب کے شمار میں متروک ہے۔ (۳) اختلاف ہے جو دوسرے (۲) قول کے برعکس ہے۔ یعنی عاصم کے ہاں اَقُوْلُ متروک اور ایوب و یعقوب کے ہاں معدود ہے۔ اور دانیؒ کی رائے پر یہی مختار ہے۔ پس کُل آیات دوسرے قول کی رُو سے عاصم کے ہاں چھ ہزار دو سو پانچ (٦٢٠٥) اور ایوب و یعقوب کے شمار میں چھ ہزار دو سو چار (٦٢٠٤) ہیں۔ اور تیسرے قول پر اس کا عکس ہے۔ یعنی عاصم کے ہاں چھ ہزار دو سو چار (٦٢٠٤) اور باقی دو (۲) اماموں کے شمار میں چھ ہزار دو سو پانچ (٦٢٠٥) ہیں۔ اور ان میں سے چھ ہزار نوے (٦٠٩٠) آیات اجماعی ہیں اور اختلاف والی دو سو تہتر (۲۷۳) میں سے بصری نے ایک سو پندرہ (۱۱۵) یا ایک سو چودہ (۱۱۴) لی ہیں۔ اور ان کو چھ ہزار نوے (٦٠٩٠) میں شامل کرنے سے ان کی کُل آیات چھ ہزار دو سو پانچ (٦٢٠٥) یا چھ ہزار دو سو چار (٦٢٠٤) ہو گئیں۔ اور اختلاف والی دو سو تہتر (۲۷۳) میں سے باقی ایک سو اٹھاون (۱۵۸) یا ایک سو انسٹھ (۱۵۹) اُن کے ہاں متروک ہیں۔

(و) **دمشقی شمار:** اس میں کُل آیات چھ ہزار دو سو چھبیس (٦٢٢٦) ہیں۔ جن میں سے چھ ہزار نوے (٦٠٩٠) اجماعی ہیں اور اختلاف والی دو سو تہتر (۲۷۳) میں سے ایک سو چھتیس (۱۳۶) لی ہیں۔ جب ان کو اجماعی تعداد میں شامل کیا تو انکی کُل آیات چھ ہزار دو سو چھبیس (٦٢٢٦) ہو گئیں۔ اور اختلاف والی دو سو تہتر (۲۷۳) میں سے باقی ایک سو سینتیس (۱۳۷) انکے ہاں متروک ہیں۔

(ز) **حمصی شمار:** اس میں کُل آیات چھ ہزار دو سو بتیس (٦٢٣٢) ہیں جن میں سے چھ ہزار نوے (٦٠٩٠) اجماعی ہیں۔ اور اختلاف والی دو سو تہتر (۲۷۳) میں سے حمصی نے ایک سو بیالیس (۱۴۲) لی ہیں۔ جب ان کو اجماعی تعداد میں شامل کیا تو ان کی کُل آیات چھ ہزار دو سو بتیس (٦٢٣٢) ہو گئیں۔ رہیں اختلافی آیات میں سے باقی ایک سو اکتیس (۱۳۱)، سو وہ ان کے ہاں متروک ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آیتوں کو شمار فرمانا

(جس سے مقصود یہ تھا کہ اُمت کیلئے مزید آسانی مہیا ہو جائے)

(۲۲) بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَدَّ عَلَيْهِمُ

الباء تتعلق بو اعلم المقدّر

لَهُ الْاٰيَ تَوْسِيْعًا عَلَى الْخَلْقِ فِي الْيُسْرِ

له متعلق بتوسيعا او بكائنة وهو حال عن المفعول به

اِس شعر کا ترجمہ دو طرح ہے :۔

ترجمہ ۱ :۔ (اور معلوم کرلو) کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مخلوق (یعنی اُمّتِ اجابت) کیلئے آسانی میں کشادگی (اور زیادتی) پیدا کرنے کی غرض سے ان (صحابہؓ) کے رُوبرو آیات کو شمار کیا (یا)، حالانکہ وہ (آیتیں) اس (قرآن) کی ہیں (احقر العباد فتح محمدؐ)

ترجمہ ۲ :۔ (اور یہ چھ شمار جو اُوپر گزرے شمار کے ان اماموں سے ثابت بھی ہیں اور کسی انکار کے بغیر ان سے منقول بھی ہیں اور اس کی) وجہ یہ ہے کہ نبیِ کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے مخلوق کیلئے الخ اس کے بعد بعینہٖ وہی عبارت ہے جو پہلے ترجمہ ۱ میں درج ہے (قاضی عبد الفتاح ومحمود ابراہیم دعبیس یہ دونوں مصر کے رہنے والے اور قصیدہ کے شارح ہیں)

فائدہ :۔ اِس دوسرے ترجمہ پر بِاَنَّ سے پہلے وَاعْلَمْ کے بجائے یہ عبارت مقدر ہے وَهٰذِهِ الْاَعْدَادُ السِّتَّةُ الْمُتَقَدِّمَةُ ثَابِتَةٌ وَّمَنْقُوْلَةٌ عَنْهُمْ مِّنْ غَيْرِ اِنْكَارٍ بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ الخ اور اس کا ترجمہ ت ۲ کے ذیل میں درج ہو چکا ہے۔ پس بِاَنَّ اِس مقدر جملہ کی علت ہے۔

شرح ۱ :۔ یعنی جس طرح حق تعالیٰ نے قرآن مجید کے سمجھنے اور سمجھانے اور یاد کرنے میں آسانی عطا فرمانے کی غرض سے اپنی اس کتاب کو تھوڑا تھوڑا کر کے اور سات لغتوں پر نازل فرمایا۔ اور اسی آسانی کیلئے اس کو ایک سو چودہ ۱۱۴ سُورتوں پر تقسیم فرمایا جن میں کچھ بڑی ہیں اور کچھ چھوٹی۔ پھر ان سُورتوں کو آیتوں پر تقسیم کیا اور ان کے چھوٹے چھوٹے حصے بنا دیئے۔ اسی طرح ان کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اور زیادہ آسانی پیدا کرنے کیلئے صحابہؓ کے رُوبرُو قرآن مجید کی آیتیں بھی شمار کیں اور اس کے سیکھنے اور سکھانے میں مزید بر مزید آسانی پیدا کرنے کی غرض سے پانچ پانچ ۵ اور دس دس ۱۰ آیتیں بھی شمار کیں اور ان سب وسعتوں کے مہیا کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اوّلاً صحابہؓ کو اور پھر ان کے ذریعہ پوری اُمت کو قرآن کی تلاوت کرنے اور اس کے ذریعہ قربِ الٰہی حاصل کرنے میں آسانی نصیب ہو جائے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کو تابعینؒ تک اسی طرح پہنچایا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا اور جس طرح صحابہؓ عمر بھر کلامِ الٰہی کے الفاظ اور اس کے حروف کے نقل کرنے میں مشغول رہے، اسی طرح اس کی آیات کے شمار کی بھی حفاظت کرتے رہے۔ پھر تابعینؒ نے صحابہؓ سے الفاظ اور آیات کے شمار دونوں کی تعلیم حاصل کی حتّٰی کہ اسی حفاظت کے ساتھ ہمارے پاس بھی پہنچ گیا۔ اور آپ نے جو دس دس اور پانچ پانچ آیتوں کے شمار کی تعلیم فرمائی اس بارے میں صحیح احادیث بھی آئی ہیں، اور آثار بھی وارد ہوئے ہیں، اور انہی میں سے وہ روایت بھی ہے جس کو عطاء بن یسار نے سُلیمؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ

فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے ہمیں قرآن مجید پڑھایا ہے اور وہ عثمان بن عفانؓ وعبداللہ بن مسعودؓ واُبی بن کعبؓ ہیں۔ ان معلّمین نے ہمیں یہ بات بھی بتائی ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کو دس دس آیتیں پڑھاتے تھے، پھر جب تک ہمیں ان دس آیتوں کے احکام نہیں سکھا دیتے تھے اُس وقت تک دوسری دہائی شروع نہیں کراتے تھے، اور اسی لئے یہ تینوں حضرات فرماتے ہیں تَعَلَّمْنَا الْقُرْاٰنَ وَالْعَمَلَ جَمِیْعًا۔ ہم نے قرآن کے الفاظ اور اس کے احکام دونوں چیزیں سیکھی ہیں۔

۲ ۔:۔ اس شعر کے ظاہری الفاظ سے یہ بات نکلتی ہے کہ یہ تمام شمار (جو ناظمؒ کے بیان پر چھ اور حقیقت کی رُو سے سات ہیں) توقیفی ہیں، جو نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بتانے سے معلوم ہوئے ہیں اور اجتہادی نہیں ہیں جن میں قیاس اور رائے کا دخل ہو۔

فائدہ ۱ :۔ اس شعر کے موجودہ ترجمہ کی رُو سے اس کے شروع میں وَاعْلَمْ کا لفظ مقدّر ہے، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ناظمؒ نے اپنے قصیدہ عقیلہ فی الرّسم کے شعر ۱۳ کے شروع میں وَاعْلَمْ بِاَنَّ فرمایا ہے، اور چونکہ ناظمہ میں وزن کی رُو سے وَاعْلَمْ کے لانے کی گنجائش نہیں تھی اس لئے یہاں اس کو مقدّر مان لیا۔

فائدہ ۲ :۔ اس شعر میں عَلَیْہِمْ کی ضمیرِ جمع صحابہؓ کے لئے ہے، اور گو سابق میں یہ حضرات مذکور نہیں ہیں لیکن کلام کے سیاق اور مقام سے انہی کا مُراد ہونا متعین ہے، کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ نبیِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو آیتیں شمار کی تھیں وہ صحابہؓ ہی کے سمجھانے کے لئے کی تھیں اس لئے کہ تابعینؒ تو اس وقت موجود ہی نہیں تھے، اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس ضمیر کا مرجع مذکورہ بالا چھ شماروں کے امام ہیں اور ان میں سے جو صحابہؓ ہیں جیسے علی اور اُبی رضی اللہ عنہما ان کے روبرو تو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا شمار کرنا ظاہر ہے۔ اور جو تابعینؒ ہیں جیسے شیبہ اور یزید ان کی موجودگی میں شمار کرنے کے معنٰی یہ ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے استادوں یعنی صحابہؓ کے سامنے شمار کیا۔ پس جو شمار شیوخ کے بالمقابل تھا اس کو شاگردوں کے رُوبرو شمار کرنے سے تعبیر کر دیا۔

فائدہ ۳ :۔ اُوپر گذر چکا ہے کہ اس شعر کا اصلی مقصد یہ بتانا ہے کہ آیات کے یہ سب شمار توقیفی ہیں، اور متن کا وہ نسخہ جو ہمارے استعمال میں ہے اور اتحاف البررہ کے مجموعہ میں طبع ہوا ہے اس نسخہ میں یہ شعر بِاَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ الخ نمبر ۲۲ پر آنے کے بجائے نمبر ۲۰ پر لکھا ہوا ہے، اور اسمیں عَدَّ عَلَیْہِمَا ہے جمع کے بجائے تثنیہ کی ضمیر سے اور اس میں چار اشکال ہیں۔ (۱) تثنیہ کی ضمیر کا لانا اس لئے صحیح نہیں کہ اس سے پیشتر تین حضرات کا ذکر ہے اور وہ شیبہ، یزید اور علی کرم اللہ وجہہٗ

ہیں، اور ان میں سے پہلے دو مدنیِ اوّلؒ کی سند میں اور تیسرے یعنی علیؓ کوفیؒ کی سند میں مذکور ہیں اِس لئے یہ حضرات مرجع نہیں بَن سکتے، اور گو شارحینؒ نے اس کو درست کرنے کی غرض سے تکلف اختیار کرکے یہ جواب دیا ہے کہ شیبہ اور یزید دونوں ایک فرد کے مرتبہ میں ہیں اس لئے تثنیہ کی ضمیر کا لانا صحیح ہوگیا، لیکن یہ توجیہ بعید ہے۔ (۲) اس شعر سے یہ بھی نکلتا ہے کہ شیبہ اور یزید نے خود نبیِّ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا ہے حالانکہ یہ دونوں تابعی ہیں۔ (۳) اس شعر کے نمبر ۲۰ پر لانے سے یہ نکلتا ہے کہ مدنیِّ اوّل اور مدنیِ اخیر، کوفی صرف یہ تینؔ شمار توقیفی ہیں اور باقی تینؔ بصری، شامی مکّی ایسے نہیں، حالانکہ حقیقت میں چھ کے چھ بلکہ ساتوں شمار توقیفی ہیں۔ (۴) شعر نمبر ۲۳ میں وَ اَکَّدَاہٗ کی منصوب ضمیر اُس حکم کیلئے ہے جو اِس شعر سے نکلتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ سب شمار توقیفی ہیں۔ اور اگر اِس کو شعر نمبر ۲۰ پر رکھا جائے تو ذہن اِس مرجع کی طرف متوجہّ نہیں ہوتا۔ پس اِن اشکالات کی بناء پر اِس بات میں ذرّہ برابر بھی شک نہیں کہ یہ غلطی کاتبین کے تصرّف اور انکی تحریف کا نتیجہ ہے۔ اِس لئے اِس شعر کی جگہ بدل دی گئی اور نمبر ۲۰ پر لانے کے بجائے نمبر ۲۲ پر لے آئے اور تثنیہ کے بجائے جمع کی ضمیر استعمال کی ہے۔ اور اِس صورت میں چاروں اشکال رفع ہوگئے۔ کیونکہ جب جمع کی ضمیر لے آئے تو وہ اشکال خود بخود رفع ہوگیا جو تثنیہ کی صورت میں پیدا ہوتا تھا۔ نیز جب اس ضمیر کا مرجع صحابہؓ کو قرار دیدیا تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نہ سُننے کا اشکال بھی نہیں رہا۔ نیز نمبر ۲۲ پر لانے سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ چھ کے چھ شمار توقیفی ہیں نہ کہ صرف پہلے تینؔ شمار۔

نیز اس صورت میں وَاَکَّدَاہٗ کی ضمیر کا مرجع بھی ایسا مخفی نہیں رہتا کہ ذہن اس کی طرف متوجہّ نہو، بلکہ قریب آجانے کے سبب مرجع ظاہر و باہر ہوگیا۔ یہ شارح کی اس تقریر کا حاصل ہے جو اس مقام پر کی ہے۔

فائدہ ۴:۔ شارحین نے ان چارؔ میں سے صرف پہلے اشکال کا جواب دیا ہے جو اُوپر نمبر ایک میں درج ہوچکا ہے۔ رہے باقی تینؔ اشکال (۱) شیبہ اور یزید کا خود نبیِّ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نہ سُننا۔ (۲) توقیف کا پہلے تینؔ شماروں کے ساتھ مخصوص ہوجانا۔ (۳) شعر نمبر ۲۳ کی منصوب ضمیر کے مرجع کا واضح نہونا، سو یہ تینوں اب بھی بدستور باقی ہیں اور ان کا اصلی حل وہی ہے جو شارحِ علّام نے کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس شعر کی جگہ بدل دی ہے اور تثنیہ کے بجائے جمع کی ضمیر لے آئے ہیں۔

فائدہ ۵:۔ اگر اس شعر کو اس طرح لاتے تو بہت آسانی ہوجاتی :۔

بِاَنَّ رَسُوْلَ اللہِ عَدَّ عَلَیْہِ خَا   لِقَ الْاٰیِ تَوْسِیْعًا عَلَی الْخَلْقِ فِی الْیُسْرِ

ترجمہ:۔ (اور معلوم کر لو کہ خالق (تعالیٰ) نے مخلوق کیلئے آسانی میں کشادگی پیدا کرنے کی غرض سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیلئے آیات کو شمار کیا (اور حق تعالیٰ کا شمار فرمانا عام ہے ظاہراً ہو جیسے سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ (حجر ع) میں فاتحہ کی آیتوں کا شمار بتایا ہے۔ خواہ التزاماً ہو جس کی صورت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ آیتوں کے موقع بتا دیئے، پس اس سے شمار خود ہی نکل آیا۔

فائدہ ۶:۔ اس موجودہ شعر میں خَالِقُ میں تنوین کا ترک وزن کی بناء پر ہے۔ رہا تثنیہ اور جمع کی ضمیر کا اشکال سو وہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ هٰذَا مَا اَلْقَى اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَلْبِ الْعَبْدِ الْفَقِيْرِ۔

فائدہ ۷:۔ لَهٗ کا تعلق تَوْسِيْعًا سے ہے، اور اس صورت میں یہ مصدر کا فاعل ہے اور ضمیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہے۔ اور جب مصدر کا معمول ظرف ہو یا جار مجرور ہو تو اس کا مصدر سے پہلے لے آنا بھی درست ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ لَهٗ کا تعلق اس كَائِنَةً مقدر سے ہو جو عَدَّ کے مفعول اَلْاٰيَ سے حال ہے اور اس تقدیر پر لَهٗ کی ھا قرآن کے لئے ہوگی جس کی تعیین مقام اور سیاق سے ہوئی ہے۔

آیتوں کے شمار کے توقیفی ہونیکی چار دلیلوں میں سے پہلی دلیل

(۲۳) وَاَكَّدَهٗ اَشْبَاهُ اٰيٍ كَثِيْرَةٍ
(اس، فا، ص، جمع شبہ)

وَلَيْسَ لَهَا فِيْ عُزْمَةِ الْعَدِّ مِنْ ذِكْرِ
(حال، مبتدأ، متعلق بذکر، زائدہ، اسم لیس، اَيِ الْاَلْفَاظِ الْمَعْدُوْدَةِ)

ترجمہ:۔ اور اس (شمار کے ضروری ہونے کو یا ان سب شماروں کے مجموع کے توقیفی ہونے) کو بہت سی آیتوں کے (آخری کلمات کے) ہمشکل (اور ہم وزن) الفاظ نے قوی کر دیا ہے (اور لازم ٹھہرا دیا ہے) حالانکہ ان (ہمشکل کلمات) کا ان (الفاظ) کی جماعت (اور ان کے قبیلہ) میں کوئی ذکر نہیں ہے جو (اجماعاً آیات کے آخری الفاظ میں) شمار کئے گئے ہیں۔

شرح:۔ یعنی قرآن مجید میں ایسے کلمات بھی بہت سے آتے ہیں جو اپنی ظاہری شکل اور اپنے وزن میں ان کلمات سے ملتے جلتے ہیں جن پر سب نے آیت شمار کی ہے، لیکن یہ کلمات اجماعاً متروک ہیں اور ان پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی۔ پس اگر آیات کے مقرر کرنے میں اجتہاد اور رائے وعقل کا ذرا بھی دخل ہوتا تو یہ کلمات آیات میں سے خارج نہ ہوتے، کیونکہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ جب یہ الفاظ ان کلمات

کے ہمشکل ہیں جن پر سب نے آیت شمار کی ہے تو ان کا حکم بھی وہی ہونا چاہیئے تھا جو ان کے ہمشکل کلمات کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان پر بھی آیت ہوتی۔ پس نکل آیا کہ آیات کی تعیین میں قیاس وعقل کا ذرا بھی دخل نہیں ہے۔ **اور** دوسرے مصرعہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ مذکورۂ بالا کلمات جو رُوسِ آیات کے ہمشکل ہیں انکا ان کلمات کی جماعت اور ان کے قبیلہ میں ذرّہ برابر بھی ذکر نہیں ہے جن پر آیت شمار کی گئی ہے۔ اور ہمشکل کلمات میں اس طرح کی تفریق اور جدائی کہ بعض پر آیت شمار کی جائے اور بعض پر نہ کی جائے اس پر مبنی ہے کہ آیات کے مواقع توقیفی اور سماعی یعنی نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بتائے ہوئے اور آپ سے سُنے ہوئے ہیں اور عقل ورائے سے تجویز کئے ہوئے نہیں ہیں۔ پس ان کلمات کے آیات میں شمار نہ ہونے سے آیات کا توقیفی ہونا خوب ثابت اور قوی ہوگیا۔ اور ان ہمشکل کلمات کو شبہ الفاصلہ یا مشتبہ الفاصلہ کہتے ہیں، جس کے معنٰی ہیں وہ کلمہ جو وزن اور شکل میں اس کلمہ سے مِلتا جُلتا ہے جس پر اجماعاً آیت ہے، اور ان کی مثالیں فاتحہ میں اَلَّذِیْنَ ہے۔ اور بقرہ میں وہ دس کلمات ہیں جو اسی سورۃ کے شعر نمبر ۱۰ و ۱۱ میں مذکور ہیں۔ نیز آلِ عمران کے شعر نمبر ۸ میں چھ، اور سورۃ النساء کے شعر نمبر ۵ کے آخری مصرعہ میں تین، اور شعر نمبر ۶ میں چار کلمات آرہے ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں لیکن یہاں نمونہ کے طور پر چند حوالے درج کر دیئے ہیں ملاحظہ فرمالیں۔

فائدہ نمبر ۱ :۔ وَاَکَّدَاہَا کی منصوب ضمیر کے مرجع دو ہیں (۱) احقر کے خیال میں آیات کے شمار اور ان کے حفظ کا ضروری ہونا۔ (۲) شارح عبد الفتاح اور محمود عبیس کی رائے پر اُن سب شماروں کا توقیفی ہونا جو شعر نمبر ۲۲ سے مفہوم ہے، کیونکہ اس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے آیتیں گنوائی ہیں۔

فائدہ نمبر ۲ :۔ عِزْ مَۃِ عین کے ضمہ سے اُسْرَۃُ الرَّجُلِ (آدمی کے قبیلہ کے) اور یہاں صرف جماعت کے یا قبیلہ کے معنٰی میں ہے، اور اس کی اضافت معنوی اور لامیہ ہے۔

یہاں اُن ہمشکل کلمات کی مثالیں پیش نہ کرنیکا عذر جن کا ذکر شعر نمبر ۲۳ میں آیا ہے

(۲۴) وَسَوْفَ یُوَافِی بَیْنَ الْاَعْدَادِ عَدُّهَا ۔۔۔ فَیُوْفِیْ عَلٰی نَظْمِ الْیَوَاقِیْتِ وَالشَّذْرِ

(ظرف — نقل — فا الفاء سببیۃ — مسبّب — متّ — (فیعلوا) — جمع شَذْرَۃ (چھوٹا موتی))

ترجمہ :۔ اور عنقریب ہی (اجماعی اور اختلافی آیات کے) شماروں کے درمیان اُن (آیتوں کے ہمشکل

کلمات) کا شمار بھی آجائے گا جس کے سبب وہ (ان ہمشکل کلمات کی نظم ان) جواہر اور چھوٹے موتیوں کی نظم پر بلند ہوجائے گی (جو زیور ہوتے ہیں اور موتیوں کے ہار کا تکملہ اور تتمہ بنتے ہیں)۔

(اِس میں اشارہ ہے کہ ان ہم شکل اور متروک کلمات کا ذکر اصلی مقصود ہونیکے طریقہ پر نہیں ہوگا، بلکہ اسی طرح مقصد کے تابع ہو کر آئیں گے جس طرح جواہر اور چھوٹے موتی ہار کی سجاوٹ کا کام دیتے ہیں۔

شرح:۔ یعنی شعر نمبر ۲۳ میں آیات کے ہمشکل کلمات کا ذکر آیا ہے۔ اور وہ ایسے ہیں جن پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی، یہاں ہم نے ان کلمات کی مثالیں پیش نہیں کی ہیں، اور وجہ یہ ہے کہ ابھی شعر نمبر ۹۱ سے قرآن مجید کی سُورتیں شروع ہونے والی ہیں وہاں اجماعی اور اختلافی دونوں طرح کی آیتوں کا شمار بتا دیا جائے گا، اور ان شماروں کے ساتھ ان ہمشکل کلمات کا شمار و بیان بھی آجائے گا جن پر آیت شمار نہیں کی گئی ہے، پس تھوڑی دیر انتظار کرو، سُورتوں کے شروع ہونے پر ان کلمات کی بہت سی مثالیں آجائیں گی اور ان کے آنے سے اس مقام کی یا ان کلمات کی نظم میں ایک عجیب حُسن پیدا ہوجائیگا اور میری یہ نظم حسّی اور ظاہری جواہر اور موتیوں کی نظم پر فائق ہوجائے گی۔ یعنی یہ قرآنی کلمات نظم میں آکر اس سے کہیں بڑھکر لُطف دیں گے جو جواہر اور موتیوں کی لڑی پر نگاہ پڑنے سے میسّر آتا ہے۔

فائدہ نمبر ۱:۔ ناظمؒ نے اس شعر میں وعدہ فرمایا ہے کہ ہم قرآنی سُورتوں میں ان کی کُل آیات کی تعداد اور اختلافی آیات کے مقامات یہ دو چیزیں تو رمز کے یا صریح لفظ کے ذریعہ صراحتًا بتائیں گے اور اختلافی آیات کے معلوم ہونے سے اجماعی آیات کی تعداد التزامًا اور نتیجہ کے طور پر خود بخود نکل آئیگی اور ان سب شماروں کے ساتھ ساتھ ان کلمات کو بھی بیان کریں گے جو اجماعی آیات کے ہمشکل تو ہیں لیکن ان پر آیت شمار نہیں کی گئی ہے، اور اس شمار نہ کرنے ہی کو اس بات کی دلیل بنایا تھا کہ یہ سب شمار توقیفی ہیں۔

فائدہ نمبر ۲:۔ خلاصہ یہ کہ جب ناظمؒ نے ان کلمات کو شماروں کے توقیفی ہونے کی دلیل بنایا ہے جو آیات کے ہمشکل تو ہیں لیکن ان پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی ہے، اس لئے مناسب تھا کہ ان کلمات کی مثالیں بھی پیش کرتے۔ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ مثالوں کی ضرورت اس لئے پیش نہیں آئی کہ سُورتوں میں اختلافی اور اجماعی آیات کے ضمن میں ان ہمشکل کلمات کا بیان بھی آجائے گا۔

فائدہ نمبر ۳:۔ فواصل اور آیات کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) اجماعی جن پر سب نے آیت شمار کی ہے جیسے بقرہ میں لِلْمُتَّقِيْنَ سے وَمَا يَشْعُرُوْنَ تک کی آٹھ آیتیں۔ (۲) اختلافی جن پر بعض نے آیت

شمار کی ہے اور بعض نے نہیں کی، جیسے اُمّ القرآن میں بِسۡمِ اللهِ کا آخر اور پہلا عَلَیۡهِمۡ چنانچہ بسم اللہ
پر صرف مکّی اور کوفی کیلئے آیت ہے اور مدنیان، بصری، شامی کیلئے نہیں ہے، اور عَلَیۡهِمۡ میں اس کا
عکس ہے کہ اس پر کوفی اور مکّی کیلئے آیت نہیں ہے اور باقی پانچ کیلئے ہے اور جیسے بقرہ میں خَآئِفِیۡنَ (رکوع) مَعۡرُوفًا
(ع) پر بصری کے لئے ہے اور باقی چھ کے لئے نہیں ہے۔ اور جیسے اَلۡاَلۡبَابِ (ع) اس پر مدنی اخیر شامی عراقی کے لئے ہے اور مدنی اول،
مکّی کے لئے نہیں ہے، اسی طرح اور مثالیں بھی بہت سی ہیں جو سُورتوں میں آجائیں گی۔ پھر اجماعی اور اختلافی دونوں کی دو دو قسمیں ہیں۔
(۱) وہ اجماعی آیتیں جن کے مشابہ اور ہم شکل دوسری آیتیں موجود ہوں، یعنی یہ
آیات وزن و شکل کے اعتبار سے اپنے سے پہلی اور بعد کی آیتوں سے ملتی جلتی ہوں، جیسے فاتحہ میں
الرَّحِیۡمِ کہ یہ الۡعٰلَمِیۡنَ، الدِّیۡنِ، نَسۡتَعِیۡنُ کے ہمشکل ہے۔ (۲) وہ اجماعی جو پہلی اور بعد کی
آیتوں کے ہمشکل نہ ہو، جیسے اَلَّا تَعُوۡلُوۡا نساء میں کہ اس سے پہلے رَقِیۡبًا، کَبِیۡرًا ہیں، اور اسکے
بعد هَنِیۡٓـــًٔا اور مَعۡرُوۡفًا ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اَلَّا تَعُوۡلُوۡا ان کا ہمشکل نہیں ہے، کیونکہ یہ واؤ پر
اور باقی آیتیں الف پر ختم ہو رہی ہیں۔ (۳) وہ اختلافی جس کے لئے شبہ ہو، یعنی وہ دوسری آیات کے
ہمشکل ہو، جیسے فاتحہ میں بِسۡمِ اللهِ کا الرَّحِیۡمِ کہ یہ سورت کی باقی آیتوں کا ہمشکل ہے (۴) وہ
اختلافی جس کیلئے شبہ نہ ہو جیسے اُمّ القرآن میں پہلا عَلَیۡهِمۡ۔ اور اسی طرح غیر فواصل جن پر آیت نہیں ہے
ان کی بھی دو قسمیں ہیں:- (۱) جس کیلئے شبہ ہو، یعنی وہ آیتوں کے ہمشکل تو ہو لیکن اس پر آیت نہ ہو
اور اس کی مثالیں بقرہ شعر نمبر ۱۰ و ۱۱، اور آلِ عمران شعر نمبر ۸، اور نساء شعر نمبر ۵ و ۶ میں ملیں گی۔
(۲) وہ جو آیات کے مشابہ نہ ہو، جیسے مٰلِكِ، اِیَّاكَ، نَعۡبُدُ، وَاِیَّاكَ کہ نہ ان پر آیت ہے اور نہ
آیات کے ہمشکل ہیں۔ پس کُل قسمیں چھ ہو گئیں۔ ان میں سے پہلی اور چھٹی ان دو کو بیان نہیں کریں گے
کیونکہ یہ واضح ہیں۔ یعنی پہلی قسم کے الفاظ پر اجماعاً آیت ہونا اور چھٹی قسم کے کلمات پر اجماعاً آیت نہ ہونا
معمولی غور کے بعد خود متعیّن ہو جاتا ہے۔ رہیں باقی چار قسمیں:- (۱) شبہ الوسط، جو وزن و شکل میں
آیت کے درمیانی کلمات سے ملتا جلتا ہو لیکن اس پر اجماعاً آیت ہو۔ (۲) وہ اختلافی آیت جس کیلئے
شبہ بھی ہو۔ (۳) وہ اختلافی جس کیلئے شبہ نہ ہو۔ (۴) شبہ الفاصلہ، یعنی وہ کلمہ جو غیر آیت ہو لیکن
شکل و وزن میں آیت سے ملتا جلتا ہو، سو ان چاروں قسموں کو ہر جگہ بیان کریں گے کیونکہ انکے
نہ بتانے سے شبہ واقع ہوتا ہے، اس لئے کہ شبہ الوسط پر آیت ہونا نہ بتایا جائے تو اس کے
بارے میں یہی خیال ہوگا کہ اس پر آیت نہیں ہے۔ اور اسی طرح اختلافی آیات بھی اپنی دونوں قسموں سمیت
بتانے کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتیں، اور یہی حال شبہ الفاصلہ یعنی اس کلمہ کا ہے جو آیت کا ہمشکل

تو ہو لیکن اس پر آیت نہ ہو۔ پس اگر بنایا نہ جائے تو اس کے بارے میں بھی غلطی واقع ہوگی، اور اس کو آیات میں شامل سمجھ لیں گے۔

فائدہ ۱:۔ سَوْفَ، تَسْوِیْفُ کا حرف ہے جس کے معنیٰ ہیں کسی کام کے بارے میں یہ بتانا کہ عنقریب یعنی کچھ دیر بعد وجود میں آجائے گا۔ (۲) یُوَافِیْ یَأْتِیْ وَافَیْتَ الْقَوْمَ اِذَا اَتَیْتَهُمْ سے ہے یعنی تُو قوم کے پاس آیا۔ (۳) یُوْفِیْ، اَوْفیٰ عَلَی الشَّیْءِ اِذَا اَشْرَفَ عَلَیْهِ سے ہے، یعنی اس نے اس چیز کو اُوپر سے جھانک کر دیکھا، اور چونکہ اس معنیٰ کو بلندی لازم ہے اس لئے یہاں یُوْفِیْ، یَعْلُوْا کے معنیٰ میں ہے اور مجاز کے طور پر اپنے معنیٰ کے لازم میں مستعمل ہے۔ (۴) اَلْیَوَاقِیْتُ، یَاقُوْتٌ کی جمع ہے، جس کے معنیٰ ہیں ایسا صاف اور لطیف پتھر جس کے اُوپر والے رُخ سے اندر والا حصہ بھی نظر آئے۔

دوسری دلیل

(۲۵) وَعَدُّ الَّذِیْ یَنْهٰی وَالْاَشْقٰی وَمَنْ طَغٰی

وَعَنْ مَّنْ تَوَلّٰی فِیْ عِدَادٍ لَّهَا عُذْرِیْ

(حاشیہ: ب، عط، نقل، عط، عط، خ، مُتَعَلِّقٌ بِعَدُّ، مُتَّصِلٌ، عط، گنتی اور شمار، اَلضَّمِیْرُ لِلْاٰیَاتِ، خبر ہو وعدُّ الذی یُنَاسِبُ مُبْتَدَأً، اَوَّلًا خَبَرًا لِمُبْتَدَأٍ مَحْذُوْفٍ)

ترجمہ ۱:۔ اور اَلَّذِیْ یَنْهٰی (علق کو دمشقی کے سوا باقی چھ حجازی، حمصی، عراقی کا) اور اَلْاَشْقٰی (اَعْلیٰ و لَیْل کو ساتوں اماموں کا) اور (فَاَمَّا) مَنْ طَغٰی (نٰزِعٰت کو حجازی کے سوا باقی چار یعنی شامی اور عراقی کا) اور عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی (نجم کو شامی کا) اُن (آیات) کی گنتی (کے ضمن) میں شمار کر لینا میرا عذر (اور گواہ اور میری دلیل) ہے (جس سے شماروں کا توقیفی ہونا قوی اور پختہ ہو جاتا ہے)

ترجمہ ۲:۔ اور ان چاروں کلمات کو ان مذکورہ بالا اماموں کے آیات کی گنتی کے ضمن میں شمار کر لینے نے بھی اُس حکم یعنی شماروں کے توقیفی ہونے کو قوی اور پختہ کر دیا ہے، اور یہ یعنی اس شعر نمبر ۲۵ کے چاروں کلمات کا اور آیات کے ہمشکل اور متروک کلمات جن کا ذکر شعر نمبر ۲۳ کے اَشْبَاهُ اٰیٍ کَثِیْرَةٍ میں ہے، ان دونوں قسم کے کلمات کا مجموعہ شماروں کے توقیفی ہونے کے بارے میں میرا عذر اور گواہ اور دلیل ہے الخ۔ پس ترجمہ نمبر ۱ پر وَعَدُّ الَّذِیْ سے لَهَا تک مبتدا ہے اور فِیْ عِدَادٍ کے متعلق ہے۔ اور عُذْرِیْ خبر ہے۔ اور وَعَدُّ کا واؤ استینافیہ ہے۔ اور ترجمہ نمبر ۲ پر وَعَدُّ کا واؤ عاطفہ ہے، اور یہ عَدُّ الَّذِیْ شعر نمبر ۲۳ کے اَشْبَاهُ پر معطوف ہے۔ اور معطوفین کا مجموعہ وَاَکَّدَهٗ شعر نمبر ۲۳ کا فاعل ہے۔

اور فِی اس صورت میں بھی عَدَّ کے متعلق ہے اور عُذْرِیْ وَ ذٰلِکَ مقدر کی خبر ہے۔ اور مطلب کی تقریر ترجمہ میں درج ہے۔ خوب سمجھ لیجئے۔ اور اس دوسری صورت میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ عَدَّ سے پہلے وَاَکَّدَہٗ مقدر ہے اور عَدَّ اسی کا فاعل ہے۔ اس تقدیر پر عَدَّ شعر نمبر ۲۵ کو وَاَکَّدَہٗ شعر نمبر ۲۳ کا فاعل بنانے کی حاجت پیش نہیں آئے گی۔

شرح :- ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے آیات اور ان کے شماروں کے توقیفی ہونے کے بارے میں دو دلیلیں بیان فرمائی ہیں، جن میں سے ایک شعر نمبر ۲۳ میں گذری اور دوسری اس شعر میں ہے اور ان میں سے پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ جتنے کلمات بھی آیات کے ہمشکل ہیں ان سب پر آیت شمار کی جاتی، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں۔ پس ہمشکل ہونے کے باوجود ان پر آیت نہ ہونا صاف بتا رہا ہے کہ آیات کی تعیین عقل و رائے سے نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے کیگئی ہے۔ کیونکہ عقل تو یہ بتاتی ہے کہ ہمشکل کلمات کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہیئے اور وہ یہ کہ یا تو سب پر آیت ہو یا کسی پر بھی نہو۔ اور دوسری دلیل جو اس شعر میں ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض جگہ ایسے کلمات پر بھی آیت شمار کی گئی ہے جن پر کلام اور جملہ پورا نہیں ہوتا، یا ان کلمات کا بعد والے الفاظ سے قوی درجہ کا تعلق ہے۔ اور اس صورت میں عقل کا تقاضا یہی تھا کہ ان پر آیت شمار نہ کی جاتی کیونکہ ظاہر کی رُو سے آیت کلام کے ایک حصہ کا نام ہے، اور کسی حصہ کا کامل ہونا اس پر موقوف ہے کہ وہ اپنا مطلب بتانے میں بعد والے کلام سے بالکل بے نیاز ہو اور اس کا محتاج نہو، اور مذکورۂ بالا کلمات ایسے نہیں ہیں کیونکہ جب جملہ پورا نہیں ہوا یا بعد والے کلمہ کا پہلے کلمہ سے تعلق ہے تو یہ بات واضح ہے کہ یہ کلمات بعد والے کلمات سے بے نیاز نہیں ہیں۔ پس جملہ کے کامل نہ ہونے یا بعد والے الفاظ سے قوی تعلق ہونے کے باوجود ان کلمات پر آیت شمار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ آیات کی تعیین عقل و رائے سے نہیں کی گئی بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے مقرر ہوئی ہیں۔ اور ان کی مثالیں یہ ہیں:

(۱) فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ۝ (نزعٰت ع۲) اس پر شامی اور عراقی نے آیت شمار کی ہے۔ اور یہ جملہ شرطیہ ہے جو شرط اور جزا کے ملنے سے کامل ہوتا ہے۔ پس اس میں اَلدُّنْیَا تک شرط ہے اور فَاِنَّ الْجَحِیْمَ الخ اس کی جزا ہے۔ اور طَغٰی پر تو شرط بھی پوری نہیں ہوئی، اس بنا پر عقل کی رُو سے یہ موقع آیات میں شمار کرنے کا محل نہیں تھا۔ (۲) عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی (نجم ع۲) اس پر شامی کے لئے آیت ہے۔ حالانکہ اسکے بعد عَنْ ذِکْرِنَا ہے اور اس جار اور مجرور کا تعلق تَوَلّٰی سے ہے۔ (۳) اور (۴) اَلْاَشْقٰی ۝ اعلیٰ اور لیل میں اس پر ساتوں اماموں کیلئے آیت ہے، حالانکہ اِس کے بعد جو اَلَّذِیْ ہے وہ اپنے صلہ سے ملکر اَلْاَشْقٰی

کی صفت ہے۔ (۵) اَلَّذِیْ یَنْھٰی (علق) اس پر مدنی اوّل اور مدنی آخر مکّی حمصی، کوفی، بصری اِن چھ اماموں نے آیت شمار کی ہے، حالانکہ اس کے بعد جو عَبْدًا کا لفظ ہے وہ یَنْھٰی کا مفعول بہ ہے۔ اور اس تقریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آیات کے ابتدائی اور آخری سروں کے مقرر کرنے میں عقل و قیاس کا دخل ذرہ برابر بھی نہیں ہے کیونکہ طَغٰی پر تو جملہ پورا نہیں ہوا اور باقی چار مثالوں میں بھی آیت کے آخری الفاظ کا بعد والے کلمات سے شدید تعلق ہے جو عقل کی رُو سے علّت ہے اس بات کی کہ ان موقعوں پر آیت نہ ہوتی۔

پس آیات کا توقیفی ہونا پوری طرح واضح ہوگیا۔ اور اس شعر کے آخر میں جو عُذْرِیْ ہے اس کی تقدیر وَذٰلِکَ عُذْرِیْ ہے۔ اور معنٰی یہ ہیں کہ شعر نمبر ۲۵ کے پانچوں کلمات اور اسی طرح وہ ہمشکل اور متروک الفاظ جن کا ذکر شعر نمبر ۲۳ میں ہے۔ یہ یعنی اِن دونوں قسموں کا مجموع میرا عذر اور میری دلیل ہے اِس بات پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے سامنے آیات شمار کی ہیں اور یہ ساتوں شمار توقیفی ہیں۔

فائدہ نمبر ۱:۔ شعر نمبر ۲۳ اور نمبر ۲۵ میں جو توقیفی ہونے کی دو دلیلیں مذکور ہیں ان کی تقریر دوسرے طریقہ سے بھی ہوسکتی ہے جس سے دونوں دلیلیں مل کر ایک دلیل کے مرتبہ میں ہوجاتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ اگر آیات توقیفی نہ ہوتیں تو جتنے کلمات بھی آیات کے ہمشکل ہیں اُن سب پر آیت شمار کی جاتی اور جن کلمات پر جملہ پورا نہیں ہوتا یا ان کا مابعد سے شدید درجہ کا تعلق ہے ان میں سے کسی پر بھی آیت شمار نہ کی جاتی۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے، کیونکہ بہت سے کلمات ایسے ہیں جو آیات کے ہمشکل ہیں لیکن ان پر آیت شمار نہیں کی گئی۔ اور کچھ کلمات ایسے ہیں جن پر جملہ کامل نہیں ہوتا یا بعد والے الفاظ سے قوی تعلق ہے اور اس کے باوجود بھی ان پر آیت ہے۔ اور یہ تفریق توقیف ہی کی بنا پر ہوسکتی ہے نہ کہ عقل و رائے سے بھی۔

فائدہ نمبر ۲:۔ عَدُّ مصدر ہے جو اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے اور فاعل شماروں کے امام ہیں جو مقدر ہیں۔ اور یہ مبتدا ہے۔ اور عُذْرِیْ اس کی خبر ہے۔ یا وَعَدُّ شعر نمبر ۲۳ کے اَشْبَاہُ پر معطوف ہے۔ اور معطوفین کا مجموعہ وَاَکْدَاہُ شعر نمبر ۲۳ کا فاعل ہے۔

تیسری دلیل

(۲۶) وَمَا بَدْءُہٗ حَرْفُ التَّھَجِّیْ فَاٰیَۃٌ

صلہ — خبر

مَوْصُوْلَۃٌ وَالْمُرَادُ مِنْہُ السُّوَرُ ذَاتُ الْمُقَطَّعَاتِ

مُفرّغ

لِكُوفٍ سِوٰى ذِی رَ ا وَطٰسِیْنَ وَالْوِتْرِ
مُتَصِّ

أَیْ وَذٰلِکَ الْحُکْمُ جَارٍ فِیْ جَمِیْعِ الْمُقَطَّعَاتِ سِوٰی مُقَطَّعٍ ذِیْ رَاءٍ

ترجمہ :- اور (سورتوں کا) وہ (مجموع) جس کی ابتداء (والالفظ) ہجا کا حرف ہے (اور یہاں حرف جنس کے معنیٰ میں ہے اِس لئے قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے۔ یعنی جن سُورتوں کے شروع میں حروفِ مقطعات آرہے ہیں وہ حروفِ مقطّعات جن سے اس کی ابتداء ہوئی ہے اس سُورت کی ایسی) آیت ہے جو کوفی کیلئے (شمار کی گئی) ہے (اور یہ حکم) رٰ آ والے اور طٰسٓ اور (مقطعات میں سے اکیلے حرف ان تینؔ) کے سوا (باقی تمام حروفِ مقطعات میں جاری ہے)

شرح :- یعنی وہ حروفِ مقطّعات جو قرآن مجید کی اُنتیس ۲۹ سُورتوں کے شروع میں آرہے ہیں ان سب پر صرف کوفی ؒ نے آیت شمار کی ہے، لیکن ان میں سے تین طرح کے حروف کو مستثنےٰ کرلیا ہے اور ان پر آیت شمار نہیں کی۔ (۱) وہ جن کے آخر میں رٰآ ہے اور یہ یونسؔ، ہودؔ، یوسف علیہ السلام، رعد ابراہیم علیہ السلام، حجر، اِن چھ سُورتوں کے شروع میں ہیں۔ اور ان میں سے رعد کے شروع میں الٓمّٓر ہے اور یہ رباعی یعنی چار حروف والا ہے، اور باقی پانچ میں الٓر ا ہے اور یہ ثلاثی یعنی تین حُرُف والا ہے۔ (۲) طٰسٓ جو نمل کے شروع میں ہے۔ (۳) اِن مقطعات میں کے وہ حروف جو اکیلے آرہے ہیں اور ان کے ساتھ دوسرا حرف نہیں ہے، اور یہ تین ہیں۔ صٓ، قٓ، نٓ جو سُورہ صٓ، قٓ اور قلم کے شروع میں ہیں پس انتیس ۲۹ سورتوں میں سے ان دس ۱۰ سُورتوں کے مقطعات نکل گئے چنانچہ ان پر کوفی کیلئے بھی آیت نہیں ہے۔ رہیں باقی اُنیس سُورتیں، سواُن کی تفصیل یہ ہے :- ۱ تا ۶ چھ سورتوں کے شروع میں الٓمّٓ ہے، اور یہ بقرہ، آلِ عمران، عنکبوت، روم، لقمان، الٓمّٓ السجدہ ہیں۔ ۷ الٓمّٓصٓ اعراف کے شروع میں ۸ کٓھٰیٰعٓصٓ مریم میں، اور یہ خماسی یعنی پانچ حروف والا ہے۔ ۹ طٰہٰ اسی نام کی سُورت میں۔ ۱۰ و ۱۱ طٰسٓمّٓ شعراء و قصص میں۔ ۱۲ یٰسٓ اسی نام کی سُورت میں۔ ۱۳ تا ۱۸ حٰمٓ چھ سُورتوں کے شروع میں، اور وہ مؤمن، فصلت، زخرف، دخان، جاثیہ، احقاف ہیں۔ ۱۹ حٰمٓ عٓسٓقٓ شورٰی کے شروع میں، اور سُورہ شورٰی میں آئے گا کہ اُنھیں عٓسٓقٓ پر بھی آیت شمار کی ہے۔ پس اس کے شروع والے مقطعات دوؔ آیتیں ہیں (۱) حٰمٓ (۲) عٓسٓقٓ۔ پس ان اُنیس ۱۹ سُورتوں کے شروع والے مقطعات پر صرف کوفی نے آیت شمار کی ہے، اور ان میں سے شورٰی والے مقطعات دوؔ آیتیں ہیں۔ اور باقی اٹھارہ ۱۸ سُورتوں والے ایک ایک آیت ہیں۔ اور شورٰی والے قٓ پر حمصی ؒ نے بھی آیت شمار کی ہے۔ پس اس پر

کوفی اور حمصی کیلئے آیت ہے۔

اور **خلاصہ** یہ ہے کہ (۱) کوفی نے اُنیس ۱۹ سورتوں کے مقطعات پر آیت شمار کی ہے جن میں سے شوریٰ میں دو آیتیں اور باقی سورتوں میں ایک ایک ہے۔ اور دس ۱۰ سورتوں کے مقطعات کو مستثنےٰ کر دیا ہے۔ اور حمصی نے صرف شوریٰ میں قٓ پر شمار کی ہے نہ کہ باقی موقعوں میں بھی، رہے باقی پانچ امام مدنی اول، مدنی آخر، مکی جن کو حجازی کہتے ہیں اور دمشقی، بصری، سو ان حضرات نے مقطعات کے کسی حرف پر بھی آیت شمار نہیں کی (۲) کوفی کا دس ۱۰ سورتوں کے مقطعات پر آیت شمار نہ کرنا اور اُنیس ۱۹ سورتوں کے مقطعات پر شمار کرنا، اور اسی طرح حمصی کا صرف شوریٰ کے قٓ پر شمار کرنا اور باقی مقطعات میں کسی جگہ بھی شمار نہ کرنا۔ یہ تفریق اور جُدائی آیات کے توقیفی ہونے کی تیسری دلیل ہے کیونکہ عقل کی رُو سے تو طٰسٓ اور یٰسٓ ۝ اور اسی طرح الٓمٓصٓ ۝ اور الٓمٓرٰ بالکل یکساں ہیں۔ اس لئے ان کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہئے تھا یعنی یا سب پر آیت ہوتی یا کسی پر بھی نہ ہوتی، حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی پر آیت ہے اور کسی پر نہیں جیسا کہ مذکورہٗ بالا تفصیل سے واضح ہو چکا ہے۔ بس اس فرق کی وجہ نص کی پیروی ہے۔ (۳) چونکہ مقطعات کی یہ تفریق آیات کے توقیفی ہونے کی دلیل ہے اِسی بنا پر اس اختلاف کو یہاں بیان کیا ہے، ورنہ اس کی اصلی جگہ تو سُورۃ البقرہ تھی، اس لئے کہ مقطعات کی ابتدا ربقرہ ہی سے ہوتی ہے۔ پس مقطعات میں سے بعض کے شمار کرنے اور بعض کے نہ کرنے کی اصلی وجہ نص اور توقیف ہے۔ اور کوفی کے مقطعات پر آیت شمار کرنے کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے اپنے شیوخ سے اسی طرح سُنا ہے۔ چنانچہ علی کرم اللہ وجہہٗ سے ان کی سند کے ذریعہ منقول ہے کہ وہ ان مقطعات پر آیت شمار کرتے تھے۔ اور عمرو بن مُرّہ سے جو منقول ہے کہ وہ صٓ کو بھی ایک آیت گنتے تھے، سو یہ روایت معتبر نہیں۔ اور کوفی کے سوا دوسرے حضرات کے مقطعات پر آیت شمار نہ کرنے کی وجوہ دو ہیں۔ (۱) ان پر آیت شمار کرنے کے بارے میں ان کو کوئی نص نہیں پہنچی۔ (۲) یہ سب حروف غیر مستقل ہیں کیونکہ ان میں سے بعض تو قسموں کے معنیٰ دیتے ہیں اور ان کے بعد والا کلام قسم کا جواب ہے پس مقطعات کا بعد والے کلام سے شدید درجہ کا تعلق اور قوی تر اتصال ہے۔ اور بعض مقطعات سے یَا اِنْسَانُ یَا رَجُلُ کے معنی مُراد لئے گئے ہیں۔ اور مطلب وہی ہے جو اُوپر گذرا کہ غیر کوفی نے مقطعات کے مستقل نہ ہونے اور ان پر جُملہ کے ختم نہ ہونے کی وجہ سے ان کو آیات میں شامل نہیں کیا۔ اور کوفی کے شمار کرنے کی اصل وجہ تو وہی ہے کہ انہوں نے اپنے شیوخ سے اسی طرح سُنا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کی حکمت بھی سمجھ میں آسکتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک اعتبار سے حروفِ مقطعات مستقل بھی ہیں

کیونکہ یہ سورتوں کے نام ہیں اور ساتھ ہی ان میں سے اکثر بعد والی آیتوں کے ہمشکل بھی ہیں۔ جیسے بقرہ میں الٓمٓ، لِلْمُتَّقِیْنَ، یُنْفِقُوْنَ اور آلِ عمران میں الٓمٓ، اَلْقَیُّوْمُ، اِنْتِقَامٍ، اور اعراف میں الٓمٓصٓ، لِلْمُؤْمِنِیْنَ، تَذَکَّرُوْنَ اور الٓمٓصٓ اور الٓمٓرٰ میں فرق کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ثانی بعد والی آیتوں کی شکل اور ان کے وزن پر نہیں ہے، کیونکہ اس کے آخر میں الف ہے اور باقی آیتیں ایسی نہیں ہیں۔ اور نمل کے طٰسٓ اور شعراء اور قصص کے طٰسٓمٓ میں فرق یہ ہے کہ اوّل م سے خالی ہونے کے سبب مفرد کلمہ کی شکل پر ہے، اسی لئے اس کو شمار نہیں کیا۔ اور ثانی یعنی طٰسٓمٓ مستقل ہونے اور بعد والی آیتوں کے ہمشکل ہونے کے سبب الٓمٓ سے مشابہ ہے، اور گو یٰسٓ بھی طٰسٓ کے وزن پر ہے لیکن اس پر آیت شمار کی ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ اس میں یہ خصوصیت ہے کہ اس کے شروع میں یَا ہے۔ اور اس کے علاوہ عربی زبان کا کوئی مفرد کلمہ ایسا نہیں ہے جو یَا سے شروع ہوتا ہو۔ اور حٰمٓ کے شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اپنے چھ ہم جنسوں کے مشابہ ہے۔ کیونکہ حٰمٓ سات سورتوں کے شروع میں آرہا ہے اور بعد کی آیتوں کا ہمشکل بھی ہے۔ اور صٓ، قٓ، نٓ کے شمار نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ بَابٌ، دَارٌ جیسے مفرد کلمات کے مشابہ ہے۔ اور یہ پورا بیان اس مضمون کی حکمت بتانے کیلئے ہے جو مقطعات کے بارے میں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول بھی ہے اور سننے میں بھی آیا ہے۔

فائدہ :- فَاٰیَۃٌ کی فَا خبر میں زائد ہے کیونکہ مبتدا عموم میں شرط کے مشابہ ہے۔ اور اٰیَۃٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اَیْ فَذٰلِکَ الْمَبْدُوْءُ بِہٖ اٰیَۃٌ اور یہ جملہ وَمَابَدْؤُہٗ کی خبر ہے۔ اور عائد محذوف ہے۔ اَیْ اٰیَۃٌ مِنْہُ (متعلق) کَائِنَۃٌ (صفت) لِکُوْفٍ۔

چوتھی دلیل

(٢٧) وَمَا تَاْتِ اٰیَاتُ الطِّوَالِ وَغَیْرِھَا

(حل) (ضمّ)

عَلٰی قِصَرٍ اِلَّا لِمَا جَاءَ مَعْ قَصْر

(منتہ) (ٹھیرنا اور منحصر کرنا)

(لِمَا) ذِیْ بَیَانٍ مِّنَ الْبَیَانَاتِ اَوْ لِبَیَانٍ مَّا جَاءَ الخ ← حال مِنْ فَاعِلِ جَاءَ اَیْ جَاءَ مَقْصُوْرًا عَلَی السَّمَاعِ۔

ترجمہ :- اور لمبی (سورتوں) کی اور اُن کے سوا (چھوٹی سورتوں) کی آیتیں (انتہائی) کمی پر (یعنی ایک کلمہ والی) ہونے کی حالت میں (کسی بیان کی وجہ سے بھی) نہیں آئیں گی۔ لیکن اُس (بیان) کی وجہ سے (ایک کلمہ والی ہو کر بھی آجائیں گی) جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سُننے اور آپؐ سے منقول ہونے کی شرط سے

گھرا ہوا ہو کر آیا ہے۔

شرح:- یعنی آیات کے شماروں کے توقیفی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے ہونے کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ اگر آیات اور ان کے شمار توقیفی نہ ہوتے بلکہ عقل ورائے سے مقرر کئے جاتے تو کوئی آیت بھی ایسی نہ ہوتی جو صرف ایک کلمہ والی ہو، کیونکہ ایک کلمہ سے کوئی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے کیونکہ صرف ایک کلمہ والی آیتیں بڑی سورتوں میں بھی آئی ہیں، جیسے وہ مقطعات جن پر آیت شمار کی گئی ہے اور چھوٹی سورتوں میں بھی موجود ہیں، جیسے وَالطُّوْرِ، وَالْفَجْرِ وَالضُّحٰى، وَالْعَصْرِ اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلانے اور آپؐ سے سننے ہی پر منحصر ہے۔ پس اس سے یہ قاعدہ نکل آیا کہ آیت ایک کلمہ والی اس شرط سے ہوگی کہ اس بارے میں نص آئی ہو۔ اور بڑی سورتوں میں تو ایک کلمہ والی آیت صرف مقطعات میں ہوتی ہے، اور چھوٹی سورتوں میں اس شرط سے ہوتی ہے کہ اس میں اور آیتیں بھی چھوٹی چھوٹی آرہی ہوں۔ اور اس مضمون کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ کبھی ایک کلمہ بھی مستقل آیت ہوتا ہے، جیسے وَالْفَجْرِ ۙ وَالضُّحٰى ۙ اور جیسے الٓمّٓ ۚ الٓمّٓصٓ ۚ طٰهٰ ۚ حٰمٓ ۔

فائدہ:- لوامع کی رُو سے لِمَا کا لام وقت کے معنیٰ میں ہے اور مَا موصولہ ہے، اور اس سے مراد آیت ہے اور جَآءَ میں ضمیر کی تذکیر مَا کے لفظ کی رعایت سے ہے۔ اور شعر کے معنیٰ یہ ہیں کہ چھوٹی اور بڑی سورتوں کی آیات انتہائی کمی کے ساتھ یعنی ایک کلمہ والی ہو کر کسی وقت بھی نہیں آئیں گی لیکن ایسی آیات کے پائے جانے کے وقت ایک کلمہ پر بھی آجائیں گی جو خود بھی کمی کے ساتھ ہو کر آرہی ہوں یعنی جب کسی سورت میں دوسری آیتیں چھوٹی چھوٹی آرہی ہوں تو ان کی مناسبت سے ان سی بھی زیادہ چھوٹی حتیٰ کہ ایک کلمہ والی ہو کر بھی آجاتی ہے۔

اُس وہم کا رد جو شماروں کے توقیفی بتانے اور اس پر چار دلیلیں قائم کرنے سے پیدا ہوتا ہے (اور وہ یہ ہے کہ یہ علم پورا کا پورا نقلی ہے جس میں عقل کا ذرا بھی دخل نہیں ہے)

(۲۸) وَلٰكِنْ بُعُوْثُ الْبَحْثِ لَا قُلَّ حَدُّهَا (معترضۃ دعائیۃ)

عَلٰى جَدِّهَا تَعْلُو الْبَشَائِرُ بِالنَّصْرِ

ترجمہ: (۱) اور (گو سَاتوں شمار توقیفی ہیں اور اس پر دلائل بھی قائم ہیں) لیکن بحث کے لشکر (اور اسکی فوجیں) جو ہیں (حق تعالیٰ کے) مدد فرمانیکے سبب اُن (لشکروں) کی قوّت (کے اندازے) کیموافق خونچریاں بلند ہوتی ہیں (اللہ کرے) ان (لشکروں) کی (تلواروں کی) تیزیاں (اور دھاریں) توڑی نہ جائیں (بلکہ ہمیشہ صحیح وسَالم رہکر دشمنوں کی گردنیں اُڑانے میں کام آتی رہیں۔ . اس شعر کا دوسرا ترجمہ فائدہ نمبر۲ میں درج ہے)

شرح: یعنی صحیح اور سلیم فکریں جو ہیں ان کی قوّت اور کوشش کے اندازے کے مطابق چھپے ہوئے مسَائل واضح ہوجاتے ہیں اور مشکلات حل ہوجاتی ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ یہ فن نقلی تو ہے۔ لیکن جن جزئیات میں نص اور روایت نہیں ملتی وہاں صحیح اور سلیم فکروں سے کام لینا پڑتا ہے۔ پھر وہ فکر ان جزئیات کو دوسری ان جزئیات سے ملاکر دیکھتے ہیں جن کے بارے میں نص موجود ہے۔ پس یہ بغیر نص والی جزئیات نص والی جزئیات میں سے جن کے ہم شکل نظر آتی ہیں انہی کا حکم ان غیر منصوص جزئیات میں بھی جاری کردیتے ہیں۔ اور چونکہ غیر منصوص جزئیات کا حکم بھی نص والی جزئیات ہی سے نکلتا ہے۔ اس بنا پر یہ بھی منصوص جزئیات کے مرتبہ میں ہوکر منقولات میں شامل ہوگئیں اور اس طرح پورا علم نقلی بن گیا۔ اور جملۂ معترضہ میں فکروں کیلئے دُعا کی ہے کہ ان کی تیزی کُند نہ ہو۔ اور یہ جن جزئیات تک پہنچنا چاہیں ہمیشہ ان تک پہنچتے رہیں اور کامیاب ہوتے رہیں۔

اِس شعر میں اُس وہم کا جواب دیا ہے جس کی تقریر اُوپر عنوان میں درج ہوچکی ہے، اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ شماروں کے توقیفی ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس فن کی تمام جزئیات نقلی ہیں جن میں عقل کا ذرا بھی دخل نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس علم کے اکثر مسَائل توقیفی اور نقلی ہیں۔ جن سے علمار نے قواعدِ کلّیہ نکال لئے ہیں۔ اور جن جزئیات کے بارے میں نص نہیں آئی اجتہاد کے ذریعہ ان کے احکام بھی انہی قاعدوں سے معلوم کرلئے ہیں۔ پس فرماتے ہیں کہ یہ تو صحیح ہے کہ یہ شمار سب کے سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں لیکن یہ حکم ایسا نہیں جو ان کی تمام جزئیات میں جاری ہو کیونکہ وہ صحیح اور درست افکار اور روشن نظریں جن کو اُن اماموں کی بحث نے پیدا کیا ہے جن سے اس علم کے قواعدِ کلّیہ منقول ہیں ان فکروں اور نظروں نے ان مسَائل کے بارے میں کوشش کی اور اجتہاد کیا جن کے بارے میں نص نہیں آئی۔ اور ان کو ان نظائر کی طرف لوٹا دیا جن کے بارے میں نص موجود تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس علم کے دو حصّے ہیں (۱) وہ جو نص اور روایت سے ثابت ہے اور یہ اکثر ہے (۲) وہ جو اجتہاد کے ذریعہ حاصل ہوا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ جن جزئیات کے بارے میں نص اور روایت نہیں آئی ان کو ان جزئیات کی طرف لوٹا دیا جائے جن کے بارے میں نص موجود ہے اور ان ہی سے ان غیر منصوص جزئیات کا حکم بھی نکال لیا جائے۔ پس چونکہ بغیر نص والی جزئیات کا حکم بھی

نص والی جزئیات ہی سے نکالا جاتا ہے۔ اس بناء پر یہ کہنا صحیح ہوگیا کہ یہ علم پُورا کا پُورا توقیفی اور نقلی ہے۔

فائدہ:۔ یہ شعر یا تو استعارہ اور مجاز کے قبیل سے ہے۔ پس لشکروں سے اماموں کی صحیح اور درست فکریں مُراد ہیں اور اس مجاز کا قرینہ بُعُوْثُ کا مضاف الیہ ہے، اور وہ اَلْبَحْثِ ہے کیونکہ بحث کے لشکر اور اس کی فوجیں تو اس کے وہ نتائج اور مسائل ہی ہیں جو بحث کے بعد صاف اور بے غبار ہوکر منظرِ عام پر آتے ہیں۔ پھر اس مجاز کی ترشیح کی غرض سے لَا فُلَّ حَدُّهَا بھی فرما دیا۔ اور مقصد یہ ہے کہ جب صحیح فکروں کو لشکروں سے تشبیہ دی تھی تو اس کے بعد تلوار کی تیزیوں اور دھاروں کے کُند نہ ہونے کی دُعا بھی کر دی، یعنی اس چیز کا ذکر کر دیا جو لشکروں کے مناسب ہے، کیونکہ پہلے زمانہ میں فوجیں تلوار کی تیزی اور اس کی دھار ہی سے کام لیتی تھیں اور دشمنوں کی گردنیں اُڑاتی تھیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ صحیح فکروں کے لئے دُعا کی جائے کہ وہ ہمیشہ صحیح نتائج پر پہنچتے اور کامیاب ہوتے رہیں۔ اور اسی طرح عَلٰی جَدِّهَا بھی مجازِ مذکور کی ترشیح کے لئے ہے، کیونکہ لشکروں میں قوت کا پایا جانا بھی ازحد ضروری ہے۔ تَعْلُو الْبَشَائِرُ اس کے معنٰے ہیں بشارتیں اور خوش خبریاں بلند ہوتی ہیں۔ اس میں چھپی ہوئی چیزوں کے ظاہر ہو جانے اور مشکلات کے حل ہو جانے کی طرف اشارہ ہے۔ اس تشریح کی رُو سے شعر ۲۸ کے معنٰی یہ ہیں:۔

ترجمہ (۲):۔ اور لیکن صحیح فکریں جو ہیں (حق تعالیٰ کے) مدد فرمانے کے سبب ان (فکروں) کی قوت کے (اور مضامین کی حقیقتوں کی بحث میں غور کرنے کے اندازہ کے) مطابق خوشخبریاں بلند ہوتی ہیں (یعنی فکریں جس قدر قوی اور سلیم اور دُور رس ہوتے ہیں اسی اندازہ کے مطابق فن کے چھپے ہوئے مسائل واضح ہوکر سامنے آجاتے ہیں اور مشکل مسائل حل ہوکر صاف اور بے غبار ہو جاتے ہیں۔ پھر مبتدا اور خبر کے درمیان لَا فُلَّ حَدُّهَا جملۂ معترضہ لاکر صحیح فکروں کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ کرے (ان فکروں کی تلواروں کی) تیزیاں (اور دھاریں) توڑی نہ جائیں (اور کُند نہ ہونے پائیں، اور ان کی شوکت کمزور نہ ہو۔ اور مقصد یہ ہے کہ یہ صحیح فکر جن حقیقتوں تک پہنچنا چاہیں ان مقاصد تک پہنچتے رہیں اور ہمیشہ کامیاب ہوتے رہیں)

فائدہ ۲:۔ یا اس شعر کی عبارت تمثیل کے قبیل سے ہے، اور لَا فُلَّ حَدُّهَا میں تمثیل کی ترشیح ہے، اور مقصد یہ ہے کہ وہ سلیم افکار جن کو اس فن کی جزئیات کی بحث نے حرکت دی تھی اور بیدار کیا تھا عمل میں مشغول ہوئے اور ان فکروں نے یہ کام کیا کہ جن جزئیات کے بارے میں نص نہیں آئی تھی ان کو اُن جزئیات کی طرف لوٹا دیا جن کے بارے میں نص موجود تھی۔ اور ان منصوص جزئیات سے غیر منصوص جزئیات کا حکم نکال لیا۔ اور اس علم کے اُن مقاصد اور اُن قواعدِ کلیہ کو حاصل کرکے کامیاب

ہو گئے جن کو ان افکار نے طلب کیا تھا اور جن کی طرف ان کی جزئیات لوٹائی جاتی ہیں۔

فائدہ ۲: لوامع البدر میں اِس شعر کے مطلب کی تقریر دوسری طرح کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ شعر نمبر ۲۷ سے یہ حکم مفہوم ہوا ہے کہ قرآن مجید میں ایک کلمہ والی آیتیں نہایت کمی کے ساتھ اور صرف اُن موقعوں میں آئی ہیں جن میں شیوخ سے سُنی گئی ہیں۔

اب شعر نمبر ۲۸ میں اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ اکثر آیات ایک کلمہ والی کیوں نہیں ہوتیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر ایک کلمہ مستقل آیت بن جائے تو اس کا نمونہ تیار کر کے پیش کرنا انسان کی طاقت سے باہر نہیں رہے گا۔ حالانکہ بعض کے قول پر ایک آیت بھی مُعجِز ہے۔ جس کا نمونہ تیار کرنے سے ساری مخلوق عاجز ہے۔ اور اس وجہ کی تقریر وَلٰکِن سے شروع کی ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت کی رُو سے اُس جملہ کے مرتبہ میں ہے جس کو تالی یعنی جزا کی نقیض سے مستثنیٰ کرتے ہیں۔ پس اس کی تقریر اس طرح ہو گی کہ اگر آیت کا صرف ایک کلمہ پر ہونا ثابت ہو جائے تو آیت کا اعجاز باقی نہیں رہے گا۔ لیکن قرآن کی ہر ہر آیت کا معجز ہونا ثابت ہے۔ پس نکل آیا کہ اکثر آیات ایک کلمہ پر نہیں ہوں گی اور ان کی اس تقریر پر شعر نمبر ۲۸ کا ترجمہ اس طرح ہو گا۔

ترجمہ (۳): اور لیکن (دشمن کے مقابلہ میں) بھیجے ہوئے (اور روانہ کئے ہوئے) لشکر جو ہیں ان کی (تلواروں کی) تیزی کند نہیں کی جاتی (اور وہ دشمن سے شکست نہیں کھاتے بلکہ) وہ (لشکر آپس میں ایکدوسرے کی) مدد کرنے کے سبب (مقابل فریق کے) انسانوں پر اپنی مقدار کے موافق غلبہ حاصل کرتے ہیں (اور فتح پاتے ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ آیت کے ایک کلمہ والی ہونے میں نقصان کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن قرآن کی شان کے لائق یہ ہے کہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی آیت کم از کم دو کلموں والی ہو، کیونکہ آیت کے ذریعہ دشمنوں کو چیلنج دیا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کا نمونہ پیش کرو پس یہ آیت ان لشکروں کے مرتبہ میں ہے جو دشمنوں کے مقابلہ میں روانہ کئے جاتے ہیں۔ اور عقل کا تقاضا یہ ہے کہ لشکر کی تعداد مقابل کے لشکر کی تعداد سے کم نہ ہو، تاکہ وہ دشمن پر آسانی سے قابو پالے، اور اس فوج کے روانہ کرنے والے کو قوّت واطمینان کی دولت میسّر آجائے۔ اور اسی لئے مشہور ہے کہ عمدہ ترین سجع وہ ہے جو مختصر ہو، کیونکہ اس سے متکلم کی قوت اور ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس کے کم سے کم کلمات دو ہوتے ہیں جیسے وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا اور طویل وہ ہے جس کے کلمات دس سے زیادہ ہوں جیسے بڑی سورتوں کی آیتیں۔ اور متوسط آیت وہ ہے جو کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس کلمات والی ہو جیسے سورۂ قمر کی آیتیں)۔

تنبیہ:- اس شعر کا یہ مضمون بعض کے مذہب پر مبنی ہے ورنہ جمہور کی رائے تو یہ ہے کہ نمونہ ایک آیت کے ذریعہ طلب نہیں کیا جاتا بلکہ ان کے ہاں اعجاز کا ادنیٰ ترین درجہ تین ۳ آیتیں ہیں اور دلیل فَأْتُوا بِسُورَةٍ (بقرہ ع۳ یونس ع۴) ہے۔ اور کوئی چھوٹی سے چھوٹی سورت بھی ایسی نہیں جو تین ۳ آیتوں سے کم ہو۔ لیکن چونکہ پہلا مذہب اجماعی ہے اس لئے ناظم رح نے اسی کو پسند فرمایا ہے۔ اور یہ وہ ہے جو شعر نمبر ۲۷ میں گزر چکا ہے۔ کیونکہ جب ایک آیت کا نمونہ پیش کرنے سے عاجز ہونا ثابت ہو جائے گا تو پھر تین ۳ آیتوں کا نمونہ لانے سے عاجز ہونا تو اور بھی واضح ہو جائے گا۔

فائدہ ۵:- (الف) لوامع البدر کی رُو سے شعر نمبر ۲۸ میں اَلْبَعْثِ ہے حا کے بجائے عین سے اور یہ مصدر ہے جو بھیجنے اور روانہ کرنے کے معنیٰ میں ہے۔ اور بُعُوْثُ الْبَعْثِ میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔ پس اصل کی رُو سے وَلٰکِنِ الْبُعُوْثُ الْمَبْعُوْثَةُ تھا یعنی اَلْجُیُوْشُ الْمُرْسَلَۃُ۔

(ب) نیز لوامع کی تحقیق پر اَلْبَشَائِرَ، تَعَلَّوْا کا مفعول ہونے کے سبب ر کے نصب سے ہے اور فاعل ضمیر بُعُوْثُ کیلئے ہے۔ اور بَشَائِرُ بَشَرٌ کی جمع ہے جو انسانی مخلوق کے معنیٰ میں ہے۔

(ج) اس تقریر کی رُو سے یہ شعر اپنے لغوی معنیٰ پر ہے اور استعارہ اور تمثیل کے قبیل سے نہیں ہے۔

ان کتابوں کا بیان جن سے اس قصیدہ میں مدد لی گئی ہے

(۲۹) وَقَدْ أُلِّفَتْ فِي الْآيِ كُتْبٌ (سُض) وَإِنَّنِي

لِمَا أَلَّفَ الْفَضْلُ بْنُ شَاذَانَ مُسْتَقْرِي

مُتَعَلِّقٌ بِمُسْتَقْرِي وَهُوَ خَبَرُ إِنَّ

لِمَا کا مَا موصولہ ہے اور اَلَّفَ کا جملہ صلہ ہے اور عائد محذوف ہے ای لِمَا أَلَّفَهُ الْفَضْلُ (عامل) وَالتَّأْلِیْفُ هُوَ الْجَمْعُ

ترجمہ:- اور بلاشک آیات (اور فواصل کے علم) میں (بہت سی اور عظیم الشان) کتابیں جمع کی گئی (اور لکھی گئی) ہیں، اور یقیناً میں (یا حالانکہ میں اس قصیدہ کی نظم کے لئے) اُسی (کتاب کے مضامین) کا تلاش کرنے والا ہوں جس کو (ابو العباس) فضل (یعنی) ابن شاذان (ابن عیسےٰ رازی) نے جمع کیا ہے۔

شرح:- یہ امام بڑے ثقہ عادل عالم تھے۔ انہوں نے قرأت حلوانی سے حاصل کی اور مذکورۂ بالا سب شماروں میں دانی رح کی سند ان تک اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ اور یہ قرأت کے آٹھویں امام ابو جعفر یزید کے طرق میں سے ہیں اور ان کی وفات کا سال ۲۹۰ھ ہے۔

فائدہ:۔ دوسرا واؤ یا تو استینافیہ ہے، اور یہ جُملہ اس مقدر سوال کا جواب ہے کہ جب اس فن کی کتابیں بہت سی ہیں تو کیا آپ نے قصیدہ کے مضامین ان سب ہی کتابوں سے لئے ہیں؟ پس جواب میں فرمادیا کہ نہیں میں نے تو صرف فضل کی کتاب سے لئے ہیں۔ یا واؤ حالیہ ہے۔

مکّی، شامی، بصری شماروں کی تین سندیں

(جو شعر ۳۰ کے تین فائدوں میں درج ہیں)

(۳۰) رَوٰی عَنْ اُبَیٍّ وَّالذِّمَارِیْ وَعَاصِمٍ
مَعَ ابْنِ یَسَارٍ مَّا احْتَبَوْہُ عَلٰی یُسْرٍ

(حاشیہ: ضِدُّ العُسْرِ (آسانی) — مُخَفَّفٌ — مَفْ — ظرف — مُتَعَلِّقٌ بِرَوٰی اَوْ بِاحْتَبَوْہُ)

ترجمہ:۔ اُن (فضل بن شاذان) نے اُبَیّ (بن کعبؓ) اور (یحیٰی) الذِّماری اور عاصم (جحدری) سے حالانکہ یہ تینوں (عطاء) ابن یسارؒ سمیت ہیں (غرض ان چاروں سے شماروں کی) اُس (عطاء) کو نقل کیا ہے جسکو ان (چاروں) نے (اپنے شیوخ سے) آسانی کے ساتھ (اور بہت جلد) قبول کیا ہے (اور حاصل کیا ہے)

شرح:۔ یعنی فضل نے اپنی مذکورۂ بالا کتاب میں جو شمار بیان کئے ہیں ان کو اپنی رائے سے مقرر نہیں کیا، بلکہ اماموں سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ مکّی شمار کو اُبَیّ بن کعبؓ سے، اور شامیؒ کو یحیٰی الذّماری سے اور بصریؒ کو عاصم اور عطاءؒ سے لیا ہے۔ اور اس عطیہ کو پوری خوشی اور آسانی کے ساتھ کسی رکاوٹ کے بغیر قبول کرلیا ہے۔

اور مَا احْتَبَوْہُ میں مَا موصولہ کے ذریعہ انہی تین شماروں کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اس میں علم کی روایت کو عطیہ سے اور اس کے قبول کرنے کو عطیہ اور انعام کے قبول کرنے سے تشبیہ دی ہے۔ کیونکہ اِحْتَبَوْا، حِباءٌ سے بنا ہے جو عطا کے معنٰی میں ہے۔

فائدہ نمبر ا:۔ مکّی شمار کے بارے میں دانیؒ کی سند یہ ہے:۔ (۱) فارس بن احمد یہ موصوف کے شیخ ہیں۔ (۲) احمد بن محمدؒ (۳) احمد بن عثمان (۴) فضل بن شاذان اور فضل کے بعد کی سند اس طرح ہے:
(۵) ابو بزہ یہ فضل کے شیخ ہیں اور انہوں نے فضل سے فرمایا کہ مجھ سے روایت کرو (۶) عکرمہ بن سلیمان (۷) شبل اسماعیل (۸) عبد اللہ بن کثیر (۹) مجاہد (۱۰) ابن عباسؓ (۱۱) اُبَیّ بن کعبؓ۔

فضل کہتے ہیں کہ آج کل مکّہ والوں کا شمار یہی ہے۔ اور اس کے موافق ہے جیسے میں نے ان کی ایک کتاب میں پایا ہے۔

فائدہ ۲:۔ شامی شمار کی سَند یہ ہے:۔ (۱) فارسؒ (۲) احمد بن محمّدؒ (۳) احمد بن عثمانؒ (۴) فضل بن شاذانؒ، یہاں تک مکّی وشامی دونوں کی سند یکساں ہے (۵) احمد الصّغارؒ (۶) عبداللہ بن ذکوانؒ (۷) ابوسلیمان ایوب بن تمیم (۸) یحییٰ بن الحارث ذِماری۔

فائدہ ۳:۔ بصری کی سَند (۱ تا ۴) یہ سب وہی نام ہیں جو مکّی شمار میں گذرے ہیں (۵) ابوالحسن معلّم (۶) عقبہ بن مکرم (۷) ہیضم بن شَدّاخ (۸) عاصم جحدری۔ اور فضل کہتے ہیں کہ عطاء بن یسار اور عاصم جحدری دھائیوں میں اور آیات کے حساب میں متفق ہیں، اور اس شعر میں اپنے مأخذوں کی تعداد بتائی ہے، وہ چار حضرات ہیں جن کے نام شعر نمبر ۳۰ میں درج ہیں۔

کوفی شمار کی سَند

(۳۱) وَمَا لِابْنِ عِيسٰى سَاقَهٗ فِي كِتَابِهٖ
(أَيْ وَمَا نُسِبَ إِلَى ابْنِ عِيسٰى (استينافيہ) موصولہ صلہ)
وَعَنْهُ رَوَى الْكُوفِيْ وَفِي الْكُلِّ اسْتَبْرِيْ

ترجمہ:۔ اور جو (شمار امام حمزہؒ کے شاگرد سُلَیم) ابنِ عیسیٰ (حنفی) کی طرف (منسوب کیا گیا) ہے ان (فضل بن شاذانؒ) نے اپنی کتاب میں اُس (شمار کو بھی بیان کیا ہے اور کوفی (شمار والوں) نے (بھی اپنے شمار کو) ان (سُلَیم ہی)، سے نقل کیا ہے (پس کوفی شمار وہ ہے جو سُلَیم کے ذریعہ امام حمزہؒ اور سفیان سے منقول ہے۔ اور ابن شاذان مذکور نے اپنی کتاب میں اسی کوفی شمار کو بیان کیا ہے اور ناظمؒ فرماتے ہیں کہ سُلَیم کی پیروی کرتے ہوئے میں بھی اپنے قصیدہ میں کوفی کیلئے اسی شمار کو بیان کروں گا) اور میں (اس) پُورے (مجموعے) میں (جس کو فضل نے شمار کے اماموں سے نقل کیا ہے انتہائی کوشش کے ساتھ احاطہ کرنے کے ذریعہ کوتاہی اور کمی کرنے کی تہمت اور اس کے شبہ سے) رہائی حاصل کروں گا۔

شرح:۔ یعنی میں اپنے قصیدہ میں فضل کا وہ بیان بالکل پُورا نقل کروں گا جس کو موصوف نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہاں ناظمؒ نے کوتاہی کی ہے۔ اور فضل کے

بیان کا کچھ حصہ ترک کر دیا ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ فضل نے جتنے شمار نقل کئے ہیں میں ان سب میں خود فضل کی بھی پیروی کروں گا اور ان اماموں کی بھی جن سے فضل نے نقل کیا ہے۔ پس اس میں مدنی اوّل کا شمار بھی آگیا جس کو نافع نے اپنے دو استادوں شیبہ اور یزید سے نقل کیا ہے۔ اور مدنی اخیر بھی آگیا جسے اسماعیل بن جعفر نے ابن جمّاز کے ذریعہ انہی دونوں اماموں یعنی شیبہ اور یزید سے روایت کیا ہے۔

فائدہ ۱:۔ کوفی شمار کو ابو عیسٰی سُلَیم بن عامر حنفی نے سُلیم بن عیسٰی حنفی سے اور انہوں نے حمزہؒ سے نقل کیا ہے۔

فائدہ ۲:۔ سُلیم بن عیسٰی حنفی کی وفات کا سال ۱۸۰ھ ہے۔ یہ قرائت کے حافظ، ضابط اور امام حمزہؒ کے مخصوص ترین اور ضابط ترین شاگرد تھے۔

فائدہ ۳:۔ دانیؒ نے کوفی شمار کی سند اس طرح بیان کی ہے:۔ (۱) فارس بن احمد جو دانیؒ کے شیخ ہیں (۲) محمد بن احمد (۳) ابو بکر الرّازی (۴) ابو العبّاس المقری یعنی فضل بن شاذان (۵) محمد بن عیسٰی (۶) خلف (۷) سُلیم، خلف نے اس شمار کو سُلیم سے سُنا بھی ہے۔ سُلیم فرماتے ہیں کہ حمزہؒ سے جو کسائی کی روایت ہے اس کو مجھ سے نصیر نے بیان کیا اور کسائی نے اس شمار کو خود حمزہؒ سے سُنا اور نصیر نے یہ بات بھی بتائی کہ میں نے کسائی سے اِس شمار کا ذکر بار بار سُنا ہے۔ دانیؒ لکھتے ہیں کہ میں نے اوّل سے اخیر تک قرآن پاک کے رؤس آیات اور خموس و عشور کو اپنے شیخ ابو الفتح کے روبرو دوبار دہرایا۔ اور شیخ نے مجھ سے اس شمار کو اپنی مذکورۂ بالا سند کے ذریعہ بیان کیا اور اس روایت پر قرآن مجید کی آیات چھ ہزار دو سو چھتیس ۶۲۳۶ ہیں۔ اور قرآن کے عشور اس شمار میں چھ سو تیئیس ۶۲۳ اور چھ آیتیں ہیں۔ اور خموس کی مجموعی تعداد بارہ سو سینتالیس ۱۲۴۷ اور ایک آیت ہے۔

فائدہ ۴:۔ لوامع کی تحقیق پر وَمَا لِابْنِ عِیْسٰی میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ موصولین کا مجموعہ اضمار علٰی شریطۃ التفسیر کے قبیل سے ہو، اور اس کا ناصب وہ مقدر فعل ہے جس کی تفسیر سَاقَہٗ مذکور سے ہو رہی ہے، اور اس صورت میں کلام کی تقدیر یہ ہوگی وَسَاقَ ابْنُ عِیْسٰی مَانُسِبَ اِلَیْہِ سَاقَہٗ فِیْ کِتَابِہٖ، پس تفسیر میں مذکور ہونے کے قرینہ سے مُفَسَّر میں سے سَاقَ کو حذف کر دیا۔ اور یہ اضمار علٰی شریطۃ التفسیر اس قصیدہ کے بہت سے اشعار میں آیا ہے اور سب میں یہی تقریر جاری ہے اور یہاں فِیْ سَاقَ مقدر کے متعلق ہے، کیونکہ وہی اصل ہے، رہا سَاقَہٗ مذکور سو اس کا ذکر صرف تفسیر کی غرض سے آیا ہے خوب سمجھ لو۔

اس وہم کا رد جو شعر نمبر ۲۹ تا ۳۱ سے پیدا ہوا ہے (اور وہ یہ ہے کہ جب ناظمؒ اس قصیدہ کے مضامین فضل سے نقل کریں گے تو شاید ان کے ماسوا سے بالکل نہیں لیں گے۔ پس اس شعر نمبر ۳۲ میں بتا دیا کہ میرے دو ماخذ اور بھی ہیں)

اس کی تقدیر یہ ہے :- لَمْ أَسْرِ فِي حَالٍ مِّنَ الْأَحْوَالِ إِلَّا فِيْ حَالَ كَوْنِيْ مُظَاهِرًا

(۳۲) وَلٰكِنَّنِيْ لَمْ أَسْرِ إِلَّا مُظَاهِرًا
بِجَمْعِ ابْنِ عَمَّارٍ وَّجَمْعِ أَبِيْ عَمْرٍو

ترجمہ :- اور (گو میں نے اس نظم میں وہی مضامین بیان کئے ہیں جو فضل سے منقول ہیں) لیکن میں (اس قصیدہ کی تصنیف میں اور کسی حالت میں بھی) رات کے وقت نہیں چلا ہوں (اور میں نے فضل کی پیروی کسی حالت میں بھی نہیں کی ہے) لیکن (اگر کی ہے تو) اس حالت میں (کی ہے) کہ ابن عمار کی جمع (کی ہوئی کتاب) سے اور ابو عمرو (الدانی) کی جمع (کی ہوئی کتاب البیان) سے مدد (اور قوت) دیا گیا ہوں (یا ان دونوں کتابوں سے مدد اور قوت حاصل کرنے والا ہوں)۔

شرح :- یعنی اگرچہ میں نے اس قصیدہ میں وہی شمار بیان کئے ہیں جن کو ابنِ شاذان نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، لیکن اس کی تکمیل اس طرح ہوئی ہے کہ میں نے یہ شمار دو جلیل القدر اماموں کی کتابوں سے لئے ہیں جن میں سے ایک ابنِ عمار اور دوسرے ابو عمرو دانی ہیں۔ اور ان دونوں حضرات کی کتابوں میں سے بھی صرف وہی شمار لئے ہیں جن کو ابن عمار اور دانیؒ نے فضل بن شاذان کی کتاب سے روایت کیا ہے اور اسی بنا پر ناظمؒ نے حمصی شمار کو نہیں لیا کیونکہ یہ شمار ابن شاذان کی کتاب میں نہیں تھا۔

فائدہ ۱ :- لَمْ أَسْرِ میں استعارہ تصریحیہ اور تبعیہ ہے جس میں مقصود تک پہنچانیوالی سندوں کی پیروی کو اندھیری رات میں چلنے سے اور اپنے اضطراب کو اُس شخص کے حال سے جو اندھیرے میں ہو اور مدد کرنے والے ائمہ کو اضطراب کے دور کرنے میں روشنی سے تشبیہ دی ہے اور استعارہ اور مجاز کے طور پر سُرٰی کو سندوں کی پیروی کے معنٰی میں استعمال کیا ہے، کیونکہ لَمْ أَسْرِ اسی سے بنا ہے۔ جس کے معنٰی یہ ہیں کہ میں فضل کی پیروی کرنے اور اپنی سند کو فضل تک متصل کرنے میں صرف ان دو کتابوں کے ذریعہ کامیاب ہوا ہوں جن کو دو جلیل القدر اماموں ابن عمار

اور دانیؒ نے تصنیف کیا ہے۔ اور ان میں متّصل سندیں بھی درج کی ہیں۔ پس گویا ان دو اماموں کی کتابیں اُس ستارہ کے مرتبہ میں ہیں جو رات کی اندھیری میں راستہ دکھاتا ہے۔

فائدہ ۲ :۔ ناظمؒ نے اپنے قصیدوں کے مضامین کیلئے دانیؒ کی کتابوں کو اصل قرار دیا ہے چنانچہ حرز الامانی کے لئے تیسیر کو اور رائیہ کیلئے مُقنِع کو اور اس قصیدہ ناظمۃ الزہر کے لئے دانیؒ کی "جمع فی الآیات" کو ماخذ بنایا ہے۔

فائدہ ۳ :۔ اوپر کی تقریر سے نکل آیا کہ ناظمؒ نے اُن تمام چیزوں کو نہیں لیا جن کو دانیؒ نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے بلکہ صرف وہی مضامین لئے ہیں جو ابنِ شاذان سے ہیں۔ اور اسی لئے حمصی شمار کو بیان نہیں کیا۔ نیز اُن چیزوں کو بھی نہیں لیا جو فن سے تعلّق نہیں رکھتیں جیسے سورتوں کے مکّی اور مدنی ہونے کی بحث، اور سُورت کے کلمات اور اس کے حروف کا شمار۔ اور خموس وعشور کا بیان اور فائدہ کے کامل کرنے کی غرض سے اس شرح میں انشاء اللہ یہ مضامین بھی درج کئے جائینگے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ۔

یہاں تک پانچ مضامین بیان ہوئے ہیں :۔ (۱) آیات کے شماروں کا جمع کرنا۔ (۲) اس علم کی فضیلت اور بزرگی۔ (۳) اُن حضرات کی فضیلت جن سے یہ علم منقول ہے۔ (۴) اُن کا بیان جنہوں نے ناظمؒ سے پہلے اس فن میں کتابیں لکھی ہیں۔ (۵) اِن مؤلفین میں سے اُن کا بیان جن کی اس قصیدہ میں پیروی کی ہے۔

اِن ضروری مقاصد سے فارغ ہونے کے بعد دُعا کے لئے حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف رجوع فرمانا

(۳۳) عَسٰی جَمْعُہٗ فِی اللّٰہِ یَصْفُوْا وَنَفْعُہٗ
یَعُمُّ بِرُحْمَاہُ فَیَشْفِیْ مِنَ الضُّرِّ

ترجمہ :۔ قریب (یعنی امید) ہے کہ اس (اللہ) کے رحمت (اور مہربانی) فرمانے کے سبب اس (نظم) کا جمع کرنا (اور لکھنا) اللہ (کی رضا ہی) کے لئے خالص (اور نفس وشیطان اور ریا اور شہرت

طلبی کی ملاوٹوں سے پاک اور دوسرے تمام گناہوں کی کدورتوں سے بالکل صاف) ہوجائے (اور مقصد یہ ہے کہ نیت میں خلوص کی دولت عطا ہو جائے) اور (اس رحمت ہی کے سبب) اُس (نظم) کا نفع (بھی) عام (و تام) ہو جائے، پھر یہ (نظم طلباء کو) نقصان (اور جہالت کی بیماری) سے شفایاب کرے (یعنی شفا دینے کا سبب بن جائے۔)

شرح :- اس لئے کہ جس عمل میں خلوص نہ ہو اور نہ اس میں خود عمل کرنے والے کے لئے نفع ہو اور نہ دوسروں کے لئے، وہ عمل غبار کی طرح بالکل بیکار ہوتا ہے۔ پس ہم ان احوال سے پناہ مانگتے ہیں اور یہ بندۂ ضعیف اور حقیر و ناتواں بھی حق تعالےٰ کے لطف و کرم سے امّید وار ہے کہ اس شرح میں نیت کو ریاء سے اور دُنیا کی دوسری اغراض اور تمام عیوب سے پاک فرمادیں اور اس کو خالص اپنی رضا کا ذریعہ بنادیں، اور ناظمؒ کی دعا کی برکت سے اس کے نفع کو بھی عام کردیں۔

اس بات کا اظہار کہ حق تعالیٰ کی مدد کے بغیر اس فن کے مکمل کرنے سے عاجز و مجبور ہوں اور چھوٹے بڑے ہر ایک کام میں ان کی مدد کا محتاج ہوں

مُتَعَلِّقٌ بِصِفَةِ عُمْدَتِیْ اَوْ صِفَةِ تَوَکُّلِیْ اَیْ عُمْدَتِی الْکَائِنَۃُ اَوْ تَوَکُّلِی الْکَائِنُ

(۳۴) عَلَی اللّٰهِ فِیْهِ عُمْدَتِیْ وَتَوَکُّلِیْ

وَمِنْهُ غِیَاثِیْ وَهُوَ حَسْبِیْ مَدَی الدَّهْرِ

(غایت) اور قَطَعْتُ الْاَرْضَ مَدَی الْبَصَرِ بھی اسی سے ہے۔ — ظرف حسبی

ترجمہ :- اُس (نظم اور اس فن کے پورا کرنے کے ارادہ) میں میرا اعتماد اور میرا بھروسہ اللہ (تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ) ہی پر ہے (نہ کہ اپنے علم کی کثرت اور معلومات کی وسعت پر کیونکہ سارے کام ان کی مدد ہی سے بنتے ہیں علم کی کثرت اور معلومات کی وسعت بھی جب ہی کام آتی ہے جب وہ چاہتے ہیں۔ ورنہ ظاہری اسباب سب کے سب بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں) اور میرا فریاد طلب کرنا (بھی) اُنہی سے ہے (یعنی اُنہی سے مدد چاہتا ہوں کہ مجھے اس مقصد کی تکمیل کے لئے قدرت عطا فرمادیں) اور (زندگی کے) زمانہ کی انتہا تک (یعنی ہر وقت اور ہر زمانہ میں) وہی مجھے کافی ہیں (اور اپنے ماسوا سے بے نیاز کردینے والے ہیں)

شرح :- یعنی حق تعالےٰ شانہٗ بہت اچھے کارساز اور نہایت عمدہ مددگار ہیں۔ کیونکہ جب وہ کسی بندے کا کام بنانا اور مدد فرمانا چاہتے ہیں تو بڑی سے بڑی طاقت بھی اُنہیں روک نہیں سکتی اور وہ

کام ہو کر ہی رہتا ہے۔

فائدہ شعر ۳۳ ۱: عَسٰی فعلِ مُقَارِبْ ہے جو یہ بتاتا ہے کہ جو مضمون اس کے بعد آرہا ہے عنقریب ہی اس کے وجود میں آنے کی اُمّید ہے۔

۲: یَصْفُوْ، صَفْوٌ سے ہے، جس کے معنٰی ہیں صَاف اور خالص اور ملاوٹ سے خالی ہونا۔

۳: فَیَشْفِیْ کی فَا سببیہ ہے۔ پس نظم کا خالص حق تعالیٰ کی رضا کے لئے ہونا اور اس کے نفع کا عام ہونا جہالت کی بیماری سے شفایاب ہونے کا سبب ہے۔

فائدہ شعر ۳۴: دَهْرٌ بعض کی رائے پر زمانہ کے اور بعض کی رائے پر ہمیشہ کے معنٰی میں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے اس کے معنی میں توقف فرمایا ہے اور یہاں اَبَدًا کے معنٰی میں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، حق تعالٰے کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ ان کی بے انتہا عنایتوں کے سبب خطبے اور دیباچے کی شرح ختم ہو گئی۔

بَابٌ

فِیْ عِلْمِ الْفَوَاصِلِ وَالْاِصْطِلَاحَاتِ فِی الْاَسْمَآءِ وَغَیْرِهَا

یہ ایک باب ہے جو آیتوں کی پہچان اور ان اصطلاحات کے بیان میں ہے جو اہل شمار کے ناموں اور ان سے تعلّق رکھنے والی دُوسری چیزوں کے بارے میں استعمال کی گئی ہیں۔

ف ١ :۔ لغت کی رُو سے باب اُس دروازے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ باہر سے اندر آنے اور اندر سے باہر جانے کا کام لیتے ہیں، اور اصطلاح میں باب علم کے اُس حصّہ کا نام ہے جو اکثر اوقات مسائل اور فصلوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

ف ٢ **علم** :۔ یہاں پہچان کے معنٰے میں ہے۔

ف ٣ **فواصل** :۔ فَاصِلَۃٌ کی جمع ہے جو آیت کے آخری کلمہ کے معنٰی میں ہے۔ جیسے الْعٰلَمِیْنَ اَلدِّیْنِ، بَصِیْرٌ اور آیت علامت کے یا جماعت کے معنٰی میں ہے اور تفصیل اسی باب کے شعر ١٥/٤٩ اور ١٦/٥٠ میں آئے گی۔ اور فاصلہ کا دوسرا نام رَأْسُ الاٰیۃ بھی ہے، یعنی آیت کا آخری سرا۔ اور یہ اس قافیہ کے مرتبہ میں ہے جو شعر کے آخری کلمہ کا نام ہے۔ نیز نثر میں فقرے کے مَقْطَع کے قائم مقام ہے جو سجع میں اپنے ہموزن کلمہ سے مل کر آتا ہے۔

ف ٤ **اصطلاحات** :۔ اصطلاح کی جمع ہے اور یہ وہ حرفی اور کلمی رموز ہیں جن کو ناظم رحؒ نے اہل شمار کے ناموں کے بجائے استعمال کیا ہے اور سُورتوں کی آیتوں کا شمار بتانے کے لئے مقرر کیا ہے۔

ف ٥ وَغَیْرِهَا (ان کے ماسوا) میں وہ سب چیزیں آگئیں جن کے بارے میں اس فن کے علماء نے اصطلاح جاری کی ہے جیسے آیت کے معنٰی کا بیان اور اس کے علاوہ دوسری چیزیں۔

ف ٦ :۔ ابوشامہؒ لکھتے ہیں کہ علماء کی کتابوں میں جو باب اور فصل کا لفظ آتا ہے وہ مبتداء مقدر هٰذا کی خبر ہوا کرتا ہے۔ اور بعض اس کو ظاہر بھی کر دیتے ہیں۔ پس یہاں معنٰے یہ ہیں کہ یہ ایک باب ہے جو فواصل کے مسائل اور قوم کی اصطلاحات اور سوالات و جوابات کے بارے میں ہے۔

تمہید :۔ ان پانچ طُرُق کے بیان میں جن سے آیات کے آخری سروں کا پہچاننا آسان ہو جاتا ہے۔ اور ان میں سے تین شعر ٣٥/١ تا ٣٧/٣ میں آرہے ہیں اور باقی دو فن کے دوسرے علماء نے اپنی نورانی سمجھ سے نکالے ہیں اور وہ یہ ہیں

(۱) مستقیم و صحیح ملکہ اور کامل درجہ کی لیاقت (۲) مساوات یعنی آیت کا چھوٹی اور بڑی ہونے میں اپنے سے پہلی اور بعد والی آیتوں کے برابر ہونا۔ چنانچہ سُورۃ البقرہ سے سُورۃ براۃ تک جتنی سُورتیں ہیں ان کی اکثر آیتیں بڑی بڑی ہیں اور ان کے بعد والی سُورتوں کی اکثر آیتیں کسی قدر چھوٹی ہیں۔ اور پھر الشعراء سے قرآن کے اخیر تک کی آیتیں اور بھی چھوٹی ہیں۔ اور اس سے نکل آیا کہ انعام ع۲ میں یَسْمَعُوْنَ اور اَغَیْرَ اللّٰہِ تَدْعُوْنَ اور ع۱۱ میں وَمُنْذِرِیْنَ اور اعراف ع۲۱ میں لَا یَسْتَبِیْنُوْنَ اور مِنْھُمُ الصّٰلِحُوْنَ ان پانچوں پر آیت نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ان پر آیت شمار کرلیں تو پھر یہ آیتیں مقدار میں پہلی اور بعد والی آیتوں کے برابر نہیں رہتیں۔ بس آیات کے پہچاننے کا ایک طریقہ مساوات بھی ہے۔ (۳) مشاکلہ، یعنی آیت کا آخری حرف میں یا اس سے پہلے حرف میں پہلی اور بعد والی آیتوں کے ہم شکل اور موافق ہونا۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو حرف پہلی آیت کے ختم پر ہو دوسری اور تیسری آیت کے آخر میں بھی وہی حرف ہو۔ جیسے سُورۃ البلد کی پہلی پانچ۵ اور سُورۃ الاخلاص کی چار۴ یا پانچ۵ آیتیں یہ سب آخری حرف میں یکساں ہیں کیونکہ سب کی سب دال پر ختم ہوتی ہیں۔ اور اسی طرح سُورۃ الشمس کی پندرہ۱۵ اور والیل کی اکیس۲۱ اور والضحیٰ کی پہلی آٹھ۸ آیتیں، ان سب کے اخیر میں الف مدّہ ہے۔ یا آیت کا پہلی اور بعد والی آیت کے ساتھ آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہونا جبکہ وہ مدّہ ہو، یا لین ہو جیسے سُورۃ الفاتحہ کی سات۷ آیتیں، اور سُورۃ البقرہ کے پہلے رکوع کی سات۷ اور دوسرے کی تیرہ۱۳ آیتیں، ان سب میں آخر سے پہلا حرف یاء مدّہ یا واو مدّہ ہے۔ اور جیسے سُورۂ قریش کی چار۴ آیتیں، ان سب میں آخر سے پہلا حرف یاء لین اور واو لین ہے۔ (۴) اجماع و اتفاق، یعنی کسی کلمہ کے ہمشکل دوسرے کلمات پر آیت شمار کرنے میں شمار کے اماموں کا متفق ہونا۔ چنانچہ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا مزمل ع۱ پر مکّی کے ہاں اسی لئے آیت ہے کہ اس کے بعد فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا پر اجماعًا آیت ہے۔ (۵) کمال و انقطاع، یعنی اس پر کلام کا منقطع اور ختم ہو جانا اور ترکیب کی رُو سے بعد والے کلام کا محتاج نہ رہنا جیسا کہ وقفِ تام اور وقفِ کافی میں ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں وقوف اکثر جگہ آیتوں کے اخیر پر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان پانچوں کا ذکر آئندہ اشعار میں آئے گا۔ پھر یہ پانچوں۵ طرق کبھی ایک ہی آیت میں جمع ہو جاتے ہیں اور کبھی ان میں سے بعض پائے جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ ان طریقوں سے کام لینا صرف اس صورت میں درست ہے کہ کسی کلمہ کے رأس آیت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں نص اور روایت موجود نہ ہو، کیونکہ نص کی صورت میں تو اُسی پر عمل کیا جاتا ہے۔

پہلا طریق یعنی مستقیم اور صحیح ملکہ

(۳۵/۱) وَلَيْسَتْ رُءُوسُ الْاٰيِ خَافِيَةً عَلٰى

ذَكِيٍّ بِهَا يَهْتَمُّ فِيْ غَالِبِ الْاَمْرِ (شان وحال)

(حاذق) (متوجہ) (اکثر)

ترجمہ :- اور آیتوں کے (آخری) سرے (اس، ذہین پر چھپے ہوئے نہیں ہیں جو (اپنے) اکثر حالات (اور اکثر اوقات) میں اُن (آیات کے پہچاننے) کا اہتمام کرتا رہتا ہے (اور فکر میں لگا رہتا ہو)

شرح :- یعنی بار بار فکر کرنے سے ایک استعداد پیدا ہو جاتی ہے جس سے آیت والے کلمات کا اُن کلمات سے ممتاز اور جُدا کرنا آسان ہو جاتا ہے جن پر آیت نہیں ہے۔ پس جس کو اس بات کا شوق ہو کہ آیات کے آخری سروں کو آسانی سے پہچان لیا کرے اُسے چاہیئے کہ قرآنی کلمات کو غور سے دیکھتا رہے، انشاء اللہ چند روز کے بعد ایسا ملکہ نصیب ہو جائے گا جس سے آیات کے پہچاننے میں ذرا بھی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی۔

فائدہ :- سب سے آخری کلمہ کو شعر میں قافیہ اور نثر میں سجع اور آیت میں فاصلہ کہتے ہیں، اور جمہور کے ہاں فاصلہ اور رأسِ آیت یعنی آیت کا سرا دونوں ہم معنٰی ہیں۔ لیکن دانیؒ کی رائے یہ فاصلہ اس کلمہ کا نام ہے جو کامل اور مستقل جملہ کے آخر میں ہو عام ہے کہ آیت کا سرا ہو یا نہ ہو اور دلیل یہ ہے کہ سیبویہ فاصلہ کی مثال میں يَوْمَ يَاْتِ اور مَا كُنَّا نَبْغِ لائے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں رأسِ آیت نہیں ہیں اور اس کا جواب یہ ہے کہ موصوف نے ان دونوں کے ذریعہ لغوی فاصلہ کی مثال پیش کی ہے نہ کہ اصطلاحی فاصلہ کی۔ نیز دانیؒ کی اس تقریر میں اور ان کے اس قول میں ضدیت ہے جسے وہ سُورتوں کے اخیر میں لاتے ہیں، اور وہ یہ ہے مِمَّا يُشْبِهُ الْفَوَاصِلَ وَلَيْسَتْ مِنْهَا یعنی یہ کلمات آیات کے مشابہ ہیں۔ لیکن ان پر آیت نہیں ہے۔ اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ دانیؒ بھی اس کے معترف ہیں کہ فاصلہ اور رأسِ آیت دونوں ہم معنٰی ہیں۔ پس وہ بھی جمہورؒ کے ساتھ متفق ہیں۔

دوسرا طریقہ مساوات

(۳۶/۲) وَمَا هُنَّ اِلَّا فِي الطِّوَالِ طِوَالُهَا

(نافیہ مشبہ بلیس) (ای فی السور الطوال)

اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ هُنَّ مَا کا اسم ہو اور اس کی خبر محذوف ہو۔ اَیْ اٰیَاتٍ مُسْتَقِلَّةً عَلٰى تَفْصِيلٍ مِنَ التَّفَاصِيلِ

مُؤَنَّثُ اِسْمِ تَفْضِیْلٍ وَّالطِّوَالُ جَمْعُ طَوِیْلَۃٍ وَّالْقِصَارُ جَمْعُ قَصِیْرَۃٍ،

وَفِي السُّوَرِ الْقُصْرَىٰ الْقِصَارُ عَلَىٰ قَدْرٍ

ترجمہ :- اور وہ (آیتیں اور کسی تفصیل سے بھی مستقل آیتیں) نہیں ہیں لیکن (اگر ہیں تو اس تفصیل سے ہیں کہ) اُن میں کی لمبی (آیتیں) لمبی (سُورتوں) میں ہیں اور چھوٹی (آیتیں) زیادہ چھوٹی سورتوں میں ہیں۔ حالانکہ یہ (بڑی اور چھوٹی دونوں طرح کی آیتیں اس مساوی مقدار پر ہیں جو بڑی اور چھوٹی دونوں طرح کی سُورتوں کے) اندازے کے موافق ہے۔

شرح :- پس جو سُورتیں زیادہ لمبی ہیں ان کی آیتیں بھی اسی اندازسے لمبی ہیں، جیسے سُورۃ البقرہ سے برائت تک کی آٹھ سُورتیں۔ اور جو سُورتیں طُول میں ان سے کم ہیں اُن کی آیتیں ذرا کم درجہ کی طویل ہیں۔ جیسے سُورۂ یونسؑ سے سُورۃ الفرقان تک کی سولہ سُورتیں۔ اور جو سُورتیں طُول میں تیسرے درجہ پر ہیں اُن کی آیتیں بھی اسی اندازہ پر ہیں۔ اور اسی طرح چھوٹی سُورتوں اور ان کی آیات میں بھی یہی تفصیل ہے۔ پس جو سُورتیں چھوٹی تو ہیں لیکن زیادہ چھوٹی نہیں ہیں ان کی آیتیں بھی اسی طرح کی ہیں کہ وہ بھی بالکل قصیر نہیں ہیں۔ جیسے وَالصّٰفّٰتِ، الرَّحْمٰنُ وغیرہ۔ اور جو سُورتیں بالکل چھوٹی ہیں اُن کی آیتیں بھی بہت کم حروف والی ہیں، جیسے وَالْعَصْرِ، اَلْکَوْثَرُ، اَلْاِخْلَاص۔ خلاصہ یہ ہے کہ بڑی سُورتوں کی آیتیں بڑی ہیں اور چھوٹی سُورتوں کی آیتیں چھوٹی ہیں۔ پھر یہ آیتوں کی لمبائی اور سُورتوں کی لمبائی اور کمی کے اندازے سے ہے جس کی تفصیل اُوپر درج ہو چکی ہے۔

اور اسی لئے اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ (اٰل عمران ع۹) اَفَحُکْمَ الْجَاھِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ (مائدہ ع۷) اور اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ (انعام ع۴) اور فَدَلّٰھُمَا بِغُرُوْرٍ (اعراف ع۲) اور اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (انفال ع۴) اِن پانچوں پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی کیونکہ یہ پانچوں اپنی سورتوں کی آیتوں کے اندازے پر نہیں ہیں۔ پس اگر ان پر آیت شمار کرلیں تو پھر یہ آیتیں اپنی سُورتوں کی باقی آیتوں سے چھوٹی رہ جاتی ہیں۔ اور المدثر میں ثُمَّ نَظَرَ پر سب نے آیت شمار کی ہے کیونکہ یہ اس سُورت کی آیتوں کے اندازے پر ہے۔

اس سے نکل آیا کہ فواصل اور آیات کے پہچاننے کے پانچ طریقوں میں سے ایک طریق مساوات بھی ہے جس کے معنٰی یہ ہیں کہ آیت مقدار میں اپنے سے پہلی اور بعد والی آیتوں کے مساوی ہو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب علماء نے بڑی اور چھوٹی دونوں طرح کی سُورتوں کی آیتیں

تلاش کیں تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ بڑی آیتیں بڑی سورتوں میں اور چھوٹی آیتیں چھوٹی سورتوں میں آئی ہیں۔ پھر اس سے آیات کی پہچان کے لئے ایک قاعدہ نکال لیا، اور وہ یہ ہے کہ آیت کمی اور زیادتی میں پہلی اور بعد والی آیتوں کے مساوی ہوتی ہے۔ پس ناظمؒ نے اس شعر میں اس فائدہ کے نکالنے کا طریقہ بتایا ہے۔

تنبیہ :- یہ قاعدہ اکثری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ غالب تو یہی ہے کہ بڑی سورتوں کی آیتیں بڑی اور چھوٹی سورتوں کی آیتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ لیکن کبھی توقیف اور نقل کی پیروی کے سبب اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ بڑی اور چھوٹی دونوں طرح کی سورتوں میں ایسی آیتیں بھی موجود ہیں جو صرف ایک کلمہ والی ہیں، جیساکہ شعر ۲۷ میں گذرا۔ اور عنقریب شعر ۴۹/۱۱ میں بھی ایسی تمام آیات بتادی جائیں گی۔ جو صرف ایک کلمہ پر مشتمل ہیں اور وہ انتیس ۲۹ ہیں۔ اور اس سے نکل آیا کہ اس باب کے شعر ۳۶/۲ اور دیباچہ شعر ۲۷ ان دونوں کے مضمون میں ضدیت نہیں ہے۔

فائدہ ۱ :- لوامع کی رائے پر فِی کا تعلق اُس نسبت ثبوتیہ سے ہے جو اِلّا کے ذریعہ پیدا ہوئی ہے۔ اور طِوَالُهَا مَا کی خبر ہے۔ اور چونکہ اِلّا کے سبب مَا کا عمل باطل ہوگیا ہے، اس لئے طِوَالُهَا مَا کی خبر ہونے کے باوجود بھی مرفوع ہے۔

۲ :- واؤ کے ذریعہ دوسرا اسمیہ پہلے پر معطوف ہے۔ اور معطوفین کا مجموعہ هُنَّ کی خبر ہے۔

۳ :- اَلطِّوَالُ اور اَلْقِصَارُ میں اَلْ مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ اَیْ طِوَالُ الْاٰیَاتِ وَقِصَارُهَا۔

تیسرا طریقہ یعنی مشاکلہ

جس کے معنی ہیں آیت کا آخری حرف میں یا آخر سے پہلے حرف میں پہلی اور بعد والی آیتوں کے ساتھ موافق اور یکساں ہونا۔

(قِيَاسُهٗ کے متعلق ہے اور مصدر کے معمول کا اس سے پہلے آنا بھی درست ہے۔)

۳۷/۳ وَكُلٌّ تَوَالٍ فِي الْجَمِيعِ قِيَاسُهٗ
(اَیْ ذِیْ تَوَالٍ) (اَیْ فِیْ جَمِیْعِ الْقُرْاٰنِ)

بِاٰخِرِ حَرْفٍ اَوْ بِمَا قَبْلَهٗ فَادْرِ

ترجمہ :- اور (آیات کے آخری سروں میں سے پہلی اور بعد والی آیتوں کی) پیروی والا (اور شکل و وزن میں دونوں طرف کی آیتوں سے مناسبت رکھنے والا) ہر ایک (سرا) جو ہے پورے (قرآن)

ہیں اس (مناسبت والے سرے) کا قیاس (اور اندازہ اس آیت کے) آخری حرف سے ہے یا اس (حرف) سے ہے جو اُس (آخری حرف) سے پہلے ہے۔ پس تو (اس قاعدہ کو) جان لے (اور خوب سمجھ لے۔)

شرح:۔ اس شعر میں آیتوں کے پہچاننے کا تیسرا طریقہ بتایا ہے، اور وہ مشاکلہ ہے جس کے معنیٰ ہیں ملتی جلتی سب آیتوں میں آخری حرف کا یا آخر سے پہلے حرف کا ایک ہی حرف ہونا۔

اس تیسرے طریقے یعنی مشاکلہ کی تفصیل یہ ہے کہ آیات کے آخری کلمات دو طرح کے ہیں:۔ **اوّل** وہ کلمات جو شکل و وزن میں پہلی اور بعد والی آیتوں سے ملتے جلتے نہوں جیسے اَلَّا تَعُوْلُوْا (نساء ع۱) یہ سُورت کی تیسری آیت ہے، اور اس سے پہلی دو آیتیں رَقِیْبًا۝ اور کَبِیْرًا۝ پر اور بعد کی آیتیں مَّرِیْٓـًٔا۝ اور مَّعْرُوْفًا۝ پر ختم ہوتی ہیں۔ اور اسی طرح چند آیتوں کے سِوا اس سُورت کی سب آیتیں تنوین سے بدلے ہوئے الف پر ختم ہو رہی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اَلَّا تَعُوْلُوْا اس سُورت کی دوسری آیتوں کی شکل اور ان کے وزن پر نہیں ہے۔ اور ضَلُّوا السَّبِیْلَ۝ (الفرقان ع۲) یَهْدِی السَّبِیْلَ۝ (احزاب ع۱) یہ دونوں آیتیں بھی اپنی سُورتوں کی دوسری آیات کی شکل اور ان کے وزن پر نہیں ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی جداگانہ صورت والی آیات کے لئے نہ کوئی قاعدہ بن سکتا ہے اور نہ ان کے بارے میں کسی کلّیہ قاعدہ کا بتانا منظور ہے۔ کیوں کہ ان کے معلوم ہونے کا طریقہ ایک اور صرف ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ وضاحت اور صفائی کیساتھ بتادیا جائے کہ ان پر آیت ہے۔ اس لئے ناظمؒ ایسی آیات کے بارے میں صرف یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں۔

دوم وہ کلمات جو شکل و وزن میں دوسری آیتوں کے آخری کلمات سے ملتے جلتے ہیں۔ جیسے سورۃ الفاتحہ میں یَوْمِ الدِّیْنِ۝ نَسْتَعِیْنُ اور سُورۃ البقرہ کے پہلے رکوع میں لِّلْمُتَّقِیْنَ۝ یُنْفِقُوْنَ۝ یُوْقِنُوْنَ۝ الْمُفْلِحُوْنَ۝ اور اسی طرح کی اور بھی ہزاروں مثالیں ہیں۔ پس اس شعر میں اس دوسری قسم کی آیات کے پہچاننے کے لئے ایک طریقہ بتاتے ہیں۔ چنانچہ تَوَالٍ پیروی والی کہہ کر ان ہی آیتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، جو دوسری آیتوں کی شکل اور ان کے وزن پر ہیں، اور ان کی پہچان کے لئے دو صورتیں بتائی ہیں:۔ **(الف)** اگر ان ہم شکل آیات میں آخر سے پہلا حرف مدّہ کے تین اور لین کے دو ان پانچ حرفوں میں سے نہ ہو تو پھر یہ سب آخری حرف میں موافق اور یکساں ہوتی ہیں۔ یعنی جو حرف پہلی آیت کے اخیر میں ہوتا ہے وہی دوسری اور تیسری آیت کے اخیر میں ہوتا ہے عام ہے کہ وہ آخری حرف مدہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور حرف ہو۔ اور اس کی مثالیں وَالضُّحٰی کی پہلی آٹھ آیتیں ہیں جو اُوپر درج ہو چکی ہیں۔ ان سب میں آخری حرف الف مدہ ہے۔ اور مدّہ کے علاوہ دوسرے

حروف کی مثالیں سُورۃ البلد کے شروع کی پانچ اور سورۃ الاخلاص کی چار یا پانچ آیتیں ہیں، ان سب میں آخری حرف دال ہے۔ نیز سُورۃ الانشراح کی پہلی چار آیتیں ہیں جو کاف پر ختم ہوتی ہیں، اور ان کے آخر میں رَ کَ ہے۔ پھر ان کے بعد کی دو آیتیں تنوین سے بدلے ہوئے الف پر، پھر آخری دو آیتیں باء ساکنہ پر ختم ہوتی ہیں۔ اور اسی طرح سُورۃ التکویر کی پہلی چودہ اور سُورۃ الانفطار کے شروع کی پانچ آیتیں یہ سب تاءِ ساکنہ پر ختم ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی کلامِ الٰہی کی خوبیوں میں سے ہے کہ اسکی آیتیں ایک شکل اور ایک اندازہ پر جاری ہیں۔ پس اگر کسی سُورت میں آیات کا سلسلہ اس طرح چل رہا ہو کہ ان میں آخر سے پہلے حرف کے مدہ یا لین نہ ہونے کے سبب اس کی آیات بالکل آخری حرف میں متحد اور یکساں ہوں، چنانچہ سُورۃ النّساء، الاسراء، الکہف، الفرقان، الاحزاب وغیرہ کی اکثر آیتیں اسی طرح کی ہیں۔ اور پھر سُورت کے درمیان کوئی ایسا کلمہ آجائے جس میں آخر سے پہلے مدّہ ہو یا لین ہو تو اکثر جگہ اس کلمہ پر آیت شمار نہیں کی جاتی۔ جیسے وَالْاَقْرَبُوْنَ (نساء ع ۲) میں دو جگہ اور رع ۴ میں ایک جگہ۔ اور اسی طرح یَشْهَدُوْنَ (نساء ع ۲۳) اور الْمُقَرَّبُوْنَ (نساء ع ۲۴) اور بِهِ الْمُتَّقِيْنَ (مریم ع ۶) اور لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ اور يَتَّقُوْنَ (طٰہٰ ع ۱۵) پس ان میں سے کسی پر بھی آیت نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں پہلی اور بعد والی آیات کے ساتھ مشاکلت و مشابہت نہیں ہے۔

(ب) اگر ہم شکل کلمات میں آخر سے پہلا حرف مدّہ ہو یا لین ہو جیسے بقرہ ع ۱ میں بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَكْذِبُوْنَ ۝ مُصْلِحُوْنَ ۝ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وغیرہ۔ اور سُورہ قریش میں قُرَيْشٍ ۝ وَالصَّيْفِ ۝ الْبَيْتِ ۝ خَوْفٍ ۝ وغیرہ۔ تو اِس حالت میں آیات کا قیاس اور اُن کا اندازہ آخر سے پہلے حرف کے ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جو کلمات آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہونگے ان سب پر آیت شمار کی جائے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر آخر سے پہلا حرف مدّہ اور لین نہ ہو تب تو آیات کی تعیین کا اندازہ بالکل آخری حرف سے کیا جاتا ہے، اور اگر آخر سے پہلا حرف مدّہ یا لین ہو تو پھر تعیین کا اندازہ بالکل آخری حرف سے نہیں کرتے بلکہ اُس مدّہ یا لین ہی سے کرتے ہیں جو آخری حرف سے پہلے ہے۔ پس مشاکلت اور مشابہت دو طرح ہوتی ہے۔ (۱) بالکل آخری حرف میں جبکہ اس سے پہلے مدّہ یا لین نہ ہو۔ (۲) آخر سے پہلے حرف میں جب کہ وہ پہلا حرف مدّہ ہو یا لین ہو۔ اور دونوں قسموں کی مثالیں اُوپر درج ہو چکی ہیں۔ اور ان دونوں ہی صورتوں میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مشابہت والا کلمہ وزن میں بھی آیتوں کے آخری کلمات سے ملتا جلتا ہو اور اسی لئے دَآئِبَيْنِ

(ابراہیم ع۶) اور وَبُكْمًا وَّصُمًّا (اسراد ع۱۱) اور ظَاهِرًا (کہف ع۲۲)اور شَيْبًا اور هُدًى (مریم ع۱ و ع۵) ان پانچ کلمات پرکسی نے بھی آیت شمار نہیں کی، کیونکہ یہ پہلی اور بعد والی آیات کے وزن پر نہیں ہیں مثلاً دَآئِبَيْنِ سے پہلے الْاَنْهٰرَ اور اس کے بعد وَالنَّهَارَ ہے اور الْاَنْهٰرَ اَفْعَالُ کے اور وَالنَّهَارَ فَعَالُ کے، اور دَآئِبَيْنِ فَاعِلَيْنِ کے وزن پر ہے۔پس درمیان والا کلمہ پہلی اور بعد والی آیتوں کے وزن پر نہیں ہے اور اسی لئے اس پر آیت نہیں ہے۔اور باقی چار مثالوں میں بھی اسی طرح سمجھ لو کیونکہ یہ بھی جانبین کی آیتوں کے وزن پر نہیں ہیں۔ اور یہ تقریر اس صورت میں جاری ہے کہ اس کے خلاف پر نص اور روایت نہ آئی ہو۔پس اگر کسی کلمہ پر آیت ہونا نص اور روایت سے ثابت ہوجائے تو پھر اس روایت ہی کی پیروی کی جائے گی اور اس پر آیت شمار ہوگی چاہے وہ کلمہ آخری یا آخر سے پہلے حرف میں متحد بھی نہ ہو، نیز پہلی اور بعد والی آیات کے وزن پر بھی نہ ہو۔ جیسے ۱۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فاتحہ میں، اس پر مکّی اور کوفی کے سِوا باقی پانچ اماموں، بصری، مدنیان، دمشقی حمصی کے لئے آیت ہے۔ ۲۔ اَلَّا تَعُوْلُوْا (نساء ع۱) اِس پر ساتوں اماموں کے لئے۔ ۳۔ مَا غَشِيَهُمْ (طٰہٰ ع۴) ۴۔ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا (طٰہٰ ع۵) اِن دونوں پر صرف کوفی کے لئے آیت ہے۔ حالانکہ یہ چاروں پہلی اور بعد والی آیتوں کے وزن پر بھی نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ان پر آیت شمار کی گئی ہے۔اور اس کی وجہ وہی ہے جو اُوپر گذری، یعنی ان کے بارے میں نص آئی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ فواصل اور ہم شکل آیات یا تو بالکل آخری حرف میں یکساں ہوتی ہیں، اور یہ اُس صورت میں ہے جب کہ آخر سے پہلا حرف الف مدّہ اور واو، یا، مدّہ اور لین نہ ہو، جیسے طٰہٰ میں لِتَشْقٰٓى، يَّخْشٰى، اور ان کے بعد کی اکثر آیتیں۔ اور رَقِيْبًا ۝ كَبِيْرًا ۝ وَالْفَجْرِ ۝ عَشْرٍ ۝ اَحَدٌ ۝ الصَّمَدُ ۝ یا آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہوتی ہیں جب کہ وہ مدّہ ہو یا لین ہو، جیسے اَلْعِقَابِ، اَلْاَلْبَابِ، يُؤْمِنُوْنَ، عَظِيْمٌ، قُرَيْشٍ، وَالصَّيْفِ۔پس جس سُورت کی آیتیں آخر سے پہلے حرف کے مدّہ یا لین نہ ہونے کے سبب بالکل آخری حرف میں یکساں ہوں اور پھر اسی سُورت میں کوئی ایسا کلمہ آجائے جو اس وجہ سے قرآنی آیت کے آخری کلمات کا ہمشکل ہو کہ اس کا آخری حرف حرکت والا ہو اور آخر سے پہلے حرف مدّہ یا لین ہو جو اصلی حروف سے زائد ہو تو اس صورت میں ایسے کلمہ پر اکثر جگہ آیت شمار نہیں کی جائے گی۔اور وجہ وہی ہے جو اُوپر گُذری کہ یہ کلمہ اس سُورت کی دوسری آیات کے آخری کلمات کی شکل پر نہیں ہے۔اور مثالیں

یہ ہیں (۱) الْمُقَرَّبُوْنَ (نساء رکوع) (۲) بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (اسراء رکوع) (۳) بِهِ الْمُتَّقِيْنَ (مریم رکوع) (۴) لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ (۵) يَتَّقُوْنَ (طٰہٰ رکوع) (۶) اِلَى النُّوْرِ (طلاق رکوع) ـــــــ ان چھ میں سے کسی پر بھی آیت نہیں، کیوں کہ یہ اپنی سُورتوں کی دوسری آیات کے ہم شکل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان سُورتوں کی اکثر آیتیں تنوین سے بدلے ہوئے الف پر ختم ہورہی ہیں۔ اور ان چھ کلمات میں آخر سے پہلا حرف واؤ اور یا مدہ ہے۔ اور (۱) دَآئِبَيْنِ (ابراہیم رکوع) (۲) وَبُكْمًا وَّصُمًّا (اسراء رکوع) (۳) مِرَآءً ظَاهِرًا (کہف رکوع) (۴) الرَّاْسُ شَيْبًا (۵) اهْتَدَوْا هُدًى (مریم رکوع) ان پانچ پر بھی آیت نہیں، کیوں کہ یہ سب اپنی سُورتوں کی پہلی اور بعد والی آیتوں کے ہم شکل تو ہیں لیکن ان آیتوں کے ہم وزن نہیں ہیں، اور اس کی تفصیل اُوپر درج ہو چکی ہے۔

فائدہ:۔ تَوَالٍ تفاعل کا مصدر ہے، اور اس کی اصل تَوَالُيٌ تھی، پھر اَدْلٍ اور قَلَنْسٍ والی تعلیل جاری ہونے کے سبب تَوَالٍ ہوگیا۔

اور **لوامع** کی رائے پر تَوَالٍ، تَوَابِعُ کے معنی میں ہے اور تَالٍ کی جمع ہے اور اس سے وہ رُؤسِ آیات مراد ہیں جو فروع ہیں، اور ان کے بارے میں نص نہیں آئی۔ اور اسی لئے ان کو اُن رُؤس پر قیاس کرتے ہیں جو اصول ہیں۔ اور اُن کے بارے میں نص وارد ہے۔ اور جمع کی صورت میں بھی قِيَاسُهٗ کی ھَا تَوَالٍ کے لئے ہے۔ اور ضمیر کا واحد لانا تَوَالٍ کے مفرد کے اعتبار سے ہے۔ اور احقر کے خیال میں رُؤس آیات سے صرف فروع کا مراد لینا بلا دلیل ہے۔ کیونکہ ناظمؒ جو مثالیں شعر ۳۹/۵ و ۴۰/۶ میں لائے ہیں ان سے کوئی تخصیص مفہوم نہیں ہوتی۔ نیز قِيَاسُهٗ کی ھَا میں تاویل کی حاجت پیش آتی ہے۔ پس تَوَالٍ سے مصدر ہی مراد لینا صحیح تر ہے۔

تینوں حروفِ مدّہ اور دونوں حروفِ لین کے اس صفت میں مساوی ہونے کا بیان

کہ ان میں سے جو بھی آخری حرف سے پہلے آجائے گا اُس کو آخر سے پہلے دوسرے حروف کے ساتھ متحد ہی تصوّر کریں گے۔ کیونکہ یہ تینوں حروف اس بات میں مشترک ہیں کہ ان کو اس لئے لاتے ہیں کہ کشش اور نرمی کے سبب دل میں خوشی کی لہر دوڑ جائے اور لذت کی کیفیت ہاتھ آجائے اور اسی لئے عَلَى النَّارِ ۝ بَعِيْدٍ ۝ (بقرہ رکوع) اور الْمُتَّقُوْنَ (رکوع) تینوں کو آخر سے پہلے حرف میں متحد اور یکساں تصوّر کرتے ہیں۔

۳۸/۴ وَجَآءَ بِحَرْفِ الْمَدِّ الْاَكْثَرُ مِنْهُمَا

وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الْيَاءِ وَالْوَاوِ فِي السَّيْرِ

[illegible]

ترجمہ: ۔ اور (بالکل آخری حرف میں اور آخر سے پہلے حرف میں متحد ہونے والی) اُن دونوں (قسموں) میں کا اکثر (مجموعہ) حرفِ مد کے ساتھ آیا ہے۔ اور اصل (یعنی مشاکلت ومناسبت ہونے کے بارے) میں (یا آسانی اور عمدگی میسّر آجانے کے بارے میں) یا اور واو (مدّہ اور لین) کے (اور اسی طرح الف مدّہ کے) درمیان ذرہ بھی فرق نہیں ہے (پس تینوں ہی سے مشاکلہ بھی حاصل ہوجاتا ہے اور آسانی وعمدگی اور خوبصورتی بھی میسّر آجاتی ہے۔)

شرح: ۔ یعنی جو آیات بالکل آخری حرف میں یکساں ہیں اور جو آخر سے پہلے میں یکساں ہیں ان دونوں قسموں کی آیات میں سے اکثر اور زیادہ آیات ایسی ہیں جن میں حروف مدّہ اور لین آئے ہیں۔ اور مثالیں طٰہٰ، نجم، عبس، اعلیٰ اور شمس، لیل اور بقرہ وقریش میں بکثرت موجود ہیں۔ ان میں دونوں قسموں کی مثالیں مل جائیں گی، یعنی جو بالکل آخری حرف میں یکساں ہیں ان کی بھی اور جو آخر سے پہلے میں یکساں ہیں ان کی بھی۔ اگر غور فرمائیں گے تو مطلب بالکل واضح نظر آئے گا اور یہ بات بھی کھل کر سامنے آجائے گی کہ دونوں قسموں میں سے بے شمار آیات ایسی ہیں جن میں حروفِ مدّ ولین موجود ہیں اور وہ بالکل آخر میں بھی ہیں اور آخر سے پہلے حرف کی جگہ میں بھی ہیں۔

اور دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ اصل یعنی مشابہت ویکسانیت کے حاصل ہونے میں یا اور واو دونوں برابر ہیں، اور دونوں ہی سے مناسبت میسّر آجاتی ہے۔ پس بقرہ ع۱ میں لَا يُؤْمِنُونَ۝ اور عَظِيمٌ۝ اور بقرہ ع۲ میں يَعْقِلُونَ۝ اور الْعَذَابِ۝ اور قریش میں الْبَيْتِ۝ اور خَوْفٍ۝ یہ سب آخر سے پہلے حرف میں متحد ہیں، کیونکہ سب میں آخر سے پہلا حرف یا تو مدّہ ہے یا لین ہے۔ (اور یہ جو فرمایا کہ دونوں قسموں کی آیات میں سے اکثر حروفِ مد سے آئی ہیں، اس سے یہ بات نکل آئی کہ دونوں قسموں میں سے ایسی آیات کم آئی ہیں جن میں حروفِ مدّ ولین نہیں ہیں۔ چنانچہ قمر اور بلد میں بہت سی آیات ایسی ملیں گی جو بالکل آخری حرف میں یکساں ہیں۔ اور وہ آخری حرف مدّ ولین میں سے نہیں ہے۔) اور سورۂ محمدؐ و سورۃ القتال کی اکثر آیات آخر سے تیسرے حرف میں متحد ہیں۔ اور تیسرا حرف مد ولین میں سے نہیں ہے خوب سمجھ لیجئے۔ پس کُل قسمیں چار ہوگئیں۔ (۱) آخری حرف میں یکساں ہوں اور وہ مدّہ ہو، دیکھو طٰہٰ وغیرہ۔ (۲) آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہوں اور

وہ حرف مدّہ ہو یا لین ہو (جیسے بقرہ وقریش وغیرہ کی آیتیں) (۳) بالکل آخری حرف میں یکساں ہوں اور وہ حرف نہ مدّہ ہو نہ لین (جیسے سُورۃ القمر کی سب آیات اور فجر کے شروع کی پانچ آیتیں) اور اسی طرح اور مثالیں بھی بکثرت موجود ہیں۔ (۴) آخر سے تیسرے حرف میں یکساں ہوں اور وہ حرف مدّہ نہ ہو۔ (جیسے سُورۃ محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کے شروع کی تین آیتیں) اور ان کے بعد کی اور آیتیں جو کسی قدر فصل سے واقع ہو رہی ہیں، ان میں سے پہلی دو قسمیں نہایت کثرت سے آئی ہیں۔ اور ان کے اس طرح آنیکی حکمت اسی شعر ۳۸/۴ کے عنوان میں درج ہو چکی ہے۔

فائدہ ۱ :- وَلَا فَرقَ الخ کی مزید توضیح یہ ہے: جس آیت میں آخر سے پہلا حرف یاءِ مدّہ یا یاءِ لین ہو وہ اس آیت کی ہم شکل اور بالکل مشابہ ہوگی، جس میں آخر سے پہلا حرف واو مدّہ یا واو لین ہو جیسے لِلْمُتَّقِيْنَ ○ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اور جس طرح یاء اور واو میں فرق نہیں ہے اسی طرح الف مدّہ میں اور یاء، واو مدّہ میں بھی کوئی فرق نہیں۔ بلکہ الف تو مناسبت میں واو اور یاء، دونوں سے بڑھا ہوا ہے، کیوں کہ یاء اور واو پر تو حرکت بھی آجاتی ہے اور الف کسی وقت بھی مدّہ ہونے سے خارج نہیں ہوتا۔ اور شاید ناظمؒ نے اس کو اسی لئے ترک کر دیا ہو کہ یہ مدّہ ہونے میں اصل ہے، اس لئے اس کی مناسبت بالکل واضح ہے اور مثال لَا يُظْلَمُوْنَ ○ قَدِيْرُهٗ حِسَابٍ ○ (اٰل عمران ع ۳) میں ہے۔

فائدہ ۲ :- سیبویہ لکھتے ہیں کہ جب عرب آواز میں ترنّم اور نغمہ اور درازی پیدا کرنا چاہتے ہیں تو کلمات کے آخر میں الف یا نون زیادہ کر دیتے ہیں، اور جب نغمہ یا درازی کا پیدا کرنا منظور نہیں ہوتا تو ان حروف کی زیادتی کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور کلمات میں حروفِ مدّ و لین کے موجود ہونے کے سبب قرآن ایسی عمدگی کے ساتھ متّصف ہو کر آیا ہے کہ اس کے وقوف آسان تر اور اس کے حصّے شیریں تر ہیں۔

فائدہ ۳ :- دوسرے بلیغ حضرات کے کلاموں پر کلامِ الٰہی کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ جب وہ اپنے کلام میں نغمہ اور درازی کے پیدا کرنے کے لئے کوئی حرف زیادہ کرتے ہیں تو اکثر جگہ وہ حرف بالکل زائد اور معنٰی سے خالی ہوتا ہے لیکن کلامِ الٰہی میں زائد حروف بھی عجیب و غریب معانی کے لئے ہیں۔

فائدہ ۴ :- فِى السَّيْرِ متن کا وہ مطبوعہ نسخہ جو آج کل استعمال میں ہے اس میں فِى السَّيْرِ ہے یعنی سین یا سے پہلے ہے۔ اور اس کی اصل فِى الْاَصْلِ السَّائِرِ الَّذِىْ هُوَ الْمُشَاكَلَةُ وَالْمُنَاسَبَةُ تھی، یعنی یا اور واو مدّہ اور اسی طرح الف مدّہ کے درمیان جاری ہونے والی اور استعمال ہونیوالی اصل کے حاصل ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ اور اصل سے مُراد مشاکلہ ہے۔ یعنی آیات میں اصل

اور مشابہت اس طرح بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ آخر سے پہلے ایک میں واوِ مدّہ ہو اور دوسری میں یاء مدّہ اور تیسری میں الف مدّہ، پس ان تینوں میں سے ہر ایک کو دوسری آیت کی ہم شکل تصوّر کرینگے۔ اور بعض نسخوں میں فِي الْيُسْرِ ہے، اور معنٰی یہ ہیں کہ سہولت اور عمدگی کے میسّر آنے میں تینوں حرفِ مدّہ برابر ہیں۔ پس تینوں ہی سے سہولت اور شیرینی ہاتھ آجاتی ہے۔ اور بعض آیات میں یا اور بعض میں واو اور بعض میں الف مدّہ کے آجانے سے جو اختلاف پیدا ہوتا ہے وہ قرآن کو سہولت اور شیرینی سے خارج نہیں کرتا بلکہ اس اختلاف سے اس کی شیرینی اور لذّت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

اور بعض نسخوں میں فِي السَّبْرِ ہے با سے، اور سَبْر بھی اصل کے معنٰی میں ہے۔

مشاکلہ کی مذکورۂ بالا دونوں قسموں کی مثالیں پیش کرنے کا وعدہ

(۳۹/۵) وَهَا أَنَا بِالتَّمْثِيلِ أُرْخِي زِمَامَهُ
لَعَلَّكَ تَمْطُوهَا ذَلُولًا بِلَا وَعْرِ

ترجمہ:۔ اور ہوشیار (اور متوجہ) ہو جاؤ (دیکھو کہ) میں (مذکورۂ بالا دونوں قسموں کی) مثال پیش کرنے کے ذریعہ اُس (اصل) کی (یا مذکورۂ بالا حکم کی) باگ ڈھیلی کرتا ہوں (جس کا تعلق آخری حرف اور آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہونے والی دونوں طرح کی آیات کے آخری سِروں سے ہے) تاکہ تو اُس (دونوں قسموں سے علاقہ رکھنے والے قاعدہ) پر (اس حالت میں) سوار ہو جائے (اور اس پر قابو پالے) کہ یہ (قاعدہ نہایت آسانی سے) تابع کیا ہوا ہو (نیز اس حالت میں کہ یہ) سختی (اور دشواری) کے بغیر (سمجھ میں بیٹھنے والا) ہو۔

شرح ۱:۔ ناظمؒ نے شعر ۳۷/۳ میں آیات کے آخری سِروں کی دو قسمیں بیان کی تھیں۔ (۱) وہ جو بالکل آخری حرف میں یکساں ہوں۔ (۲) وہ جو آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہوں، اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ آخر سے پہلا حرف مدّہ یا لین ہو۔ اور پھر شعر ۳۸/۴ میں یہ بتایا تھا کہ ان دونوں قسموں کی آیتوں میں سے ایسی آیات بہت زیادہ ہیں جن میں مدّہ یا لین آیا ہے۔ اور اس سے یہ بات بھی نکل آئی تھی کہ دونوں طرح کی آیات میں سے ایسی آیتیں

کسی قدر کم ہیں، جن میں آخری یا آخر سے پہلا حرف مدّولین میں سے نہیں ہے۔ پس تفصیل کے درجہ میں کُل قسمیں چار بن جاتی ہیں جو مثالوں سمیت شعر ۳۸/۴ کی شرح میں صفحہ نمبر ۷۷و۷۸ پر درج ہوچکی ہیں۔ پس جب ناظمؒ نے یہ چار قسمیں بیان کیں تو ان کے لئے مثالیں لانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس لئے شعر ۳۹/۵ میں تمہید کے طور پر فرماتے ہیں کہ اب میں اس قاعدہ کو بالکل آسان کرنیکی غرض سے شعر ۴۰/۶ و ۴۱/۷ میں ان مذکورۂ بالا قسموں کی مثالیں پیش کرتا ہوں۔ اس لئے پوری طرح متوجہ ہوکر سُنو۔

۱ :۔ یہ شعر استعارہ تمثیلیہ مرکّبہ کے قبیل سے ہے۔ کیونکہ قاعدہ کے بیان کرنے اور سُننے والوں کے لئے اس کی مثالیں لاکر قاعدہ کو واضح کرنے اور اس کے سمجھ لینے اور اس کی جُزئیات کو آسانی سے منطبق کرنے اور قاعدہ میں شامل کرنے سے جو صورت حاصل ہوتی ہے، اس کو اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی ہے جو کسی کے رُوبرُو سواری پیش کرے اور اس کی باگ سوار کے ہاتھ میں دے دے تاکہ وہ اس پر سوار ہوکر منزلِ مقصود تک آسانی سے پہنچ جائے۔ پس جس طرح سواری پر سوار ہونے اور اس کے تابع کر لینے سے سفر میں آسانی میسّر آجاتی ہے اور کوئی تکلیف پیش نہیں آتی اسی طرح مثالیں پیش کرنے کے سبب یہ قاعدہ بالکل آسانی سے سمجھ میں آجائے گا، اور غور سے کام لینے والا اس پر پُوری طرح حاوی ہوجائے گا۔ یہاں مُشبَّہ بِہٖ (سواری) کو مشبّہ (قاعدہ) کے لئے استعمال کیا ہے۔ سُبحان اللہ کس قدر نفیس اور عمدہ تعبیر ہے۔

فائدہ ۱ :۔ لوامع میں اس شعر کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے "اور ہوشیار ہوجاؤ میں آیات کے فن کے مذکورۂ بالا قواعد کو اس امید پر واضح اور آسان کرتا ہوں کہ تم ان قواعد سے ان کی تمام جزئیات کا حکم نکال لو اور ان کے ماسوا کو ان ہی پر قیاس کرلو، اور ان کا حکم سمجھ لو، کیوں کہ مثالوں سے قواعد واضح ہوجاتے ہیں۔ اور گویا یہ قواعد گھوڑے ہیں جن پر سوار ہونا اور قابو پانا اسی صورت میں ممکن ہے کہ ان کی باگ ڈھیلی کردی جائے۔ اسی طرح قواعد بھی مثال کے بغیر واضح نہیں ہوتے۔

۲ :۔ زِمَام اس رسّی کو کہتے ہیں جو لوہے سے یا لکڑی سے تیار کئے ہوئے اُس حلقہ میں باندھی جاتی ہے جس کو اُس سُوراخ میں پرو دیتے ہیں جو اُونٹ کی ناک میں ہوتا ہے۔

۳ :۔ مَطَا یَمْطُوْ کے معنٰی ہیں "چوپایا تیزی سے دوڑا اور جلدی جلدی چلا"

۴ :۔ تَمْطُوْهَا کی منصوب ضمیر قواعد کے لئے ہے جو پہلے بیان سے سمجھے گئے ہیں۔

۵ :۔ شعر ۳۹/۵ تشبیہ کے قبیل سے ہے پس جو قواعد مثالوں سے خالی ہوں انکو اُس سواری کی طرح بتایا ہے

جس پر سوار ہونا دشوار ہو اور جن قواعد کے ساتھ مثالیں بھی ہوں انکو اس سواری سے تشبیہ دی ہے جس پر سوار ہونا آسان ہو۔

مثالیں پیش کرنے کے اُس وعدہ کا پورا کرنا جو ابھی شعر ۳۹/۵ میں گذرا

(۴۰/۶) کَمَا الْعٰلَمِیْنَ الدِّیْنِ بَعْدَ الرَّحِیْمِ نَسْ
تَعِیْنُ عَظِیْمٌ یُؤْمِنُوْنَ بِلَا کَدَرٖ

(اَمْثِلَةُ الْقِسْمِ الثَّانِیْ الْمُتَّحِدِ فِیْمَا قَبْلَ الْاٰخِرِ)

ترجمہ :۔ (مذکورۂ بالا دونوں قسموں میں سے دوسری قسم کی مثالیں رَبِّ) اَلْعٰلَمِیْنَ ۝ (اور اس یَوْمِ) الدِّیْنِ ۝ (کی طرح ہیں)، جو الرَّحِیْمِ ۝ کے بعد ہے (اور) نَسْتَعِیْنُ ۝ (فاتحہ اور) عَظِیْمٌ ۝ (اور لَا) یُؤْمِنُوْنَ ۝ (بقرہ ع۱) کی طرح ہیں (حالانکہ) یہ (سب مثالیں ہر طرح کی) کدورت (اور میل) کے بغیر ہیں (یعنی نہایت صاف اور بالکل واضح ہیں یا قرآن مجید کی بلاغت ہر طرح کی کدورت کے بغیر بالکل پاک و صاف ہے)

(۴۱/۷) سَجٰی وَالضُّحٰی تَرْضٰی فَاٰوٰی وَمَا وَلَدْ
کَبَدْ وَالْبَلَدْ یُوْلَدْ مَعَ الصَّمَدِ الْبَرّ

(اَمْثِلَةُ الْقِسْمِ الْاَوَّلِ الْمُتَّحِدِ فِی الْحَرْفِ الْاٰخِرِ)

(مَعَ الصَّمَدِ اَیِ الْکَائِنَاتِ اَوْ کَائِنَاتٍ مَعَ الصَّمَدِ)

ترجمہ :۔ (اور پہلی قسم کی مثالیں اِذَا) سَجٰی (اور) وَالضُّحٰی (اور) (فَـ)تَرْضٰی (اور) فَاٰوٰی (ضُحٰی اور) وَمَا وَلَدَ (اور فِیْ) کَبَدٍ اور (بِهٰذَا) الْبَلَدِ (بلد اور وَلَمْ) یُوْلَدْ (اخلاص کی طرح ہیں) جو اُس اَللّٰہُ الصَّمَدُ (اخلاص) سمیت ہے جو (مخلوق پر بے شمار) احسان فرمانے والے ہیں۔

شرح :۔ شعر ۴۰ و ۴۱، ان دونوں شعروں میں مذکورۂ بالا دونوں قسموں کی مثالیں لائے ہیں اور دونوں میں سے اس قسم کی آیتیں پہلے لائے ہیں جو آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہیں، کیوں کہ یہ قرآن میں بکثرت آئی ہیں۔ اور لَا یُؤْمِنُوْنَ کو عَظِیْمٌ کا مشاکل اور مشابہ قرار دیا ہے، کیوں کہ واؤ اور یا دونوں مدّ ولین کا حرف ہونے میں یکساں ہیں۔

اور شعر ۱۴۲ میں اس قسم کی آیتیں لائے ہیں جو بالکل آخری حرف میں یکساں ہیں، چنانچہ پہلی چار الف پر اور باقی پانچ دال پر ختم ہوتی ہیں۔

پھر جو آیتیں آخر سے پہلے حرف میں مشابہ ہوتی ہیں اُن کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) وہ جو ایک ہی حرف سے آتی ہیں اور اُن میں آخر سے پہلا حرف یا ہوتا ہے۔ جیسے فاتحہ کی آیتیں مکی اور کوفی شمار کی رُو سے، کیوں کہ ان کے یہاں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پر آیت نہیں ہے۔ اور اس کی طرف کما الْعٰلَمِيْنَ میں اشارہ کیا ہے۔ (۲) وہ جو ایک ہی حرف پر ہوں اور ان سب میں آخر سے پہلے الف ہو، جیسے سُورۃ الرحمٰن کی سب آیتیں۔ اور ایسی سُورت قرآن مجید میں نہیں آئی جس کی سب آیتوں میں آخر سے پہلا حرف واؤ ہو۔ (۳) وہ جو دو حرفوں سے آتی ہیں، اور ان میں آخر سے پہلے یا اور واؤ آتا ہے جیسے سُورۃ الملک کی تیسوں آیتیں۔ (۴) وہ جو علت کے تینوں حرفوں سے آتی ہیں، یعنی آخر سے پہلے بعض میں یا بعض میں واو اور بعض میں الف ہوتا ہے۔ جیسے سُورۃ البقرہ کی آیتیں۔ اور اس کی طرف يُؤْمِنُوْنَ اور عَظِيْمٌ سے اشارہ کیا ہے۔

اور جو آیتیں بالکل آخری حرف میں مشابہ ہوں اُن کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وہ جو ایک ہی حرف سے آتی ہیں۔ جیسے الاخلاص کی چاروں آیتیں کہ ان سب کا آخری حرف دال ہے۔ اور مکی اور شامی شمار میں الاخلاص کی آیتیں پانچ ہیں۔ اور پانچویں آیت جو ان دو کے لئے ہے وہ لَمْ يَلِدْ ہے۔ اور چونکہ اسکی سب آیتیں دال پر ختم ہو رہی ہیں اس لئے اس پر قیاس کرکے ان دونوں اماموں نے لَمْ يَلِدْ پر بھی آیت شمار کرلی۔ اور مثالوں کے لئے فاتحہ، بقرہ، بلد، والضحیٰ، اخلاص کی آیات کو اس لئے پسند کیا کہ ان میں سے فاتحہ اور بقرہ کی آیتیں آخر سے پہلے حرف میں اور اخلاص کی آخری حرف میں یکساں ہیں۔ اور بلد، والضحیٰ میں ملی جلی اور کئی طرح کی آیتیں آرہی ہیں۔ پس ان مثالوں سے آیات کی ان تمام قسموں کی طرف اشارہ ہوگیا۔ (۲) وہ جو کئی حروف سے آتی ہیں جیسے والضحیٰ، اس کی پہلی آٹھ آیتیں الف پر اور نویں اور دسویں را پر اور گیارھویں ثا پر ختم ہوتی ہے۔ اور سُورۃ الانشراح کی آیات بھی اسی قبیل سے ہیں۔ (۳) وہ جو کئی طرح سے آتی ہیں، یعنی کچھ آیتیں بالکل آخری حرف میں اور کچھ آخر سے پہلے میں یکساں ہوتی ہیں۔ جیسے سُورۃ البلد، اس کی آیتیں چار طرح آئی ہیں (۱ تا ۵ اور ۷) یہ چھ دال پر اور آیت (۶) الف پر اور (۸ تا ۱۰) یا ساکن کے بعد نون پر ختم ہوتی ہیں۔ پس یہ تینوں آخر سے پہلے حرف میں مشابہ ہیں۔ اور باقی دس اس ھا پر ختم ہوتی ہیں جو اصل کی رُو سے تا تھی اور وقفاً ھا ہوگئی ہے۔ اور ان تینوں قسموں کی طرف اُن مثالوں سے اشارہ کیا ہے جو شعر ۱۴۲ میں مذکور ہیں۔

اور یہ وہ اعجاز ہے جو صرف قرآن میں پایا جاتا ہے، اور جس نے فصیح اور بلیغ لوگوں کو گونگا کر دیا۔ اور جس نے عقلمندوں اور فقہاء کو عاجز کر دیا۔ یہ دانیؒ کی تقریر ہے۔

تیسرے طریقے یعنی مشاکلہ کے بارے میں ایک ضروری تنبیہ

(۴۲/۸) وَمَا بَعْدَ حَرْفِ الْمَدِّ فِيهِ نَظِيرُهُ
عَلَىٰ كِلْمَةٍ فَهُوَ الْاَخِيرُ بِلَا عُسْرِ

ترجمہ:- اور (حرفِ مد والا) وہ (دوسرا لفظ) جو حرفِ مد (ہی والے پہلے لفظ) کے بعد ہو، حالانکہ اُس (دوسرے لفظ) میں (بھی) اُس (پہلے لفظ والے حرفِ مد) کا ہم شکل (دوسرا حرفِ مد موجود) ہو (نیز) حالانکہ یہ (دوسرا لفظ پہلے لفظ سے) ایک ہی کلمہ کے بعد ہو (یعنی کسی جدائی کے بغیر دو کلمے اس طرح جمع ہو رہے ہوں کہ دونوں کا آخری حرف مدہ ہو) تو (وہاں) وہ (دوسرا ہی لفظ آیت کا) آخری (سرا ہوتا) ہے۔ (اور یہ حکم کہ ایسے موقع میں صرف دوسرے ہی کلمہ پر آیت شمار کی جائے گی کسی) تنگی (اور دشواری) کے بغیر (جاری) ہے (یعنی غور کرو گے تو مطلب آسانی سے سمجھ لو گے اور کوئی حیرانی پیش نہیں آئے گی۔)

(۴۳/۹) كَمَا وَاتَّقَىٰ فِي الَّيْلِ اَقْنَىٰ بِنَجْمِهِ
تَدَلَّىٰ وَذُو الْمَفْعُولِ يَفْصِلُ بِالْجَزْرِ

ترجمہ:- (اور کسی جدائی کے بغیر اخیر میں حرفِ مد رکھنے والے دوسرے لفظ کے آنے کی مثال اُس اَعْطٰى) وَاتَّقٰى کی طرح ہے جو (سورۂ وَالَّيْلِ میں ہے۔ (اور اُس هُوَ اَغْنٰى وَ) اَقْنٰى (اور دَنَا فَتَدَلّٰى) کی طرح ہے جو اُس (وَالَّيْلِ) کی (یا قرآنِ مجید کی سورۂ وَالنَّجْمِ (ع۲ اور ع۱) میں ہے اور مفعول والا (لفظ) جو ہے (یعنی جس کے بعد اس کا مفعول بہٖ مذکور ہو) وہ (لفظ اپنے مفعول سے شدید تعلق والا ہونے کی بنا پر اپنے بارے میں آیات سے) جدا ہونے کا فیصلہ کرے گا (یا يُفْصَلُ ہے مجہول سے یعنی اور مفعول والا لفظ جو ہے اس کے بارے میں آیات سے مقطوع اور جدا ہونے کا فیصلہ کر دیا جائیگا)

شرح :- اِن دو شعروں میں آیات کے سروں کے پہچاننے کے بارے میں ایک ضروری بات بتائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب کسی آیت میں ایسے دو کلمے جمع ہوجائیں جن میں سے ہر ایک آیت کا سرا بننے کی لیاقت رکھتا ہو تو وہاں آیت کا آخری سرا صرف دوسرا کلمہ ہوگا۔ اور اس کی پانچ صورتیں ہیں۔ (۱) وہ دونوں کلمات بالکل آخری حرف میں یکساں ہوں اور وہ آخری حرف مدّہ ہو، اور دونوں کے درمیان مفعول سے جدائی بھی نہ ہورہی ہو۔ جیسے اَعْطٰى وَاتَّقٰى، دَنَا فَتَدَلّٰى، هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى۔ پس ان تینوں مثالوں میں آیت وَاتَّقٰى۔ فَتَدَلّٰى اور وَاَقْنٰى پر ہے۔ نہ کہ اَعْطٰى اور دَنَا اور اَغْنٰى پر بھی۔ (۲) دونوں کا آخری حرف مدّہ ہو، اور ان میں سے پہلے کلمہ کا مفعول بھی آرہا ہو، اور اس کی وجہ سے دونوں میں جُدائی ہورہی ہو۔ جیسے وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى (نجم ع۲) یہاں بھی آیت وَاَكْدٰى پر ہے اور اَعْطٰى اور قَلِيْلًا اِن دونوں میں سے کسی پر بھی نہیں ہے۔ (۳) دونوں آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہوں، اور دونوں کے درمیان مفعول بھی نہ آرہا ہو۔ جیسے عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ، غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ، لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔ (۴) آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہوں اور دونوں کے درمیان مفعول آرہا ہو، جیسے لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۝ (۵) آخری حرف میں یکساں ہوں اور وہ مدّہ نہ ہو جیسے مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ۝ اور چونکہ مدّہ کے علاوہ میں یہ حکم مطرد اور کلّیہ قاعدہ کے طور پر نہیں ہے۔ اس لئے ناظمؒ نے بَعْدَ حَرْفِ الْمَدِّ فِيْهِ نَظِيْرُهٗ فرما کر اس حکم کو مدّہ کے ساتھ مخصوص کر دیا۔ اور اسی بناء پر لَمْ يَلِدْ (اخلاص) میں اختلاف ہوگیا۔ چنانچہ مکّیؒ و شامیؒ کے لئے اس پر بھی آیت ہے، اور اس کے بعد والے يُوْلَدْ پر بھی ہے اور باقی چارؒ کے لئے صرف وَلَمْ يُوْلَدْ پر ہے۔ اور اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حرفِ مد کے سوا دوسرے حروف میں یہ حکم ہر جگہ اس طرح جاری نہیں، کہ ان میں بھی دوسرے ہی کلمہ پر آیت ہو، اور پہلے پر نہ ہو۔ اور اس شعر ۲/۸ والی صورت میں صرف دوسرے کلمہ پر شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اگر دونوں پر شمار کرتے تو دو اشکال لازم آتے ہیں۔

(۱) یہ آیتیں مقدار میں سُورت کی دوسری آیتوں کے برابر نہ رہتیں بلکہ ان سے چھوٹی ہوجاتیں (۲) جملہ اپنے کامل ہونے سے پہلے ہی منقطع ہوجاتا۔ اور دوسرے لفظ کے ایک کلمہ پر ہونیکی شرط اس لئے لگائی کہ اگر اس میں زیادہ کلمات ہوں تو پھر دونوں ہی پر آیت شمار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ نجم ع۳ میں صُحُفِ مُوْسٰى۝ اور وَفّٰى دونوں ہی پر آیت ہے۔

فائدہ ۱ :- وَذُوالْمَفْعُوْلِ يَفْصِلُ بِالْجَزْرِ کے معنی یہ ہیں کہ جن دو کلمات کا آخری

حرف مدّہ ہو اور کلام میں ان میں سے پہلے کا مفعول بھی آرہا ہو۔ ان میں یہ بات ضروری ہے کہ پہلے کلمہ پر آیت شمار نہ کی جائے۔ کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ فعل کا اپنے مفعول کے ساتھ شدید درجہ کا تعلق ہوتا ہے۔ اور وہ اس کا طالب بھی ہوتا ہے۔ اور یَفْصِلُ یا تو مضارع معروف کا صیغہ ہے۔ یا مجہول کا اور دونوں کا مطلب ترجمہ میں درج ہے۔

فائدہ نمبر ۲ :۔ شعر نمبر ۴۳/۸ کی تقدیر اس طرح ہے وَاللَّفْظُ الثَّانِیْ ذُوْ حَرْفِ الْمَدِّ جَاءَ بَعْدَ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ ذِیْ حَرْفِ الْمَدِّ۔ وَالْحَالُ اَنَّ نَظِیْرَ ذٰلِكَ الْحَرْفِ الْمَدِّ الَّذِیْ هُوَ فِیْ اٰخِرِ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ كَائِنٌ فِیْ اٰخِرِ اللَّفْظِ الثَّانِیْ حَالَ كَوْنِ اللَّفْظِ الثَّانِیْ بَعْدَ كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ مِّنَ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ فَهُنَاكَ اللَّفْظُ الثَّانِیْ اٰخِرُ الْاٰیَةِ وَذٰلِكَ الْحُكْمُ جَارٍ فِی الثَّانِیْ بِلَا عُسْرٍ وَّتَحَیُّرٍ۔

فائدہ نمبر ۳ :۔ آیات کے پہچاننے کا چوتھا طریقہ اجماع اور پانچواں کمال وانقطاع ہے اور ان دونوں کی تفصیل شعر نمبر ۳۵/۱ سے پہلے تمہید میں درج ہو چکی ہے۔

اَیْ مَبْنِیَّةً عَلٰی كَلِمَةٍ — وَصَحَّ كَوْنُ النَّكِرَةِ ذَا الْحَالِ وُقُوْعُهَا فِیْ سِیَاقِ النَّفْیِ۔

مُتَّصِلٌ — مُنْفَصِلٌ — (ذُو الْحَالِ) — نَ اَبْدَاهُ

(۴۴/۱۰) **كَاَعْطٰی بِهَا وَالْاٰیُ فِیْ كَلِمَةٍ فَلَا**

مِثَالُ ذِی الْمَفْعُوْلِ الَّذِیْ لَا یَكُوْنُ رَأْسَ اٰیَةٍ لِشِدَّةِ تَعَلُّقِهٖ بِمَفْعُوْلِهٖ كَائِنٌ كَاَعْطٰی

مُسْتَثْنٰی مِنَ الْمُسْتَثْنٰی الْاَوَّلِ

تُرٰی غَیْرَ اَقْسَامٍ سِوَی التِّیْنِ فِی الْحَصْرِ ← مُتَعَلِّقٌ بِتُرٰی

اَلضَّمِیْرُ لِلْاٰیِ — حَالٌ مِّنْ كَلِمَةٍ وَّتَقْدِیْرُ الْجُمْلَةِ وَالْاٰیُ لَا تُرٰی مَبْنِیَّةً عَلٰی كَلِمَةٍ حَالَ كَوْنِ الْكَلِمَةِ غَیْرَ اَقْسَامٍ فَلَفْظُ مَبْنِیَّةً مَعَ مُتَعَلِّقِهٖ مَفْعُوْلٌ ثَانٍ لِتُرٰی وَمُقَدَّمٌ عَلَیْهِ

ترجمہ :۔ (اور مفعول والے کلمہ کے آیات سے خارج ہونے کی مثال اس وَ) اَعْطٰی (وَقَلِیْلًا) کی طرح ہے جو اُس (سُوْرَۃُ النجم) میں ہے۔ اور آیتیں جو ہیں وہ (تمام قرآن کے) گھیر لینے (اور جمع کرنے اور تلاش کرنے کی صورت) میں (بھی صرف) ایک کلمہ پر قائم کی ہوئی اور اُسی پر ختم ہو جانے والی) نہیں پائی جاتیں حالانکہ وہ (کلمہ) وَالتِّیْنِ کے سوا دوسری قسموں کے (الفاظ کے) علاوہ ہو۔

عَطْ

(۴۵/۱۱) **وَاَوَّلِ مَا قَبْلَ الْمَعَارِجِ وَالتَّكَا**

عَطْفٌ عَلٰی اَقْسَامٍ — **ثُرِ اعْلَمْ وَفِی الرَّحْمٰنِ مَعْ اٰیَةِ الْخُضَرِ**

اَیْ وَاَوَّلِ مَا الْوَاقِعِ فِیْ سُوْرَةِ الرَّحْمٰنِ یَعْنِیْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ فِیْهَا

ترجمہ :۔ اور اُس (اَلْحَآقَّةُ) کے پہلے (لفظ) کے علاوہ جو (سُوْرَۃ) اَلْمَعَارِج (سے پہلے ہے) اور (اُس اَلْقَارِعَةُ کے پہلے لفظ کے علاوہ جو سُوْرَۃ) التکاثر سے پہلے ہے اور

(اُن میں کے پہلے کلمہ کے علاوہ جو سُورۃ) الرّحمٰن میں ہیں حالانکہ وہ (اس سُورت کا پہلا کلمہ اسی سورت کی) سبزی (کے ذکر) والی آیت سمیت ہے (اور وہ مُدْهَآمَّتٰنِ ہے، اس کو سبزی والی اس لئے کہا ہے کہ اس لفظ کے معنٰی ہیں دُو گہری سبز جنّتیں) تو (اس قاعدہ کو بھی اچھی طرح) معلوم کر لے۔

شرح :- اس میں کَاَعْطٰی بِهَا شعر ۴۳ کا تتمہ ہے اور اس کی شرح اُوپر درج ہو چکی ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ یہاں آیت کی لیاقت رکھنے والے دُو کلمے جمع ہوئے ہیں، جن میں سے پہلا وَاَعْطٰی ہے اور دوسرا وَاَكْدٰى لیکن چونکہ پہلے کے بعد اس کا مفعول قَلِيْلًا آ رہا ہے جس سے دونوں میں جُدائی ہو رہی ہے اس لئے یہاں بھی آیت صرف دوسرے کلمہ پر ہو گی اور وہ وَاَكْدٰى ہے، اور وَالَّذِیْ الخ میں آیات کے پہچاننے کا چوتھا طریقہ بتا رہے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ پُورے قرآن میں کوئی آیت بھی ایسی نہیں جو صرف ایک کلمہ والی ہو، نہ بڑی سُورتوں میں نہ چھوٹی سُورتوں میں۔ لیکن صرف ذیل کی تین صورتوں میں ایسی آیات آئی ہیں جو صرف ایک کلمہ والی ہیں:-

۱ مقطّعات میں، یعنی ہجا کے اُن حروف میں جو بعض سُورتوں کے شروع میں آ رہے ہیں۔ اور یہ اُنّیس ۱۹ ہیں۔ کیوں کہ ۲۹ میں سے چھ تو وہ نکل جائیں گی جن کے اخیر میں رَا ہے۔ اور اسی طرح طٰسٓ (نمل) اور صٓ، قٓ، نٓ چار یہ نکل گئے۔ پس اس طرح دسؔ سُورتیں نکل گئیں۔ اور ۲۹ میں سے اُنّیس ۱۹ باقی رہ گئیں۔ اور چوں کہ شورٰی میں حٰمٓ اور عٓسٓقٓ دونوں پر آیت ہے اس لئے مقطّعات کی کُل آیات بیس ۲۰ ہو گئیں اور ان کی تفصیل یہ ہے:- (۱) سُورۂ بقرہ۔ (۲) آلِ عمران۔ (۳) اعراف۔ (۴) مریم (۵) طٰہٰ۔ (۶) شعراء۔ (۷) قصص۔ (۸) عنکبوت۔ (۹) رُوم۔ (۱۰) لقمٰن۔ (۱۱) الٓمٓ السجدہ۔ (۱۲) یٰسٓ (۱۳ تا ۲۰) شورٰی کے سوا باقی چھ حوامیم کے شروع میں۔ حٰمٓ اور شورٰی میں حٰمٓ اور عٓسٓقٓ دُونوں۔

۲ :- جن کلمات کو قَسَم کے لئے استعمال کیا ہے ان میں سب جگہ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ قسم والے الفاظ سُورت کی دُوسری آیتوں کے ہم شکل ہوں۔ اور اسی لئے ــــــ (۱) وَكِتٰبٍ (طور) (۲ و ۳) وَالْقُرْاٰنِ (یٰسٓ و صٓ) (۴ و ۵) وَالْكِتٰبِ (زخرف و دُخان) (۶) وَالصّٰٓفّٰتِ (۷) وَالذّٰرِيٰتِ (۸) وَالنَّجْمِ (۹) وَالْمُرْسَلٰتِ (۱۰) وَالنّٰزِعٰتِ (۱۱) وَالْعٰدِيٰتِ (۱۲) وَالشَّمْسِ (۱۳) وَالَّيْلِ (۱۴) وَالْقَلَمِ پر آیت نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ قسم والے الفاظ تو ہیں لیکن قریب والی آیتوں کے ہم شکل نہیں ہیں۔ پس قَسَم والے الفاظ میں سے ایک کلمہ والی آیت صرف چار جگہ آئی ہے:- (۱) وَالطُّوْرِ (۲) وَالْفَجْرِ (۳) وَالضُّحٰى (۴) وَالْعَصْرِ۔

۳۴ :- قَسَم کے ماسِوٰا باقی الفاظ میں سے اِن پانچ پر (۱ و ۲) اَلرَّحْمٰنُ میں اس کا پہلا کلمہ اَلرَّحْمٰنُ اس پر کوفیؒ اور شامیؒ کے لئے اور دُوسرا مُدْهَآمَّتٰنِ، اس پر ساتوں اماموں کے لئے آیت ہے۔ دانیؒ فرماتے ہیں کہ میرے علم میں مُدْهَآمَّتٰنِ کے سِوا کوئی کلمہ بھی ایسا نہیں ہے جو سُورتوں کی آیتوں کے درمیان ہو، اور کامل اور مستقل آیت ہو۔ (۳ و ۴) المعارج سے پہلی سورۃ الحَآقَّۃ کا سب سے پہلا یعنی خود یہی کلمہ، اور التکاثر سے پہلے اَلْقَارِعَۃُ کا یہی کلمہ، ان دونوں پر کوفی کیلئے ہے اور اسی طرح مقطعات میں کے بیس (۲۰) پر بھی صرف کوفیؒ کے لئے آیت ہے۔ لیکن ان میں سے شورٰی کے قٓ پر حمصیؒ اور کوفی دونوں کیلئے ہے (۵) اَلْخَنَّاسِ یہ مکی اور شامی کیلئے ایک کلمہ والی آیت ہے کیونکہ ان کیلئے اَلْوَسْوَاسِ پر بھی آیت ہے، پس پورے قرآن میں ایک کلمہ والی آیات کُل انتیس (۲۹) ہیں جن میں سے بیس (۲۰) تو مقطعات پر ہیں اور صرف کوفی کے لئے ہیں اور ناظمؒ نے ان کو دیباچہ کے شعر ۲۶ وَمَا بَدْءُ عُدُّهٗ الخ میں بیان کیا ہے اور ان میں سے شورٰی کے قٓ میں حمصی بھی شریک ہیں اور قَسَم والے چار الفاظ میں سے وَالطُّوْرِ (۲۱) پر شامی اور عراقی کیلئے ہے اور وَالْعَصْرِ (۲۲) پر مدنی اخیر کے سوا باقی چھ کیلئے اور وَالْفَجْرِ (۲۳) اور وَالضُّحٰی (۲۴) پر ساتوں کیلئے آیت ہے، اور دو سورۂ رحمٰن میں ہیں اور ان میں سے اَلرَّحْمٰنِ (۲۵) پر کوفی و شامی کیلئے اور مُدْهَآمَّتٰنِ (۲۶) پر ساتوں کیلئے آیت ہے، اور دو یہ ہیں (۱) اَلْحَآقَّۃُ (۲۷) (۲) اَلْقَارِعَۃُ (۲۸) دونوں کا سب سے پہلا کلمہ ان پر صرف کوفی کیلئے آیت ہے، اور اَلْخَنَّاسِ (۲۹) یہ صرف مکی اور شامی کے لئے ایک کلمہ والی آیت ہے۔

اور قَسَم والے الفاظ میں سے آیات کا ہم شکل ہونے کے باوجود وَالتِّیْنِ کا لفظ مستثنٰی ہے۔ پس یہ مستثنٰی میں سے مستثنٰی ہے۔ اس لئے خود مستثنٰی جو قَسَموں کے الفاظ ہیں ان پر تو آیت ہے اور وَالتِّیْنِ جو مستثنٰی میں سے مستثنٰی ہے، اس پر آیت نہیں ہے۔ اور اس کے شمار نہ کرنے کی وجہ وہ قاعدہ ہے جو شعر ۴۲/۸ میں مذکور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب ایسے دو کلمے جمع ہو جائیں جن میں سے ہر ایک آیت کا سرا بننے کی لیاقت رکھتا ہو۔ عام ہے کہ ان دونوں کے درمیان مفعول سے فاصلہ آرہا ہو، یا دونوں بالکل متّصل ہوں تو وہاں صرف دوسرے کلمہ پر آیت ہوتی ہے، اور دونوں پر نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اس صورت میں دوسری آیتوں کے ساتھ مقدار میں یکسانی بھی نہیں رہتی۔ اور بعض جگہ کلام کے تمام ہونے سے پہلے اس کا منقطع ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ دونوں ایسی دشواریاں ہیں جن کا اختیار کرنا قیاس کی رُو سے درست نہیں ہے اس لئے آیت دوسرے ہی پر ہوتی ہے۔ اور وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ بھی اسی قبیل سے ہیں کہ ان میں بھی اوّل کے بجائے ثانی پر آیت ہے۔

فائدہ ۱ :- جو قاعدہ یہاں شعر ۴۴/۱۰ و ۴۵/۱۱ میں بیان ہوا ہے اُس کو ۴۲/۸ و ۴۳/۹ والے قاعدہ کی تعلیل بھی کہہ سکتے ہیں اور اس کی تقریر اس طرح ہوگی کہ اَعْطٰی وَاتَّقٰی اور دَنَا فَتَدَلّٰی اور اَغْنٰی

وَاَقْنٰی میں سے اَعْطٰی اور دَنَا، اَغْنٰی اور وَاَعْطٰی پر آیت اس لئے نہیں ہے کہ ان پر آیت شمار کرنے سے وَاَعْطٰی میں خود ہی آیت اور باقی تین[۳] میں بعد والی آیتیں صرف ایک کلمہ پر رہ جائیں گی حالانکہ ایک کلمہ والی آیات کُل انتیس[۲۹] آئی ہیں۔ اور وَاتَّقٰی، فَتَدَلّٰی، وَاَقْنٰی، وَاَعْطٰی ان میں شامل نہیں ہیں اور وَاَعْطٰی میں دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے بعد اس کا مفعول آرہا ہے۔ اور قسم والے الفاظ میں دوسری آیتوں کے ہم شکل ہونے کی شرط کا اضافہ کر دینے سے وہ قسمیں نکل گئیں جو دوسری آیتوں کی ہم شکل نہیں ہیں اور یہ سب اُن چودہ[۱۴] مثالوں میں درج ہو چکی ہیں جو ابھی گذریں

پس خلاصہ یہ ہے کہ سورتوں کے شروع والی آیتیں ایک کلمہ والی صرف اِن تین قسموں میں آئی ہیں۔ (۱) مقطعات میں اور وہ بیس[۲۰] ہیں۔ (۲) اُن الفاظ میں جن سے قَسم کھاتے ہیں جب کہ وہ دوسری آیتوں کے ہم شکل بھی ہوں۔ اور ان میں سے چار[۴] پر آیت شمار کی ہے۔ (۳) قسموں کے سِوا دوسرے الفاظ میں سے ہو، اور یہ پانچ[۵] ہیں۔ اس طرح ایک کلمہ والی کُل آیات اُنتیس[۲۹] ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کو کوفی[ح] نے شمار کیا ہے، اور بعض میں دوسرے امام بھی شریک ہو گئے ہیں۔ اور تفصیل اوپر دَرج ہو چکی ہے۔

فائدہ ۲۷:۔ اس قصیدہ میں ناظم رحمہ اللہ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ اکثر سورتوں میں اُن آیتوں کو بھی بتا دیتے ہیں جو اَوروں سے زیادہ طویل ہوں اور اسی طرح ان آیتوں کی نشان دہی بھی کر دیتے ہیں جو اَوروں سے مختصر اور چھوٹی ہوں۔ اور اس تنبیہ سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ طلباً اور شائقین ہوشیاری اور بیداری سے کام لیں اور طویل آیت کو ایک ہی آیت تصوّر کریں، اور دو[۲] یا تین[۳] آیتیں نہ سمجھیں، اور اس کے درمیانی حصّوں کو وقوف قرار دیں نہ کہ مستقل آیتیں۔ نیز مختصر آیت کو مستقل آیت تصوّر کریں، اور اس کے بعد والی یا اس سے پہلی آیت کا تتمہ اور اس کا حصّہ قرار نہ دیں۔ پس چھوٹی آیت بڑی سے پہلے ہو یا اس کے بعد ہو دونوں صورتوں میں اس کو مستقل آیت سمجھو، اور یہ نہ کرو کہ پہلے آنے کی صورت میں اس کو بڑی آیت کے شروع کا اور بعد میں آنے کی تقدیر پر چھوٹی آیت کو بڑی کا آخری حصّہ قرار دیدو۔ مثالیں بقرہ شعر ۷۹/۹ میں لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (ع ۳۲) مَا يُرِيْدُ ۝ (ع ۳۳) اور لَا يُظْلَمُوْنَ (ع ۳۸) اور بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (ع ۳۹) اور آل عمران شعر ۹۰/۹ و ۹۱/۱۰ میں بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (ع ۱۶) لِلْعَبِيْدِ ۝ (ع ۱۹) صٰدِقِيْنَ ۝ (ع ۱۹) لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ (ع ۲) حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ (ع ۲) فِي الْبِلَادِ ۝ (ع ۲) وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ (ع ۲) ہیں۔

پس بقرہ میں لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ والی آیت تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ سے اور مَا يُرِيْدُ والی تِلْكَ الرُّسُلُ سے شروع ہوتی ہے، اس لئے یہاں ان کو دو مستقل آیتیں سمجھو، اور تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ والی آیت کو تِلْكَ

الرُّسُلُ والی آیت کا ابتدائی حصہ قرار نہ دو۔ اور اسی طرح لَا یُظْلَمُوْنَ۹ (ع۳۸) والی وَاتَّقُوْا سے اور عَلِیْمٌ ۝ (ع۳۹) والی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ سے شروع ہوتی ہے۔ یہاں بھی وَاتَّقُوا والی آیت کو اس کے بعد والی آیت کا ابتدائی جزو نہ سمجھو بلکہ دونوں کو مستقل آیتیں تصور کرو اور باقی آٹھ مثالوں میں بھی یہی تقریر جاری ہے۔ اور ان میں سے جو ۱۱ فِی الْبِلَادِ پر ختم اور لَا یَغُرَّنَّکَ سے شروع ہوتی ہے۔ جو ۱۲ الْمِهَادُ پر ختم اور مَتَاعٌ سے شروع ہوتی ہے ان دونوں کو بھی مستقل آیتیں شمار کرو اور ان کو پہلی آیت فَاسْتَجَابَ لَهُمْ کا آخری حصہ قرار نہ دو اور اسی طرح جو ۹ الْمِيعَادَ پر ختم اور رَبَّنَا وَاٰتِنَا سے شروع ہوتی ہے، اس کو بھی اس فَاسْتَجَابَ لَهُمْ والی آیت کا ابتدائی حصہ نہ سمجھو جو اس کے بعد آرہی ہے اور حُسْنُ الثَّوَابِ پر ختم ہو رہی ہے ان مثالوں میں غور کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ مقصد پوری طرح سمجھ میں آجائے گا۔

خلاصہ یہ کہ چھوٹی آیت بڑی سے پہلے ہو تو اس کو بڑی آیت کا ابتدائی حصہ نہ بناؤ اور اگر بڑی کے بعد ہو تو چھوٹی آیت کو بڑی آیت کا آخری حصہ قرار نہ دو بلکہ دونوں صورتوں میں چھوٹی آیت کو بھی ایک مستقل آیت شمار کرو۔

فائدہ ۳:۔ ان شاء اللہ تعالیٰ شعر میں طویل آیت پر ''ط'' کی اور قصیر اور مختصر آیت پر ''ق'' کی علامت ملے گی اور ان دونوں علامتوں سے ناظمؒ کا مقصد پوری طرح ظاہر ہو جائے گا۔

فائدہ ۴:۔ ناظمؒ کی دوسری عادت یہ ہے کہ جن آیتوں میں مشاکلہ اور مشابہت کی وجہ پوری طرح واضح نہیں ہوتی ان آیتوں کو بھی بتا دیتے ہیں۔ چنانچہ بقرہ میں شعر ۷۷ و ۷۸ کے چھ کلمات اسی قبیل سے ہیں۔ پس جس طرح لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ (ع۲۰) اور عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (ع۲۱) پر آیت ہے، اسی طرح شَدِیْدُ الْعَذَابِ ۝ اور بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ اور مِنَ النَّارِ ۝ ان تینوں پر بھی آیت ہے جو یَعْقِلُوْنَ ۝ اور مُبِیْنٌ ۝ کے درمیان آرہے ہیں اور جس طرح عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (ع۲۱) اور شِقَاقٍ بَعِیْدٍ ۝ (ع۲۱) پر آیت ہے، اسی طرح اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ پر بھی ہے، جو ان دونوں کے درمیان آرہا ہے، نیز جس طرح یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (ع۲۴) پر آیت ہے، اسی طرح شَدِیْدُ الْعِقَابِ (ع۲۴) پر بھی ہے جو اس کے بعد آرہا ہے، اور الْعَذَابِ، الْاَسْبَابُ ۝ مِنَ النَّارِ ۝ عَلَى النَّارِ ۝ الْعِقَابِ۔ ان پانچوں میں شبہ کی وجہ یہ ہے کہ آخر سے پہلا حرف ان کی دونوں جانبوں کی آیتوں میں تو واؤ مدہ اور یاء مدہ ہے اور خود ان میں آخر سے پہلا حرف الف مدہ ہے۔ پس اس فرق کی وجہ سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید ان پر آیت نہیں ہوگی، حالانکہ واقع میں ان پر بھی آیت ہے، اور شبہ جو پیدا ہوتا ہے وہ اس لئے معتبر نہیں

کہ شعر ۳۸/۴ میں معلوم ہو چکا ہے کہ مشاکلہ کے حاصل ہونے میں تینوں حروفِ مدّہ یکساں ہیں۔ پس جس طرح یاء اور واو مدّہ سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح الف مدّہ سے بھی مشاکلہ اور مشابہت متحقق ہو جاتی ہے۔ اِس لئے شبہ کی کوئی وجہ نہیں۔ چنانچہ ناظمؒ نے وَكَمْ نَسَقٍ بِالْمَدِّ بقرہ شعر ۷۸/۸ میں اس شبہ کو رفع کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ مشاکلہ مد کے تینوں ہی حرفوں سے حاصل ہو جاتا ہے۔

تنبیہ:۔ آیات کے پہچاننے کا پانچواں طریقہ اجماع و اتفاق ہے جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے پس یہ کل پانچ قواعد ہو گئے،

(۴۶/۱۲) تَفْ اَوْ فَصْ — سَبَ اَوْ اَسْ

فَهٰذَا بِهٖ حَلُّ الْفَوَاصِلِ حَاصِلٌ

(مُتَعَلِّقٌ بِحَاصِلٌ) — اَيْ وَفِي الْاٰيَاتِ الَّتِيْ جَاءَتْ عَلٰى خِلَافِ الْاُصُوْلِ الْمَذْكُوْرَةِ — مُنْفَعٌ اَوْ مُنْتَجٌ (مَفَصْ) — مُنْتَجٌ

وَفِيْمَا سِوَاهُ النَّصُّ يَاْتِيْكَ بِالْفَسْرِ

(مَجْرُوْرٌ) — اَيِ التَّنْصِيْصُ — اَيْ كَائِنًا بِالظُّهُوْرِ وَالْبَيَانِ۔

هٰذا اور بہ اور ما سواہ، تینوں میں تذکیر اس لئے ہے کہ مشارٌ الیہ اور مرجع بیانِ مذکور ہے جو واحد بھی ہے اور مذکر بھی۔

ترجمہ:۔ پس (شعر ۳۵/۱ سے ۴۵/۱۱ تک کے گیارہ شعروں میں درج شدہ اُصول و قواعد کا) یہ (بیان) جو ہے اُس (بیان) کے سبب (یا اس کی مدد سے ان) فواصل (اور آیات کی مشکلات) کا آسان کر دینا حاصل ہو گیا (جو مذکورۂ بالا قواعد اور اصُول کے مُطابق آ رہی ہیں۔ پس جو آیات ان قواعد کے مطابق ہوں گی وہ تو ادنیٰ غور کے بعد ان ہی قواعد سے سمجھ میں آجائیں گی۔ اور گہری نظر ڈالنے کے بغیر ان پر آیت ہونے کی وجہ بھی معلوم ہو جائے گی، اور وہ یہی ہے کہ یہ آیات دونوں جانبوں کی آیتوں کی شکل اور ان کے وزن پر ہیں۔ اور اصولِ فقہ والے اِس کو قیاس جلی کہتے ہیں۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ کسی حکم اور مسئلہ کی وجہ معمولی غور کے بعد ظاہر ہو جائے) اور اُس (مذکور) کے ماسوا میں (یعنی جو آیتیں مذکورۂ بالا قواعد کے خلاف دوسری طرح آ رہی ہیں ان کے بارے میں) تمہارے پاس پُوری وضاحت کے ساتھ تصریح آجائے گی۔

شرح:۔ یعنی آیات کے بہت سے موقعوں کو تو مذکورۂ بالا قواعد سے خود ہی سمجھ لو گے اور وہ جلی قیاس سے حاصل ہو جائیں گے۔ اور کچھ آیات ایسی بھی ہیں جو ان قواعد کے خلاف دوسری طرح آ رہی ہیں جیسے اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فاتحہ میں، کہ اس پر مدنیانؒ و بصریؒ، شامیؒ کے لئے آیت ہے اور جیسے اَلَّا تَعُوْلُوْا (نساء ۶) میں، اس پر سب شماروں میں آیت ہے۔ حالانکہ یہ دونوں پہلی اور بعد والی آیتوں کی شکل اور ان کے وزن پر نہیں ہیں۔ پس اس دوسری قسم کی تمام آیات کو سُورتوں میں ان کے مقامات پر صراحۃً بیان کریں گے۔ اور ان پر آیت ہونے کی وجہ اور دلیل تو موجود ہے لیکن خفی اور پوشیدہ ہے جس کو باریک نظر والے سمجھ سکتے ہیں۔ اور اصول فقہ میں اس قیاس کو استحسان اور قیاس خفی کہتے ہیں۔

جس کی وجہ ظاہر نہ ہو۔ پس کبھی قیاس جلی کو ترجیح دیتے ہیں اور کبھی اصل کے قوی ہونے کی بناء پر استحسان کو ترجیح دیتے ہیں۔

فائدہ:۔ شعر ۲۴ کے فائدہ میں درج ہو چکا ہے کہ فواصل کی چھ قسمیں ہیں جن میں سے دو بالکل واضح ہیں، اس لئے ان کو بیان نہیں کریں گے۔ رہیں باقی چار، سو ان کے ظاہر نہ ہونے کی بناء پر ان کو ہر جگہ بیان کریں گے۔ اور تفصیل درکار ہو تو اس مقام کا مطالعہ فرمالیجئے۔

اِس بیان کی تقریر

۴۷/۱۳ وَاِشْكَالُهَا تَجْلُوهُ اَشْكَالُهَا فَكُنْ

بِتَمْيِيزِهَا طَبًّا لَعَلَّكَ اَنْ تُبْرِىْ

(من أبرأه الله من المرض إذا شفاه وهو كيفرح شعر ۱۴ في الأصل والتعليل)

ترجمہ:۔ اور (بعض موقعوں میں) اُن (آیات) کا التباس (اور شبہ) جو ہے اس (التباس) کو اُن (آیات) کی ہم شکل (دوسری آیات) خوب ظاہر کر دیں گی، (اور شبہ کو بالکل دُور کر دیں گی، جب یہ بات ہے) تو تُو (ہم شکل آیات میں غور کرنے کے سبب) اُن (آیات) کے (غیر آیات سے) ممتاز (اور جُدا) کر دینے کے ذریعہ ماہر (اور تجربہ کار) بن جا (یعنی کچھ عرصہ تک غور سے کام لو گے تو پھر تم آیات کے پہچاننے میں پُورے تجربہ کار اور کامل بن جاؤ گے اور پھر آسانی سے پہچاننے لگو گے، اور اس ماہر بن جانے کے سبب) اُمید ہے کہ تم (اپنے آپ کو اور دوسرے طلباء کو اُن شبہات سے) بَری کر دو گے (جو فواصل کے بارے میں پیش آتے ہیں، اور اسی طرح آیات اور ان کے رُؤس سے ناواقف رہنے سے بھی رہائی حاصل کر لو گے)

شرح:۔ یعنی اگر کسی کلمہ کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے کہ اس پر آیت ہے یا نہیں تو اس کا علاج اِس طرح کرنا کہ اس کلمہ کو اسی جیسے دوسرے کلمات سے ملا کر دیکھ لینا۔ پس اگر یہ کلمہ شکل و وزن میں اُن کلمات سے مِلتا جُلتا ہو جن پر آیت شمار کی گئی ہے تو اس کلمہ پر بھی آیت شمار کر لینا۔ اور اگر ان سے مِلتا جُلتا نہ ہو تو یہ سمجھ لینا کہ اس پر آیت نہیں ہے۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ کسی کلمہ پر آیت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں نص اور روایت موجود نہ ہو۔ کیونکہ اگر روایت موجود ہو گی تو اس کلمہ پر آیت ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگانے میں اس روایت پر عمل کریں گے۔ اور

قیاس سے کام نہیں لیں گے، اور یہ نہیں دیکھیں گے کہ یہ آیات والے کلمات سے ملتا جلتا ہے یا نہیں۔

فائدہ ۱:۔ اس تقریر میں اشارہ ہے کہ اس مشاکلہ ومشابہت والے قاعدہ کا اہتمام بہت زیادہ کرو اور خوب مَشّاق بن جاؤ۔ اور اسی لئے فرمایا ہے کہ تم آیات کے غیر آیات سے جُدا کر دینے کے اور مشاکلہ والے قاعدہ کو آیات میں جاری کرنے کے ذریعہ پُورے ماہر بن جاؤ، تاکہ تمہارے لئے وہ کلمات جن پر آیت ہے، اور وہ جن پر نہیں ہے ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر خوب واضح ہو جائیں۔

فائدہ ۲:۔ لوامع میں ہے کہ مشاکلہ والا قاعدہ طلباء کی مشکلات کو پُوری طرح حل کر دیتا ہے اور دوسرے قواعد میں یہ بات نہیں ہے۔ تو اے **طالب** اس کو خوب اچھی طرح سمجھ لے اور پُورے اہتمام سے اِس بارے میں ملکہ حاصل کر لے تاکہ تو پیش آنے والے اشکال سے رہائی پالے اور چوں کہ بہ نسبت دوسرے قواعد کے مشاکلہ والا قاعدہ اُس کسوٹی کے مرتبہ میں ہے جس سے سونا اور چاندی کا کھرا اور کھوٹا ہونا معلوم کرتے ہیں اس لئے ناظمؒ نے اس قاعدہ کو شعر ۳۷ میں پُوری تفصیل سے بیان کرنے کے بعد یہاں شعر ۴۷/۱۴ میں دوبارہ تنبیہ فرمادی۔

اس کی وجہ کہ مشاکلہ والے قاعدے کے استعمال کرنے سے غیر آیت کے آیت ہونے کا شبہ کیوں دور ہو جاتا ہے

(۴۸/۱۴) وَمَا بَیْنَ اَشْکَالِ التَّنَاسُبِ فَاصِلٌ

سِوٰی نَادِرٍ یُلْفٰی تَمَامًا کَمَا الْبَدْرِ

(مُتَعَلِّقٌ بِیُلْفٰی اَوْ بِکَائِنًا وَھُوَ حَالٌ ثَانٍ مِنْ ضَمِیْرِ یُلْفٰی)

ترجمہ:۔ اور (اس مشاکلت کے قاعدہ کے استعمال کرنے سے آیات میں پیدا ہو جانے والا شبہ دور ہو جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپس میں) مناسبت (رکھنے والی اور مقدار میں برابری) والی ہم شکل آیتوں کے درمیان کوئی (ایسا لفظ) رکاوٹ بننے والا نہیں ہے (جو دوسری آیات کی شکل ووزن کے خلاف اگر رُؤسِ آیات کے تلاش کرنے والے کو شبہ میں ڈالدے اور وہ یہ معلوم نہ کر سکے کہ اس پر آیت ہے یا نہیں) سوائے (اُس) نادر (اور قلیل الوجود فاصل رکاوٹ ڈالنے والے لفظ) کے جو (فن کے علماء کی کتابوں میں) چودھویں رات کے چاند کی طرح کامل (اور ظاہر)

باہر ہونے کی حالت میں پایا جاتا ہے (یا کامل اور پورا پورا پایا جاتا ہے حالانکہ یہ نادر اور شبہ پیدا کرنے والا لفظ چودھویں رات کے چاند کی طرح واضح ہے۔)

شرح :۔ یعنی اکثر جگہ آیات کے آخری سروں کے ہم شکل الفاظ کے درمیان ایسے الفاظ آتے ہی نہیں جو شکل و وزن میں ان کے موافق نہ ہوں، اور اگر شاذ و نادر ایسا لفظ آ بھی جاتا ہے تو اس کا حکم صاف صاف بتا دیتے ہیں۔ اور اس سے اشکال و شبہ بالکل دُور ہو جاتا ہے، اِس لئے مشاکلت کا قاعدہ ایک ایسا صحیح اور کامل معیار ہے جس سے آیات کے پہچاننے میں پوری پوری آسانی میسّر آجاتی ہے اور اس رکاوٹ ڈالنے والے نادر لفظ کی مثال اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (فاتحہ) ہے جن پر صرف بعض کے لئے آیت ہے، اور اَلَّا تَعُوْلُوْا (نساء ع) اور ضَلُّوا السَّبِيْلَ (فرقان ع) اور يَهْدِي السَّبِيْلَ (احزاب ع) لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (زلزال) ہے جن پر سب کے لئے آیت ہے۔ اور مَا غَشِيَهُمْ اور رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا (طٰہٰ ع ع) جن پر صرف کوفی کے لئے آیت ہے۔ یہ چھ مثالیں بھی نادر فاصلے کے قبیل سے ہیں۔ اور لوامع کی رُو سے مقصد یہ ہے کہ بعض آیات کا وزن و مقدار میں دُوسری بعض آیات کے مناسب ہونا اُن شبہات کو دُور کر دیتا ہے جو ہم شکل آیات میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس اے آیات کے شمار کے علم میں ترقی کے طالب! تو ان مناسبت والی آیات کے ذریعہ، آیات اور غیر آیات میں جُدائی کر دے۔ پس اگر مذکورۂ بالا قواعد میں تعارض اور ٹکراؤ پیدا ہو جانے کے سبب تمہیں حیرانی پیش آجائے تو ہم شکل کلمات کو ترجیح دو، اور یہ فیصلہ کر دو کہ یہ آیات کے آخری سرے ہیں۔ اور اگر ہم شکل کلمات میں بھی تردّد پیدا ہو جائے تو پھر ہم وزن الفاظ کو ترجیح دو، اور ان پر آیت ہونے کا حکم لگا دو، اس لئے کہ اکثر آیات ہم شکل اور ہم وزن ہوتی ہیں۔ اور کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جو نہ ہم وزن ہیں اور نہ ہم شکل لیکن یہ نادر ہیں۔ اور دانی کے اس ارشاد کا مطلب بھی یہی ہے کہ "سورتوں کی آیتوں کا ہم شکل ہونا اور مقدار میں یکساں ہونا آیات کے ان سروں کو باطل نہیں کرتا جو نادر یا ان کے مخالف ہیئت سے آئے ہیں اور جو شکل و وزن میں ان آیات کے حکم سے خارج ہیں، بلکہ یہ بھی تمام اہلِ شمار کی گنتی کے مطابق ایسی اجماعی یا اختلافی آیات ہوں گی جو مقدار میں اور درازی اور شکل میں پہلی اور بعد والی آیتوں کے مشابہ نہیں ہوں گی۔ اور ان کی مثالیں یہ ہیں :۔ (۱) اَلَّا تَعُوْلُوْا (نساء ع) (۲) وَلَا تَحْزَنَ۔ (۳) مَا غَشِيَهُمْ (۴) رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا (طٰہٰ ع و ع و ع) (۵) لَوَاقِعٌ (مرسلٰت ع) (۶) لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (زلزال) وغیرہ انتہیٰ۔

فائدہ :۔ لوامع کی رُو سے شعر ۱۴/۴۸ میں وَمَا بَيْنَ اَشْكَالِ التَّنَاسُبِ کے بجائے وَمَا

بَيْنَ الاَشْكَالِ التَّنَاسُبُ ہے۔ اَشْكَالِ میں اَلْ تعریفی سے اور بآ کے جر کے بجائے رفع سے، اور اس میں مَا نافیہ کے بجائے موصولہ ہے، جس کا مصداق شُبہ ہے۔ اور فَاصِلُ مُمَيِّزٌ کے معنی میں ہے اور اس کے بعد بھَا مقدر ہے اور یہ ھَا موصول کا عائد ہے۔ اور شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو شبہ ہم شکل آیتوں کے درمیان کسی لفظ میں پیش آجائے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اس شبہ والے لفظ کو دوسری آیتوں کے آخری سروں سے ملاکر دیکھ لو۔ پس اگر یہ لفظ وزن میں ان آیتوں سے ملتا ہوا ہو تو اس پر بھی آیت شمار کر لو، اور اگر ملتا ہوا نہ ہو تو اس پر آیت شمار نہ کرو۔ لیکن کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جن میں یہ شبہ وزن میں ملتا ہوا ہونے سے بھی دُور نہیں ہوتا ان کے لئے ناظم رحؒ نے یہ تدبیر اختیار کی ہے کہ ہر سُورۃ میں دوؔ طرح کے الفاظ لائے ہیں۔ (۱) شبہ الوسط جس میں واقع کے خلاف یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس پر آیت نہیں ہوگی۔ اس میں یہ بتاتے ہیں کہ اس پر سب کے لئے آیت ہے۔ (۲) شبہ الفاصلہ، جس میں حقیقت کے خلاف یہ وہم ہوتا ہے کہ اس پر آیت ہوگی۔ اس لئے اس پر تنبیہ فرما دیتے ہیں کہ اس پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں۔

فاصلہ کے بیان اور اس کے پہچاننے کے قواعد سے فارغ ہونے کے بعد آیت کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ کا بیان، پس شعر $\frac{49}{15}$ میں لغوی اور $\frac{50}{16}$ میں اصطلاحی معنیٰ بتاتے ہیں۔

($\frac{49}{15}$) وَالاٰيَةُ مِنْ مَّعْنَى الْجَمَاعَةِ اَوْ مِنَ الْـ
عَلَامَةِ مَبْنَاهَا عَلٰى خَيْرِ مَاجُدْ

(حواشی: بمعنیٰ فی — بمعنیٰ فی — مُتْخَمٌ — اخص — زائد ہے)

ترجمہ:۔ اور آیت (لغت کی رُو سے یا تو) جماعت کے معنیٰ میں ہے یا علامت (کے معنیٰ) میں ہے اور دونوں معنی صحیح بھی ہیں اور کثیر الاستعمال بھی، اس لئے فرماتے ہیں کہ اُس (آیت) کی اصل (اور اس کی بنیاد) عمدہ ترین دیواروں پر قائم ہے (اور یہ اس لئے ہے کہ آیت کے معنی منقول عنہ اور لغوی معنی سے پُوری مناسبت رکھتے ہیں)

شرح:۔ آیت کے معنی دوؔ ہیں:۔ (۱) **جماعت**، جیسے جَآءَ الْقَوْمُ بِاٰيَتِهِمْ قوم اپنی جماعت کو لے کر آئی۔ (۲) **علامت**، جیسے اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ (بقرہ عٓ۳۲) طالوت کے بادشاہ ہونے کی علامت

یہ ہے۔ پھر لغوی معنی سے منقول ہو کر قرآنی کلمات کے ایک مجموعہ کا نام بن گیا۔ اور لغوی اور اصطلاحی معنیٰ میں مناسبت یہ ہے کہ آیت بھی حروف کی ایک جماعت اور ان کے مجموعہ پر مشتمل ہوتی ہے نیز کلام کے مابعد سے جُدا ہو جانے کی اور اس آیت کی خبر دینے والے یعنی نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سچّا ہونے کی علامت ہوتی ہے۔ کیونکہ ساری مخلوق اس آیت کا نمونہ تیار کرنے سے عاجز ہے۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کو پیش کر رہے ہیں اور اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ سچّے نبی ہیں۔ اور خَرَجَ الْقَوْمُ بِاٰیَتِهِمْ اور بَیْنِیْ وَبَیْنَ فُلَانٍ اٰیَةٌ بھی اسی قبیل سے ہیں۔ پس اوّل میں اٰیَة جماعت کے اور ثانی میں علامت کے معنی میں ہے۔

فائدہ ۱:۔ یہاں اَوْ صرف مَنْعِ خُلُوّ کے لئے ہے۔ کیونکہ قرآنی آیات میں دونوں معنیٰ کا جمع کر دینا بھی ممکن ہے، اس لئے کہ یہاں دو حیثیتیں ہیں۔ (۱) آیت حروف سے مرکب ہے۔ پس یہ حروف کی ایک جماعت ہے (۲) اپنے پیش کرنے والے کے سچّا ہونے کی، نیز کلام کے منقطع ہو جانے کی علامت ہے اس بنا پر یہ دلالت ہے۔ اور ان میں سے پہلی تعریف حد ہے کیونکہ یہ ذاتی کے ذریعہ کی گئی ہے۔ اور دوسری تعریف رسم ہے جو عرضی سے کی گئی ہے۔ اور بعض نے صرف پہلے معنیٰ میں استعمال کیا ہے۔ چنانچہ صحاح میں ہے کہ قرآن مجید کی آیت جماعت والے معنیٰ سے لی گئی ہے کیونکہ یہ حروف کی جماعت ہے۔ اور بعض نے صرف دوسرے معنیٰ لئے ہیں۔ اور بعض نے دونوں کو جمع کر لیا ہے۔

فائدہ ۲:۔ مَبْنَاهَا عَلٰی خَیْرِ مَاجُدُہٗ میں آیت کے اِس معنی کی تعریف کی ہے اور اُنکی عمدگی بتائی ہے۔

فائدہ ۳:۔ اس کی اصل (۱) خلیل کی رائے پر اَیَیَةٌ تھی۔ پھر بَاعَ کے قاعدہ کے سبب یا الف سے بدل گئی۔ (۲) کسائی کی رائے پر اس کی اصل اٰیِیَةٌ تھی۔ چونکہ دو یا اُت جمع ہو رہی تھیں جن میں سے ایک کا حذف یا اِدغام درست تھا۔ اور حذف میں تخفیف زیادہ تھی اس لئے اس کو پسند کر کے پہلی یا کو حذف کر دیا۔ (۳) سیبویہ اور اخفش اور فراء کی رائے پر اَاْیِیَةٌ تھی۔ پہلی یا جو ساکن تھی اس کو الف سے بدل لیا اور دوسرے ہمزہ کو حذف کر دیا۔ اور دوسری یا کو تشدید سے خالی کر دیا، اس لئے اٰیَةٌ ہو گیا۔

فائدہ ۴:۔ لوامع کی رُو سے یہاں خَیْرِ کے بجائے خُبُرِ ہے اور مَا موصولہ ہے اور جُدُہٗ، جَدِیْرٌ بمعنیٰ لَائِقٌ کی جمع ہے۔ اور اس سے پہلے هُوَ مقدر ہے اَیْ هُوَ جَدِیْرٌ بِالْقَوْلِ۔ اور اب جملہ کے معنیٰ یہ ہوں گے، "اِس آیت کی اصل اُس چیز کی خبر پر قائم ہے۔ جو قائل ہونے اور

اعتبار کرنے کے لائق ہے۔" اور یہ تکلف پر مبنی ہے۔

آیت کے اصطلاحی معنیٰ کا بیان

(اور لف ونشرِ مرتب کے طریق سے لغوی معنیٰ کی دونوں صورتوں پر تفریع)

(۵۰/۱۶) فَأَمَّا حُرُوفٌ فِي جَمَاعَتِهَا غِنًى
(تَفْ — لِلتَّفْصِيلِ) (أَيْ هِيَ حُرُوفٌ) (مُنْتَجٌ) (بَحْرٌ) (أَيْ هِيَ مُسْتَغْنِيَةٌ عَمَّا قَبْلَهَا وَعَنْ مَا بَعْدَهَا)

وَإِمَّا حُرُوفٌ فِي دَلَالَةٍ مَنْ يُقْرِئُ
(أَيْ هِيَ حُرُوفٌ) (مُتَعَلِّقٌ بِمَكَانِيَةٍ مُقَدَّرَةٍ)

ترجمہ :۔ (اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ لغت کی رو سے "آیت" کے معنیٰ دو ہیں (۱) جماعت (۲) علامت پھر جب یہ نام قرآنی آیات کی طرف منقول ہوا تو اس میں احتمال ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک معنیٰ سے منقول ہو۔ اس لئے اب اس میں دونوں ہی معنیٰ پر تفریع کرتے ہوئے فرماتے ہیں) پس (آیت) یا تو (ایسے) حروف ہیں جن کی جماعت (اور ان کے مجموعہ) میں (پہلے اور بعد والے کلام سے) بے نیازی ہے۔ (یعنی آیت حروف کی اتنی تعداد کا نام ہے جس سے کلام کا مقصد سمجھ میں آجاتا ہے اور اس کے سمجھنے کے لئے اس مجموعہ کے ساتھ پہلی اور بعد والی عبارت کے ملانے کی حاجت پیش نہیں آتی۔ یہ تفریع وہ ہے جس کا تعلق آیۃ کے پہلے معنیٰ سے ہے۔) اور یا آیت ایسے حروف ہیں جو قرآن کے معلم کے (اپنے شاگردوں کو یہ بات) بتادینے (کے بارے) میں (کافی) ہیں (کہ یہاں ایک حصہ ختم ہوگیا ہے اور یہاں دو اور یہاں تین حصے پورے ہوگئے۔ کیوں کہ جب شاگرد اور استاد کو اس کا علم ہوتا ہے کہ میں نے اتنا پڑھ لیا ہے اور پڑھا دیا تو ایک طرح کی خوشی میسر آتی ہے۔ اور آئندہ کام کرنے کے لئے شوق میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ پس چونکہ معلم کو حصوں کا علم ہونے کی ضرورت زیادہ پیش آتی ہے اس لئے اس حکم کو معلم کے ساتھ خاص کر دیا ورنہ آیات کے ذریعہ کلامِ الٰہی کے حصوں کا علم معلم و غیر معلم دونوں ہی کو حاصل ہوتا ہے، اس تفریع کا تعلق دوسرے معنیٰ سے ہے۔)

شرح :۔ شعر ۴۹/۱۵ میں آیت کے دونوں معانی کا لف واجمال تھا، اور شعر ۵۰/۱۶ میں ان دونوں کا نشر اور ان کی تفصیل ہے۔ اور نشر میں بھی دونوں کا بیان اسی ترتیب سے ہے جس سے لف میں مذکور تھے۔ اور جب اجمال اور تفصیل دونوں میں ترتیب متحد ہوتی ہے تو اس کو لف ونشرِ مرتب کہتے ہیں۔ پس آیت کے جماعت والے معنیٰ سے منقول ہونے کی صورت میں اصطلاحی معنیٰ اکثر

کی رائے پر تو یہ ہیں کہ آیت قرآن کے ایسے حروف کا نام ہے جن کی جماعت اور مجموعہ میں پہلے اور بعد والے کلام سے استغنا اور بے نیازی ہو۔ اور بعض کی رائے پر معنیٰ یہ ہیں کہ آیت قرآن کے حروف کی ایک ایسی جماعت ہے جس کا اوّل بھی ہو اور آخر بھی۔ نیز تحقیقاً یا تقدیراً اپنے سے پہلے اور بعد والے کلام سے بے نیاز ہو، نیز اپنے مثل پر مشتمل نہ ہو۔ پس یہ چار جزو ہوئے۔ اور ان میں سے پہلی قید سے حروف کی تمام جماعتیں تعریف میں شامل ہوگئیں۔ اور دوسری قید سے حروف کی وہ جماعتیں نکل گئیں جن کا اوّل و آخر نقل و توقیف سے ثابت نہ ہوا ہو۔ اور تیسری قید سے وہ آیتیں تعریف میں شامل ہوگئیں جو دوسری آیتوں کے درمیان آرہی ہوں۔ کیوں کہ وہ دونوں طرف کی آیتوں سے تحقیقاً بھی بے نیاز ہیں اور تقدیراً بھی۔ اور قرآن کی سب سے پہلی اور آخری آیت بھی شامل ہوگئی۔ کیونکہ سب سے پہلی تو اپنے سے پہلی آیت سے اور بالکل آخری آیت اپنے سے بعد والی سے صرف تقدیراً بے نیاز ہے کیوں کہ حقیقت میں تو ان سے پہلی اور بعد میں کوئی آیت ہے ہی نہیں۔

اور چوتھی قید سے پوری سورتیں نکل گئیں۔ کیوں کہ کامل سورت پر یہ بات تو صادق ہے کہ وہ قرآنی حروف کی ایسی جماعت ہے جس کا اوّل بھی ہے اور آخر بھی، لیکن چوں کہ آیتوں پر مشتمل ہے اس لئے تعریف سے نکل گئی۔ اور علامت والے معنیٰ سے منقول ہونے کی تقدیر پر تعریف یہ ہے کہ آیت قرآنی حروف کا ایک مجموعہ ہے جس کا اوّل بھی ہو اور آخر بھی۔ اور یہ اوّل و آخر شارع کے بتانے سے معلوم ہوا ہو۔ نیز کلام کے ختم ہونے اور اپنے پیش کرنے والے کے سچّا ہونے پر اور جس سے اس آیت کا نمونہ اور مقابلہ طلب کیا گیا ہو اس کے عاجز ہونے پر دلالت کرتی ہو اور اس کی علامت ہو اور اس کی بنیاد اُس مذہب پر ہے جس کی رو سے چیلنج اور نمونہ کا مطالبہ کرنے کے لئے ایک آیت بھی کافی ہے۔ اور چونکہ بہ نسبت دوسرے حضرات کے معلّم کو علامت کی حاجت زیادہ پیش آتی ہے اس بنا پر تخصیص کردی اور فرمادیا کہ آیت معلّم کے لئے علامت ہے، کیوں کہ جب اس کو کلام کے منقطع ہونے کا علم ہو جائے گا تو تعلیم کے وقت اس جگہ ختم کرنے کا موقع میسّر آجائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یَقرِیْ یا کے فتحہ سے ہو اور قَرَی الْمَآءَ سے بنا ہو جس کے معنیٰ ہیں اس نے پانی جمع کرلیا۔ اور اب جملہ کا ترجمہ اس طرح ہوگا "یا آیت ایسے حروف ہیں جو اُس شخص کے بتانے اور اس کی رہنمائی کرنے کے بارے میں کافی ہیں جو آیات کے جمع کرنے اور ان کا شمار معلوم کرنے کا اہتمام کرتا رہے اور ان کی فکر میں لگا رہے۔"

پس یہاں ناظمؒ یہ بتا رہے ہیں کہ آیت کی اصطلاحی تعریف کے اختلاف کا مرجع اور اس کا اصل منشا لغوی تعریف کا اختلاف ہے۔ نیز آیت کی تعریف کے بارے میں علماء کی عبارتیں جُدا جُدا ہیں لیکن حاصل

اور مآل سب کا وہی ہے جو یہاں بیان ہوا ہے۔ اور معالم میں ان میں سے مناسب تر اور شامل ترین عبارت کو منتخب کر لیا ہے تاکہ تمہیں اختلافی موقعوں کی طرف توجّہ کرنے اور بے فائدہ مقصد میں مشغول ہونے سے رہائی مل جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن حضرات نے یہ خیال کیا کہ لغت کی رُو سے آیت جماعت کے معنیٰ میں ہے اور قرآنی آیت بھی اسی معنیٰ سے منقول ہے، انہوں نے پہلی تعریف پر اکتفا کر لیا، اور اس کے معنٰی میں جماعت کے معنیٰ کا لحاظ کر لیا تاکہ معنیٰ منقول عنہ کے مشابہ ہو جائے۔ اور جن علماء نے یہ خیال کیا کہ آیت کا لفظ لُغت کی رُو سے علامت کے معنیٰ میں ہے اور اسی معنیٰ سے قرآنی آیت کی طرف منقول ہوا ہے انہوں نے جماعت کے معنیٰ کا لحاظ نہیں کیا، بلکہ علامت و دلالت کے معنیٰ کا اعتبار کیا ہے۔ اور ایک دم دونوں معنیٰ کا لحاظ کر لینا بھی درست ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں میں ضدّیت نہیں ہے۔ پس قرآن مجید کی ہر آیت حروف کی ایک جماعت بھی ہے جو پہلے اور بعد والے کلام سے بے نیاز ہے۔ نیز وہی آیت کلام کے منقطع ہونے اور مُخبِر کے صادق ہونے کی اور متحدّٰی (جس کو چیلنج کیا جائے اور نمونہ طلب کیا جائے اس) کے عاجز ہونے کی علامت بھی ہے۔ پس اگر تم ایسی تعریف کرنا چاہو جو دونوں معنیٰ کو شامل ہو تو اس تعریف کی طرف رجوع کرو جو معنیٰ اور مطلب سمیت اوپر درج ہو چکی ہے۔

فائدہ ۱/۱:- لوامع کی رُو سے شعر ۵/۱۶ کی شرح اس طرح ہے۔ چونکہ آیت کا لفظ مذکورۂ بالا دو معانی سے لیا گیا ہے۔ اس لئے اس کی اصطلاحی تعریف بھی دو طرح کی گئی ہے۔ (۱) آیت قرآنی حروف کی ایسی جماعت اور ان کے ایسے گروہ کا نام ہے جو پہلے اور بعد والے کلام سے بے نیاز ہو (۲) آیت پہلی عبارت کے بعد والی عبارت سے جُدا ہونے کی علامت ہے اور اس کا پتہ دیتی ہے پھر ان دونوں معنیٰ کے اعتبار سے آیت کی تعریف میں کچھ اختلاف بھی رُونما ہوا ہے۔ چنانچہ بعض[ا] کے قول پر تعریف یہ ہے کہ آیتِ قرآنی حروف کا ایک گروہ ہے جس کا بعد[۱] والی عبارت سے یا پہلی[۲] عبارت سے جُدا ہونا۔ یا پہلی اور بعد والی[۳] دونوں طرف کی عبارت سے جُدا ہونا توقیف اور نقل سے معلوم ہوا ہو۔ نیز اپنے جیسی[۴] دوسری مستقل آیت پر بھی مشتمل نہ ہو، یعنی اس کے حصّوں میں دوسری مستقل آیتیں نہ آ رہی ہوں۔ پس یہاں چار قیدیں ہیں جن پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ اور ان میں سے پہلی قید قرآن کی سب سے پہلی آیت پر صادق ہے۔ اور اس سے وہ آیت بھی تعریف میں شامل ہو گئی کیونکہ پہلی آیت کے بارے میں تو صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بعد والی آیت سے جُدا ہے نہ یہ کہ

پہلی اور بعد والی دونوں سے جُدا ہے۔ کیوں کہ اس سے پہلے آیت کہاں ہے۔ اور دوسری قید
قرآن کی سب سے آخری آیت مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ پر صادق ہے۔ کیونکہ یہ تو پہلی ہی آیت سے
جُدا ہے بعد والی سے نہیں۔ کیوں کہ اس کے بعد آیت قطعًا نہیں ہے۔ اور تیسری قید سے پہلی
اور سب سے آخری اِن دو کے سِوا باقی سب آیتوں پر صادق ہے اور وہ سب کی سب تعریف میں
شامل ہیں، کیوں کہ اُن کی بابت یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ پہلے کلام سے بھی جُدا ہیں اور بعد والے سے بھی
اس لئے کہ ان کے دونوں طرف آیتیں موجود ہیں۔ اور چوتھی قید سے مستقل اور پُوری سُورتیں تعریف
سے نکل گئیں، کیوں کہ ان پر یہ بات صادق نہیں ہے کہ وہ دوسری آیت پر مشتمل نہیں ہے اس لئے کہ
یہ بات ظاہر ہے کہ سُورت میں کم از کم تین ۳ اور زیادہ سے زیادہ دوسو چھیاسی ۲۸۶ آیتیں ہوتی ہیں۔ اور بعض ۲
نے صرف تیسری قسم کو لیا ہے، اور تعریف اس طرح کی ہے کہ آیت قرآنی حُروف کی اُس جماعت کا نام ہے
جو پہلے والی اور بعد والی دونوں طرف کی عبارتوں سے جُدا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تعریف سب سے پہلی
آیت یعنی بِسْمِ اللهِ الخ اور سب سے آخری مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ان دونوں پر صادق نہیں آتی
اور وجہ یہ ہے کہ ان کی دونوں جانبوں میں عبارت نہیں ہے بلکہ صرف ایک ایک جانب میں ہے۔
اور بعض ۳ کہتے ہیں کہ آیت سُورتوں کے مفردات میں سے ایک مفرد حصّہ ہے، اور اس نام کی وجہ یہ
ہے کہ آیت علامت ہے۔ اور یہ آخری تعریف آیت کے صرف دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے ہے،
جیسا کہ پہلی تعریف صرف پہلے معنیٰ کے لحاظ سے ہے۔ اور جعبری رح دونوں تعریفوں کو جمع کرتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ آیت قرآن کا ایسا مجموع ہے جو جملوں سے مرکب ہو۔ اور اس کا اوّل و آخر بھی ہو، نیز
کسی سُورت کے اندر شامل ہو اور اس کا حصّہ ہو، اور یہ اصل کی رُو سے علامت کے معنیٰ میں ہے
اور اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ (بقرہ ع) میں بھی آیت علامت ہی کے معنیٰ میں ہے، کیوں کہ یہ طالوت کی فضیلت
اور اس کے سچّا ہونے کی نشانی ہے، یا آیت جماعت کے معنیٰ میں ہے۔ اور مناسبت یہ ہے کہ اِس میں
کلمات کی ایک جماعت ہوتی ہے۔ اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ دو کلمات یا ایک کلمہ پر آیت کی تعریف
صادق نہ آئے، کیوں کہ جعبری رح نے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ جملوں سے مرکب ہو۔ اور اس سے
لازم آتا ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی آیت بھی کم از کم دو جملوں والی ہونی چاہیئے۔ اور بعض نے اس کا جواب
اس طرح دیا ہے کہ جعبری رح نے جملوں سے مرکب ہونے کی شرط اُن آیتوں میں لگائی ہے جن کے بارے میں
نص اور روایت نہ آئی ہو۔ کیوں کہ جو آیتیں صرف ایک جُملہ یا ایک کلمہ سے بنی ہیں وہ قیاس کی رُو سے
تو اصل سے خارج ہیں، لیکن ان پر آیت جو شمار کی گئی ہے وہ توقیف اور نقل کی وجہ سے کی گئی ہے۔ رہا

واحدیؒ کا یہ ارشاد کہ "جن حضرات نے آیت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ مفردات میں سے ایک مفرد کا نام ہے۔ ان کے قول پر عمل کرتے ہوئے ہمارے بعض شیوخ اس بات کو جائز بتاتے ہیں کہ ایک جملہ سے کم والی عبارت بھی آیت بن سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی موجودہ حالت کے بارے میں نص نہ آئی ہو"۔ سو اس قول سے دوسرا مطلب نکلتا ہے جو مذکورۂ بالا تقریر کے خلاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی تعریف صحیح ہے۔ اور دانیؒ اور بعض اہلِ لغت کے ہاں مختار ہے۔ اور اس لئے ناظمؒ اس تعریف کو پہلے لائے ہیں۔ پس آیت کم از کم ایک جُملہ والی ضرور ہوتی ہے۔ عام ہے کہ تحقیقاً ہو جیسے اکثر آیات کہ ان میں کئی کئی جملے ہوتے ہیں۔ یا تقدیراً ہو جیسے مُدْهَآمَّتٰنِ (رحمٰن ع۳) جس کی اصل هُمَا مُدْهَآمَّتٰنِ ہے یعنی وہ دونوں باغ سبز ہوں گے۔ اور جیسے وَالْفَجْرِ کہ اس کی اصل وَاُقْسِمُ بِالْفَجْرِ ہے، اور میں فجر کی قَسَم کھاتا ہوں۔

فائدہ ۲ :- دَلَالَة مصدر ہے جس کی اضافت فاعل کی طرف ہے یا مفعول کی طرف اور دلالت علامت کے معنیٰ میں ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ آیت حروف کی اتنی تعداد کا نام ہے جو معلّم کو کلام کے جُدا ہونے کا یا خبر دینے والے کی سچّائی کا یا جس سے آیت کا نمونہ طلب کیا گیا ہے اُس کے عاجز ہونے کا پتہ دے سکے۔

فائدہ ۳ :- يُقْرِئُ، اَقْرَاَ سے ہے اور يُعَلِّمُ الْقُرْاٰنَ کے معنیٰ میں ہے۔ اور اگر يَقْرِئُ یا کے فتحہ سے ہو تو پھر قَرَى الْمَاءَ سے ہے جس کی تشریح اُوپر درج ہو چکی ہے۔

پیشتر آیات کے پہچاننے کے طریقوں میں سے یہ دو طریقے بھی بتائے تھے۔ ۱۔ مشاکلہ ۲۔ تناسب۔ اور عقل کی رُو سے دونوں باتوں کی گنجائش تھی۔ (۱) آیت میں یہ دو طریقے مجتمع اور اکٹھے ہو کر آئیں۔ (۲) ان میں سے صرف ایک طریقہ آئے اور یہ بات نہیں بتائی تھی کہ دونوں طریقوں کا مجتمع ہو کر آنا ضروری ہے۔ یا صورتِ حال یہ ہے کہ کسی آیت میں مجتمع ہو کر آجائیں گے۔ اور کسی آیت میں ان میں سے صرف ایک طریقہ آئے گا۔ پس فرماتے ہیں:-

(۵۱/۱۷) وَقَدْ يَجْمَعُ الْاَمْرَانِ فِيْ سِلْكٍ اَمْرِهَا

عَلٰى سُنَّةِ السُّلَّاكِ فِيْ صِحَّةِ الْفِكْرِ

معالم ے — فا — اَیْ شَانِهَا یعنی حِلْيَةَ الْاٰيَاتِ قِيَاسِيَّةً كَانَتْ اَوْ نَقْلِيَّةً — وَمَفْعُوْلُهٗ مُقَدَّرٌ اَيِ الْاٰيَةَ — مُتَعَلِّقٌ بِيَجْمَعُ — مُتَعَلِّقٌ بِالسُّلَّاكِ اَوْ بِسُنَّةِ اَوْ بِجَارٍ اور فِيْ بَا کے معنی میں ہے — عَلٰى سُنَّةِ الخ کی تقدیر وَهٰذَا الْجَمْعُ جَارٍ عَلٰى سُنَّةِ السُّلَّاكِ ہے — اَیْ بِفِكْرٍ صَحِيْحٍ — اَضَفْ

ترجمہ :۔ (شارح کی رائے پر یہاں یَجْمَعُ، یَجْعَلُ کے معنیٰ میں ہے) اور بہت مرتبہ یہ دونوں امر (اور قاعدے یعنی مشاکلہ اور تناسب اُس آیت کو جس کے بارے میں نص نہیں آئی) اُن (آیات) کی شان کے دھاگے (اور سلسلے) میں (شمار کی ہوئی) بنا دیتے ہیں (جن کے بارے میں نص آئی ہے. اور یہ جمع کرنا اور بنا دینا اِس فن کے) اُن (حضرات) کے طریقے (اور عادت) کے موافق (جاری) ہے جو صحیح فکر (کی روشنی) میں چلنے والے ہیں (اور ان سالکین اور چلنے والوں سے وہ علمارِ مجتہدین مراد ہیں جو صحیح اور سلیم فکروں کی دولت سے مالامال ہیں)

شرح :۔ یعنی جب کسی کلمہ کے بارے میں شبہ پیدا ہو جائے کہ یہ آیت کا آخری سرا ہے یا نہیں، اور اس کے بارے میں کوئی نص اور روایت موجود نہ ہو تو ایسے کلمات میں صحیح فکر والے علمارِ مجتہدین مشاکلہ اور تناسب سے کام لیتے ہیں. اور ان دونوں طریقوں کے یا ان میں سے کسی ایک کے ذریعہ اس کلمہ کو ان کلمات کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں جن کے بارے میں نص و روایت موجود ہو، اور وہ یہ بتاتی ہو کہ اس پر آیت ہے. پھر جب ملانے سے یہ شبہ والا کلمہ اُن نص والے کلمات کے ہم شکل اور ہم وزن نظر آتا ہے تو اُن کلمات سے اس کے لئے بھی حکم نکال لیتے ہیں، اور فیصلہ کر دیتے ہیں کہ جس طرح اُن نص والے کلمات پر آیت ہے اسی طرح اس پر بھی ہے جس کے بارے میں نص نہیں ہے. اور یہ ملا کر دیکھنا اُن علمارِ مجتہدین کے طریق کے موافق ہوتا ہے جو صحیح اور سلیم فکر کی دولت سے مالامال ہیں. اور مجتہدین کا طریقہ یہی ہے کہ دونوں طرح کے کلمات میں مشابہت موجود ہونے کے سبب بغیر نص والے کلمات کو نص والے کلمات کے ساتھ ملا دیتے ہیں. اور وہ مشابہت مشاکلت اور تناسب کے پائے جانے کی بنا پر ہے یعنی تشبیہ کی وجہ خود مشاکلہ اور تناسب ہے، اور اس صورت میں اس آیت کا آیت ہونا صرف قیاس کی بنار پر ہوتا ہے. لیکن یہ طریقہ بھی بلاشک و شبہ صحیح ہے. کیوں کہ اس کا تعلق اس علت سے ہے جو نص والی آیت سے نکالی گئی ہے. اور اس کی مثال شعر ۵۳/۱۹ و ۵۴/۲۰ میں آئے گی.

اور یَجْمَعُ الْاَمْرَانِ میں فعل کی اِسناد اُس کے سبب کی طرف ہے. اور کلام کی تقدیر وَقَدْ یُلْحِقُ الْعُلَمَاءُ الْاٰیَۃَ الَّتِیْ لَمْ یُنَصَّ عَلَیْھَا بِغَیْرِھَا مِنَ الْمَنْصُوْصِ عَلَیْہِ ہے. اور بلاشک علمار مشاکلہ اور تناسب دونوں چیزوں کے ایک دم پائے جانے کی صورت میں بغیر نص والی آیت کو نص والی کے ساتھ ملا دیتے ہیں. اور جس موقع میں ان دونوں میں سے ایک پایا جاتا ہے اس میں علمار کے نظریے مختلف ہو جاتے ہیں. یعنے بعض اُس طریق کا اعتبار کر لیتے ہیں اور بعض اعتبار نہیں کرتے.

فائدہ :- لوامع میں یہ شعر ۱۷/۵۱ اور اس کا مطلب اس طرح درج ہے۔

(جن علّتوں کی بنا پر آیات کے شمار میں اماموں کا اختلاف ہے وہ دو چیزیں ہیں (۱) وہ قواعد جو شعر ۱/۳۵ تا ۱۳/۴۷ میں بیان ہوئے ہیں۔
(۲) شیوخ سے حاصل کرنا اور ان سے سننا کہ یہ آیت کا سرا ہے۔ اب اس شعر ۱۷/۵۱ میں اُس تعارض کی صورت بتانا چاہتے ہیں جو ان دونوں امروں میں یا ان کی مثالوں میں پایا جاتا ہے۔ پس فرماتے ہیں)

لوامع سے

(۱۷/۵۱) وَقَدْ يَجْمَعُ الْاَمْرَيْنِ فِيْ سِلْكِ اَمْرِهَا

مُتَعَلِّقٌ بِالسُّلَّاكِ وَ اَلْ لِلْمَوْصُوْلِ

عَلٰى سُنَّةِ السُّلَّاكِ فِيْ صِحَّةِ الْفِكْرِ

ترجمہ :- اور بہت مرتبہ (یا کبھی کبھی) یہ (فن کے اور شمار کے اماموں کا فریق) اُن (آیتوں) کی شان (اور ان کی علّتوں) کے دھاگے (اور سلسلے) میں (یعنی علّت بیان کرنے کے بارے میں مذکورہ بالا) دونوں طریقوں کو (یعنی ان اصولوں کو جو شعر ۱/۳۵ سے ۱۳/۴۷ تک کے تیرہ شعروں میں بیان ہوئے ہیں اور آیات کے بارے میں سُنی ہوئی روایت اور نقل کو) جمع کر دیتا ہے (اور دھاگے میں جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فن کے مسائل میں شامل کر دیتے ہیں جن سے آیات کا نظام صحیح اور درست ہو جاتا ہے۔ پس کُلّی مسائل کو اس بات میں دھاگے سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح دھاگہ موتیوں کا نظام درست کرنے میں مددگار ہوتا ہے اسی طرح فن کے مسائلِ کلّیہ بھی اپنی تمام جزئیات پر منطبق ہونے اور ان کے اندر جاری ہونے کے ذریعہ مددگار بنتے ہیں اور ان کے سبب علمی مضامین خوب سمجھ میں آجاتے ہیں۔ اور یہ نقل و عقل دونوں کا جمع کر دینا) صحیح فکر (کی روشنی) میں چلنے والوں (یعنی علمارِ مجتہدین) کی عادت کے موافق (ہوتا) ہے (پس روایت و درایت دونوں کا جمع کرنا معتبر اور فکر و غور والے علماء کے طریق کے مطابق بالکل صحیح اور درست ہوتا ہے۔ یا یہ جمع کرنا اس فن میں چلنے والوں یعنی مجتہدین کی عادت کے مطابق صحیح اور درست فکر کے ساتھ ہوتا ہے)

شرح :- یعنی مذکورۂ بالا امام آیات کی علّت اور دلیل بیان کرنے کے بارے میں اُن دونوں طریقوں کو جمع کر لیتے ہیں جن کا ذکر اسی شعر کی تمہید میں گزرا۔ اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی آیت کے اُس سرے کے بارے میں علمار کی رائے مختلف اور جُدا جُدا ہو جاتی ہے جس کی شان یہ ہے

کہ مذکورۂ بالا قواعد تو چاہتے ہیں کہ یہ آیت کا آخری سرا نہ ہو۔ اور سلف سے جو نص اور روایت آئی ہے اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اس پر آیت ہونی چاہیئے۔ اب علماء کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔ بعض تو قیاس کا اعتبار کرکے اس پر آیت شمار نہیں کرتے۔ اور بعض قیاس کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ نص پر اعتماد کرتے ہوئے آیت شمار کرتے ہیں جیسے الٓمٓ پر اور اسی طرح دوسرے مقطعات پر کوفیؒ نے آیت شمار کی ہے۔ اور اس بارے میں اُس روایت کا اعتبار کیا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے آئی ہے کہ موصوف نے مقطعات پر آیت شمار کی ہے۔ اور بعض نے اس کا لحاظ کیا ہے کہ مقطعات درازی اور مقدار میں سُورت کی دُوسری آیتوں کے برابر نہیں ہیں، اس لئے خبر کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دی ہے اور ان پر آیت شمار نہیں کی۔ اور اس کی کچھ مثالیں آئندہ اشعار میں بھی آئیں گی۔ اور صحیح فکر والے سالکین اور مجتہدین کا طریقہ یہ ہے کہ کبھی تو خبرِ واحد پر عمل کرتے ہیں اور قیاس پر نہیں کرتے اور کبھی جب روایت اور اس کے متعلقات میں کوئی کمی نظر آتی ہے تو اس کا عکس اختیار کر لیتے ہیں۔ پس وہاں قیاس پر عمل کرتے ہیں خبر پر نہیں کرتے۔ اور شعر میں جو الامارتین ہے اُس سے مُراد ایسی دو علتیں ہیں جن میں تعارض اور ٹکراؤ ہو۔ پس ایک علت ایک حکم کو چاہتی ہے اور دوسری علت اس کے خلاف دوسرے حکم کا تقاضا کرتی ہے، اس لئے ترجیح کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور یہ مقصد نہیں ہے کہ ایک آیت میں دونوں علتیں جمع ہو جاتی ہیں، اور دونوں ایک ہی حکم کو چاہتی ہیں۔ کیوں کہ یہ مطلب اُس اختلاف کے منافی ہے جس کا بیان ہو رہا ہے اور اسی طرح علت سے وصف بھی مُراد نہیں ہے، اس لئے کہ خبریں وصف نہیں ہوا کرتیں۔ بلکہ مُراد وُہ خبر ہے جو حکم کا تقاضا کرنے والی ہو، کیوں کہ خبریں حکم کا تقاضا بھی کیا کرتی ہیں، اس لئے کہ وہ شارع کی جانب سے آتی ہیں، اور ساتھ ہی عقل کا اشتراک بھی ہوتا ہے۔

ناظمؒ نے شعر ۵۱/۱۷ میں بتایا تھا کہ کبھی مشاکلہ اور تناسُب سبب بن کر غیر منصوص آیات کو نص اور روایت والی آیات کے ساتھ ملا دیتے ہیں، اور اُن کے سبب بننے کی صحت اس پر موقوف ہے کہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ مشاکلہ اور تناسب میں سے ہر ایک نص والی علت سے مُستنبط ہے اور اُسی سے نکالا گیا ہے، پس شعر ۵۲/۱۸ میں بتلاتے ہیں کہ اماموں نے پہلے نص والی جزئیات اور آیتیں تلاش کیں پھر ان سے مشاکلہ اور تناسُب کے معتبر ہونے کو مُستنبط کیا۔ اور نص والی جزئیات کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جن میں شمار کی تصریح قصداً اور مقصود بالذات ہونے کے درجہ میں

کی گئی ہے۔ (۲) ان جزئیات اور احادیث کا اصلی مقصود تو بھلائی کی طرف رہنمائی کرنا اور نیکی کی راہ بتانا تھا۔ لیکن اس مقصد کے ضمن میں شمار کی تصریح بھی آگئی۔ اور پہلی قسم کی جزئیات کم اور دوسری قسم کی زیادہ تھیں۔ اس لئے اس شعر میں بتاتے ہیں کہ علماء نے مشاکلہ اور تناسب کے دونوں قاعدے دونوں قسموں کی جزئیات تلاش کر کے مستنبط کئے ہیں، اور صرف پہلی قسم کی ان جزئیات سے استنباط کرنے پر اکتفا نہیں کیا جن میں شمار کا ذکر مقصود بالذات ہونے اور اصل ہونے کے درجہ میں آیا ہے۔ بلکہ ان جزئیات کو بھی تلاش کیا جو اُن احادیث اور آثار میں مذکور تھیں جن میں نیکی اور ہدایت کی بہت سی قسموں کا بیان تھا (اور ان کا اصلی مقصد بھی یہی تھا) لیکن ساتھ ہی ان میں شمار کی طرف بھی اشارہ تھا اور اس قسم کی جزئیات زیادہ ہیں۔

۵۲/۱۸ وَقَدْ يُنْبِتُ الْاَصْلَيْنِ مِنْ كَلِمَاتِهَا
(معالم سے / بمعنی فی / مف / متصل اور منتج)

فُرُوْعُ هِدَايَاتٍ قَوَارِعُ لِلْبَدْرِ
(متعلق بقوارع)

ترجمہ:۔ اور بہت مرتبہ (طرح طرح کی) ہدایتوں کی شاخیں (یعنی وہ احادیث جو اصل اور مقصود بالذات ہونے کے درجہ میں قسم قسم کی ہدایتوں اور بہت سے امورِ خیر کے بیان پر متفرع ہیں۔ اور ان امورِ خیر ہی کے بتانے کے لئے لائی گئی ہیں، نیز وہ احادیث) جو (اپنے مشہور و ظاہر ہونے اور کثیر ہونے کے سبب) چودھویں رات کے چاند کے دفع کرنے والی (اور اس کو طلوع ہو کر ظاہر ہونے سے روکنے والی) ہیں (یعنی چونکہ ان کا نور بدر کے نور پر فائق ہو گیا ہے، اس لئے وہ بدر کے نور کو ظاہر نہیں ہونے دیتیں۔ پس یہ ہدایتوں کی شاخیں اور بدر کے دفع کرنے والی احادیث) اُن (مذکورۂ بالا ایسی) دو اصلوں (اور قاعدوں یعنی مشاکلہ اور تناسب) کو اُگاتی (اور ظاہر کر دیتی) ہیں جو ان (آیتوں) کے کلمات میں (موجود) ہیں۔

شرح:۔ یعنی جو احادیث و آثار قصداً شمار بتانے کے لئے نہیں آئی ہیں بلکہ قسم قسم کے امورِ خیر کی طرف ہدایت کرنے کے لئے یا خاص مقدار والے ثواب کے حاصل کرنے کا شوق دلانے کے لئے آئی ہیں۔ اور ان میں شمار کا بیان اصلی مقصود کے تابع ہو کر آگیا ہے۔ جیسے وہ حدیثیں جو

آیۃ الکرسی وغیرہ کے بارے میں آئی ہیں۔ اور احادیث کی یہ قسم بکثرت پائی جاتی ہے، جس کو علمائے احادیث و آثار میں سے تلاش کر کے کتابوں میں جمع کر دیا ہے، اور ان سے مشاکلہ اور تناسب والے دونوں قاعدے گنتی نکال لئے ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ احادیث بتا رہی ہیں کہ یہ دونوں قاعدے اور اصلیں آیتوں کے کلمات میں موجود ہیں۔ اور اس بتانے کی صورت یہ ہے کہ احادیث نے شمار تو صراحۃً بتا دیا کہ مثلاً سُورۃ الملک کی تیس ۳۰ آیتیں ہیں۔ پھر جب فن کے علمائے نے ان کو شمار کیا تو یہ بات دیکھنے میں آئی کہ سُورۃ الملک کی سب آیتیں اس طرح آ رہی ہیں کہ ان میں آخر سے پہلا حَرف واؤ مدّہ اور یا، مدّہ ہے۔ پس اس بات سے علمار نے مشاکلہ اور مشابہت کا قاعدہ نکال لیا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ قرآن مجید کی اکثر آیتیں ایسی ہیں جو آخر سے پہلے حَرف میں یکساں ہیں تو مشاکلہ ہو گیا پھر آیات کے شمار کرتے ہوئے ایک دوسری بات بھی سامنے آئی اور وہ یہ کہ اکثر آیات حروف کی مقدار میں برابر ہیں اور ان کے آخری کلمات وزن میں بھی یکساں ہیں اور یہ تناسب ہے۔ پس چونکہ حدیثوں میں شمار آیا تھا اور اس کی وجہ سے فن کے امام گِننے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس گِننے سے یہ دو قاعدے بھی سمجھ میں آ گئے۔ اِس لئے یہ فرمایا کہ شمار والی احادیث مشاکلہ اور تناسب کو بھی ظاہر کر دیتی ہیں، خوب سمجھ لیجئے۔ اور یُنْبِئُ، یُظْهِرُ اور یَدُلُّ کے معنٰی میں ہے۔ اور اِن دونوں قاعدوں کو شعر ۵۱/۱۷ میں اَمْرَیْنِ اور شعر نمبر ۵۲/۱۸ میں اَصْلَیْنِ فرمانا عبارت میں تفنّن پیدا کرنے کیلئے اور اُس کو طرح طرح کے رنگوں والی بنانے کی غرض سے ہے۔ اور اس میں ایک لطیفہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ شعر ۳۷/۳ میں تو یہ بتایا تھا کہ مشاکلہ اور تناسُب فواصل اور آیتوں کے پہچاننے کیلئے علامتیں ہیں۔ پس وہاں ان کا تعارف اس شکل میں ہوا تھا کہ یہ دو امر ہیں اور شعر ۵۱/۱۷ میں یہ بتایا تھا کہ یہ دونوں ایسے امر اور ایسی چیزیں ہیں جو بغیر نص والی آیتوں کو نص والی آیتوں کے حکم میں شامل کر دیتی ہیں۔ اس بنا، پر یہ دونوں اُن دو قاعدوں کے مرتبہ میں ہو گئے تھے جن پر غیر منصوص جزئیات کی پہچان کرنے کے لئے اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس لئے اب شعر ۵۲/۱۸ میں انہی دونوں کو اَصْلَیْنِ اور دو قاعدوں سے تعبیر کر دیا اور اَصْلَیْنِ اور فُرُوْع کے جمع کرنے میں ایک دوسرا لطیفہ ہے جو ذہین طلبار پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اور احادیث و آثار کو فروع اس لئے کہا کہ اصل مقصود کے درجہ میں یہ ہدایت ہی کے بیان کے لئے آئی ہیں۔ پس گویا یہ ہدایت کے ارادہ پر متفرع ہیں اور اسی سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور قصداً شمار بتانے کے لئے نہیں آئی ہیں۔ پس اس پر متفرع نہیں ہیں۔

فائدہ: لوامع میں اس شعر کے مطلب کی تقریر دوسرے انداز سے کی ہے، اور وہ یہ ہے:

سابق بیان میں بتایا تھا کہ بعض آیات کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نص وروایت بھی آئی ہی، اس سے سوال پیدا ہوا کہ آیات کے جتنے سرے توقیف سے معلوم ہوئے ہیں ان سب کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح صاف صاف اور واضح طور پر تو بتایا نہیں کہ فلاں آیت کا آخری سرا فلاں کلمہ ہے اور یہ آیت کامل آیت ہے، پھر ہمیں آیات کے بارے میں توقیف کا علم کہاں سے ہوا، کیوں کہ آپؐ آیت کے ابتدائی اور آخری سرے بتلانے کے لئے تشریف نہیں لائے ہیں۔ اور اسی طرح آپؐ کی بعثت آسمان وزمین، چاند اور سورج اور ستاروں کی اور عالم کی تمام چیزوں کی حقیقتیں بتلانے کے لئے بھی نہیں ہوئی، بلکہ آپؐ کی بعثت تو شریعت کے احکام بتانے کے لئے ہوئی ہے جن پر عمل کرنے سے ابدی کامیابی نصیب ہوتی ہے اور ان پر عمل نہ کرنے سے ہمیشہ کی تباہی اور بربادی سے دوچار ہونا پڑتا ہے سو اس شعر ۵۲/۱۸ میں اس سوال کا جواب دیتے ہیں:۔

لوامع سے — متعلق یُبْنِیْتُ — (ابتدائیۃ)

۵۲/۱۸ وَقَدْ یُنْبِتُ الْاَصْلَانِ مِنْ کَلِمَاتِھَا

مف — ص

فُرُوْعَ ھُدًا اٰیَاتٍ قَوَارِعَ لِلْبَدْرِ

ترجمہ :- اور بہت مرتبہ اس (آیت) کے کلمات سے دو اصلیں ہدایتوں کی (ایسی) شاخیں اگاتی (اور ظاہر کرتی) ہیں جو (شدت سے برائیوں کے) دفع کرنے والی ہوں (اور یہ ہدایتوں کا نصیب ہونا اور برائیوں کا دفع ہو جانا) چودھویں رات کے چاند (یعنی قرآن کے نور) کی وجہ سے ہے (پس جب قرآن کا نور پھیلتا ہی تو کفر وشرک ونفاق اور شکوک کی تہ بتہ چھائی ہوئی اندھیریاں دور ہو جاتی ہیں)۔

شرح :- پس مذکورۂ بالا سوال کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ آیات کے بارے میں جو توقیف و روایت ہے وہ احادیث اور آیات کی عبارت سے نہیں نکلی بلکہ اشارہ سے معلوم ہوئی ہے۔ اور دوسرے الفاظ میں اس کی تعبیر اس طرح ہے کہ یہ توقیف ونقل، احادیث وآیات کی عبارۃ النص سے نہیں بلکہ

اشارۃ النص سے سمجھی گئی ہے۔ کیوں کہ احادیث کا اصلی مقصود اِن دو چیزوں کا بتانا ہے:۔(۱) ہدایت کا پہلو یعنی یہ حدیث اِن چیزوں کی رہنمائی کرتی ہے مثلاً دنیا سے بیزار کرنا اور آخرت کا شوق دلانا، نیز حق تعالےٰ شانہٗ سے ملنے کی لگن پیدا کرنا (۲) قرآنی آیات میں جو خاصیتیں ہیں ان کا بتانا مثلاً فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے اور جس گھر میں بقرہ پڑھی جاتی ہے اس میں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ سُورۃ الفلق اور سُورۃ النّاس پڑھکر دَم کرنے کے سبب تمام آفتوں سے نجات ملتی ہے۔ پس جب احادیث اور آیات کا اصلی مقصد معلوم ہوگیا تو اس سے یہ بات نکل آئی کہ قرآن کے کسی حصّہ کا ایک آیت یا دو آیت یا اس سے زیادہ آیتوں والا ہونا اُن شماروں سے نکالا گیا ہے جو احادیث اور آیات میں مذکور تو ہیں لیکن وہ شمار ان احادیث کے اصل مقاصد میں سے نہیں ہیں۔ اور اسی طرح قرآنی آیات کے کلمات کے مقصد بھی دو ہیں (۱) جنّت کا راستہ بتانا اور کتاب کے نازل کرنے کا اصلی مقصود یہی ہے (۲) سخت ڈر سُنا کر تمام جنوں اور انسانوں کو بُرائی سے روکنا اور ان سے نفرت دلانا۔ نیز قرآنی کلمات میں جس طرح دل کی اور باطنی بیماریوں کی شفا ہے اسی طرح بدنی بیماریوں کی شفا بھی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے عَلَیْکُمْ بِالشِّفَآءَیْنِ الْعَسَلِ وَالْقُرْاٰنِ یعنی تندرستی کی دو چیزوں شہد اور قرآن کو خوب مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور مقصد یہ ہے کہ دونوں کی حفاظت کرتے رہو۔ اور یہ دونوں اصلیں جو قرآن وحدیث کے اصلی مقاصد ہیں ان سے ہدایات کی بہت سی شاخیں اور گمراہی سے بچانے والی بہت سی قسمیں نکلتی ہیں۔ اور احادیث کا وارد ہونا اور آنا اِنہی دو اصلوں کے بتانے کے لئے ہے نہ کہ آیتوں کا اوّل اور آخر بتانے کی غرض سے۔

فائدہ ۱:۔ قَوَارِعُ، قَارِعَۃٌ کی جمع ہے، اور شدت سے دفع کرنے والی چیز کے معنیٰ میں ہے۔ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ قوارع وہ آیات ہیں جن کے ذریعہ شیاطین کے شر سے پناہ طلب کرتے ہیں اور جن کے اثر سے اللہ کی حفاظت کے قلعہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور ان آیات کا یہ نام اس لئے ہے کہ یہ شیطان کو دفع کردیتی ہیں۔ جیسے آیۃ الکرسی اور معوذتین یعنی سُورۃ الفلق اور سُورۃ النّاس وغیرہ۔

فائدہ ۲:۔ لِلبَدْرِ میں اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آئی ہے۔ چنانچہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے چاند دکھایا جبکہ وہ نکل رہا تھا، اور فرمایا کہ ہم اس اندھیری سے جب چھا جائے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (احمد، ترمذی ونسائی اور سیوطی فی الاتقان) (لوامع)۔

شعر ۱/۵۱ و ۱۸/۵۲ میں دو قسموں کا ذکر آیا تھا (۱) بغیر نص والی وہ آیات جن کو مشاکلہ اور تناسب کی بنا پر نص والی آیات کے حکم میں شامل کیا گیا ہے،

(۲) وہ آیات وروایات جن میں طرح طرح کی ہدایتیں مقصودًا بیان کی گئی ہیں اور مشاکلہ اور تناسب والی دونوں اصلیں تبعًا اور ضمنًا مستنبط کی گئی ہیں، اب شعر ۵۳/۱۹ و ۵۴/۲۰ میں ان دونوں قسموں کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ اور ان میں سے دوسری قسم کی مثالیں پہلے یعنی شعر ۵۳/۱۹ میں لائے ہیں، کیوں کہ دوسری قسم کا اثبات اور اس کی وضاحت پہلی قسم کے لئے اصل بھی ہے اور اس کی صحت کا ضامن بھی ہے

الف و نشر غیر مرتّب کے طور پر اُس دوسری قسم کی مثال جس میں نص مقصودًا کسی عمدہ ترین عمل کی قسم کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے آئی ہے اور مشاکلہ اور تناسب والی دونوں اصلیں تبعًا وضمنًا مستنبط کی گئی ہیں)۔

(۵۳/۱۹) كَمَا اٰيَةِ الْكُرْسِىْ اِلٰى ذَاتِ دَيْنِهَا ۔ اِلٰى اُخْرَيَيْهَا مَعْ صَوَاحِبِهَا الْقُمْرِ

(حواشی: مَازَائِدَةٌ — مُتَّصِلٌ اَوْ مُنْتَهٍ — خبر مثال القسم الثاني المقدّر — بمعنی مَعَ — ظرف — مُتَّصِلٌ اَوْ مُنْتَهٍ — صَاحِبَةٌ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ آیتیں ہیں جو حدیث میں آیۃ الکرسی کے ساتھ مذکور ہیں۔ — وقت اَقْمَر یا لیلۃ قمراء کی جمع)

ترجمہ:۔ اس دوسری قسم کی مثال) آیۃ الکرسی کی طرح ہے جو اُس (سورۃ البقرہ) کی دَین والی (آیت) سمیت ہے (اور وہ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ (بقرہ ع ۳۹) ہے جس کا آخر بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہے) حالانکہ یہ (دَین والی آیت) اُس (بقرہ) کی آخری دو (آیتوں) سمیت ہے (جو اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے شروع ہوکر سورت کے آخر پر ختم ہوتی ہیں نیز) حالانکہ وہ (آیۃ الکرسی) اپنی (اُن) ساتھ والی (آیتوں) سمیت ہے جو (ایسی) چاندنی راتیں ہیں (جن میں سفر کرنے والا بے راہ نہیں ہوتا، اسی طرح کلام الٰہی کی آیات کو مضبوطی سے تھامنے والا اور ان پر عمل کرنے والا بھی قربِ الٰہی کی راہ سے بے راہ نہیں ہوتا، بلکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے۔ اور چوں کہ ان میں اِلَى النُّوْرِ کا لفظ بھی آرہا ہے اس لئے یہاں اس صفت کا لانا مناسب تر ہے۔ اور یہ دو آیتیں وہ ہیں جو لَآ اِكْرَاهَ اور اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ سے شروع ہوتی ہیں)

شرح:۔ یعنی آیات کی وہ دُوسری نوع جس میں نقل اور روایت عمل کی قسم کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے آئی ہے اور مذکورۂ بالا اصلوں مشاکلہ اور تناسب کے معتبر ہونے کو بھی ظاہر کر رہی ہے

یہاں اس کی چھ مثالیں لائے ہیں ،۔ (۱) اٰیَۃُ الْکُرْسِیّ جو جمہور کے قول پر اَللّٰہُ سے شروع ہو کر
الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ پر ختم ہوتی ہے (۲ و ۳) اٰیَۃُ الْکُرْسِیّ کے بعد والی دو آیتیں یعنی لَآ اِکْرَاہَ
سے عَلِیْمٌ تک اور اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ سے خٰلِدُوْنَ تک (۴) آیت مُدَایَنَۃ یعنی وہ آیت جس میں قرض
کا معاملہ کرنے کے بارے میں مشورہ دیا ہے اور اس کا طریقہ بتایا ہے جو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ
سے بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ تک ہے (۵ و ۶) سُورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے
الْمَصِیْرُ تک اور لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ سے عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ تک۔ اِن چھ میں سے آیۃ الکرسی
کی شان میں کئی ایک احادیث آئی ہیں جن میں نمازوں کے بعد اور سوتے وقت اس کے پڑھنے کا
ثواب مذکور ہے :- ۱ اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ سَنَامًا وَّ اِنَّ سَنَامَ الْقُرْاٰنِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ وَفِیْھَا اٰیَۃٌ
ھِیَ سَیِّدَۃُ اٰیِ الْقُرْاٰنِ اٰیَۃُ الْکُرْسِیِّ (مسلم عن ابی ہریرۃ مرفوعًا) یعنی ہر چیز کے لئے ایک کوہان اور
اس کا اعلیٰ ترین حصہ ہوتا ہے اور قرآن کا کوہان سُورۃ البقرہ ہے اور اس میں ایک ایسی آیت ہے جو
قرآن مجید کی سب آیتوں کی سردار ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے۔ ۲ مَنْ قَرَاَ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ دُبُرَ
کُلِّ صَلٰوۃٍ لَّمْ یَمْنَعْہُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّآ اَنْ یَّمُوْتَ (نسائی وغیرہ عن ابی اُمامۃ مرفوعًا) جس نے
ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اُس کے جنّت میں پہنچنے میں صرف اِتنی ہی رکاوٹ ہے کہ اس کی وفات
ہو جائے۔ یعنی موت کے بعد فوراً جنت میں پہنچ جائے گا۔ ۳ اَفْضَلُ الْقُرْاٰنِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ
وَاَعْظَمُ اٰیَۃٍ فِیْھَا اٰیَۃُ الْکُرْسِیِّ (حارث بن اسامۃ عن الحسن مرسلًا) یعنی قرآن مجید میں سب سے زیادہ
بزرگی والی سُورت البقرہ ہے اور اس میں سب سے زیادہ عظمت و عزّت والی آیت آیۃ الکرسی ہے۔
مَعَ صَوَاحِبِھَا سے مراد وہ آیتیں ہیں جو بعض حدیثوں میں آیۃ الکرسی کے ساتھ آئی ہیں۔ ۴ چنانچہ
مَنْ قَرَاَ اَرْبَعَ اٰیَاتٍ مِّنْ اَوَّلِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ وَاٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ وَاٰیَتَیْنِ بَعْدَھَا وَثَلٰثًا مِّنْ
اٰخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ لَمْ یَقْرَبْہُ یَوْمَئِذٍ وَّلَآ اَھْلَہٗ شَیْطٰنٌ وَّلَا شَیْءٌ یَّکْرَھُہٗ وَلَا یُقْرَءُ
عَلٰی مَجْنُوْنٍ اِلَّآ اَفَاقَ (دارمی موقوفًا علی ابن مسعودؓ) جس نے سُورۃ البقرہ کے شروع کی چار آیتیں اور آیۃ الکرسی
اور اس کے بعد کی دو آیتیں اور تین آیتیں بقرہ کے آخر سے پڑھیں، اُس روز شیطان نہ تو اس کے
قریب آسکے گا اور نہ اُس کے گھر والوں کے قریب پہنچ سکے گا اور کوئی ناپسندیدہ چیز بھی اس کے قریب نہیں آئیگی
اور کسی مجنون پر پڑھے گا تو اس کو صحت ہو ہی جائے گی۔ اور اسی حدیث کی دوسری روایت میں لَمْ یَنْسَ
الْقُرْاٰنَ بھی آیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو رات میں بقرہ کی دس آیتیں پڑھے گا وہ قرآن نہیں بھولیگا۔
اور قرض والی آیت میں یہ روایت آئی ہے اٰخِرُ الْقُرْاٰنِ عَھْدًا بِالْعَرْشِ اٰیَۃُ الرِّبٰوا وَاٰیَۃُ

الدَّيْن (ابوعبید عن ابن شہاب) یعنی (احکام و معاملات کے بارے میں) عرش سے قرآن کا سب سے اخیر میں نازل ہونے والا حصہ سُود کی آیت (یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا (اٰلِ عمران ع) اور دَین والی آیت (یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بقرہ ع ۳۹ بھی) ہے اور بقرہ کی آخری دو آیتوں کے بارے میں جو روایات آئی ہیں ان میں سے ایک وہ ہے جس کو صحاح کے چھ اماموں نے ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مرفوعًا نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے مَنْ قَرَاَ اٰیَتَیْنِ مِنْ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاہُ جس نے کسی رات میں سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھیں اس کے لئے وہ دونوں آیتیں کفایت کریں گی یعنی ہر آفت سے بچانے کے لئے کافی ہو جائیں گی (نیز ان دو ہی آیتوں کے سبب اس کا نام اللہ کے یاد کرنے والوں میں شامل ہو جائیگا) اور ظاہر ہے کہ یہ تمام احادیث "عبارۃ النّص" اور اپنے ظاہر الفاظ کے اعتبار سے شمار بتانے کے لئے نہیں آئیں۔ بلکہ مقصودًا تو طرح طرح کی ہدایتیں بتانے کے لئے آئی ہیں (اور ان سے ضمنًا شمار کا بیان بھی نکل آیا۔ پس آیۃ الکرسی میں خود اُس کی فضیلت پر اور نمازوں کے بعد اور سوتے وقت اس کے پڑھنے کی فضیلت پر تنبیہ ہے۔ رہیں بقرہ کی باقی نو آیتیں جن کا ذکر اوپر نمبر ۲ میں آیۃ الکرسی کے ساتھ آیا ہے سو اُن کا حکم بھی وہی ہے جو آیۃ الکرسی کا ہے۔ اور ان میں بھی وہی کلام ہے جو آیۃ الکرسی کے بارے میں درج ہوا اور روایت نمبر ۲ کا مضمون ان آیات کے پڑھنے اور ان کی فضیلت حاصل کرنے کا شوق دلانے کے لئے ہے۔ اور ربٰو اور دَین کی آیت کے بارے میں جو روایت آئی ہے وہ اس پر تنبیہ کرنے کے لئے ہے کہ اس آیت کا فیصلہ نہایت ضروری اور شاندار ہے نیز محکم اور غیر منسوخ ہے جو قیامت تک جاری اور اسی طرح باقی رہے گا۔ اور سُود کسی وقت بھی جائز نہیں ہوگا۔ اور قرض کا حکم بھی اسی طرح باقی رہے گا۔ اور شمار کا ذکر ان مقاصد کے تابع ہو کر آیا ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ فن کے علماء نے ان سب آیات کو تلاش کیا تو سب میں مشاکلہ اور تناسب کو موجود پایا۔ چنانچہ آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ سے شروع ہو کر الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک ختم ہوتی ہے۔ پس اس میں سُورت کی دُوسری آیات کے ساتھ مشاکلہ بھی ہے اور مساوات بھی ہے کیوں کہ جس طرح سُورۃ البقرہ طویل ہے اُسی طرح اس کی یہ آیت بھی طویل ہی ہے، اگرچہ اس میں الْقَیُّوْمُ بھی ہے جو آیت کا آخری سِرا بننے کی لیاقت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں دوسری آیتوں کے ساتھ مشاکلہ ہے لیکن اگر اس پر آیت شمار کرلیں تو یہ آیت مختصر ہو جاتی ہے اور دوسری آیتوں کے ساتھ یکسانیت فوت ہو جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ علماء کے لئے غور کرنے کا اور اجتہاد کا محل بن گئی۔ اور اس بارے میں علماء کے دو گروہ ہو گئے (۱) وہ حضرات جنہوں نے روایت کے ظاہری الفاظ پر نظر کی کہ حدیث میں آیۃ الکرسی کو ایک آیت بتایا ہے جیسا کہ اُوپر درج ہو چکا ہے۔ پس ان حضرات نے تو روایت کے ظاہری

الفاظ پر اور برابری کے نہ رہنے پر نظر کی اور فیصلہ کر دیا کہ اَلْقَيُّومُ پر آیت نہیں ہے اور یہ مدنی اوّل، کوفی، شامی ہیں۔ ان کے شمار میں آیۃ الکرسی پوری کی پوری ایک آیت ہے، کیوں کہ اس سے دوسری آیات کے ساتھ برابری بھی رہتی ہے اور حدیث کی موافقت بھی میسّر آجاتی ہے۔ (۲) وہ حضرات جنھوں نے اَلْقَيُّومُ پر آیت شمار کی ہے وہ مدنی اخیر، مکّی، بصری ہیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ یہ بات بلاشک صحیح ہے کہ حدیث میں آیۃ الکرسی کو ایک آیت بتایا ہے لیکن اس نص اور روایت کے ساتھ دوسری نص کا معارضہ اور ٹکراؤ ہو رہا ہے اور وہ دوسری نص یہ ہے کہ آلِ عمران کے اوّل میں جو اَلْحَيُّ الْقَيُّومُ ہے اُس پر سب نے آیت شمار کی ہے اور وہاں آیت ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اِس بنا پر اِن تینوں حضرات نے اَلْقَيُّومُ (بقرہ ع ۳۴) پر بھی آیت شمار کر لی۔

اور آیتِ مُدَایَنَہ کا آخری سِرا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ہے۔ اور ابو عبید کے اثر نے بتا دیا کہ اس پر آیت ہے اور اس سے سُورت کی دوسری آیات کے ساتھ مشاکلہ بھی مُستنبط ہوا ہے۔ نیز اس میں مساوات و برابری بھی موجود ہے۔ کیوں کہ اگرچہ یہ آیت قرآن کی سب آیتوں سے زیادہ طویل ہے لیکن چوں کہ اس کی سُورت سُورۃ البقرہ بھی ایسی ہی ہے، اس لئے اس کے زیادہ طویل ہونے سے مساوات فوت نہیں ہوئی۔ اور اس آیت میں ایک موقع وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا بھی ہے اور دوسری سُورتوں کی آیات کی شکل اور اُن کے وزن کے اعتبار سے اس میں آیت کا آخری سِرا بننے کی لیاقت بھی ہے لیکن اس پر آیت شمار کرنے سے مشاکلہ اور مساوات دونوں چیزیں فوت ہو جاتی ہیں۔ نیز یہ شمار نصوص کی ظاہر و باہر عبارت کے خلاف ہو جاتا ہے، اس لئے اس کو آیت کا آخری سِرا شمار نہ کرنے پر اجماع منعقد ہو گیا۔ اور اس میں ایک موقع وَلَا شَهِيدٌ بھی ہے جس میں مشاکلہ بھی ہے اور اس پر کلام کامل بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس میں آیت کا آخر بننے کی لیاقت موجود ہے۔ لیکن اگر اس پر آیت شمار کر لیں تو اس کے بعد والی آیت وَإِنْ تَفْعَلُوا سے شروع ہو گی اور وہ سورت کی اکثر آیتوں کے مساوی نہیں رہے گی۔ اس لئے یہ موقع بھی ایک معنیٰ میں نظر و اجتہاد کا مَحَل بن گیا۔ پس ایک ضعیف قول کی رُو سے مکّی نے اس پر آیت شمار کی ہے اور دلیل وہی مشاکلہ اور کلام کا تمام ہونا ہے۔ اور جمہور نے اس پر آیت شمار نہیں کی۔ اور دلیل وہی ہے جو اُوپر درج ہوئی کہ اس تقدیر پر بعد والی آیت میں مساوات کی صفت نہیں رہتی۔

اور اٰمَنَ الرَّسُولُ بھی اسی قبیل سے ہے۔ اور اس کا آخری سِرا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ہے۔ اور نص نے بتا دیا کہ اس میں مشاکلہ اور مساوات بھی موجود ہے۔ اور اسی طرح لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ والی آیت میں بھی مشاکلہ

اور مساوات دونوں ہیں۔ اور ان میں سے پہلی آیت کے درمیان وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور دوسری میں مَا اکْتَسَبَتْ یہ دو ایسے موقع ہیں جو آخری سرا بن سکتے ہیں۔ لیکن چوں کہ اوّل میں صرف مشاکلہ ہے اور مساوات نہیں ہے اور دوسرے موقع میں دونوں ہی چیزیں نہیں ہیں اس لئے دونوں میں آیت شمار نہ کرنے پر اجماع ہے۔ اور لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ اور اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ (بقرہ ع) کی آخری دو آیتیں بھی اسی باب سے ہیں۔ اور ان میں سے پہلی عَلِیْمٌ پر، اور دوسری خٰلِدُوْنَ پر ختم ہوتی ہے۔ اور دونوں ہی میں ایسے موقع بھی ہیں جو آیت کا آخر بن سکتے ہیں۔ چنانچہ اوّل میں فِی الدِّیْنِ ہے، اس میں مشاکلہ تو ہے لیکن پہلی اور بعد والی اور اسی طرح سورت کی دوسری آیتوں کے ساتھ مساوات نہیں ہے۔ اور اسی لئے اجماعاً غیر معتبر اور متروک ہے۔ اور اسی میں مِنَ الْغَیِّ بھی ہے جس میں آیت کا آخر ہونے کا وہم ہوتا ہے۔ لیکن چوں کہ یہاں مشاکلہ اور تناسب دونوں ہی نہیں ہیں اس لئے یہ بھی متروک ہے۔ اور دوسری آیت میں اِلَی النُّوْرِ ہے۔ اس میں مشاکلہ بھی ہے اور بعد والے حصّہ کے ساتھ مساوات بھی ممکن ہے، لیکن چوں کہ ظاہراً نص کے خلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ روایت میں آیۃ الکرسی کے بعد سے خٰلِدُوْنَ تک دو آیتیں بتائی گئی ہیں، اور اس صورت میں تین بن جاتی ہیں، اس لئے یہ بھی نظر و اجتہاد کا محل بن گیا۔ اور اسی بناء پر مدنی اوّل نے اِلَی النُّوْرِ پر آیت شمار کی ہے، اور دلیل وہی ہے جو اوپر گذری یعنی مشاکلہ اور مساوات کا امکان۔ اور باقی چھ اماموں نے روایت کے ظاہر کو دلیل بناتے ہوئے آیت شمار نہیں کی۔ اور اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہو سکتی ہیں۔

اور جب تم ان آیات میں اور ان کی ہم شکل دوسری اُن آیات میں غور کرو گے جن کے بارے میں نصوص و روایات آئی ہیں تو یہ تمہیں عمدہ ترین اعمال میں سے کسی نہ کسی عمل کی طرف رہنمائی کرتی ہوئی نظر آئیں گی۔ نیز ان میں مشاکلہ اور تناسب بھی پاؤ گے۔ اور یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ علمائے نے مشاکلہ اور تناسب کی دونوں اصلوں کو انہی روایتوں سے مستنبط کیا ہے۔

فائدہ نمبر ۱:۔ آیۃ الکرسی میں ہدایت کی جہت یہ ہے کہ نمازوں کے بعد اس کا پڑھنا سنّت ہے۔

فائدہ نمبر ۲:۔ بقرہ کی دس آیتوں میں ہدایت کا حصّہ یہ ہے کہ قرآن حفظ کرنے کے بعد اسے بھلا دینا ان کبیرہ گناہوں میں سے ہے جن پر وعید آئی ہے، اس لئے اس گناہ سے بچنا واجب ہے۔ اور ان آیات کا پڑھنا اس گناہ سے محفوظ رہنے کا سبب ہے۔

فائدہ نمبر ۳:۔ نیز ان دس آیات میں قَرْعٌ اور دَفْعٌ کی یعنی گناہوں سے روکنے اور ان کے

دفع کرنے کی جہت یہ ہے کہ ان کے پڑھنے سے شیطان قریب نہیں آنے پاتا، اور اس صورت میں گناہوں سے محفوظ رہنا ظاہر ہے۔

فائدہ ۴: چوں کہ حدیثوں میں آیۃ الکرسی کو ایک آیت فرمایا ہے اس لئے توقیف ونقل پر عمل کرنے والوں نے اس کو ایک ہی آیت شمار کیا ہے، جس کا شروع لفظ اَللّٰہُ سے ہے اور اخیر الْعَظِیْمُ ۝ پر ہے۔ اور جن حضرات نے قیاس کو ترجیح دی ہے انہوں نے اس کو دو۲ آیتیں قرار دیا ہے۔

فائدہ ۵: آیت مُدَایَنَہ بھی ایک آیت شمار کی گئی ہے۔ پس جن حضرات نے ابو عبید کے اثر کو ترجیح دی ہے انہوں نے اس کو ایک آیت بتایا ہے، اور قیاس کو ترجیح دینے والوں نے یہاں دو۲ آیتیں شمار کی ہیں۔ جن میں سے پہلی وَلَا شَهِيدٌ پر اور دوسری عَلِيمٌ پر ختم ہوتی ہے اور یہ قیاس کو ترجیح دینے والے ایک قول کی رُو سے مکّی ہیں لیکن یہ صحیح نہیں اور حق یہی ہے کہ یہاں مکی بھی جمہور کے موافق ہیں۔ اور باقی مثالوں کو بھی اسی پر قیاس کر لو، اور ان کی وجوہ سُورتوں میں آئیں گی۔

مذکورۂ بالا دو قسموں میں سے پہلی قسم کی مثالیں جن میں مشاکلہ اور تناسب کے سبب بغیر نص والی آیتوں کو نص والی آیتوں کے حکم میں شامل کیا گیا ہے اور ان پر آیت بھی شمار کی گئی ہے۔

بَ سحُ

(۵۴/۲۰) وَمِنْهَا وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى وَرَاْسُهَا (ب) (اُ)

لہ ای آیۃ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی

لہ ای وَمِنَ الْآیَاتِ الَّتِیْ لَا نَصَّ فِیْهَا حُکْمًا

هُوَ الْمُؤْمِنِيْنَ (فَصْلٌ) اُنْظُرْ (اُمْ) (خ) فِي الْاَعْرَافِ (مُتٌ) وَاسْتَقَرَّ (ن) وَاسْتَمَرَّ (اُمْ)

لہ ای لفظ الْمُؤْمِنِیْنَ

ترجمہ: اور وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی (لِمِيْقَاتِنَا یعنی اعراف ۱۴) کی دوسری آیت بھی اپنے بعض حصوں کے اعتبار سے اُن (آیتوں) میں سے ہے (جن کے بارے میں نص نہیں آئی۔ اور اس لئے یہ بات متعین ہو گئی کہ اب ان کا فیصلہ رائے اور اجتہاد ہی سے ہوگا۔ اور نیز اُن بغیر نص والی آیتوں میں سے ہے جن کو نص والی آیتوں کے حکم میں شامل کیا گیا ہے اور اس بارے میں مذکورۂ بالا دونوں اصلوں یعنی مشاکلہ و تناسب سے مدد لی گئی ہے) اور اس (وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی والی آیت) کا (آخری) سِرا (دا آنا آوّل)

اَلْمُؤْمِنِيْنَ ہی ہے (نہ کہ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ اور مُوْسٰی صَعِقًا بھی جن میں کلام کے کامل ہو جانے سے شبہ ہوتا ہے کہ ان پر بھی آیت ہوگی) تو اس آیت کو اعراف میں دیکھ لے (اور اس بات کو خوب سمجھ لے کہ اس کے درمیانی حصّوں تَرٰىنِیْ اور صَعِقًا میں مشاکلہ اور تناسب نہیں ہے، کیوں کہ نہ تو ان دونوں میں آخر سے پہلا حرف مدّہ ہے اور نہ یہ حصّے مقدار میں سُورۃ الاعراف کی باقی آیتوں کے مساوی ہیں یا معنٰی یہ ہیں کہ اعراف کی بہت سی آیتوں کو دیکھ تو پھر تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ اِن دونوں حصّوں پر آیت نہیں ہے۔ کیوں کہ مشاکلہ اور تناسب دونوں ہی سے خالی ہیں. یا آیت کے معنٰی میں غور و تدبّر کر اور بے فکر ہو کر تلاوت نہ کر) اور (آیات کے علم میں ماہر بننے کے شوق میں اس سُورت کی اکثر آیتوں کو) تلاش کر لے (تاکہ جو فیصلہ کر و وہ بالکل صحیح اور شک و شبہ سے خالی ہو۔ اور بعض نسخوں میں وَاسْتَتِمْ ہے میم سے۔ اور معنٰی یہ ہیں کہ شک طلب کر اور مجتہد بَن، کیوں کہ اجتہاد شک کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور وجہ یہ ہے کہ اجتہاد ظنی دلیل ہے۔)

شرح:- یعنی پہلی قسم جس کا بیان شعر ۱۵/۱۷ میں گذرا، اور جس سے تو آمع کی تحقیق پر آیات کے آخری سِروں کے وہ الفاظ مُراد ہیں جن میں قیاس کا یعنی مذکورۂ بالا قواعد اور نص دونوں کا اجتماع ہو رہا ہو اور دونوں ایک ایک جُدا جُدا حکم کو چاہتے ہوں جس کی مثال ابھی شعر ۱۵/۱۷ کی شرح میں درج ہو چکی ہے۔ اور معالم کی رائے پر اِس قسم سے مُراد وہ بغیر نص والی آیتیں ہیں جن کو مشاکلہ اور تناسب کے ذریعہ نص والی آیتوں کے حکم میں شامل کر دیا گیا ہے۔ غرض جس پہلی قسم کا بیان شعر ۱۵/۱۷ میں گذر چکا ہے اس قسم کی مثال وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی ہے جو اعراف ع۱۷ کی دوسری آیت ہے کیوں کہ اس میں دو کلمے ایسے ہیں جن کو شبہ الفاصلہ اور مشتبہ الفاصلہ کہتے ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کلمات کے بارے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان پر آیت ہوگی۔ حالانکہ وہ دونوں آیت کے آخری سِرے نہیں ہیں بلکہ اس کے درمیانی حصّے ہیں۔ اور وہ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ اور وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ہیں۔ چوں کہ ان دونوں پر کلام کامل ہو جاتا ہے اور بعد والے کلام سے ان کا ایسا تعلق نہیں ہے کہ اگر وہ نہ ہو تو ان جملوں کا مطلب ہی سمجھ میں نہ آئے۔ پس چونکہ تَرٰىنِیْ اور صَعِقًا پر کلام پُورا ہو جاتا ہے اس لئے شبہ ہوتا ہے کہ ان پر آیت ہوگی۔ اور اس بارے میں نص ہے نہیں تاکہ اس کی طرف رجوع کر لیں اور اس سے فیصلہ ہو جائے۔ اس لئے علماء نے مشاکلہ اور تناسب کے قاعدہ سے کام لیا تو معلوم ہوا کہ تَرٰىنِیْ اور صَعِقًا دونوں پہلی اور بعد والی آیتوں سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ اور اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ کے ہم شکل نہیں ہیں۔ نیز ان دونوں پر آیت شمار کرنے سے وَلَمَّا جَآءَ سے اَلْمُؤْمِنِيْنَ تک تین

آیتیں بن جاتی ہیں۔ اور تینوں کی تینوں پہلی اور بعد والی آیتوں کے مساوی نہیں رہتیں۔
غرض ترابنی اور صعقًا میں مشاکلہ بھی نہیں ہے اور وجہ ظاہر ہے، اور اسی طرح مقدار میں بھی تناسب و مساوات نہیں ہے۔ پس شکل و مقدار و وزن تینوں میں فرق ہونے سے نکل آیا کہ ان دونوں پر آیت نہیں ہے۔ اور منھا کہہ کر تنبیہ فرمادی کہ یہ آیت بعینہ پہلی قسم کے قبیل سے نہیں ہے بلکہ اس کے مرتبہ میں ہے، لیکن حمل و قیاس کے ذریعہ پہلی قسم میں شامل کردی گئی ہے۔

اُس تعارض اور ٹکراؤ کے بارے میں ایک سوال جو اِن ۲ امور کے درمیان ہے (۱) آیات کا توقیفی ہونا (۲) اس کے باوجود بھی بعض موقعوں میں شمار کے علماء کا اختلاف کرنا

یہ فا فصیحہ ہے جو مقدر شرط کو ظاہر کر رہی ہے ای اِذَا کَانَ مَرْجِعُ هٰذَا الْعِلْمِ ۴ اِلَى اَصْلَيْنِ مُسْتَنْبَطَيْنِ مِنْ جُزْئِيَّاتٍ مَنْصُوصٍ عَلَيْهَا۔ (فصیحہ) — اَیْ حَصَلَ وَوَقَعَ — (مت)

۵۵/۲۱ فَاِنْ قِيْلَ كَيْفَ الْخُلْفُ فِىْ عَدِّ هَاجَرٰى

یجری کے فاعل سے حال ہے اور یہ اسم ہے جو استفہام کے معنی میں ہے اور کسی چیز کا حال معلوم کرنے کیلئے ہے نہ کہ خود ذات ۴ کا علم حاصل کرنے کیلئے۔ پس یہاں خُلف کا سبب دریافت کرنے کیلئے ہے نہ کہ خود خُلف کے معلوم کرنے کے لئے۔

لوامع کی رُو سے بَيْنَ، التَّعْلِيل کا ظرف ہے ای كَيْفَ يَجْرِى الْاِخْتِلَافُ عِنْدَ خَلَفٍ اَىْ اَصْحَابِ الْعَدَدِ الَّذِىْ عُدَّ بَيْنَ اُولِى الْعَقْلِ

لَدٰى خَلَفِ التَّعْدِيْدِ بَيْنَ اُولِى الْحِجْرِ (ظ) (ظ اَوْ ظح)

اس سُوال کا جواب جو تعارض اور ٹکراؤ کے بارے میں ابھی گزرا

۵۶/۲۲ فَقِيْلَ اِلَى الْاَصْلَيْنِ رُدَّ اجْتِهَادُهُمْ (نف) (متق)

اَیْ بِطَبِيْعَةِ السَّلَفِ اَلْبَاءُ وَفِیْ مُتَعَلِّقَانِ بِاِدْلَالٍ اَوِ الْاَوَّلُ بِاِدْلَالِهِمْ ۴ وَالثَّانِىْ بِالْكَامِنِ الَّذِىْ هُوَ صِفَةُ الطَّبْعِ

لِاِدْلَالِهِمْ بِالطَّبْعِ فِى الْوِرْدِ وَالصَّدْرِ (مت)

ترجمہ: شعر ۵۵/۲۱: (جب اس علم کا مرجع ۲ اصلوں مشاکلہ اور تناسب کی طرف ہے جو نص والی جزئیات سے نکالی گئی ہیں) تو اگر کہا جائے (اور سوال کیا جائے) کہ اُن (آیات) کے گننے میں (فنِ) شمار کے (اصحاب کے) لائق ترین نائبوں کے ہاں اختلاف کیوں کر واقع ہوگیا حالانکہ یہ (اختلاف اِن) عقل والوں کے درمیان ہے (نہ کہ جاہل اور ناواقف لوگوں کے درمیان۔ پس دریافت طلب بات یہ ہے کہ جب تابعینؒ اور ان کے بعد کے حضرات صحابہؓ کے لائق ترین نائب اور صالح ترین جانشین تھے، نیز عقلِ سلیم کی دولت سے مالا مال تھے، اور جس

مشاکلہ اور تناسب سے ان حضرات نے کام لیا ہے وہ دو قاعدے بھی ان کے گھڑے ہوئے نہیں تھے، بلکہ ان جزئیات سے مستنبط[۳] کئے ہوئے تھے جن کے بارے میں نص بھی موجود ہے تو پھر ان تینوں چیزوں کے ہوتے ہوئے آیات کے شمار میں اختلاف کس لئے رُونما ہوگیا)۔

ترجمہ شعر ۵۶/۲۲ تو (اس کے جواب میں) کہا جائے گا کہ (پانی کے) چشمے (اور گھاٹ) پر آنے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آیات کا علم حاصل کرنے) اور (پانی کے) گھاٹ سے لوٹنے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اور آپ سے محفوظ کئے ہوئے بیان کے موافق دوسروں کو اسکی تعلیم دینے کے بارے) میں اُن (لائق ترین نائبوں) کے طبیعت (کی سلامتی اور فطرت کی صفائی) میں (اوروں پر) مقدم (ہونے اور بلند) ہونے کی وجہ سے اُن (نائبین اور تابعین) کا اجتہاد دو اصلوں کی طرف لوٹا دیا گیا (یعنی چوں کہ فنِ شمار کے اماموں کی طبیعتیں[۱] بھی نہایت درجہ سلیم تھیں اور ان کے ذہن[۲] نہایت صاف اور روشن اور فطرتیں نورانی تھیں۔ اور ان حضرات نے دوسرے علوم کی طرح آیات[۳] کا علم بھی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا اور پھر اسی طرح صحت[۴] و درستی کے ساتھ اپنے شاگردوں کو تعلیم دی تھی۔ اس لئے یعنی ان چاروں[۵] صفات سے متصف ہونے کے سبب مجتہد بننے کے لائق تھے۔ اس بنا پر بغیر نص والی آیات کے بارے میں ان حضرات نے اجتہاد اور غور و فکر سے کام لیا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ ان حضرات کے[۶] صاف اور نورانی ذہن دو اصلوں کی طرف منتقل ہوگئے۔ اور بعض نے ایک اصل سے حکم نکالا اور بعض نے دوسری اصل سے، اس لئے اختلاف رُونما ہوگیا اور اس کی توضیح شرح میں آرہی ہے۔)

شرح شعر ۵۵/۲۱ و ۵۶/۲۲: شعر ۲۶ اور ۲۷ کی شرح میں گزرا کہ آیات کے معلوم کرنے کے طریق دو ہیں (۱) تناسب (۲) مشاکلہ اور یہ دونوں ان نص والی روایات سے مُستنبط کئے گئے ہیں اور نکالے گئے ہیں۔ جن میں سے بعض مقصوداً شمار بتانے کے لئے وارد ہوئی ہیں اور بعض کسی نیک عمل کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے آئی ہیں اور ان میں ضمناً شمار کا ذکر بھی آگیا ہے۔ پس اس علم کے توقیفی اور نقلی ہونے کی بنیاد اس پر ہے کہ اکثر آیات کا علم مشاکلہ اور تناسب کے ذریعہ حاصل کیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں قاعدے نص والی جزئیات سے نکالے گئے ہیں۔ اور سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض جزئیات نص کے ذریعہ منقول ہیں اور ان سے دونوں قاعدے مُستنبط ہیں۔ پھر ان دونوں قاعدوں کے ذریعہ باقی جزئیات جو نص کے بغیر ہیں وہ بھی نص والی جزئیات کے حکم میں شامل کر دی گئی ہیں۔ پس جب صورتِ حال یہ ہے تو ان دونوں اصلوں پر اجماع ہونے کے باوجود شمار کے ان اماموں کا اختلاف کیوں ہوگیا جنہوں نے اس شمار

کو نقل کیا ہے اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ شمار کے اماموں صحابہؓ اور تابعینؒ کا اجتہاد مذکورۂ بالا دو قاعدوں کی طرف منتقل اور متوجّہ ہو گیا۔ اور اس کی تقریر یہ ہے کہ ان حضرات نے مشاکلہ اور تناسب کے نکالنے کے بارے میں کوشش اور محنت برداشت کی اور ان دونوں قاعدوں کو ان جزئیات پر حکم لگانے کے لئے بنیادی چیز بنا دیا جن کے بارے میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نص نہیں آئی تھی۔ اور بغیر نص والی اور نص والی دونوں طرح کی جزئیات میں سے کچھ ایسی بھی نکل آئیں جن میں مشاکلہ اور تناسب میں سے صرف ایک قاعدہ موجود تھا۔ پس یہ جزئیات علماء کے لئے نظر و اجتہاد کا محل بن گئیں، اور اب علماء کی دو جماعتیں ہو گئیں (۱) وہ جنہوں نے ایک ہی اصل کے موجود ہونے کو کافی سمجھ لیا اور اس پر آیت شمار کر لی (۲) وہ جنھوں نے ایک اصل کے وجود کو کافی نہیں سمجھا اس لئے ان پر آیت شمار نہیں کی۔ اور یہ صحابہؓ اور تابعینؒ اجتہاد کی لیاقت بھی رکھتے تھے، کیوں کہ یہ حضرات ذیل کی صفات سے متصف تھے۔ (۱) ان کی طبیعتیں سلیم تھیں جن میں کجی اور ٹیڑھاپن نام کے لئے بھی نہیں تھا۔ (۲) طبیعت کی سلامتی اور نورانی سمجھ اور صاف و روشن فطرت میں بعد والوں پر مقدّم اور فائق تھے۔ (۳) ان میں سے جو صحابہؓ تھے وہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت میں اور قرآن کے نزول کی مجلسوں میں موجود ہونے کی اور قرآن کو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اس کی آیات اور خموس اور اعشار سمیت حاصل کرنے کی دولت سے مالامال تھے۔ پھر ان صحابہؓ کے شاگردوں اور اُنکے لائق ترین نائبین نے بھی ان سے وہ سب علوم حاصل کئے جن کو صحابہؓ نے ان کے فائدہ کے لئے نقل کیا تھا۔ اور ان خلف اور نائبین کو صحابہؓ سے جو علوم بھی پہنچے تھے ان سب کو حفظ و کتابت دونوں ذریعوں سے پوری طرح محفوظ کیا تھا، کیوں کہ صحابہؓ فضیلت میں اور قرآن کے سیکھنے اور سکھانے میں مقدّم بھی تھے اور اعتماد کے لائق بھی۔ اور خلاصہ وہی ہے جو اُوپر گذرا کہ صحابہؓ اور ان کے نائبین اجتہاد کی لیاقت اور صلاحیت سے مالامال تھے۔ اس لئے جن آیات کے بارے میں نص نہیں آئی تھی ان حضرات نے ان آیات کا فیصلہ اجتہاد کے ذریعہ کر دیا، اور اسی لئے کسی قدر اختلاف بھی رُونما ہو گیا۔ یہ خلاصہ ہے شعر ۵۶/۲۲ کی تقریر کا۔

فائدہ:۔ شعر ۵۵/۲۱: (۱) خَلَف لام کے فتحہ سے لائق ترین جانشین اور نائب اور عوض۔ پس خَلَف کا استعمال ان کے لئے ہے جو نیکی اور بھلائی میں کسی کے جانشین اور اس کے نائب ہوں۔ اور جو بُرائی میں نائب ہوں ان کے لئے خَلْف آتا ہے جو لام کے سکون سے ہے اور خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ (اعراف ع ۲۱) اور خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ (مریم ع ۴) بھی اسی

قبیل سے ہے۔ (۲) تعدیدُ اس عَدَّدَہٗ کا مصدر ہے جو جَعَلَہٗ ذَا عَدَدٍ کے معنی ہیں۔
(۳) حِجر لغت میں روکنے کے معنٰی میں ہے اور نَصَرَ سے ہے اور اصطلاح کی رُو سے عقل کے معنٰی میں ہے۔ اور لغوی معنٰی کے ساتھ مناسبت یہ ہے کہ عقل بھی عاقل کو بُری باتوں سے روکتی ہے۔

فائدہ شعر ۵۶/۲۲:- (۱) فَقِیْلَ کی فا شرط کے جواب میں جوازًا یا وجوبًا زائد ہے یعنی قِیْلَ ماضی ہے اگر اس پر قَدْ مقدر مانیں تب تو فا کا لانا واجب ہے ورنہ جائز ہے
(۲) اِدْلَال مقدم ہونا اور اپنے ساتھیوں سے بلند ہونا۔ چنانچہ اَدَلَّ عَلٰی قُرَنَائِہٖ کے معنٰی ہیں وہ اپنے ساتھیوں پر بلند ہوگیا۔ نیز فُلَانٌ مُدِلٌّ بِفَضْلِہٖ وَشَجَاعَتِہٖ بھی بولتے ہیں۔
(۳) الْوِرْدُ، صَدْر کی ضد ہے۔ اور صَدْرُ کُلِّ شَیْءٍ کے معنٰی ہیں ہر چیز کا اول۔ وَالْمُرَادُ ھٰھُنَا الْعَوْدُ وَالرُّجُوْعُ۔

(۴) فِی الْوِرْدِ وَالصَّدْرِ یہاں وِرْد اور صَدْر اپنے مجازی معنٰی میں مستعمل ہیں۔ پس وِرْدَ کے معنٰی ہیں علم کا اس کے اصلی سرچشموں اور گھاٹوں سے حاصل کرنا اور یہ سرچشمے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ اور صحابہ کرامؓ ہیں اور صَدْر کے معنٰی ہیں اس حاصل کئے ہوئے علم کو اسی طرح دوسروں کو سکھا دینا جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارکہ سے ان کے حافظوں میں پہنچا ہے۔

فائدہ:- لوامع میں شعر ۵۵/۲۱ اور ۵۶/۲۲ کی تقریر اس طرح کی ہے۔ "پس اگر کہا جائے کہ جب بعض قرآنی آیات کا علم سلف سے سُننے کے ذریعہ حاصل ہوا ہے تو نص کے ساتھ اصول کا تعارض کس لئے درست ہوگیا۔ نیز اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ خلف یعنی بعد کے لوگوں نے اپنے ان اسلاف کی مخالفت کی جو صاحبِ رائے بھی ہیں اور دانشمند بھی۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے تو خلف و سلف کا یہ اختلاف کیسے رُونما ہوا۔

ہم اس کے جواب میں یہ عرض کریں گے کہ اختلاف کا سبب یہ ہے کہ سلف کے اقوال مذکورہ بالا دو قاعدوں سے نہ تو خارج ہیں اور نہ ان کے خلاف ہیں۔ اس لئے کہ قرآن مجید عرب کے لغت اور ان کی طبیعتوں کے موافق نازل ہوا ہے۔ اور یہ دونوں قاعدے یعنی آیات میں مُساوات اور تناسُب کی رعایت ایسی دو چیزیں ہیں جن کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ نیز دو پسندیدہ اصلیں ہیں اور سلف کا استنباط انہی دونوں پر مبنی ہے۔ پس جب کسی مادّہ میں ان کے اقوال

مختلف ہوتے ہیں تو خلف اور تابعین سمجھ لیتے ہیں کہ اُن کی مُراد یہ ہے۔ پھر ان دونوں قاعدوں کے ذریعہ بقدرِ امکان اس کی تاویل و تطبیق کرتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی طبیعتیں اپنے اسلاف کی طبیعتوں کی طرح ہیں۔ اور ان سلیم طبیعتوں کے ذریعہ اوّل و آخر دونوں موقعوں میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ وہ اس فن میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ اور جن معانی کا ان کے اسلاف نے ارادہ کیا ہے اُنھیں ان کی مُراد کے مطابق قائم کرتے ہیں۔ پس اس سے مذکورۂ بالا مخالفت لازم نہیں آتی۔"

اُن تین ۳ صفتوں کا بیان جن سے صحابہؓ کا اجتہاد و امامت اور سرداری کے لائق ہونا خوب واضح ہو جاتا ہے

(۵۷/۲۳) وَمَنْ بَعْدَهُمْ كَلٌّ عَلَيْهِمْ وَإِنَّمَا

يُحَاذُ لَهُمْ بِالْفَهْمِ عَنْهُمْ صَدَى الْفَجِّ

ترجمہ:۔ اور جو (حضرات) اُن (صحابہؓ اور تابعینؒ) کے بعد ہیں وہ (مسائل کے مُستنبط کرنے اور روایات کا عِلم حاصل کرنے میں) اُن (صحابہؓ اور تابعینؒ) کی طرف محتاج ہیں۔ اور اُن (بعد کے حضرات) کے لئے (فن کی مشکلات کو) اُن (صحابہؓ اور تابعینؒ ہی) سے سمجھنے (اور حاصل کرنے کی وجہ سے عطا (اور انعامات) کی (وہ) گونج چلائی جاتی ہے (اور جاری کی جاتی ہے جو پہاڑوں اور گنبدوں میں بولنے کے بعد ٹکرا کر واپس لوٹتی ہے اور سُننے میں آتی ہے۔ یعنی بعد کے حضرات کو قرآن اور اس کی تلاوت کا طریقہ، اس کی تفسیر، اور قرأۃ و آیات وغیرہ۔ ان سب چیزوں کا علوم کا عطیہ صحابہؓ اور تابعینؒ کے ذریعہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ صحابہؓ اور تابعینؒ سے نبوت کے علوم کا حاصل ہونا گنبد اور پہاڑ سے ٹکرا کر سُنائی دینے والی آواز کے مشابہ ہے۔ یعنی آپؐ کی مُبارک آواز اور تلاوت صحابہؓ نے تو براہِ راست سُنی ہے اور بعد کے لوگوں تک یہ آواز ان صحابہؓ اور تابعینؒ کے ذریعہ سے پہنچی ہے، اس لئے یہ آپ کی اصل آواز کے بجائے گنبد سے ٹکرا کر پیدا ہونے والی آواز کی طرح ہے۔)

شرح:۔ شعر ۵۶/۲۲ کے مضمون سے یہ نکلتا تھا کہ صحابہؓ اور تابعینؒ نے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی زبانِ مُبارک سے سُنی ہوئی نصوص اور آیات و روایات میں اجتہاد کیا ہے۔ اور جو مسائل معلوم نہیں تھے اُن کا حکم اُن سُنی ہوئی نصوص ہی سے نکالا ہے اور ان کے لائق ترین نائبوں نے یہ علوم صحابہؓ اور تابعینؒ ہی سے حاصل کئے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہ حضرات اجتہاد کی کامل لیاقت رکھتے ہیں، کیوں کہ ان کو طبیعت کی صفائی اور پاکیزگی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے علوم حاصل کرنے اور پھر دوسروں کو ان علوم کی تعلیم دینے میں اوروں پر مقدم اور بلند ہونے کی امتیازی خصوصیت حاصل ہے۔

اب اس شعر ۵۷/۲۳ میں وہ چیزیں بیان فرمارہے ہیں جن سے صحابہؓ کے مجتہد ہونے اور امامت اور سرداری کے لئے اَولیٰ ہونے کی صفت اور زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔ پس کُلٌّ عَلَیْھِمْ میں یہ بات بتادی کہ بعد کے لوگ انہی سے نقل کرتے ہیں اور انہی کے مقتدی ہیں۔ اور خَلَف نے جتنے علوم بھی نقل کئے ہیں وہ ان سب میں سلَف کے محتاج ہیں۔ اور جو علم خَلَف اور عمدہ ترین نائبوں کیلئے ازلی تقدیر کی بناء پر حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاں سے جاری کیا جاتا ہے۔ ظاہری اسباب کے درجہ میں وہ علم ان خَلَف نے سلف سے سمجھ لینے ہی کے ذریعہ حاصل کیا ہے اور اُن حضرات کا حاصل کیا ہوا علمِ کثیر عطیہ میں سے باقی رہی ہوئی چیز کے مرتبہ میں ہے۔ پس جو علم صحابہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے وہ نفیس اور عُمدہ ترین عطیوں کی طرح ہے اور جو علم صحابہؓ کے نائبوں نے صحابہؓ سے سیکھا ہے وہ ان عطیوں کے بقیہ اور ان میں سے بچی ہوئی چیزوں کی طرح ہے بلکہ اس گونج کی آواز کی طرح ہے جو پہاڑ اور گنبد جیسی چیزوں سے لَوٹ کر سُننے میں آتی ہے۔ اور یہ نہایت عُمدہ استعارہ ہے۔ کیونکہ صحابہؓ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آواز سُننے کے ذریعہ مشرّف اور کامیاب ہوئے ہیں۔ اور جو آواز صحابہؓ کے ذریعہ ان کے نائبوں کو پہنچی ہے وہ بعینہٖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہیں ہے بلکہ اس کی گونج ہے جو آپؐ کی آواز کے بالکل مشابہ اور اس سے مِلتی جُلتی ہے۔ پس صحابہؓ کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض میں سے حصّہ ملا ہے، اس لئے کہ ان حضرات نے آپؐ کے عمدہ ترین مُنہ سے اور آپؐ کی بَرکتوں سے بھری ہوئی زبان سے قرآن مجید سُنا ہے۔ اور ان فیوض میں سے جو حصّہ صحابہؓ کے نائبوں کو ملا ہے وہ اس آواز کی اور ان نفیس عطیوں کی گونج ہے۔

شعر ۵۷/۲۳ کے مضمون کی علّت ایک اور ایسی صفت کے ذریعہ بیان کرنا جس سے ان صحابہؓ میں مجتہد بننے کی لیاقت پیدا ہوگئی۔

فائدہ ۱: جو حضرات صحابہؓ اور تابعینؒ کے نائب اور ان کے جانشین ہیں۔ وہ ان کے اشارات کو خوب سمجھتے ہیں اور جن عبارتوں کو سلف مجمل صورت سے لائے ہیں یہ بابرکت خَلَف اُن کی تفصیل ان کی مُراد کے مطابق کر سکتے ہیں کیونکہ جو آثار و افعال ان کے سُننے میں آئے ہیں یہ ان کو خوب جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں جیسے کوئی پہاڑ اور گنبد کے اندر بولے تو جو حضرات اس کے پاس ہوتے ہیں وہی اس گونج کو سُن کر بتا سکتے ہیں کہ اس کے ذریعہ کیا بات بیان کی گئی ہے اور یہ مضبوط علم والے عُلماء کی شان ہے اور ہمارے لئے ان کی تقلید اور پیروی کے سوا نہ کوئی چارہ ہے اور نہ تدبیر کیونکہ ہم کم سمجھ والے ہیں۔ اس لئے ان کے کلام کا مطلب صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے۔

فائدہ ۲: يُحَاذُ بِالدَّالِ اَوِ الذَّالِ اَىْ يُسَاقُ حَاذَ الْاِبِلَ اِلَى الْمَاءِ اِذَا سَاقَهٗ اِلَيْهِ سے ہے۔ یعنی اس نے ہانکا اور **لوامع** کی رُو سے حَاذَ، حَوْذًا اِذَا جَمَعَ سے ہے۔ پس انکے ہاں يُحَاذُ، يُجْمَعُ کے معنٰی میں ہے۔

۵۸/۲۴ اُولٰٓئِكَ اَرْبَابُ الْبَلَاغَةِ وَالنُّهٰى (عطف ۱ — جمع نُهْيَةٍ بمعنى عقل لِاَنَّهٗ يَنْهٰى صَاحِبَهٗ عَنِ الْقَبِيْحِ)

وَمَنْ حَضَرَ التَّنْزِيْلَ يَتْلُوْهُ بِالنَّجْرِ (عطف، مف، اصل ۱ — مصاحبت کے لئے ہے یا عَلٰی کے معنی میں ہے۔)

ترجمہ: یہ (صحابہؓ اس) بلاغت والے (اور اس کے مالک) ہیں (جس کے معنٰی ہیں مقام کے مناسب تاکید سے یا بلا تاکید لانے کے ذریعہ کلام کو حال کے تقاضے کے مطابق بنا دینا) اور (کامل) عقلوں (والے ہیں اور وہ (نصیبے والا مجمع) ہے جو (قرآن کے) اُتار اجانے (یا حق تعالیٰ شانہ کے یا جبریل علیہ السّلام کے قرآن کو اُتارنے کے وقت) میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں) موجود تھا حالانکہ یہ (اس وقت موجود رہنے والا مجمع) اُس (اُتارے ہوئے قرآن) کو (اس کی) اصل (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت) کے موافق (رونق دار اور تروتازہ ہونے کی حالت میں) پڑھتا تھا۔

شرح: یعنی اِن چار صفتوں کے سبب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں مجتہد بننے کی لیاقت اور بھی زیادہ پیدا ہو گئی (۱) بلاغت والے اور بیان کی باگوں کے مالک ہیں اور ان پر پُورا پُورا قابو پائے ہوئے ہیں۔ اور بلاغت کی تعریف ترجمہ میں درج ہو چکی ہے۔ اور اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ کلام

کو مخاطب کے حال کے مطابق بنا دیا جائے۔ پس اگر وہ منکر نہیں ہے تو کلام کو بلا تاکید لے آئیں۔ اور اگر منکر تو ہے لیکن شدید درجہ کا منکر نہیں ہے تو ایک تاکید لائیں۔ اور اگر اس کا انکار شدید درجہ تک پہنچا ہوا ہے تو پھر ایک سے زیادہ تاکیدیں لاکر کلام کو مؤکّد بنا دیا جائے۔ اور اس کی مثال اِنَّآ اِلَیْکُمْ مُرْسَلُوْنَ اور رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ (یٰسٓ ع۲) ہے۔ پس جب عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین اور مبلّغین کو کفار نے پہلی بار جھوٹا بتایا تو اُن کے رَد کے لئے دو تاکیدیں لائے۔ اور جب دوسری بار جھٹلایا تو پھر اُن کے رَد کو چار تاکیدوں سے مؤکّد کر کے لائے۔

(۲) نیز صحابہؓ کامل عقلوں والے ہیں اور ان کے ذہن دُور تک پہنچنے والے ہیں۔ اور ان کی مبارک سمجھ قرآنی مضامین کے سمندر کی گہرائیوں تک پہنچ جاتی ہے۔ (۳) یہ ایسے خوش نصیب اور بابرکت ہیں جو قرآن نازل ہونے کے وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر رہتے تھے اور الفاظ و حروف کی ادا اور آیات کے شمار اور قرآن کے معانی ہر چیز کی تعلیم بلا واسطہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے حاصل کی ہے۔ (۴) قرآن کی تلاوت بھی بعینہٖ اسی طرح عمدگی کے ساتھ کرتے ہیں جس طرح اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بابرکت زبان سے رونق دار اور شیریں اور تر و تازہ ہونے کی حالت میں سُنا تھا۔

پس جب یہ حضرات ان مبارک صفتوں کی دولت سے مالامال ہیں تو قرآن کے معانی اور اس کے مقاصد اور اس کی آیتوں کے شروع اور آخر والے حصّوں کو ان سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے اور اسی لئے صحابہؓ کے ان نائبین نے قرآن کے وہ سب علوم حاصل کئے جو سَلَف سے منقول ہو کر ان کو پہنچے تھے۔ اور ان کے اشارات کو سمجھا اور ان کی عبارتوں سے احکام اور مضامین نکالے۔ پس خَلَف اور نائبوں کا کام یہی ہے کہ اپنے بزرگوں کی پیروی کریں اور عُمدگی کے ساتھ ان کی اقتدا کریں۔

بعض آیات کے بارے میں خَلَف اور تابعینؒ کا اجتہاد کرنا اور اس کا مُضر نہ ہونا

(۵۹/۲۵) وَفِیْ خَآئِفِیْنَ اعْتَلَّ الْاَعْمَشُ بِالَّتِیْ (اِحْتَجَّ) اَیْ بِالْقِرَاءَةِ الَّتِیْ [illegible]

قَرَاْ خُیَّفًا وَّهُوَ اجْتِهَادٌ بِلَا نُکُرِ

اَیْ قَرَاَهَا — اَیِ الْاِعْتِلَالُ الْمَفْهُوْمُ مِنْ اِعْتَلَّ۔

ترجمہ :- اور (اِلَّا) خَآئِفِیْنَ (بقرہ ع۱۴ کے بارے) میں (اس کے آیت کا آخری سرا نہ ہونے کے لئے امام حمزہؒ کے شیخ اور جلیل القدر امام اور تابعی) اعمشؒ نے اُس (قراءۃ) سے دلیل بیان کی ہے (جس کی رُو سے خود) اُن (اعمش) نے (اِلَّا) خُیَّفًا پڑھا ہے۔ اور (اس کو دلیل بنانے کی صورت) یہ (ہے کہ اس میں ایک قراءۃ خُیَّفًا بھی ہے۔ اور اس کی رُو سے اس کلمہ میں مشاکلہ نہیں ہے۔ یعنی اس قراءۃ پر آیت کا یہ سرا پہلی اور بعد والی آیتوں کے آخری سروں کی شکل اور ان کے وزن پر نہیں رہتا۔ کیونکہ اس سُورت کی آیتوں کے آخری سرے آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہوکر آرہے ہیں۔ اس لئے کہ سب میں آخر سے پہلا حرف مدّہ ہے چنانچہ اس سے پہلے صٰدِقِیْنَ، یَحْزَنُوْنَ، یَخْتَلِفُوْنَ اور اس کے بعد عَظِیْمٌ، عَلِیْمٌ، قٰنِتُوْنَ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ خُیَّفًا وزن و شکل میں پہلی اور بعد والی آیتوں میں سے کسی کے بھی موافق نہیں ہے اس لئے حضرتِ اعمشؒ نے اس پر آیت شمار نہیں کی۔ اور ان کا یہ خُیَّفًا والی قراءۃ سے دلیل بیان کرنا ایسا) اجتہاد ہے جو (کسی) انکار کے بغیر (تسلیم کرلینے اور مان لینے کے لائق) ہے۔

شرح :- شعر ۵۶/۲۲ میں بتایا تھا کہ سلَف نے آیات کے بارے میں اجتہاد سے بھی کام لیا ہے اور یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اجتہاد کی لیاقت بھی رکھتے تھے۔ اب یہاں شعر ۵۹/۲۵ میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت اعمشؒ تابعی سے امامِ حمزہؒ نے سوال کیا کہ کیا سبب ہے کہ آپ نے اِلَّا خَآئِفِیْنَ (بقرہ ع۱۴) پر یہ آیت شمار نہیں کی۔ تو اس کے جواب میں اعمشؒ نے یہ دلیل بیان کی کہ ہماری قراءۃ میں خَآئِفِیْنَ کے بجائے خُیَّفًا ہے۔ اور مقصد یہ تھا کہ اس قراءۃ کی رُو سے یہ کلمہ پہلی اور بعد والی آیتوں کی شکل اور ان کے وزن پر نہیں ہے حالانکہ قرآن مجید کی اکثر آیتیں شکل و وزن میں متحد ہوکر آئی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس پر آیت نہیں ہے اِس لئے ہم نے اس پر آیت شمار نہیں کی۔ اور اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں (۱) آیات کے بارے میں مُشاکلہ اور تناسب والا قاعدہ معتبر بھی ہے اور اماموں نے اس کو استعمال بھی کیا ہے۔ (۲) جن کلمات پر آیت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں نص و روایت نہ آئی ہو ان میں اجتہاد کرلینا اور اس کے ذریعہ سے ان کا حکم معلوم کرلینا صحیح اور درست ہے۔

فائدہ ۱ :- لوامع میں ہے کہ آیات کے بارے میں اجتہاد کے جائز اور صحیح ہونے کی ایک دلیل وہ بھی ہے جس کو اعمشؒ نے خَآئِفِیْنَ پر آیت شمار نہ کرنے کے بارے میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں ہماری قراءۃ خُیَّفًا ہے اور اس کی رُو سے یہاں مُشاکلہ اور مُوازنہ

کا قاعدہ معدوم ہے اِس لئے ہم نے اس کو آیت کا آخری سِرا شمار نہیں کیا اور اس ارشاد کی بنیاد اُس اجتہاد پر ہے جس میں کسی طرح بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

فائدہ ۲: ۔ دانیؒ نے متصل سَند کے ذریعہ امامِ حمزہؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں نے اعمشؒ سے عرض کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ آپ حضرات نے اِلَّا خَآئِفِیْنَ کو آیات میں شمار نہیں کیا۔ اس پر اعمشؒ نے فرمایا اس لئے نہیں کیا کہ یہ ہماری قراۃ میں خُیَّفًا ہے۔ اس کے بعد دانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ روایت سورتوں کی آیتوں کے آخری سِروں کے پہچاننے میں اور فواصل کے ایک دوسرے سے مُمتاز اور جُدا ہونے کے بارے میں اصل ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خُیَّفًا اس سورۃ البقرہ کی پہلی اور پچھلی آیتوں کا ہم شکل نہیں ہے۔ کیونکہ اس سُورت کی آیتیں اس طرح آرہی ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کا آخری کلمہ جسے فاصلہ کہتے ہیں اس شکل پر ہے کہ اس کا بالکل آخری حرف حرکت والا ہے اور آخر سے پہلا حرف مدّہ ہے جو اصلی حروف سے زائد ہے۔ اور اسی طرح خُیَّفًا وزن اور بنا میں بھی سُورت کی دوسری آیتوں کے مُناسب اور مُساوی نہیں ہے۔ پس مُشاکلہ اور تناسُب اور مُساوات ان تینوں[۳] کے فوت ہونے کی بنا پر یہ کلمہ سورت کی آیت کا آخری سِرا نہیں ہو سکتا جس کی آیتیں اُس طرح سے آرہی ہیں جو ہم نے ابھی بتایا ہے۔

اس سوال کا جواب جو شعر ۵۶/۲۲ کے مضمون سے پیدا ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں یہ ہے کہ سلَف یعنی صحابہؓ نے آیات میں اجتہاد بھی کیا ہے جس کو ان سے خَلَف نے نقل کیا ہے نیز شمار کے بارے میں صحابہؓ کا اختلاف ہے اور یہ اختلاف بھی اجتہاد کی دلیل ہے اور وہ توقیف کے منافی ہے، کیوں کہ جب ان کو شمار کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے ہی سے ہو گیا تو اجتہاد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

اس کے جواب میں فرماتے ہیں:-

۶۰/۲۶ وَمَا يَمْنَعُ التَّوْقِيفَ فِيهِ اخْتِلَافُهُ ↤ وَالضَّمِيرَانِ الْمَجْرُورَانِ لِلْعَدِّ
(معالم سے — مُتَعَلِّقٌ بِالتَّوْقِيفِ)

إِذَا قِيلَ بِالْأَصْلَيْنِ تَأْوِيلُ مُسْتَبْرِي ، كَيْفَرِي شعر ۱۷
(ظَرْفُ يَمْنَعُ — مَقُولَةٌ مَنَعَ — بِمَنَعَ)

ترجمہ:- اور اس (شمار) کا اختلاف اسی (شمار ہی کے بارے) میں توقیف کو (اس وقت) منع نہیں کرتا (اور اختلاف سے توقیف کی تردید نہیں ہوتی) جب یہ کہا جائے کہ (توقیفی نہونے کے اعتراض اور شبہ سے) رہائی حاصل کرنے والے کی تاویل دو۲ اصلوں (مشاکلہ اور تناسب) کے ساتھ ہے۔

شرح:- (۱) یعنی اگرچہ آیات کے شمار میں چند موقعوں میں اختلاف بھی آیا ہے جیسے الٓمٓ اور دوسرے بعض مقطعات جن پر کوفی۲ کے لئے آیت ہے اور باقی چھ۶ اماموں کے لئے نہیں ہے۔ اور اسی طرح اور بھی بہت سی مثالیں ہیں لیکن اس اختلاف سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیات کے شمار توقیفی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے نہ ہوں۔ کیونکہ یہ اختلاف مشاکلہ اور تناسب کی وجہ سے ہے۔ اور یہ دو۲نوں قاعدے بھی فن کے علمائے نے اُن آیات سے نکالے ہیں جن پر آیت ہونے کے بارے میں نص و روایت موجود ہے۔ پس اِن آیات سے یہ دو قاعدے نکال کر اُن میں بھی جاری کر دیئے جن کے بارے میں نص و روایت نہیں تھی۔ اور اس ذریعہ سے ان غیر نص والی آیات کو بھی وہی حکم دیدیا جو نص والی آیات کا تھا اور وہ حکم یہ تھا کہ ان پر آیت ہے۔ پس اسی طرح غیر نص والی آیات پر بھی یہی حکم لگا دیا کہ ان پر بھی آیت ہے۔ اور چونکہ یہ حکم مشاکلہ اور تناسب کے ذریعہ لگایا گیا ہے۔ اور یہ دو۲نوں نص والی آیات سے مُستنبط ہیں۔ اس بنا پر گویا وہ بغیر نص والی آیات بھی نص والی آیات ہی سے لی گئی ہیں۔ اور اس طرح سب آیات توقیفی ہوگئیں۔ پس نکل آیا کہ شمار میں جو اختلاف ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شمار توقیفی نہ ہوں۔ خوب سمجھ لیجئے۔)

شرح:- (۲) یعنی آیات کے شمار میں جو اختلاف ہے اُس سے یہ نہیں نکلتا کہ یہ شمار توقیفی نہوں کیوں کہ اس علم میں جو توقیف ہے اُس کے معنٰی یہ ہیں کہ صحابہؓ نے قرآن کے الفاظ اور اس کی آیات اور ان کا شمار یہ تینوں۳ چیزیں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہیں۔ اور یہ اختلاف و اجتہاد توقیف کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو آیات کی تعلیم اُن پر وقف کرنے کے ذریعہ دی ہے۔ اور اس بارے میں قرآنی کلمات تین۳ طرح پر ہیں (۱) وہ جن پر آپؐ نے ہمیشہ وقف کیا ہے۔ یہ اجماعاً اور ساتوں اِماموں کے یہاں آیات کے شمار میں شامل ہیں (۲) وہ کلمات جن میں ہمیشہ وصل کیا ہے یہ اجماعاً متروک ہیں۔ (۳) وہ جن پر کبھی وقف کیا ہے اور کبھی ان کو وصل سے پڑھا ہے اس قسم میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آپؐ نے جو وقف کیا ہے اس میں تین۳ احتمال ہیں (۱) اس لئے ہو کہ یہ آیت کا آخری سرا ہے (۲) اس لئے ہو کہ آگے پڑھنے کے لئے

سانس میں قوت آجائے (۳) وقف کا طریقہ بتانے کے لئے ہو کہ مثلاً وقف میں حرکت والے حرف کو ساکن کر دیتے ہیں اور تانیث کی گول تا کو ہا سے بدل لیتے ہیں اور زبر کی تنوین کو الف سے بدل لیتے ہیں۔ اور کلمات کی اس تیسری قسم کے وصل میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ بتانے کے لئے ہو کہ یہ آیت کا آخری سرا نہیں ہے۔ (۲) اس لئے ہو کہ آیت کا آخری سرا تو ہے لیکن پہلی بار جو وقف کیا تھا وہ آیت کی تعلیم دینے کے لئے تھا، پھر جب آپ اس سے مطمئن ہو گئے کہ ان صحابہؓ نے اس پر آیت ہونے کو پوری طرح سمجھ لیا ہے تو پھر وصل کر دیا۔ پس ان احتمالات کے ہوتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس پر آیت ہے یا نہیں ہے۔ اور ان موقعوں میں یہ فیصلہ اجتہاد ہی سے ہو سکتا ہے۔ اور یہ تیسری قسم کے کلمات ہی صحابہؓ کے غور و فکر کے محل اور اجتہاد کے مواقع ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس علم کے بارے میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ یہ توقیف سے ثابت ہے پھر بحث ہوئی ہے کہ اس میں اجتہاد کا دخل ہے یا نہیں۔ سو ایک فریق کی رائے یہ ہے کہ پورا علم توقیفی ہے جس میں اجتہاد کا ذرہ برابر بھی دخل نہیں، اور ان کی دلیلیں پانچ ہیں:۔ (۱) قرآن میں ایسے کلمات بہت ہیں جو آیات کے آخری سروں کے ہم شکل ہونے کے باوجود بھی اجماعاً متروک ہیں (۲) ایسے کلمات بھی کافی آئے ہیں جو آیات کے سروں کے ہم شکل نہیں ہیں لیکن ان کے شمار کرنے پر اجماع ہے۔ (۳) مقطعات میں سے بیس پر آیت شمار کی ہے اور باقی دس پر نہیں کی اور تفصیل شعر ۲۶ میں درج ہو چکی ہے، حالانکہ ظاہر میں سب کے سب یکساں ہیں۔ (۴) بڑی سورتوں میں چھوٹی آیتیں بھی آئی ہیں۔ (۵) نمبر ۴ کا عکس یعنی چھوٹی سورتوں میں بڑی آیتیں بھی موجود ہیں پس یہ سب دلیلیں ہیں اس پر کہ آیات کے فن میں رائے اور اجتہاد کا ذرا بھی دخل نہیں ہے اور شمار کے اماموں کے اختلاف سے اس میں شبہ ہوتا ہے کیوں کہ اختلاف اجتہاد کی علامت ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ شمار میں جو اختلاف ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قراۃ کی وجوہ میں اختلاف ہے۔

اور دوسرے فریق کی رائے یہ ہے کہ اس علم کا ایک حصہ توقیفی ہے، اور دوسرا اجتہادی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ جزئیات منقول ہیں۔ اور ان سے قواعدِ کلیہ مستنبط کئے گئے ہیں، اور انہی کی طرف وہ جزئیات بھی لوٹا دی گئی ہیں جن کے بارے میں نص نہیں آئی۔ اور دانیؒ اور ناظمؒ کے ہاں بھی یہی رائے مختار ہے اور ذیل کی تین دلیلوں کی بنا پر یہ رائے پہلی رائے کے مقابلہ میں راجح ہے۔ (۱) اعمش کی وہ علت کو دلیل جو شعر ۵۹/۲۵ میں گذری (۲) آیات

کی تمام جزئیات کے بارے میں نصوص نہیں آئیں۔ (۳) شمار میں اماموں کا اختلاف ہے۔ اور اس کے جواب میں یہ کہنا ظاہر کے خلاف ہے کہ آیات کا اختلاف قراءۃ کی وجوہ کے اختلاف کی طرح ہے اس لئے کہ قراءۃ کی وجوہ اُمّت پر آسانی اور مہربانی فرمانے کے لئے نازل ہوئی ہیں اور شمار کا یہ حال نہیں ہے۔

اور آیات کے بعض موقعوں کا اجتہاد سے ثابت ہونا اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اسلئے کہ اس سے قرآن مجید میں نہ کوئی زیادتی لازم آتی ہے اور نہ کمی، بلکہ اس علم کے تمام مسائل وصل و فصل کے مقامات کی تعیین کے لئے ہیں۔

بعض آیات میں مشاکلہ کی دونوں قسموں کا جمع ہوجانا

۶۱/۲۷ وَقَدْ يُنْظَمُ الشَّكْلَانِ فِي الْعَدِّ بَيْنَهَا ← ظَرْفُ يُنْظَمُ (معالم) اَوْ ظَرْفُ الْعَدِّ (لوامع)

وَقَدْ يُتْرَكَا فَاتْلُ الْقِتَالَ لِكَيْ تَدْرِيْ

← لَامُ لِكَيْ لِلتَّعْلِيْلِ وَكَيْ مَصْدَرِيَّةٌ يُقَدَّرُ بَعْدَهَا اَنْ وَيَكُوْنُ مَا قَبْلَ لَامِ كَيْ مُسَبَّبًا وَمَا بَعْدَهُ سَبَبًا

ترجمہ:۔ اور کبھی اُن (آیتوں) کے درمیان شمار کرنے میں دونوں ہم شکل (قسمیں یعنی مشاکلہ کی دونوں صورتیں ایک دم بھی) جمع کر دی جاتی ہیں (یعنی بعض آیتیں اس طرح بھی آئی ہیں کہ ان میں بالکل آخری اور آخر سے پہلا حرف دونوں یکساں ہیں۔ اور ایک ہی آیت میں مشاکلہ کی دونوں قسمیں موجود ہیں) اور کبھی وہ دونوں (ہم شکل) ترک کر دیئے جاتے ہیں (یعنی کچھ آیات ایسی ہیں جو مذکورہ بالا دونوں حرفوں میں یکساں نہیں ہیں بلکہ صرف ایک حرف میں یکساں ہیں یا آخری حرف میں یا آخر سے پہلے میں اور اگر تم اس مضمون کی تفصیل چاہتے ہو) تو (سورۃ) القتال (یعنی سورۂ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی تلاوت کرلو تاکہ تم (ان تینوں قسموں کی مثالیں) معلوم کرلو۔

شرح:۔ وَكُلٌّ تَوَالٍ شعر ۳۷/۳ میں مشاکلہ کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں (۱) وہ جو بالکل آخری حرف میں یکساں ہوں اس طرح پر کہ آخری حرف دوسری اور تیسری آیت میں بھی وہی ہو جو پہلی آیت میں ہے (۲) آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہوں یعنی ہر ایک آیت میں آخر سے پہلا حرف اُسی قسم کا ہو جس قسم کا پہلی آیت میں آچکا ہے۔ اور یہ دو صورتیں تفصیل کے درجہ میں چار بن جاتی ہیں اور چاروں صورتوں کی مثالیں شعر ۳۸/۴ کی شرح میں پوری تفصیل سے درج ہو چکی

ہیں۔غرض مشاکلہ کی دونوں صورتوں کا بیان شعر ۳۷/۳ میں گزر چکا ہے۔اب یہاں شعر ۶۱/۲ میں ایک نئی بات بتانا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی مشاکلہ کی دونوں صورتیں ایک دم اور ایک ہی کلمہ میں جمع ہو جاتی ہیں۔اور کبھی دونوں صورتیں اس طرح متروک ہو جاتی ہیں کہ ایک دم جمع نہیں رہتیں، بلکہ کبھی پہلی ہوتی ہے اور دوسری نہیں ہوتی، اور کبھی دوسری صورت ہوتی ہے پہلی نہیں ہوتی۔اور اس اجمال کی تفصیل کے لئے سورۃ القتال یعنی سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آیتوں کا مطالعہ کیجئے کیونکہ اس میں مذکورۂ بالا تینوں طرح کی آیات موجود ہیں۔(۱) وہ آیتیں جو بالکل آخری اور آخر سے پہلے دونوں حرفوں میں یکساں ہیں، جیسے اَعْمَالَهُمْ، بَالَهُمْ، اَمْثَالَهُمْ سورۃ القتال ع ۱ کی پہلی تین آیتیں۔دیکھو ان سب میں بالکل آخری حرف میم ہے اور آخر سے پہلے ھا ہے۔(۲) وہ آیتیں جو صرف آخری حرف میں یکساں ہوں، جیسے اَعْمَالَكُمْ، اَمْوَالَكُمْ، اَضْغَانَكُمْ، اَمْثَالَكُمْ سورۃ القتال کی آخری چار آیتیں۔دیکھو ان چاروں میں بالکل آخری حرف میم ہے لیکن آخر سے پہلا حرف ھا نہیں ہے بلکہ کاف ہے۔اور گو یہ چاروں آیتیں بھی پہلی قسم کی طرح بالکل آخری اور آخر سے پہلے دونوں حرفوں میں یکساں ہیں لیکن چونکہ اس سورت کی زیادہ آیتیں ھا اور میم سے آرہی ہیں، یعنی اکثر آیتوں میں کُمْ کے بجائے هُمْ ہے اس لئے یہ چاروں آیتیں صرف آخری حرف میں یکساں شمار کی گئیں۔

رہا آخر سے پہلا حرف سو اس میں اس تقدیر پر تو یکساں ہیں کہ ہم صرف انہی چار آیتوں پر نظر ڈالیں، لیکن اگر سورت کی اکثر آیتوں کو دیکھیں تو پھر یہ ماننا ہوگا کہ آخری چار آیتیں صرف آخری حرف میں یکساں ہیں۔رہا آخر سے پہلا سو اس میں سورت کی اکثر آیتوں کے ساتھ متحد نہیں ہیں (۳) وہ جو دوسری آیتوں کے ساتھ صرف آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہیں جیسے اَوْزَارَهَا (قتال ع ۱) اس پر کوفی و حمصی کے سوا باقی پانچ ۵ اماموں کے لئے آیت ہے۔اور اَمْثَالُهَا (قتال ع ۲) اور اَقْفَالُهَا (قتال ع ۳) ان دونوں پر ساتوں اماموں کے لئے آیت ہے۔یہ تینوں اس سورت میں یکجا نہیں ہیں۔بلکہ دور رکوعوں میں جدا جدا ہو کر آرہی ہیں۔ان تینوں میں آخر سے پہلا حرف ھا ہے۔رہا بالکل آخری حرف سو وہ میم کے بجائے الف ہے اور یہ تینوں بھی خود اپنے اعتبار سے تو بالکل آخری اور آخر سے پہلے دونوں حرفوں میں یکساں ہیں، لیکن سورت کی اکثر آیات کے اعتبار سے صرف آخر سے پہلے حرف میں متحد ہیں۔اور مناسب تر یہ تھا کہ اس شعر کو شعر ۳۷/۳

یعنی وَ کُلٌّ تَوَالٍ کے بعد لاتے، کیوں کہ شعر ۳۷/۳ و شعر ۶۱/۲ کے مضمون میں شدید درجہ کا تعلق اور اتصال ہے۔ اور دونوں کے مضمون کا خلاصہ ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آیات یا تو بالکل آخری حرف میں یکساں ہوتی ہیں یا آخر سے پہلے حرف میں۔ اور دونوں قسموں میں سے ہر ایک کی اکثر آیتیں حرفِ مد سے اور کم آیتیں حرفِ مد کے علاوہ دوسرے حروف سے آئی ہیں۔ اور تفصیل کے درجہ میں کُل قسمیں چار ہو جاتی ہیں۔ (۱) وہ آیات جو بالکل آخری حرف میں متحد ہوں اور وہ حرف مدہ ہو، جیسے لِتَشْقٰی، یَخْشٰی، الْعُلٰی، اسْتَوٰی (طٰہٰ ع ۱) اور یہ قسم اکثر ہے (۲) وہ جو بالکل آخری حرف میں یکساں ہوں اور وہ حرف مدہ اور لین نہ ہو، جیسے سورۃ القمر کی سب اور سورۃ البلد کی اکثر آیتیں۔ اور بہ نسبت پہلی کے دوسری قسم کم ہے (۳) وہ جو آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہوں اور وہ حرف مدہ یا لین ہو، جیسے الْعٰلَمِیْنَ ۝ الدِّیْنِ ۝ اور نَسْتَعِیْنُ ۝ فاتحہ میں۔ اور اسی طرح سورۂ قریش کی چار آیتیں۔ اور یہ نوع بھی اکثر ہے (۴) وہ جو آخر سے پہلے حرف میں یکساں ہوں اور وہ حرف مدہ اور لین نہ ہو، جیسے اَمْثَالُهَا، اَقْفَالُهَا سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اور بہ نسبت تیسری کے چوتھی قسم کم ہے۔

فائدہ ۱: شعر ۳۸/۴ میں گذرا کہ دونوں قسموں کی اکثر آیتیں حرف مد و لین سے آتی ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ غالب و اکثر تو یہی ہے کہ دونوں قسمیں حرفِ مد و لین سے آتی ہیں، اور یہ صورت مغلوب اور قلیل ہے کہ دونوں قسمیں مد و لین کے علاوہ دوسرے حروف سے آئیں اور مثالیں یہاں بھی درج ہو چکی ہیں۔ اور اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ شعر ۳۸/۴ کی شرح میں ملیں گی۔

فائدہ ۲: لوامع میں شعر ۶۰/۲۶ و ۶۱/۲۷ کا مطلب دوسرے انداز سے بیان کیا ہے۔ اور پہلے ایک عنوان لائے ہیں، اور وہ یہ ہے:-

"اس بات کی طرف اشارہ کہ اِس فن میں دلیلوں اور علّتوں کا
بیان کرنا نص کے لئے مانع نہیں بنتا"

لوامع سے

۶۰/۲۶ وَمَا یَمْنَعُ التَّوْقِیْفُ فِیْهِ اخْتِلَافُهٗ

اِذَا قِیْلَ بِالْاَصْلَیْنِ تَاْوِیْلُ مُسْتَبْرِیْ

ترجمہ:- اور اس (باب) میں اُن (اعمش کا اور اسی طرح دوسرے حضرات) کا اختلاف کرنا اور

اجتہاد کے لئے وہ علّت بیان کرنا جس کا ذکر شعر ۵۹/۲۵ میں آچکا ہے توقیف (کے ثبوت) کے لئے مانع نہیں بنتا۔ جب یہ کہا جائے کہ (شبہات سے) رہائی حاصل کرنے والے کی تاویل (مذکورۂ بالا) دو اصلوں (مشاکلہ اور تناسب) کے ذریعہ (اس طرح کی علّتیں بیان کرنا ہے) کیوں کہ یہ علّت وقوع کے بعد نکالی گئی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آیات کے فن میں توقیف کی جانب راجح اور غالب ہے کیوں کہ اس قسم کی علّتیں جتنی بھی ہیں وہ طلبار کے شبہات رفع کرنے اور اُن کے دلوں کو مطمئن کرنے کے لئے ہیں۔ چنانچہ قراۃ ورسم کی علّتیں بھی اسی لئے بیان کی جاتی ہیں کہ بقدر امکان عربی قواعد کے ساتھ مطابقت ظاہر کردی جائے۔ نہ اس لئے کہ قراۃ ورسم کا ثبوت ان علّتوں پر موقوف ہے، اور ساتھ ہی یہ نفع بھی ہے کہ علّتوں سے طلبار کی علمیت اور لیاقت میں اضافہ ہوتا ہے)

ایک دوسرے طریقہ سے توقیف کا اثبات

لوامع

(۶۱/۳۷) وَقَدْ يُنْظَمُ الشَّكْلَانِ فِي الْعَدِّ بَيْنَهَا

وَقَدْ تُرِكَا فَاتْلُ الْقِتَالَ لِكَيْ تَدْرِيْ

(یہاں يُنْظَمُ، يُرْسَمُ کے معنٰی میں ہے اور الشَّكْلَانِ سے مراد دو نقطے ہیں جو پہلے زمانہ میں آیت کا خاتمہ بتانے کے لئے لگائے جاتے تھے)

ترجمہ:- اور کبھی اُن (آیتوں) کے شمار کے درمیان دو نقطے (یہ بتانے کے لئے) لکھے جاتے ہیں (کہ یہاں پہلی آیت ختم ہوگئی ہے) اور کبھی یہ دو (نقطے یہ بات ظاہر کرنے کے لئے) ترک کردیئے جاتے ہیں (کہ یہاں آیت ختم نہیں ہوئی، پس دو نقطوں کا وجود آیت کا خاتمہ بتانے کے لئے ہے۔ اور ان کا نہ لگانا یہ بتانے کے لئے ہے کہ ابھی آیت ختم نہیں ہوئی۔ اور مقصد یہ ہے کہ نقطوں کے لگانے اور ترک کرنے دونوں میں علماء کا اختلاف ہے۔ اور اگر تم اس بات کو پوری طرح سمجھنا چاہتے ہو کہ نقطوں کا ہونا اور نہ ہونا آیت اور غیر آیت کے ظاہر کرنے کے لئے ہے) تو تم (سورۂ) قتال (یعنی سورۂ براءۃ جس میں جہاد کا ذکر ہے) پڑھ لو تاکہ تم (اس مسئلہ کو خوب وضاحت سے) معلوم کرلو (کیوں کہ سورۂ براءۃ پر بسم اللہ کا نہ لکھنا اسی لئے ہے کہ براءۃ کے مستقل سورۃ ہونے کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی واضح بیان نہیں ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوجاتی کہ یہ ایک علیحدہ سورۃ ہے اور اس بارے میں تردد اور شبہ نہ رہتا)

شرح :- یعنی پہلے شعروں میں بتایا ہے کہ آیات کے آخری سرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے منقول ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سلف آیات کے آخری کلمات پر دو نقطے لگاتے تھے۔ اور یہ اس بات کی علامت تھی کہ اس کلمہ کے آخری حرف پر آیت ختم ہو گئی ہے۔ اور اسی طرح نقطوں کا ترک اس بات کی علامت تھی کہ یہ کلمہ آیت کا آخری سرا نہیں ہے۔ اور اس کی توضیح کے لئے صحابہؓ کا یہ عمل کافی ووافی ہے، کہ ان حضرات نے انفال اور قتال یعنی سورۂ براءۃ کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شروع میں بسم اللہ لکھنے کا حکم فرما دیتے تھے۔ اور سورۂ براءۃ کے شروع کے لئے صحابہؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بیان نہیں ملا۔ پس جب ان کو اس بات کا علم نہیں ہوا کہ آپؐ نے اس سورۃ کے اوّل میں بسم اللہ لکھنے کا حکم فرمایا ہے یا نہیں تو اس بارے میں توقف اختیار کر لیا اور بسم اللہ کو ترک کر دیا۔ پس اگر آیات کا ثبوت اجتہاد سے ہوتا تو ان کو براءۃ کے شروع میں توقف کی ضرورت پیش نہ آتی، اور بسم اللہ لکھ دیتے۔ نیز وہ حضرات قرآنوں کے مجرد اور نقطوں اور حرکتوں تک سے خالی رکھنے کا پورا اہتمام فرماتے تھے۔ اور اس کے باوجود بھی آیتوں کے شمار کے لئے ان کے اخیر میں نقطے لگاتے تھے۔ پس یہ عمل واضح دلیل ہے اس پر کہ آیات توقیفی ہیں اور ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز آیات کے درمیان کے ان نقطوں میں اماموں کا اختلاف کرنا آیات کے توقیفی ہونے کی یقینی دلیل ہے۔ چنانچہ دانیؒ اشہب سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآنوں میں جو عُشور دس دس آیتوں کی علامتیں لکھی جاتی ہیں اُن کے بارے میں امام مالکؒ سے دریافت کیا گیا تو موصوف نے اس کو مکروہ بتایا۔ اور فرمایا کہ اس کے لئے قرآنوں میں کوئی نشانی لگا دی جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اور مقصد یہ تھا کہ جائز تو ہے لیکن اولیٰ یہی ہے کہ نشانی سے بھی پرہیز کیا جائے۔ پھر موصوف سے ایک اور بات پوچھی گئی کہ قرآنوں میں ہر سورۃ کے آخر میں اس سورۃ کی آیتوں کا شمار لکھ دیتے ہیں۔ فرمایا میں اسے بھی مکروہ قرار دیتا ہوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کے لکھوائے ہوئے وہ قرآن جو اور قرآنوں کیلئے امام ہیں اُن میں کوئی اور چیز لکھی جائے۔ لیکن جن قرآنوں میں بچے پڑھتے ہیں اُن میں لکھ دیں تو کچھ حرج نہیں۔ اشہبؒ کہتے ہیں کہ پھر امام مالکؒ نے ہمارے لئے ایک قرآن نکالا جس میں سُرخی سے کچھ لکھا ہوا تھا، اور میں نے اُس میں آیتوں کے نشان بھی دیکھے تھے جو سُرخی سے تھے۔ اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن کثیرؒ سے سُنا کہ پہلے مصاحف میں صرف قرآن

لکھا ہوا تھا اور وہ دوسری چیزوں سے خالی تھے۔ پھر سب سے پہلے جو نئی بات پیدا کی وہ با اور تا کا نقطہ تھا۔ اور کہا کہ اس میں کچھ حرج نہیں، کیوں کہ نقطہ قرآنی الفاظ کے لئے روشنی ہے۔ اس سے تلاوت میں آسانی میسر آجاتی ہے۔ پھر وہ نقطے جاری کئے جنہیں آیتوں کے اخیر پر لگاتے تھے پھر سورتوں کے شروع اور خاتمہ کے لئے خاص قسم کے نشانات مقرر کر دیئے۔ اور اوزاعیؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ جو چیزیں قرآنوں میں اب جاری کر دی ہیں پہلے زمانہ کے حضرات اُن میں سے کسی چیز سے بھی واقف نہیں تھے۔ صرف تین نقطے تھے جنہیں آیتوں کے اخیر میں لگا دیتے تھے۔

ابو حمزہ سے ہے کہ ابراہیم نخعیؒ نے میرے قرآن میں سورتوں کے شروع میں اس طرح کے نشان دیکھے تو فرمایا کہ ان کو مٹا دو، کیوں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے تھے کہ اللہ کی کتاب میں وہ چیزیں مخلوط نہ کرو جو اس میں شامل نہیں ہیں۔

دانیؒ یہ تمام اختلافات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ سب روایتیں بتا رہی ہیں کہ پانچ پانچ اور دس دس آیتوں کے نشان اور سورتوں کے شروع اور آیات کے اخیر کی علامتیں صحابہؓ کے اعمال میں سے ہیں۔ اور میرا خیال یہ ہے کہ جن حضرات نے ان چیزوں کو مکروہ بتایا ہے انہوں نے سرخی اور زردی جیسے رنگوں سے نشان لگانے کو ناپسند قرار دیا ہے، اور ان کا یہ مقصد ہرگز نہیں تھا کہ نشان بالکل نہ لگائے جائیں۔ حالانکہ امتِ مسلمہ تمام اطراف میں اس کے جواز پر متفق ہے۔ اور جو مصاحف دوسرے قرآنوں کے امام ہیں ان میں اور ان کے علاوہ دوسرے قرآنوں میں سب میں نشانات کے استعمال کو جائز بتاتے ہیں۔ اور جس پر امت کا اجماع ہو جائے حق تعالیٰ شانہٗ اس میں غلطی سے محفوظ رکھتے ہیں۔

عِلم کے مقدّمہ کے بعد کتاب کا مقدّمہ

۶۲ وَخُذْ بِعَلَامَاتٍ فِي الْأَسْمَاءِ عِلْمَهُمْ
۲۸ لِمَدٍّ (بِحُجْرٍ) وَالْمَدِينِيِّ (بِالْقُطْ)

ترجمہ:- اور تو ان (شمار کے اماموں) کی پہچان (اور ان کے پتہ) کو ان علامتوں کے

ذریعہ لے لے (اور حاصل کرلے) جو ان (اماموں کے ناموں (اور لقبوں اور کنیتوں یعنی نسبتوں کی جگہ) میں (استعمال کی گئے) ہیں (یعنی) مکی کے لئے حُجْرٍ کے اور مدنی (اوّل و مدنی اخیر کے لئے قُطْن کے ذریعہ (علم حاصل کرلے)

۳۶/۳۹ وَقُلْ فِيهِمَا (صَدٌ) وَّ (نَحْرٌ) سِوَاهُمَا

(اِسْمِيَّةٌ) (اِسْمِيَّةٌ)

وَخُذْ فِيهِمَا مَعْ صُحْبَةِ الشَّامِ بِالْكُثْرِ

ترجمہ :- اور تو کہدے کہ ان دونوں (مدنی اوّل، اخیر اور مکی کی رمز کے بارے میں صَدٌ ہے۔ اور ان دونوں کے سوا (باقی چار شامی اور عراقی یعنی دمشقی، حمصی، کوفی، بصری کی رمز) نَحْرٌ ہے اور تو ان دونوں (مدنی اول و آخر اور مکی کے بارے) میں حالانکہ یہ شامی کی شرکت سمیت ہوں (ان پانچوں کے لئے) کُثْرٌ کو لے لے (اور حاصل کرلے)۔

۳۷/۴۰ وَمَكٍّ مَعَ الْكُوفِيّ (مُثْرٍ) وَّ كَيْفَمَا

جَرَيْنَ فَهُنَّ الْقَصْدُ عَنْ عُرْفٍ اَوْ نُكْرٍ

ترجمہ :- اور مکی جو کوفی سمیت ہیں (ان کی رمز) مُثْرٍ ہے اور یہ (چھئوں کلمات) جس حالت میں بھی جاری (اور واقع) ہوں (ان سے) یہی (رمزیں) مقصود ہوں گی۔ حالانکہ یہ (سب اَلْ کے ذریعہ) معرفہ (بنائی ہوئی) ہوں یا (اَلْ سے خالی کرکے) نکرہ (بنائی ہوئی) ہوں (اور مقصد یہ ہے کہ یہ چھ رمزیں اَلْ سمیت آئیں یا اَلْ کے بغیر، دونوں حالتوں میں اُنہیں اماموں کے معنے دیں گی جن کے لئے ان کو مقرر کیا ہے۔ یہ نہیں ہوگا کہ جب اَلْ کے بغیر آئیں تب تو انہیں اماموں کے لئے ہوں اور جب اَلْ سمیت آئیں تو ان رمزوں سے ان اماموں کے علاوہ دوسرے امام مراد ہوں)

شرح :- آیات کے پہچاننے کے طُرق بتلانے کے بعد اپنی وہ اصطلاحات بتلاتے ہیں جن کو شمار

والوں کی رموز اور ان کے سوا دوسری چیزوں کے بارے میں استعمال کیا ہے، جو شعر ۶۲/۲۸ تا ۶۶/۳۲ میں مذکور ہیں۔ اور ان میں سے رموز دو طرح کی ہیں۔

اوّل اِسْمِیَّہ جن کے بارے میں پورے کلمات استعمال کئے ہیں اور وہ اسم ہیں۔ اور چھ ہیں:۔

(۱) حُجْر:۔ مکّی کے لئے، اور یہ منع کی ہوئی اور حرام چیز کے معنٰی میں ہے۔ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا (انعام ع ۱۶) اور حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (فرقان ع ۲ و ع ۵) کی طرح، اور ان میں حسنؒ کی شاذ قراءۃ حا کے ضمّہ سے اور جمہور کی کسرہ سے ہے۔ اور چونکہ مکّہ میں حرمِ الٰہی ہے جس میں شکار کرنا اور جانوروں کو تکلیف دینا، اس کے درخت کا کاٹنا سب حرام اور ممنوع ہے، اس لئے یہ رمز مکّی کے لئے نہایت موزوں ہے۔

(۲) قُطْر:۔ مدنی کے لئے، جس میں مدنی اوّل اور مدنی اخیر دونوں شامل ہیں۔ اور اس کا قرینہ اطلاق ہے، اور ان دونوں کو مدنیان کہتے ہیں۔ اور قُطْر اگر کی خوشبودار لکڑی کے معنٰی میں ہے جس سے اگربتّی بنائی جاتی ہے۔ پس مدنی حضرات بھی طرح طرح کی برکتوں سے مالامال ہونے کے سبب خوشبودار اور عالم کو فیوض سے مالامال کرنے والے ہیں۔

(۳) صَدْر:۔ مدنی اوّل اور مدنی اخیر اور مکّی کے لئے، اور اِن تینوں کو حِجازی کہتے ہیں۔ اور صَدْر ہر شئے کے اوّل حصّہ کے معنٰی میں ہے۔ اور مکّہ اور مدینہ بھی اسلام کے صدر مقام ہیں، اور انہی سے اسلام کا نور دُنیا میں پھیلا ہے۔ پس جس طرح یہ دونوں مقام صدر ہیں اسی طرح حجازی حضرات بھی تمام لوگوں کے صدر ہیں۔

(۴) نَحْر:۔ شامی، کوفی، بصری کے لئے، اور ناظمؒ کی رائے پر شامی سے مُراد دمشقی ہے۔ کیوں کہ موصوف نے حمصی شمار کو نہیں لیا ہے۔ اور جو اس شمار کا بھی اعتبار کرتے ہیں ان کے ہاں شامی، دمشقی اور حمصی دونوں کو شامِل ہے۔ اور اس شرح میں بھی شامی سے دونوں مُراد ہوں گے۔ اور جس جگہ دمشقی اور حمصی کا اختلاف ہوگا وہاں تصریح کر دی جائے گی اور کوفی اور بصری دونوں کا مشترک نام عراقی ہے، اور نَحْر کے معنٰی ہیں سینہ کی وہ جگہ اور وہ حصّہ جس میں ہار لٹکاتے ہیں۔ اور کوفی، بصری اور شامی کا یہ لقب اِس لئے ہے کہ ان تینوں ۳ شہروں سے اسلام کو اعزاز حاصِل ہوا ہے، اِس لئے یہ حضرات بھی اعزاز والے ہیں۔

(۵) کُثْر:۔ مکّی، مدنی، شامی کے لئے، اور دوسرے لفظوں میں حجازی اور شامی کے لئے۔

اور یہ اَلشَّیْ ءُ الْکَثِیْرُ کے معنٰی میں ہے۔ اور حجازی اور شامی اماموں کے کمالات بھی کثرت کو پہنچے ہوئے ہیں اور کُثْرٌ، قُلٌّ کی ضد ہے، اور محاورہ میں مَالَهٗ قُلٌّ وَّلَا کُثْرٌ بولتے ہیں

(۶) مُثْرٌ:- مکیؒ اور کوفی کے لئے، اس کے معنٰی ہیں دولت مند بن جانے والا۔ اور کوفی اور مکیؒ کے ملنے سے بھی ہر ایک کو دوسرے سے قوت حاصل ہوگئی، اس لئے علم کی وسیع دولت والے بن گئے۔ پس یہ چھ۶ کلمات ہیں جن کو شمار والے چھ۶ اماموں کے لئے مقرر کیا ہے۔ اور یہ بھی ایک لطیفہ ہے جو ناظمؒ کے لطائف میں سے ہے۔

دُوم۲ رُمُوز حَرْفِیَّہ:- جن میں کلمہ کے حروف میں سے صرف پہلے حرف کو رمز بناتے ہیں اور ابجد کے حروف میں سے اماموں کے لئے چھ حروف استعمال کئے ہیں جو اَبَجَ دَهَوْ میں جمع ہیں۔

(۱) أ، مَدَنی اول (۲) ب، مَدَنی اخیر (۳) ج، مکیؒ (۴) د، شامی (۵) ھ، کوفی (۶) و، بصری کے لئے ہے۔

نمبر شمار	رُمُوزِ کَلِمِیَّہ		نمبر شمار	رُمُوزِ حَرْفِیَّہ	
۱	حُجُر	مکیؒ	۱	ا	مدنی اوّل
۲	قُطُر	مدنیان، یعنی مدنی اوّل مدنی آخر	۲	ب	مدنی اخیر
۳	صَدُر	مدنیان اور مکیؒ	۳	ج	مکیؒ
۴	نَحُر	کوفی، شامی، بصری	۴	د	شامی
۵	کُثُر	مدنیان، مکیؒ، شامی	۵	ھ	کوفی
۶	مُثُر	مکیؒ، کوفی	۶	و	بصری

اور آیات کے شمار کے لئے بیس۲۰ حروف استعمال فرمائے ہیں، یعنی اَبْجَدْ، هَوَّزْ، حُطِّیْ، کَلِمَنْ، سَعْفَصْ، قَرَشَتْ، ثَخَذْ، ضَظَغْ کے اٹھائیس۲۸ حروف میں سے اوّل کے (بیس۲۰) استعمال کئے ہیں، اور ان کا حساب اس طرح ہے:- ابجد- ھوز حطی- کلمن- سعفص قر- اور ان میں سے واؤ کو تین معنٰی میں استعمال کیا ہے۔

(۱) بصریؒ کے لئے (۲) فاصل جو یہ بتاتا ہے کہ یہاں پہلا مسئلہ ختم ہو چکا ہے (۳) چھ کا شمار بتلانے کیلئے رہے اَبَاجَادٍ میں سے آخری آٹھ حروف جو شین سے شروع ہو کر غین پر ختم ہوتے ہیں۔ سو ان کو استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ ایسی سورت کوئی بھی نہیں ہے جس کی آیتوں کا شمار تین سو یا اس سے اوپر تک پہنچتا ہو۔

وَكَيْفَمَا جَرَيْنَ الخ جو شعر ۶۴/۳۰ میں ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ چھ رموز جس طرح بھی آئیں، عام ہے کہ اَلْ کے ساتھ ہونے کے سبب معرفہ ہوں، جیسے الحُجر، القُطر، الصَّدر یا اَلْ سے خالی ہونے کے سبب نکرہ ہوں، جیسے حُجر، قُطر، صَدر۔ دونوں حالتوں میں ان سے وہی معنیٰ اور وہی امام مراد ہوں گے جن کے لئے ناظمؒ نے ان کو مقرر کیا ہے۔ نیز یہ کلمات ہر جگہ رمز ہو کر ہی آئے ہیں، بلا رمز کسی جگہ بھی استعمال نہیں ہوئے۔ یہ پابندی التباس اور شبہ سے بچانے کے لئے کی ہے۔

فائدہ ۶۴/۳۰:- وَكَيْفَمَا، جَرَيْنَ کے فاعل سے حال ہے۔ اَیْ جَرَيْنَ عَلیٰ اَیِّ كَيْفِيَّةٍ اور بعض کی رائے پر كَيْفَمَا شرطیہ ہے اور مَا کافّہ ہے۔ اس صورت میں جملہ فَهُوَ الْقَصْدُ شرط کی جزا ہے۔

آیات کا شمار بتانے کے لئے اکثر جگہ عدد کے الفاظ کے بجائے اَبْجَد کے حروف استعمال کرنا اور بیان کی ترتیب

(۶۵/۳۱) (وَعَدُّ) اِلَيْ جَادٍ بِهٖ بَعْدَ الْاِسْمِ بِنْ
(ب) مُتَّحِمٌ (ظ خ) (مُتَّفَ)
اَیْ مُسْتَعْمَلٌ فِیْ هٰذَا النَّظْمِ۔
اَیْ خُذْهَا مِنْ اَوَائِلِ الْكَلِمَاتِ الْوَاقِعَةِ بَعْدَ اِسْمِ السُّوْرَةِ۔
اَوَائِلَ خُذْ وَالْوَاوُ تَفْصِلُ فِي الْاُثُرْ
(اَم) (اِسْمِ) (اَلْيَةٌ مُتَ)

ترجمہ:- اور (جس سورت کی آیتوں کا شمار بتانا منظور ہے اس کے) نام کے (ذکر کرنے کے) بعد اس (نظم) میں اَبْجَدْ (کے حروف) کا شمار (اور ان کا حساب استعمال کیا گیا) ہے تو (اس حساب کو ان کلمات کے) پہلے پہلے حرفوں سے لے لے (اور حاصل کر لے جو سورت کے نام کے بعد آرہے ہیں) اور (شمار بتانے والے حروف کے کلمات کے) بعد میں واو (آکر شمار ظاہر کرنے والے حروف میں (اور ان کے علاوہ دوسرے حروف میں)

جدائی کردے گا (یا ایک مسئلہ کو دوسرے سے جُدا کر دیگا)

شرح :۔ یعنی قرآنی سورتوں میں سے ہر سورت کے شروع میں سب سے پہلے اُس سورت کی آیتوں کا شمار بتائیں گے، اور اس کے بتانے میں اکثر جگہ حِسَابُ الجُمَّل یعنی اَبْجَدْ کے حروف سے کام لیں گے اور بیان کی ترتیب اِس طرح ہوگی :۔

(۱) سب سے پہلے سُورت کا نام لائیں گے (۲) پھر کچھ کلمات لائیں گے، جن میں سے ہر ایک کا پہلا پہلا حرف لیا جائے گا اور پھر اَبْجَدْ کے حساب سے دیکھیں گے کہ اِن حروف کے کُل عدد کتنے ہوئے۔ اور انہی عددوں سے اس سُورت کی آیتوں کا شمار معلوم ہو جائیگا۔ (۳) پھر واو فاصل لائیں گے جو یہ بتلائے گا کہ شمار والے حروف ختم ہو گئے اور جو حروف اب آرہے ہیں وہ شمار کے لئے نہیں ہیں۔

پس یہ وَاو شمار بتانے والے اور نہ بتانے والے دونوں طرح کے حروف میں جُدائی کرنے کے لئے آئے گا۔ نیز دو مسئلوں میں جُدائی کرنے کے لئے بھی استعمال کیا جائے گا۔ پس واو آکر یہ بتادے گا کہ یہاں پہلا مسئلہ ختم ہو گیا اور اب دوسرا شروع ہوتا ہے۔ اور ناظمؒ نے واوِ فاصِل کو التباس اور شبہ سے بچانے کے لئے استعمال کیا ہے، کیوں کہ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر طلباء تمام حروف کو شمار کے لئے سمجھتے، اور اس سے حساب غلط ہو جاتا۔ نیز جب اس واو سے پہلے مسئلہ کے ختم ہونے کا پتہ چل جائے گا تو ایک طرح کی بے فکری حاصل ہو جائے گی۔ اور غور کرنے والے یہ سمجھ لیں گے کہ پہلا مسئلہ تو ہم نے سمجھ لیا اب دوسرا مسئلہ سمجھنا ہے۔ اور بعد والے کلام کو پہلے کلام کا تتمہ نہیں بنائیں گے۔ بلکہ یہ خیال کریں گے کہ واو کے بعد سے ایک اور مستقل کلام شروع ہو رہا ہے، جیسے وَفِي الْبَقَرَةِ فِي الْعَدِّ بِصَرِيِّهِ رِضًا زَكَا فِيهِ (وَ) صُفْوًا وَهِيَ خَمْسٌ عَنِ (الْكُتُبِ) دیکھو یہاں وہی ترتیب ہے جو اُوپر بتائی گئی ہے۔ چنانچہ پہلے سُورت کا نام پھر بصری کا نام۔ پھر تین کلمات لائے ہیں جن میں سے ہر ایک کے پہلے حرف کو رمز بنایا ہے اور ان تینوں کو شمار بتانے کیلئے استعمال کیا ہے۔ پس رِضًا میں سے رَا اور زَکَا میں سے زَا اور فِیْهِ میں سے فَا لے لی۔ اور حِسَابُ الجُمَّل کے اعتبار سے رَا کے دوسو، زَا کے سات اور فَا کے اَسّی عدد ہیں پس بصریؔ کے لئے سُورۃ البقرہ کی کُل آیات دوسو ستاسی (۲۸۷) ہیں۔ اور وَصُفْوًا کا واو فاصل ہے۔ جو یہ بتانے کے لئے آیا ہے کہ جن حروف سے حساب لگانا تھا وہ ختم ہو چکے ہیں۔ اور اسی لئے

وَھِیَ کے وآو سے چھ کا، اور خَمْسٌ کی خا سے چھ سَو کا عدد مُراد نہیں لیا جائے گا خوب سمجھ لیجئے۔ اور اس ترتیب کا لحاظ اُن موقعوں میں ضروری ہوگا جن میں شمار کو اَبْجَدْ کے حروف سے بیان کریں گے۔ پس اگر کسی موقع میں شمار کو حروف کے بجائے عدد کے لفظ سے بتائیں گے تو وہاں اس ترتیب کی اور وآو فاصل لانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، جیسے وَاُمُّ الْقُرْاٰنِ اَلْکُلُّ سَبْعًا یَعُدُّھَا یعنی فاتحہ کی آیتوں کو سب حضرات سات آیتیں شمار کرتے ہیں۔ پس یہاں سَبْعًا کا لفظ لائے ہیں اِس لئے واؤ فاصل کی حاجت نہیں رہی۔ اور قصیدہ میں واؤ کے استعمال کی تین۳ صورتیں واقع ہیں:۔

(۱) وآو فاصل، اس کا مطلب ابھی درج ہو چکا ہے، جیسے دَالٍ وَّ مُتَفَصِّلٌ شعر ۶۵/۳۱۔ (۲) حساب الجُمَّل کے اعتبار سے چھ۶ کا شمار بتانے کے لئے۔ اور یہ شمار بتانے والے کلمات میں سب سے پہلے کلمہ کے شروع میں آتا ہے، جیسے (وَ) فَایِۢ ضَا یعنی کوفی وحجازی کے لئے اعراف کی کُل آیات دو۲۰۶سو چھ ہیں۔ (۳) شمار بتانے والے کلمات میں سے آخری کلمہ کے شروع میں آتا ہے اور ان میں شامل ہوتا ہے۔ جیسے شعر ۱۸۵/۱ میں ہے (مُہٖ نَدْ وَ) لِیْ یعنی مدنی اخیر اور شامی یعنی دمشقی کے لئے فاطر کی کُل آیات چھیالیس۴۶ ہیں۔ اور آخری دو۲ قسمیں قصیدہ میں نادر اور قلیل موقعوں میں آئی ہیں۔ اور انہی کو خارج کرنے کے لئے فِی الْاَثْرِ فرمایا ہے یعنی واؤ فاصل وہ ہے جو شمار بتانے والے کلمات کے ختم ہونے کے بعد آئے۔ اور ان میں شامل نہ ہو۔ پس جو واو شمار والے کلمات کے شروع میں آئے یا آخر میں آئے اور شمار میں شامل ہو یہ دونوں واو نکل گئے ان کو فاصل نہیں کہیں گے۔

فائدہ ۱:۔ مذکورہ بالا ترجمہ کی رُو سے شعر ۶۵/۳۱ تین جملوں سے مرکب ہے، جن میں سے پہلا۱ اور آخری یہ دو۲ نوں اسمیہ ہیں اور درمیانی جملہ فعلیہ ہے۔ اور معالم کی رُو سے یہ شعر دو۲ جملوں پر مشتمل ہے، اور دونوں اسمیہ ہیں۔ اور اب ترجمہ اس طرح ہوگا:۔ اور اَبْجَدْ کے حروف کا شمار (اور حساب) جو ہے تو (سُورت کے) نام کے بعد اُس (حساب) کے ذریعہ (سُورت کی آیتوں کے شمار کا عِلم) حاصل کرلے حالانکہ یہ (حساب اُن کلمات کے) پہلے پہلے حروف سے (لیا گیا) ہے (جو سُورت کے نام کے بعد آرہے ہیں) اور (شمار والے کلمات ختم ہونیکے) بعد میں وآو (آکر شمار والے اور ان کے علاوہ دوسرے حروف میں یا دو۲ مسئلوں میں) جُدائی کر دے گا۔

فائدہ ۲: پہلے ترجمے کی رُو سے یہ شعر تین جملوں پر مشتمل ہے، جن میں سے دوسرا فعلیہ اور باقی دو اسمیہ ہیں۔ اور معالم کی رُو سے عبارت کی تقدیر یہ ہے:۔ وَعَدُّ اَبِیْ جَادٍ خُذْ بَعْدَ الْاِسْمِ اَیْ بَعْدَ اسْمِ السُّوْرَۃِ بِہٖ اَیْ بِالْعَدِّ ظَاہِرًا مِّنْ اَوَائِلِ اَیْ مِنْ اَوَائِلِ الْکَلِمَاتِ عِلْمَ عَدِّ اٰیِ السُّوْرَۃِ عَلٰی وَجْہِ الْاِجْمَالِ ۔ اور وَالْوَاوُ الخ کی ترکیب بالکل واضح ہے۔ اور اس ترکیب کی رُو سے یہ شعر دو جملوں پر مشتمل ہے۔ اور دونوں اسمیہ ہیں۔ ان میں سے پہلا وَعَدٌّ سے خُذْ تک ہے۔ اور دوسرا وَالْوَاوُ سے فِی الْاِثْنِ تک اور ترجمہ یہ ہے:۔ اور ابجد (کے حروف) کا شمار جو ہے تو اس سورت کے نام کے بعد اس (شمار) کے ذریعہ سُورت کی آیتوں کے شمار کے علم کو لے لے (اور سمجھ لے) حالانکہ یہ شمار کلمات کے پہلے پہلے حروف سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور (اس کے بعد میں) واؤ آکر جدائی کر دے گا (اور بتا دیگا کہ وہ حروف جن سے شمار نکلتا ہے واؤ سے پہلے ختم ہو چکے ہیں)۔

جس امام کا نام نہ لیں اس کے لئے آخری عدد سے ایک عدد کم یا ایک عدد زائد مُراد ہونا

اَیْ وَمَا دَقَعَ قَبْلُ ۔ وَالتَّقْدِیْرُ ۔ وَالْعَدَدُ الْوَاقِعُ قَبْلَ الْمَرْتَبَۃِ الْمُتَاَخِّرَۃِ فِی الذِّکْرِ

(۶۶/۳۲) وَمَا قَبْلَ اُخْرَی الذِّکْرِ اَوْ بَعْدَہٗ لِمَنْ

فَصْ ۔ اَیْ اِذَا کَانَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ فَابْضَعْ

تَرَکْتُ اسْمَہٗ فِی الْبَضْعِ فَابْضَعْ بِمَا یُرٰی

مِنْ بَضَعَ بُضُوْعًا بِمَعْنٰی تَبَیَّنَ وَفَہِمَ اور بَضَّعَ تَبْضِیْعًا بِمَعْنٰی بَیَّنَ کا مطاوع ہے (معالم) یا بَضَعَ اِذَا شَقَّ الْجُرُوْحَ سے ہے (واضح من الصحاح)

ترجمہ:۔ اور (عددوں میں سے) وہ (عدد) جو (سورتوں میں ہمارے) بیان (کئے ہوئے عددوں کے یا عددوں کے موقع) کے (سب سے) آخری (مرتبہ والے عدد) سے پہلے ہو یا اُس (آخری عدد) کے بعد ہو (غرض آخری سے پہلا یا اُس کے بعد والا یہ عدد) اُس (امام) کے لئے (معیّن) ہے جس کا نام میں نے تین سے نو تک کے شمار میں (یعنی سب سی آخری دھائی کی اکائیوں میں) ترک کر دیا ہے (پس نہ تو اس امام کا نام ہی لایا ہوں اور نہ یہ بتایا ہے کہ ان کے ہاں اس سُورت کی آیتیں کتنی ہیں جب یہ بات ہے کہ میں بعض جگہ اماموں کے نام اور ان کے شمار کے بیان کو ترک کر دوں گا)، تو تم (ایسے موقعوں میں کلام کا مطلب) اُس (طریق) سے سمجھ لینا جو (تمہیں غلطی میں پڑنے سے) رہا کرے۔

شرح :- یعنی بعض سُورتوں میں ایسا کریں گے کہ بعض اماموں کے تو نام بھی لے آئیں گے اور ان کے لئے شمار بھی بتا دیں گے کہ ان کے ہاں اس سُورت کی آیتیں اتنی ہیں اور ان کے ہاں اِتنی۔ رہے دوسرے بعض امام، سو اُن کا نہ تو نام لائیں گے نہ ان کے لئے شمار بتائیں گے۔ ایسے موقعوں میں امام کا نام تو بہت آسانی سے نِکل آئے گا کیوں کہ شمار کے ساتوں اماموں کے نام اُوپر درج ہو چکے ہیں۔ جب وہ طلباء کو یاد ہوں گے تو یہ بات خود ہی معلوم ہو جائے گی کہ فلاں فلاں اماموں کے نام تو آرہے ہیں اور فلاں فلاں کے نہیں آرہے۔ پس نام تو معلوم ہو جائے گا۔ رہا شمار کہ اِس امام کے لئے اس سورت کی آیتیں کتنی ہیں، سو اس کے لئے اس شعر میں یہ ترکیب بتادی ہے کہ جو شمار ہم نے اِس سُورت میں بیان کئے ہیں ان میں یہ بات دیکھ لینا کہ ان میں سب سے آخری عدد کونسا ہے۔ پس جن اماموں کے نام نہیں آئے ہیں اُن کے لئے یا تو اس آخری عدد سے پہلا عدد مُراد ہوگا یعنی آخری شمار میں سے ایک عَدد کم کر دیں گے تو اس سے جو امام مذکور نہیں ہیں ان کا شمار معلوم ہو جائیگا۔ یا آخری عدد کے بعد والا عدد مراد ہوگا۔ یعنی سب سے آخری عدد میں ایک عدد اور ملا دیں گے۔ اور اس سے اس امام کا شمار نِکل آئے گا۔

مثلاً سورۃ البقرہ میں یہ بتایا ہے کہ اس کی کُل آیات بصری کے لئے دو سو ستاسی [۲۸۷] اور مدنی اول اور مدنی اخیر، مکّی، شامی کے لئے دو سو پچاسی [۲۸۵] ہیں۔ اب یہاں دیکھو شمار کے سب امام تو آگئے لیکن صرف ایک امام رہ گئے ہیں اور وہ کوفی ہیں۔ امام کا نام تو معلوم ہوگیا، اب شمار معلوم کرنا ہے، تو اب دیکھو کہ یہاں ناظمؒ کے بیان میں پہلا عدد دو سو ستاسی [۲۸۷] اور پچھلا عدد دو سو پچاسی [۲۸۵] ہے۔ اور چونکہ پچاسی [۸۵] اور ستاسی [۸۷] کے درمیان ایک عدد چھوڑ دیا ہے، اس سے نکل آیا کہ کوفی کے لئے وہی عدد ہے جو پچاسی [۸۵] اور ستاسی [۸۷] کے درمیان ہے۔ پس کوفی کے لئے بقرہ کی کُل آیات دو سو چھیاسی [۲۸۶] ہیں۔ اور یاد رہے کہ جن اماموں کے شمار کو ترک کر دیتے ہیں۔ ان کے لئے اکثر جگہ آخری عدد سے پہلا عدد یعنی آخری سے ایک عدد کم مراد ہوتا ہے۔ رہا آخری عدد کے بعد والا یعنی آخر سے ایک عدد زائد، سو اسے اس وقت مُراد لیتے ہیں جب کوئی قرینہ موجود ہوتا ہے۔ اور اس طرح کے قرینے دو [۲] ہیں:-

(۱) یہ کہ دو [۲] عدد اس طرح بیان کریں کہ بیچ میں صرف ایک عَدد خالی چھوڑ دیں۔ جیسے ابھی بقرہ والی مثال گذری کہ بصری کے لئے دو سو ستاسی [۲۸۷] اور حجازی و شامی کے لئے دو سو پچاسی [۲۸۵]

کا عدد بیان کر دیا اور بیچ میں دو سو چھیاسی ۲۸۶ والے کو خالی چھوڑ دیا۔

(۲) دوسرا قرینہ یہ ہے کہ آخری عدد سے پہلا عدد خالی نہ ہو، بلکہ وہ کسی امام کے لئے مقرر ہو چکا ہو۔ پس وہاں یہ بات واضح ہے کہ جس امام کا نام نہیں آیا ہے ان کے لئے پچھلے عدد سے بعد والا عدد مُراد ہے، یعنی آخری عدد سے ایک عدد زائد۔ اور اس کی مثال سُورۃ الرّعد شعر ۱۲۸/۱ میں ہے۔ کیوں کہ وہاں بتایا ہے کہ اس کی کُل آیات شامی کے لئے سینتالیس ۴۷ اور کوفی کے لئے تینتالیس ۴۳ اور حجازی کے لئے چوالیس ۴۴ ہیں۔ دیکھو یہاں بیان میں سب سے پیچھے آنے والا عدد چوالیس ۴۴ ہے۔ اور اب یہ بات واضح ہے کہ بصریؔ جو مذکور نہیں ہیں ان کیلئے سُورۃ الرّعد کی کُل آیات پینتالیس ۴۵ ہیں۔ کیونکہ یہاں آخری عدد کے بعد والا عدد اور اس سے ایک زائد ہی مراد لے سکتے ہیں۔ رہا آخری سے پہلا اور ایک عدد کم جو تینتالیس ۴۳ ہے سو وہ تو پہلے ہی سے کوفی کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔ اور پہلے قرینہ میں جو یہ بتایا ہے کہ بیچ میں صرف ایک عدد خالی چھوڑا ہو تب بعد والا مراد ہوگا۔ پس اگر کسی جگہ بیچ میں ایک سے زیادہ عدد خالی چھوڑ دیں اور وہاں سب سے پچھلے عَدد سے پہلا عدد خالی ہو تو وہاں پہلا ہی مُراد ہوگا نہ کہ بعد والا۔ اور مثال الکہف کے شعر ۱۴۲/۱ میں دیکھئے۔ وہاں بتایا ہے کہ سُورۃ الکہف کی کُل آیات بصری کے لئے ایک سو گیارہ ۱۱۱، اور کوفی کے لئے ایک سو دس ۱۱۰، اور شامی کے لئے ایک سو چھ ۱۰۶ ہیں۔ پس یہاں سب سے پچھلا عدد ایک سو چھ ۱۰۶ ہے اور ایک سو دس ۱۱۰ اور ایک سو چھ ۱۰۶ کے درمیان ایک سے زیادہ یعنی تین عدد خالی رہ گئے ہیں۔ اور یہاں سب سے پچھلے عدد سے پہلا عدد یعنی اس سے ایک عدد کم والا بھی خالی ہے۔ اس لئے اس سے یہ بات نکل آئی کہ مدنی اول، مدنی اخیر، مکّی جو مذکور نہیں ہیں ان کے لئے یا دوسرے لفظوں میں حجازی کے لئے اس سُورت کی کُل آیات ایک سو پانچ ۱۰۵ ہیں۔ اور حاصِل یہ ہے کہ جن موقعوں میں بعض اماموں کے نام اور ان کے شمار کا بیان ترک کر دیتے ہیں۔ ان کی پانچ قسمیں ہیں:۔

(۱) وہ جس میں مذکور امام کے لئے عام ہے کہ وہ ایک امام ہو یا کئی ہوں صرف ایک عدد آ رہا ہو، اور دوسرے عدد وہاں مذکور ہی نہ ہوں، جیسے سورۂ براءۃ میں ہے کہ اس کی کُل آیات کوفی کے سوا باقی چھ اماموں کے لئے ایک سو تیس ۱۳۰ ہیں۔ اور جیسے اسرآء میں ہے کہ اس کی کُل آیات کوفیؔ کے لئے ایک سو گیارہ ۱۱۱ ہیں۔ اس قسم میں سے سُورۂ یونس ۳ میں مسکوت اور غیر مذکور کے لئے آخر سے ایک عدد زائد اور باقی سب سورتوں میں آخر سے ایک عدد کم مراد ہوتا ہے۔ اور

اسی لئے سورۂ یونسؑ کی کُل آیات غیر شامی ایک سو نَو ۱۰۹، اور شامی جو مذکور نہیں ہیں ان کے لئے ایک سو دس ۱۱۰ ہیں۔ اور سورۂ براءۃ کی کُل آیات کوفی کے ماسوا کے لئے ایک سو تیس ۱۳۰، اور کوفی جو مذکور نہیں ہیں اُن کے لئے ایک سو انتیس ۱۲۹ ہیں۔ اور سورۂ اسراء میں کوفی کے لئے ایک سو گیارہ ۱۱۱ اور باقی چھ ۶ کے لئے ایک سو دس ۱۱۰ ہیں۔ کیونکہ ان مثالوں میں صرف ایک عدد مذکور ہے جو پہلا بھی ہے اور آخری بھی ہے۔

(۲) وہ جس میں ایک سے زیادہ عدد مذکور ہوں اور سب سلسلہ وار ہوں، اور بیچ میں کوئی عدد خالی نہ ہو۔ اور وہاں شمار میں اُوپر سے نیچے کی طرف آرہے ہوں جیسے سورۃ نساء کہ اس کی کُل آیات شامی کے لئے ایک سو ستتر ۱۷۷ اور کوفی کے لئے ایک سو چھیتر ۱۷۶ ہیں۔

(۳) وہ جن میں ایک سے زیادہ عدد ہوں اور سلسلہ وار نہ ہوں، بلکہ ان کے بیچ میں کئی عدد خالی ہوں۔ جیسے سورۃ الکہف کی مثال گذری، ان دونوں صورتوں میں مسکوت اور غیر مذکور اماموں کے لئے آخر سے پہلا عدد مُراد ہوتا ہے اور اسی لئے سورۃ النساء کی کُل آیات شامی کے لئے ایک سو ستتر ۱۷۷ اور کوفی کے لئے ایک سو چھیتر ۱۷۶، اور حجازی اور بصری جو مذکور نہیں ہیں اُن کے لئے ایک سو پچھتر ۱۷۵ ہیں۔ اور سورۃ الکہف کی کُل آیات بصری کے لئے ایک سو گیارہ ۱۱۱، کوفی کے لئے ایک سو دس ۱۱۰، شامی کے لئے ایک سو چھ ۱۰۶، اور حجازی جو مسکوت ہیں یعنی مذکور نہیں ہیں اُن کے لئے ایک سو پانچ ۱۰۵ ہیں۔

(۴) وہ جس میں ایک سے زیادہ عدد ہوں اور ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہو۔

(۵) وہ جس میں ایک سے زیادہ عدد ہوں اور وہ سلسلہ وار نہ ہوں، بلکہ بیچ میں صرف ایک عدد خالی ہو جیسے سورۃ البقرہ میں ہے۔ اور اس کی تفصیل اُوپر درج ہو چکی ہے۔ ان دونوں صورتوں میں غیر مذکور کے لئے آخری عدد کے بعد والا یعنی اس سے ایک عدد زائد مراد ہوتا ہے۔

معالم میں ہے کہ اِس اصطلاح کی یہ تفسیر قصیدہ کے تلاش کرنے سے معلوم ہوئی ہے۔ اور ان قرائن ہی سے پتہ چل سکتا ہے کہ مسکوت کے لئے کونسی سورت میں آخر سے پہلا اور کس سورت میں آخر کے بعد والا عدد مُراد ہے۔ اور اسی لئے فَابْضَحْ میں طلباء کو پوری طرح سمجھنے کا حکم فرمایا ہے۔ یعنی میرے بیان کو، اور جو قرینے میں نے مقرر کئے ہیں اُن کو پُوری طرح ذہن نشین کرکے شبہات سے رہائی حاصل کرلو۔

فائدہ ۱ :۔ اوپر شعر $\frac{66}{32}$ میں بتایا ہے کہ مسکوت کے لئے آخری عدد سے ایک عدد

کم یا اس سے ایک عدد زائد مُراد ہوتا ہے۔ اس اصطلاح کو آسانی سے سمجھنا چاہیں تو اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی کُل سُورتیں ایک سَو چودہ ۱۱۴ ہیں، اور وہ چار طرح پر ہیں۔ اوّل وہ سات ۷ سُورتیں جن میں مسکوت کے لئے آخری عدد سے ایک عدد زائد مُراد ہے۔ اور وہ یہ ہیں بَأیَرْ نَمَمَ ۱ البقرہ، ۲ الانفال، ۳ یونس، ۴ الرّعد، ۵ النّمل، ۶ المومن، ۷ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم)۔ ان سات ۷ سُورتوں کا یاد رکھنا ہر سورت میں کام آئے گا۔ پس جس سورت میں مسکوت کا شمار معلوم کرنا چاہیں وہاں یہ دیکھ لیں کہ وہ ان سات ۷ میں سے ہے۔ یا ان کے علاوہ کوئی اور سُورت ہے۔ اگر ان سات میں سے ہو تو آخر سے ایک عدد زائد سمجھ لیں۔ اور اگر ان کے ماسوا میں سے ہو تو آخری عدد میں سے ایک عدد کم کر دیں۔ رہیں سُورتوں کی باقی تین قسمیں سو ان کے بتانے کی حاجت نہیں ہے۔ صرف فائدہ کے کامل کرنے کے لئے اجمالاً درج کی جاتی ہیں۔ اور ان کی صرف تعداد ہی بتاتے ہیں نہ کہ ان کے نام بھی۔ دوم وہ چوبیس ۲۴ سُورتیں جن میں اخیر سے ایک عدد کم مُراد ہے وہ مذکورۂ بالا سات سُورتوں کے علاوہ ہیں۔ سوم وہ اَڑتیس ۳۸ سُورتیں جن میں اختلاف نہیں ہے پس اُن میں ایک ہی شمار کا بتا دینا کافی ہو جاتا ہے۔ چہارم وہ پینتالیس ۴۵ سُورتیں جن میں اختلاف تو ہے لیکن ناظم رحؒ نے ان میں سب شمار بتا دیئے ہیں۔ پس ان دو قسموں میں اس کی حاجت پیش نہیں آتی کہ آخر سے ایک عدد کم مراد لیں یا زائد۔

فائدہ ۲:۔ لِمَنْ تَرَكْتُ اسْمَهُ فِي الْبِضْعِ فَابْضَعْ بِمَا يُبْرِي۔ یہ آخر سے پہلا یا اس کے بعد والا عدد اُس امام کے لئے معتبر ہے جس کا نام میں آخری دہائی کی اکائیوں میں ترک کر دوں تو اس صورت میں تم زخم کو اس طریقہ سے چیرنا جو اس کو تکلیف سے بَری کر دے۔ یعنی خوب سوچ سمجھ کر مطلب نکالنا اور طلباء کو اُن کے مقصد تک ایسے طریقہ سے پہنچانا جو اُن کو غلطی میں پڑنے سے بَری اور محفوظ رکھے۔ پس جملۂ فَابْضَعْ میں استعارۂ مصرحہ اور طبعیہ ہے، اس بناء پر کہ یہاں طلباء کو اُن کے مقصد تک پہنچانے کو زخم کے چیرنے اور اس کا علاج عمدگی کے ساتھ کرنے سے تشبیہ دی ہے۔ (لوامع)

فائدہ ۳:۔ بَعْدَهُ، قَبْلَ پر معطوف ہے، اور اس کی ھا اُخْرٰی کے لئے ہے۔ اور تذکیر کی وجوہ دو ہیں۔ (۱) اس میں معنیٰ اور مصداق کا اعتبار ہے۔ کیونکہ یہ اَلْعَدَدُ الْمُتَاَخِّرُ کے معنیٰ میں ہے۔ (۲) اُخْرٰی نے اپنے مضاف الیہ سے تذکیر حاصل کر لی ہے۔

سوال:۔ یہاں قَبْلَ اُخْرَى الذِّكْرِ معطوف علیہ اور بَعْدَهُ معطوف ہے حالانکہ معطوف علیہ کی اضافت اُخْرٰی

الذِّکرِ کی اور معطوف کی اضافت ذِکرِ کی ضمیر کی طرف ہے۔ پس معطوفین اپنے مضاف الیہ میں متحد نہیں ہیں۔

جواب:۔ معطوف کا معطوف علیہ کے حکم میں ہونا ماقبل کے اعتبار سے ضروری ہے نہ کہ مابعد کی رو سے بھی (لوامع) نیز بَعدَهٗ کی ضمیر بھی اُخرٰی ہی کیلئے ہے جیسا کہ گزرا۔ یا مَاقَبلَ اور بَعدَ دونوں کی اضافت الذِّکرِ بمعنی المذکورِ کی طرف ہے۔ جبکہ اُخرَی الذِّکرِ میں صفت کی اضافت اس کے موصوف کی طرف مانیں اور تفصیل فائدہ ۴ میں دیکھیں۔

فائدہ ۴:۔ اُخرَی الذِّکرِ میں یا توصفت کی اضافت اس کے موصوف کی طرف ہے۔ اور اس کی تانیث ذِکرِ کے موصوف کے اعتبار سے ہے۔ اور وہ الاَعدَادِ ہے۔ اَی مَاقَبلَ الاَعدَادِ المَذکُورَۃِ الاٰخِرَۃِ، یا اس کی اضافت لامیہ ہے۔ یعنی مَاقَبلَ اُخرَی الاَعدَادِ المَذکُورَۃِ۔

فائدہ ۵:۔ بِضعٌ تین سے نو تک کے عدد کے معنی دیتا ہے۔ اور یہاں اس سے آخری دہائی کی اِکائیاں مُراد ہیں کیوں کہ اختلاف اسی کی اکائیوں میں ہوتا ہے نہ کہ اس سے پہلی دہائی کی اکائیوں میں بھی۔

حرفی رموز کا بیان

(۳۳/۶۷) وَسَمَّیتُ اَهلَ العَدِّ فِی اٰیِ خُلفِهِم

بِسِتَّتِهَا الاُولٰی وَرَتَّبتُ مَا اُجرِی

(اَی مَا اُجرِیہٖ اور ضمیر منصوب ما کا عائد ہے)

ترجمہ:۔ اور میں نے شمار والوں کو (یعنی شمار کے چھ اماموں کو) اُن کے اختلاف کی آیتوں میں اُن (اَبجَدُ کے حروف) میں سے پہلے چھ (حرفوں) کے ذریعہ بیان کیا ہے (یعنی شمار کے چھ اماموں کے ناموں کے بجائے رمزیں استعمال کی ہیں، اور وہ اَبجَدُ کے حروف میں سے پہلے چھ حروف ہیں جن کا مجموعہ ا ب ج د ھ و ہے) اور میں نے (ناموں کے) اُس (مجموعہ) کو ترتیب والا (اور مرتب) بنادیا ہے جسے میں جاری کروں گا (اور قصیدہ میں استعمال کروں گا۔ اور مقصد یہ ہے کہ شمار کے اماموں کے ناموں کے بارے میں وہی طریق اختیار کروں گا جسے میں نے قصیدۂ حرز الامانی یعنی شاطبی میں استعمال کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر شعر میں اماموں کے نام لانے کی گنجائش نہیں ہوگی تو ناموں کے بجائے ابھی

رمزیں لے آؤں گا۔ اور وہ حُجبُرٌ، قُطُرٌ، صَدْرٌ، نَحْرٌ، کُثْرٌ، مُثْرٍ ہیں۔ اور اگر ان کا بھی موقع نہیں ہوگا تو پھر حرفی رمزیں لے آؤں گا۔ جن میں ہر کلمہ کے پہلے حرف کو رمز بتاتے ہیں۔ اور اگر نام لانے کی گنجائش ہوگی تو اماموں کے نام یا ان کی نسبتیں، جیسے مکّی، بصری، یا ان کی کُنّیتیں لے آؤں گا۔ جیسے ابو جعفر وغیرہ۔ اور میں نے اماموں کے ناموں کو اس ترتیب سے استعمال کیا ہے جو ابھی شعر ۶۸/۳۴ میں آرہی ہے)

شمار کے چھ امام

اَیْ اَوَّلًا فِی الذِّکْرِ

(۶۸/۳۴) جَعَلْتُ الْمَدِیْنِیْ اَوَّلًا ثُمَّ اٰخِرًا

اٰخِرًا مَعْطُوْفٌ عَلَی الْمَفْعُوْلِ الثَّانِیْ وَمَعْطُوْفُ الْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ مُقَدَّرٌ اَیْ ثُمَّ الْمَدَنِیَّ الْاٰخِرَ اٰخِرًا۔

وَمَکٍّ اِلٰی شَامٍ وَکُوْفٍ اِلٰی بَصْرِیْ

لَفْظُ مَکٍّ وَکُوْفٍ مَعْطُوْفَانِ عَلَی الْمَفْعُوْلِ الْاَوَّلِ لِجَعَلْتُ۔ وَ مَضْمُوْمًا اِلٰی شَامٍ وَمَضْمُوْمًا اِلٰی بَصْرِیْ حَالٌ مَعْطُوْفَانِ عَلَی الْمَفْعُوْلِ الثَّانِیْ اَوْ مَکٍّ مُبْتَدَأٌ وَمَضْمُوْمٌ اِلٰی شَامٍ خَبَرُہٗ وَکَذٰلِکَ مَا

ترجمہ:۔ (اور وہ ترتیب یہ ہے کہ) میں نے (شمار کے چھ اماموں میں سے) مدنی (اوّل) کو پہلا اور (مدنی اخیر کو) اخیر والا (یعنی دوسرا بنادیا) اور مکّی کو جو (بیان میں) شامی کے ساتھ (ملائے ہوئے) ہیں (ان دونوں کو تیسرا اور چوتھا) اور کوفی کو جو بصری کے ساتھ (ملائے ہوئے) ہیں (پانچواں اور چھٹا امام) بنادیا (پس اسی ترتیب سے ان کی چھ رمزوں کو بھی تقسیم کرو جس سے تم اس نتیجے پر پہنچ جاؤ گے کہ ابجد کا ہمزہ مدنی اوّل کے لئے، با مدنی آخر کے لئے اور جیم مکّی کے لئے ہے اور دھو کی دال شامی کے، ھا کوفی کے اور واو بصری کے لئے ہے۔ اور دوسرے مصرعہ کا ترجمہ اس طرح بھی کرسکتے ہیں کہ مکّی، شامی کے ساتھ ہیں۔ اور یہ تیسرے اور چوتھے امام ہیں۔ اور کوفی، بصری کے ساتھ ہیں جو پانچویں اور چھٹے امام ہیں)

فائدہ ۱:۔ اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ رمزیں دو طرح کی ہیں (۱) اسمی اور کلمی اور یہ رمز کبیر ہے اور یہ چھ ہیں جو شعر ۶۲/۲۸ تا ۶۴/۳۰ میں بیان ہوچکی ہیں۔

(۲):۔ حرفی یہ رمز صغیر ہے اور یہ چھ ہیں، جن کو یہاں شعر ۶۷/۳۳ و ۶۸/۳۴ میں بیان کیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ یہاں پہنچکر قصیدہ کے اڑسٹھ ۶۸ شعروں کی شرح ختم ہوگئی جن میں خطبہ، مقدمۃ العلم، مقدمۃ الکتاب تینوں چیزیں مکمل ہوگئیں، اور انہی سے امید ہے کہ پورے قصیدہ کی شرح سے فارغ ہونے کی دولت بھی جلد سے جلد مرحمت فرمادیں گے۔ {۵ رجب المرجب ۱۳۸۵ھ بروز اتوار دن کے ۱۲ بجکر ۲۰ منٹ۔ بمقام مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان اتھی}

فواصِل وآیات کی پہچان کے ضروری قواعد اور اصطلاحات بتانے کے بعد اصلی مقصد یعنی سورتوں کی ترتیب سے قرآنی آیات کا بیان

فائدہ ۱: ۔مناسب ہے کہ مذکورۂ بالا مقصد شروع ہونے سے پہلے اجمالاً یہ بات بھی بتادی جائے کہ اتنی سُورتیں مکّی ہیں اور اتنی مدنی۔ اور ساتھ ہی نزول کے اعتبار سے سُورتوں کی ترتیب بھی لکھ دی جائے۔ پس کُل ایک سَو چودہ ۱۱۴ سُورتوں میں سے ذیل کی اٹھائیس ۲۸ سُورتیں مدنی ہیں:۔

(۱ تا ۴) بقرہ سے مائدہ تک کی چار ۴ سورتیں۔ (۵) انفال۔ (۶) براءۃ۔ (۷) رعد۔ (۸) حج (۹) نور۔ (۱۰) احزاب۔ (۱۱) محمّد۔ (۱۲) فتح یعنی اِنَّا فَتَحْنَا۔ (۱۳) حجرات۔ (۱۴) رحمٰن (۱۵ تا ۲۴) حدید سے تحریم تک کی دس ۱۰ سُورتیں۔ (۲۵) دہر۔ (۲۶) بیّنہ۔ (۲۷) زلزال (۲۸) نصر

یاد رکھنے کی آسانی کے لئے ان اٹھائیس ۲۸ سورتوں میں سے ہر ایک کے نام کے شروع کا ایک ایک حرف لیکر سات مجموعے بنادیئے ہیں:۔

(۱) بَانَمَ (۲) اَبرَحَ (۳) نَامَفَ (۴) حَرحَوَ (۵) حَمَصَجَ (۶) مَتطَتَ (۷) دَبزَنَ

رہیں باقی چھیاسی ۸۶ سُورتیں، سو وہ سب مکّی ہیں۔

فائدہ ۲: ۔سُورتوں کی ترتیب۔ یہ دو ۲ طرح پر ہے۔ اوّل تلاوت کی رُو سے، اور یہ فَاتِحَۃ سے النَّاس تک ہے اور قرآنوں میں درج ہے۔ دوّم وہ ترتیب جو نزول کے اعتبار سے ہے اور وہ یہ ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس میں جو نمبر سورت کے نام کے بائیں طرف ہیں وہ نزول والی ترتیب بتانے کے لئے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ ترتیب سورتوں کے ناموں کے سلسلہ سے بھی معلوم ہو جائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ نزول کی رُو سے یہ سورت پہلے نمبر پر ہے اور یہ دوسرے نمبر پر۔ اور جو نمبر سُورت کے نام کے دائیں طرف ہیں وہ یہ بتانے کیلئے ہیں کہ تلاوت کی رُو سے یہ سُورت اس نمبر پر ہے۔

۹۶ العَلَق (۱)۔ ۶۸ القلم (۲)۔ ۷۳ المزمّل (۳)۔ ۷۴ المدّثّر (۴)۔ ۱ الفاتحہ (۵)

۱۱۱ اللھب (۶)۔ ۸۱ التکویر (۷)۔ ۸۷ الاعلیٰ (۸)۔ ۹۲ الّیل (۹)۔ ۸۹ الفجر (۱۰)۔

۹۳ الضحٰی (۱۱)۔ ۹۴ الانشراح (۱۲)۔ ۱۰۳ العصر (۱۳)۔ ۱۰۰ العٰدیٰت (۱۴)۔ ۱۰۸ الکوثر (۱۵)۔
۱۰۲ التکاثر (۱۶)۔ ۱۰۷ الماعون (۱۷)۔ ۱۰۹ الکٰفرون (۱۸)۔ ۱۰۵ الفیل (۱۹)۔ ۱۱۳ الفلق (۲۰)۔
۱۱۴ النّاس (۲۱)۔ ۱۱۲ الاخلاص (۲۲)۔ ۵۳ النجم (۲۳)۔ ۸۰ عبس (۲۴)۔ ۹۷ القدر (۲۵)
۹۱ الشمس (۲۶)۔ ۸۵ البروج (۲۷)۔ ۹۵ التّین (۲۸)۔ ۱۰۶ قریش (۲۹)۔ ۱۰۱ القارعۃ (۳۰)۔
۷۵ القیامۃ (۳۱)۔ ۱۰۴ الھمزۃ (۳۲)۔ ۷۷ المرسلٰت (۳۳)۔ ۵۰ قٓ (۳۴)۔ ۹۰ البلد (۳۵)۔
۸۶ الطارق (۳۶)۔ ۵۴ القمر (۳۷)۔ ۳۸ صٓ (۳۸)۔ ۷ الاعراف (۳۹)۔ ۷۲ الجن (۴۰)۔
۳۶ یٰسٓ (۴۱)۔ ۲۵ الفرقان (۴۲)۔ ۳۵ الفاطر (۴۳)۔ ۱۹ مریم (۴۴)۔ ۲۰ طٰہٰ (۴۵)۔
۵۶ الواقعۃ (۴۶)۔ ۲۶ الشعراء (۴۷)۔ ۲۷ النمل (۴۸)۔ ۲۸ القصص (۴۹)۔ ۱۷ الاسراء (۵۰)۔
۱۰ یونس (۵۱)۔ ۱۱ ھود (۵۲)۔ ۱۲ یوسف (۵۳)۔ ۱۵ الحجر (۵۴)۔ ۶ الانعام (۵۵)۔
۳۷ الصّٰفّٰت (۵۶)۔ ۳۱ لقمٰن (۵۷)۔ ۳۴ السبا (۵۸)۔ ۳۹ الزمر (۵۹)۔ ۴۰ المؤمن (۶۰)۔
۴۱ فصّلت (۶۱)۔ ۴۲ شوریٰ (۶۲)۔ ۴۳ الزخرف (۶۳)۔ ۴۴ الدخان (۶۴)۔ ۴۵ الجاثیۃ (۶۵)
۴۶ الاحقاف (۶۶)۔ ۵۱ الذّٰریٰت (۶۷)۔ ۸۸ الغاشیۃ (۶۸)۔ ۱۸ الکہف (۶۹)۔ ۱۶ النحل (۷۰)۔
۷۱ نوح (۷۱)۔ ۱۴ ابراھیم (۷۲)۔ ۲۱ الانبیاء (۷۳)۔ ۲۳ المؤمنون (۷۴)۔ ۳۲ الٓمّٓ السجدۃ (۷۵)
۵۲ الطور (۷۶)۔ ۶۷ الملک (۷۷)۔ ۶۹ الحآقّۃ (۷۸)۔ ۷۰ المعارج (۷۹)۔ ۷۸ النبا (۸۰)۔
۷۹ النّٰزعٰت (۸۱)۔ ۸۲ الانفطار (۸۲)۔ ۸۴ الانشقاق (۸۳)۔ ۳۰ الروم (۸۴)۔ ۲۹ العنکبوت (۸۵)۔
۸۳ المطفّفین (۸۶)۔ ۲ البقرۃ (۸۷)۔ ۸ الانفال (۸۸)۔ ۳ اٰلِ عمران (۸۹)۔ ۳۳ الاحزاب (۹۰)۔
۶۰ الممتحنہ (۹۱)۔ ۴ النّساء (۹۲)۔ ۹۹ الزلزال (۹۳)۔ ۵۷ الحدید (۹۴)۔ ۴۷ محمّد (۹۵)۔
۱۳ الرعد (۹۶)۔ ۵۵ الرحمٰن (۹۷)۔ ۷۶ الدھر (۹۸)۔ ۶۵ الطلاق (۹۹)۔ ۹۸ البیّنہ (۱۰۰)۔
۵۹ الحشر (۱۰۱)۔ ۲۴ النور (۱۰۲)۔ ۲۲ الحج (۱۰۳)۔ ۶۳ المنٰفقون (۱۰۴)۔ ۵۸ المجادلہ (۱۰۵)۔
۴۹ الحجرات (۱۰۶)۔ ۶۶ التحریم (۱۰۷)۔ ۶۴ التغابن (۱۰۸)۔ ۶۱ الصف (۱۰۹)۔ ۶۲ الجمعۃ (۱۱۰)۔
۴۸ الفتح (۱۱۱)۔ ۵ المائدہ (۱۱۲)۔ ۹ التوبہ یعنی براءۃ (۱۱۳)۔ ۱۱۰ النصر (۱۱۴)۔

یاد کی آسانی کیلئے ہر ایک سورت کے نام کے شروع کا ایک ایک حرف لے کر ذیل کے اٹھائیس مجموعے بنادیے ہیں
۱ عَقُمَمَ۔ ۲ فَلُتَاَ۔ ۳ نَفُضَاَ۔ ۴ عَعْکَتَ۔ ۵ مَکُفَفَ۔ ۶ نَاُنَعَ
۷ قَشْبَتَ۔ ۸ قَقُقَہَ۔ ۹ مَقُبَطَ۔ ۱۰ قَصُاجَ۔ ۱۱ یَفُفَمَ۔ ۱۲ طَوُشَنَ
۱۳ قَاُیَہَ۔ ۱۴ یَحُمَاصَ۔ ۱۵ لَسُزَمَ۔ ۱۶ فَشُزَدَ۔ ۱۷ جَاُذَعَ۔ ۱۸ کَنُنَاَ

۱۹ اَمسطہ ۔ ۲۰ مَحْمَن ۔ ۲۱ نَاآرَ ۔ ۲۲ عَمْبآ ۔ ۲۳ اَعْمَن ۔ ۲۴ رَحمَر
۲۵ رَدطَب ۔ ۲۶ حَنحَمَ ۔ ۲۷ مَحتَت ۔ ۲۸ صَجْ فَمبَن ۔

① سُوْرَةُ اُمُّ الْقُرْاٰنِ ⑤

اِس میں ۲ دو شعر ہیں

۱: قرآن مجید میں سُورتوں کے نام جتنے بھی آئے ہیں نحوی ترکیب کی رُو سے ان میں دو احتمال ہیں:
(۱) مبتدا ہے اور پُوری سُورت خبر ہے۔ مثلاً مَسَائِلُ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ یا اٰیَاتُ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الخ یعنی سُورة الفاتحہ کے مسائل یا اسکی آیتیں اَلْحَمْدُ سے وَلَا الضَّآلِّیْنَ تک ہیں۔
(۲) یہ عنوان خبر ہے اور اس کا مبتدا مقدر ہے۔ یعنی هٰذِهٖ مَسَائِلُ اَوْ اٰیَاتُ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ۔

۲: فاتحہ کی طرف سُورت کی اضافت اِضَافَةُ الْعَامِّ اِلَی الْخَاصِّ کے قبیل سے ہے یعنی سُورت عام ہے جو اَور سُورتوں کو بھی شامل ہے، اور فاتحہ خاص ہی جو صرف اسی سُورت کا نام ہے۔ اور جعبریؒ کی رائے پر سُورت کے اصطلاحی معنٰی ہیں قرآن کا وہ مجموعہ جو چند آیات پر مشتمل ہو، اور وہ آیتیں ابتدا اور انتہا دونوں سے متصف ہوں۔ اس کی کم سے کم تین آیتیں ہوتی ہیں۔ اور دوسرے حضرات کی رائے پر سورت آیات وحروف کی ایک جماعت ہے جو توقیف اور نقل کی رُو سے کسی عنوان سے مُعَنْوَنْ ہو اور اس کا کوئی مُعَیَّنْ نام بھی ہو جو نقل کی روسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔

۳: سُورة کا لفظ یا تو سُؤْرٌ سے بنا ہے جس کے معنٰی ہیں کسی شئے کا باقی رہا ہُوا حصّہ۔ پھر تخفیف کے سبب ہمزہ کو واؤ سے بدل لیا۔ اور یہ نام اِس لئے ہے کہ سُورت قرآن کے ایک مستقل حصّہ کو کہتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ بہ نسبت پُورے قرآن کے ہر سُورت قرآن کا بقیہ ہوتی ہے۔ یا سُوْرٌ واوی سے ہے، جو بلند ہونے کے معنٰی میں ہے۔ اور مناسبت

یہ ہے کہ سُورت کے ذریعہ بھی قُرب کی بلند منزلوں تک پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔ اور نابغہ کا یہ شعر بھی اسی معنیٰ میں ہے :۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَعْطَاکَ سُوْرَۃً
تَرَی کُلَّ مَلِکٍ دُوْنَھَا یَتَذَبْذَبُ

ترجمہ:۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ ہر ایک بادشاہ اس مرتبہ سے وَرے ہی رہ جاتا ہے اور وہاں تک پہنچ نہیں پاتا۔ پس یہاں سُورت مرتبہ کے معنیٰ میں ہے۔ اور جعبریؒ کی رائے پر یہی معنیٰ مختار ہیں۔ اور بعض کی رائے پر سورت کو سورت اُس کے کامل اور تام ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ چنانچہ جو اونٹنی اپنے اعضا اور بدن میں کامل ہو اُسے سُورت کہہ دیتے ہیں۔

ع۴:۔ سُورتوں کے تمام نام توقیفی ہیں جو احادیث و آثار سے ثابت ہیں۔ پھر بعض سُورتوں کا ایک نام ہوتا ہے اور بعض کے کئی نام بھی ہوتے ہیں جو اس سُورت کی بلندی کی دلیل ہے۔ چنانچہ سیوطیؒ نے اِتقان میں فاتحہ کے پچیس ۲۵ نام درج کئے ہیں :۔ (۱) اُمُّ الْقُرْاٰنِ (۲) اَلْقُرْاٰنُ الْعَظِیْمُ (۳) اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ (۴) وَافِیَۃٌ (۵) کَافِیَۃٌ (۶) کَنْزٌ (۷) اَسَاسٌ (۸) نُوْرٌ (۹) سُوْرَۃُ الشُّکْرِ (۱۰) سُوْرَۃُ الْحَمْدِ الْاُوْلٰی (۱۱) (۱۲) اَلْحَمْدُ الْقُصْرٰی (۱۳) اَلرُّقْیَہ (۱۴) اَلشِّفَاءُ (۱۵) اَلشَّافِیَۃُ (۱۶) اَلصَّلٰوۃُ (۱۷) اَلدُّعَاءُ (۱۸) اَلْھِدَایَۃُ (۱۹) اَلسُّوَالُ (۲۰) تَعْلِیْمُ الْمَسْئَلَۃِ (۲۱) اَلْمُنَاجَاتُ (۲۲) اَلتَّفْوِیْض۔ (۲۳) اُمُّ الْکِتَابِ (۲۴) فَاتِحَۃُ الْقُرْاٰنِ (۲۵) فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ۔

اور ناظمؒ نے دارقطنی کی اس حدیث کی بناء پر جو ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی پہلے نام کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ جب تم اَلْحَمْد پڑھا کرو تو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بھی پڑھا کرو، اس لئے کہ یہ سُورت اُمُّ الْقُرْاٰن، اُمُّ الْکِتَاب اور اَلسَّبْعُ الْمَثَانِی ہے۔ اور اس نام کی وجہ کیا ہے، اس میں دو قول ہیں (۱) یہ قرآن میں سب سورتوں سے پہلے لکھی جاتی ہے، نیز نماز میں اس کو سورت سے پہلے پڑھتے ہیں۔ (۲) اُمُّ الشَّیْءِ شئ کی اصل کے معنیٰ میں ہے، اور فاتحہ بھی قرآن کی اصل ہے۔ کیوں کہ یہ قرآن کے تمام مقاصد اور اس کے علوم اور حکمتوں پر مشتمل ہے۔ اس لئے کہ یہ ذیل کی تمام چیزوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ (۱) حق تعالیٰ کے ناموں کے اصول اور ان کے مجامع (۲) توحید

(۳) دُعا۔ (۴) ہدایت طلب کرنے میں پوری مخلوق کا اپنے خالق کی طرف محتاج ہونا۔ (۵) سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی میں مضبوطی اور جماؤ طلب کرنا۔ (۶) توحید و معرفت کا انتہائی درجہ۔ (۷) جن کاموں کے کرنے کا حکم ہوا ہے اُن پر عمل کرنے اور جن چیزوں سے منع کیا ہے اُن سے بچنے کے ذریعہ عبادت بجالانا اور اس پر ہمیشگی کرنا۔ (۸) مخلوق کی قسمیں (۹) اُن حضرات کی فضیلت جن کو راہِ حق کا پتہ چل گیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی وجہ سے اِن پر انعام ہوا ہے۔ (۱۰) اُن کی بُرائی جنھوں نے راہِ حق معلوم کر لینے کے بعد بھی اس پر عمل نہیں کیا۔ (۱۱) نیز اُن کی بُرائی جنہوں نے راہِ حق معلوم نہیں کی اور گمراہی پر جمے رہے۔ (۱۲) تقدیر و شریعت (۱۳) حق تعالیٰ کے اسماء اور معاد۔ (۱۴) توبہ کرنا اور نفس کو پاکیزہ بنانا۔ (۱۵) دل کی اصلاح۔ (۱۶) بدعتوں اور طرح طرح کی گمراہیوں کا رَد۔

یہ سُورت ابنِ عباسؓ اور قتادہؓ اور اکثر علماء کے ہاں دُو دلیلوں کی بنا پر مکّی ہے (۱) وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ حجر ع کی آٹھویں آیت کے ذریعہ سورۂ فاتحہ کے عطا فرمانے پر حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃِ حجر کی اس آیت سے پہلے نازل ہو چکی تھی جبھی تو اُس کے عطا فرمانے پر احسان جتایا ہے اور سُوْرَۃُ الْحِجْرِ کے مکّی ہونے پر اجماع ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب فاتحہ اس آیت سے پہلے نازل ہوئی ہے تو وہ بھی مکّی ہے۔ (۲) اس پر اجماع ہے کہ نماز مکّہ ہی میں فرض ہو چکی تھی، اور یہ بات کسی محفوظ اور صحیح طریقہ سے نہیں پہنچی کہ اسلام میں کوئی نماز فاتحہ کے بغیر وجود میں آئی ہو۔ (ابن عطیہ وغیرہ) اور ثعلبی علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ فَاتِحَۃُ الْکِتَابِ مکّہ میں اُس خزانہ سے نازل ہوئی جو عرش کے نیچے ہے۔ اور مجاہد سے ہے کہ یہ سورت مدنی ہے ابنِ فضل کہتے ہیں کہ ابن مجاہد سے یہاں لغزش ہوئی ہے، اس لئے کہ تمام علماء اس کے خلاف پر ہیں۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ ایک بار مکّہ میں اور ایک بار مدینہ میں نازل ہوئی۔ اور اس سے مقصود یہ تھا کہ اس کی فضیلت پورے اہتمام کے ساتھ بتادی جائے اور یہاں ایک چوتھا قول بھی ہے جس کو ابو اللیث سمرقندی نے نقل کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس کا نصف مکّہ میں اور دوسرا نصف مدینہ میں نازل ہوا۔ اور نزول کی ترتیب مدثر، فاتحہ، لہب ہے۔ تَقْرِیْبُ الْمَاْمُوْلِ فِیْ تَرْتِیْبِ النُّزُوْلِ لِلْجَعْبَرِیْ وَاعْتَمَدَ عَلَیْہِ الدَّانِیْ فِیْ کِتَابِہٖ تَرْتِیْبُ النُّزُوْلِ۔

اور ساتوں شماروں میں فاتحہ کی کُل آیات ساتؔ ہیں۔ اور آیات کے شمار میں فاتحہ کی نظیر کوفی اور بصری میں صرف الماعون اور مکی اور دمشقی میں صرف الناس اور حمصی میں الماعون و الناس دونوں ہیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ کوفی اور بصری حمصی میں الماعون کی آیتیں ساتؔ ہیں کیوں کہ ان تینوںؔ نے یُرَآءُوْنَ کو بھی اس کی آیتوں میں شمار کیا ہے اور باقی چار حجازی دمشقی کے لئے الماعون کی آیتیں چھؔ ہیں، کیوں کہ ان چاروں نے یُرَآءُوْنَ کو نہیں لیا ہے اور سُورۃ الناس کی آیات مکّی، دمشقی، حمصی میں ساتؔ ہیں کیوں کہ ان کے یہاں اَلْوَسْوَاسِ پر بھی آیت ہے۔ اور باقی چار مدنی اوّل واخیر، کوفی، بصری میں النَّاسِ کی آیات چھؔ ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے اَلْوَسْوَاسِ کو نہیں لیا۔ رہے مدنی اوّل واخیر، سو ان کے ہاں کوئی سورت بھی فاتحہ کی نظیر نہیں ہے۔ کیوں کہ ان دونوں کے ہاں سات آیتیں فاتحہ ہی کی ہیں نہ کہ کسی اور سُورت کی بھی۔ اور اس کے کلمات پچیس۲۵ اور حروف ایک سو بیس۱۲۰ ہیں۔ اور اس کے فواصِل یعنی ساتوں آیتیں مَنْ کے یا نَمْ کے دو حرف ہیں اور اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ سب آیات میم اور نون پر ختم ہوتی ہیں جو یاء مدہ کے بعد ہیں۔ اور نَمْ کا مطلب یہ ہے کہ فاتحہ اور قرآن کی محبّت کے ذریعہ قربِ الٰہی حاصل کر کے قبر و جنّت میں آرام سے سوجاؤ۔ اور فاتحہ کی آیات تعداد میں تو بلاشک سات ہیں، لیکن ان کے موقعوں میں دوؔ جگہ اختلاف ہے، چنانچہ فرماتے ہیں۔

(۶۹/۱) وَاُمُّ (بِاُ) الْقُرَانِ الْكُلُّ (اَبُثُّ) (اَیْ كُلُّ الْعَادِّیْنَ) سَبْعًا (مُمَیِّزٌ) يَعُدُّهَا (ضَمِيرُ التَّانِيْثِ سُوْرَةِ اُمِّ الْقُرَانِ۔)

وَلٰكِنْ عَلَيْهِمْ (مُفْعُوْلٌ) اَوَّ (ص) لَا يُسْقِطُ (اِسْتِدْرَاكِيَّةٌ لِدَفْعِ التَّوَهُّمِ) الْمُثْرِ (مکی وکوفی)

ترجمہ:- اور (سورۂ) اُمُّ الْقُرْاٰن (سورۂ فاتحہ) جو ہے اس کو سب (یعنی شمار کے ساتوں امام اجمال و اختصار کے درجہ میں) سات (آیتوں والی سُورت) گنتے ہیں اور لیکن (تفصیل کے درجہ میں دوؔ جگہ اختلاف ہے پس ۱ اس) عَلَيْهِمْ کو جو (اس سُورت میں) پہلی جگہ میں (واقع) ہے (عِلم اور قُربِ الٰہی کی نعمت نصیب ہوجانے کے سبب دولت مند بن جانے والے) مُثْرِ (یعنی مکّی اور کوفی) ترک کر دیتے ہیں (۱) عَمْ (۲) اَتْ - باقی پانچ اس پر آیت شمار کرتے ہیں۔ (دَثْ) یعنی اَتْ، خَثْ، صح والی

تین دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ کے آخر پر آیت نہیں ہے۔ جب یہ بات ہے، تو عَلَیْہِمْ پر آیت ہونی چاہیئے، ورنہ فاتحہ سات کے بجائے چھ آیتوں والی رہ جائے گی)

مِنَ اعْتِیَاضٍ (عوض بنانا) وَضَمِیْرُ یَعْتَاضُ لِلْمُثْرِ وَھُوَ مُفْرَدٌ لَفْظًا وَتَثْنِیَۃٌ مِصْدَاقًا۔

۲/۷ وَیَعْتَاضُ بِسْمِ اللّٰہِ وَالْمُسْتَقِیْمَ قُلْ

لِکُلٍّ وَّمَا عَدُّوا الَّذِیْنَ عَلٰی ذِکْرٍ

ترجمہ:- اور یہ (مُثْرِیْ یعنی مکی اور کوفی اس پہلے عَلَیْہِمْ کے) عوض میں (فاتحہ کے شروع والی) بِسْمِ اللّٰہِ (الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ) کو لے لیتے ہیں (اور سات کے عدد کو کامل کرنے کی غرض سے اس پر آیت شمار کرتے ہیں (۱) م (۲) ک (۳) اَغ یعنی اس سورت کی آیات اجماعًا اور سب شماروں میں سات ہیں۔ اور اس شمار کا بسم اللّٰہ کے ذریعہ پورا کرنا اولیٰ ہے کیوں کہ اس میں مشاکلہ ہے، نہ کہ عَلَیْہِمْ کے ذریعہ، اس لئے کہ اس میں مشاکلہ نہیں ہے (۴) ج (۵) ح۔ یعنی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ کی سات آیتیں گنیں اور بسم اللہ کو بھی ایک مستقل آیت شمار کیا (۶) اَث یعنی آثار میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ بسم اللہ سے قراءۃ شروع کرتے تھے، اور مدنی اول وآخر، شامی، بصری اس پر آیت شمار نہیں کرتے (۱) اَث (۲) خَث (۳) صَحْ) اور تو کہدے کہ (الصِّرَاطَ) الْمُسْتَقِیْمَ سب کے لئے (معدود) ہے ((۱) اَث (۲) شَخْ) اور ان (سب اماموں) نے (صِرَاطَ الَّذِیْنَ کو (آیات میں) شمار نہیں کیا ((۱) ش، کیوں کہ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ، الَّذِیْنَ کا صلہ ہے۔ (۲) ق) حالانکہ وہ (سب امام معدود ومتروک دونوں طرح کے موقعوں کے حفظ یاد رکھنے پر (مضبوطی سے قائم) ہیں (اور دونوں قسمیں ان کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ جو ان کو اپنے استاذوں اور تابعینؒ اور صحابہؓ کے ذریعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو کر پہنچی ہیں۔ اس بناء پر یہ حضرات غلطی سے محفوظ ہیں)

شرح:- یعنی ساتوں اماموں کے شمار میں سورۃ الفاتحہ کی آیات سات ہیں۔ اور اسکی وجہ دو ہیں (۱) اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ (حجر غ) (ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں)، اور ابنِ معلّٰی کی حدیث نے بتا دیا کہ اَلسَّبْعُ الْمَثَانِیْ سورۃ فاتحہ

کا نام ہے (۲) اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ کی سات آیتیں شمار کیں۔ لیکن تفصیل میں تھوڑا سا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ مکی اور کوفی کے ہاں پہلی آیت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہے۔ اور ساتویں صِرَاطَ الَّذِيْنَ سے آخر تک ہے۔ اور باقی پانچ شماروں میں پہلی آیت بِسْمِ اللّٰهِ کے آخر کے بجائے رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پر ختم ہوتی ہے۔ اور چھٹی صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہے۔ اور ساتویں غَيْرِ سے اخیر تک ہے اسی لئے شعر ۲ میں لٰكِنْ استدراکیہ لاکر وہم کو دور کر دیا اور بتا دیا کہ اتفاق اجمال میں ہے نہ کہ تفصیل میں بھی۔ اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ کی طرح دوسرے عَلَيْهِمْ پر بھی آیت نہیں ہے۔ اور اس اعتبار سے یہ بھی شبہ الفاصلہ مشتبہ الفاصلہ ہے کہ اسی جیسے کلمہ یعنی پہلے عَلَيْهِمْ پر پانچ اماموں نے آیت شمار کی ہے، اس لئے شبہ ہوتا ہے کہ شاید دوسرے عَلَيْهِمْ پر بھی آیت ہوگی۔ کیونکہ یہ شکل میں پہلے عَلَيْهِمْ کے ساتھ یکساں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دوسرے عَلَيْهِمْ پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے۔ **تنبیہ**:۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اور دوسرا عَلَيْهِمْ ان دونوں پر کسی کیلئے بھی آیت نہ ہونے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آیات کے سب مواقع توقیفی ہیں اور نقل سے ثابت ہیں اور قیاس و عقل کے ذریعہ مقرر نہیں کئے گئے خوب سمجھ لیجئے۔

فائدہ ۱:۔ فاتحہ کے مذکورۂ بالا پچیس ۲۵ ناموں میں سے ایک نام اُمُّ القرآن بھی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اجمالاً قرآن مجید کے تمام مقاصد پر مشتمل ہے۔ اور اس سُورت کے اور قرآن کی باقی سب سُورتوں کے نام توقیفی ہیں اور یہ سُورت صحیح قول کی بناء پر مکّی ہے۔

فائدہ ۲:۔ سُورۃ الفاتحہ کی بسم اللہ پر بعض کے لئے آیت ہے اور بعض کے لئے نہیں اور تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے۔ اور باقی سُورتوں کے بسم اللہ کے آیت نہ ہونے پر اجماع ہے۔ پس اختلاف والی جزئی کو اجماع والی جزئی کا حکم دینا اس کے عکس سے اَولیٰ ہے۔ اس لئے بسم اللہ پر آیت شمار نہ کرنا قوی تر ہے۔ (لوامع)

فائدہ ۳:۔ رہی یہ روایت کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کو فاتحہ کی آیت شمار کیا ہے۔ سو دوسری روایت جس میں یہ ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے قراءۃ اَلْحَمْدُ سے شروع فرمائی۔ پہلی روایت کے معارض ہے۔ اور یہ دوسرا عمل وہ ہے جو آپ کے آخری فعل سے محفوظ کیا گیا ہے۔ اس بناء پر ثانی راجح ہے۔

فائدہ ۴:۔ جن سُورتوں میں اجماعی اور اختلافی دونوں طرح کی آیتیں آرہی ہوں۔ ان میں

اجماعی آیتوں کی تعداد معلوم کرنی ہو تو اِن چار باتوں پر عمل کرو:- (۱) دیکھو کہ اختلافی آیتیں کتنی ہیں۔ (۲) شمار کے اماموں میں سے کسی ایک امام کو لے لو اور دیکھو کہ ان کے ہاں اس سُورت کی کُل آیات کتنی ہیں۔ (۳) پھر یہ دیکھو کہ اس امام نے اختلافی آیتوں میں سے کِتنی آیتیں شامل کی ہیں جس سے ان کا یہ شمار پُورا ہوا ہے۔ (۴) اس امام نے جتنی آیتیں شامل کی ہوں اتنی ہی آیتیں کم کر دو، اس سے اجماعی آیتوں کی تعداد نکل آئے گی مثلاً فاتحہ کی کُل آیات سب شماروں میں سات ۷ ہیں اور اس میں اختلاف والی آیات دو ۲ ہیں۔ اور ان دو ۲ میں سے کوفی اور مکی نے ایک لی ہے، اور وہ بسم اللہ والی آیت ہے۔ اور مدنی اوّل و اخیر شامی اور بصری نے بھی ایک لی ہے اور وہ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ہے پس جب ان کی لی ہوئی ایک آیت کم کر دیں گے تو کُل آیات چھ ۶ رہ جائیں گی۔ اور فاتحہ کی اجماعی آیات بھی چھ ہی ہیں۔ اور بقرہ کی کُل آیات حجازی اور شامی دو سو پچاسی ۲۸۵، اور کوفی دو سو چھیاسی ۲۸۶ اور بصری دو سو ستاسی ۲۸۷ ہیں۔ اور اختلاف والی آیات صحیح قول کی رُو سے نو ۹ ہیں۔ ان نو میں سے حجازی شامی نے تین ۳ کوفی نے چار، بصری نے پانچ لی ہیں۔ پس جب ان دو سو پچاسی ۲۸۵ میں سے تین ۳ کم کر دیں گے تو کُل آیات دو سو بیاسی رہ جائیں گی۔ اور دو سو چھیاسی ۲۸۶ میں سے چار ۴، اور دو سو ستاسی ۲۸۷ میں سے پانچ ۵ کم کر دینے سے بھی دو سو بیاسی ۲۸۲ ہی رہیں گی، اور بقرہ کی اجماعی آیات بھی دو سو بیاسی ۲۸۲ ہی ہیں۔ اور انعام کی کُل آیات کوفی ایک سو پینسٹھ ۱۶۵، اور شامی، بصری ایک سو چھیاسٹھ ۱۶۶، اور حجازی ایک سو سڑسٹھ ۱۶۷ ہیں۔ اور اختلاف والی آیات چار ہیں۔ ان میں سے کوفی نے ایک، اور شامی، بصری نے دو ۲، اور حجازی نے تین ۳ آیتیں لی ہیں۔ پس جب ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ میں سے ایک، اور ایک سو چھیاسٹھ ۱۶۶ میں سے دو ۲، اور ایک سو سڑسٹھ ۱۶۷ میں سے تین ۳ آیتیں کم کر دینگے تو ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ باقی رہ جائیں گی۔ اور انعام کی اجماعی آیات بھی ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ ہی ہیں۔

(۲) سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ (۸۷)

اِس میں گیارہ ۱۱ شعر ہیں

۱ :- اور خالد بن معدان اس سُورت کی بزرگی کے اور قرآن کے تمام احکام پر مشتمل ہونے کے سبب اس کا نام فُسْطَاطُ الْقُرْاٰن (قرآن کا خیمہ) بتایا کرتے تھے۔ اور آخر میں ہے

کہ اس کا تیسرا نام سَنَامُ الْقُرْاٰنِ بھی ہے یعنی قرآن کا کوہان اور اس کا سب سے اُونچا حصّہ اور یہ سب سے پہلی سُورت ہے جو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں سے دو آیتیں مستثنیٰ ہیں۔ جن میں سے پہلی لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ (بقرہ ع ۲۵) ہی جس میں وَاِنْ کُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِہٖ بھی ہے۔ اور دُوسری وَاتَّقُوْا یَوْمًا (بقرہ ع ۳۸) ہے جو حجۃ الوداع کے سال منیٰ میں نازل ہوئی۔ اور یہ ان میں سب سے آخری آیت ہے جو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اُتریں اور صحیح اور تحقیقی بات یہ ہے کہ جو سُورتیں ہجرت سے پہلے اُتریں وہ مکّی ہیں اور جو ہجرت کے بعد آئیں وہ مدنی ہیں چاہے وہ مکّہ ہی میں نازل ہوئی ہوں۔ پس مدنی اور مکّی ہونے کا مدار ہجرت پر ہے نہ اس پر کہ خود مکّہ میں یا مدینہ میں نازل ہوئی ہوں۔ اور چونکہ اس کی آیتوں کی تعداد اور سب سُورتوں سے زیادہ ہے اِس لئے آیات کے شمار میں کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے اس کے کلمات چھ ہزار ایک سو ہیں اور حروف پچیس ہزار پانچ سو ہیں اور آیات اجماعی دو سو بیاسی (۲۸۲) اور اختلافی نو ہیں اور فواصل قُمْ لِنُدَبِّرَا کے آٹھ حروف ہیں، اور اس جملہ کے معنی ہیں کھڑے ہو جاؤ اور ہوشیار رہو جاؤ تاکہ غور و فکر کریں اور تلاوت کے اعتبار سے اِن حروف کی ترتیب یہ ہے مَنْ تَرَلَ دَبِقَا۔

(۱) مٓ الٓمّٓ ع ۱ (۲) نَ لِلْمُتَّقِیْنَ ع ۱ (۳) رَ قَدِیْرٌ ع ۲ (۴) لَ السَّبِیْلِ ع ۱۳ (۵) دَ السُّجُوْدِ ع ۱۵ (۶) بَ الْعَذَابِ ع ۱۹ (۷) قِ مِنْ خَلَاقٍ دوسرا جو ع ۲۵ میں ہے پہلا جو ع ۲۵ میں ہے سو اس پر آیت نہیں ہے۔ (۸) اَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ع ۳۱ اس پر بصری کے لئے آیت ہے جیسا کہ تفصیل میں آئیگا۔

ف ۲ :۔ سورتوں کے شروع میں جو فواصل کا لفظ آتا ہے اس کے اصطلاحی معنیٰ مُراد نہیں ہوتے بلکہ کلمہ کے آخری حرف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً یُؤْمِنُوْنَ کا فاصلہ اصطلاح کی رو سے واؤ ہے اور اہلِ فن کے ہاں نونَ ہے۔

سُورت کی آیات کا شمار

(۱/۱) وَفِی الْبَقَرَۃِ فِی الْعَدِّ بَصْرِیَّۃٌ (رر) ضَیٌّ (۲۰۰) (ر) زَ کَا فِیْہِ (و) صِفًا وَھِیَ خَمْسٌ عَنِ (الْکُثْرِ)

مُبْتَدَأٌ مُقَدَّمٌ — وَب — بَش — اَضَص — خ — اَیْ مَرْضِیٌّ — مُتَعَلِّقٌ بِرَضِیٌّ — ب — ۲ — ص — ۸۰ — (فاصل) — (خ) — ب — مُتَّصِلٌ — (حجازی و شامی) — تَمْیِیْزٌ مُحَوَّلٌ عَنِ الْفَاعِلِ اَیْ زَکَا وَصْفُ الْبَصْرِیِّ فِیْ عَدِّہٖ۔

ترجمہ :۔ اور (سورۃ) اَلْبَقَرَہ میں (یعنی اس کی آیات کے) شمار میں اُس (شمار) کا بصری

(یعنی بصری شمار ایسا) پسندیدہ ہے جو اُس (شمار) میں وصف (وتعریف) کے اعتبار سے (باقی ۲ دو شماروں سے) زیادہ ہوگیا ہے (کیوں کہ بصری کے لئے بقرہ کی کُل آیات دو سَو ستاسی ۲۸۷ ہیں اس بنار پر کہ حسابُ الجُمّل کی رُو سے رَا کے دو ۲۰۰ سَو اور زَا کے سات ۷ اور فَا کے اَسّی عدد ہیں اور تینوں کا مجموعہ دو سَو ستاسی ۲۸۷ ہے جو مقدار میں باقی دو شماروں سے زیادہ ہے جیساکہ ابھی معلوم ہوجائے گا) اور وہ (سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ کُثْر مدنی اوّل وآخر، مکّی، شامی یعنی دمشقی، حمصی، ان پانچ اماموں کے لئے مذکورۂ بالا دو ۲ سینکڑوں اور آٹھ دہائیوں یعنی دو سَو اَسّی ۲۸۰ کے ساتھ آخری دہائی کی اِکائیوں میں سے ایسی) پانچ ۵ (آیتوں والی) ہے جو کُثْر (یعنی بزرگی کی کثرت اور زیادتی والے اماموں) سے ہے۔

شرح:۔ بقرہ کی کُل آیات بصری کے لئے دو سَو ستاسی ۲۸۷ ہیں اور وَصْفًا کا واو فاصل ہے جس کے معنیٰ شعر ۶۵/۳۱ میں درج ہو چکے ہیں۔ اور کُثْر یعنی حجازی شامی کے لئے دو سَو پچاسی ۲۸۵ ہیں۔ اور کوفی جو مسکوت ہیں اور شعر میں مذکور نہیں ہیں اُن کے لئے دو سَو چھیاسی ۲۸۶ ہیں۔ اور ان کیلئے اسی عدد کے مراد ہونے کی وجوہ دو ۲ ہیں (۱) یہاں ناظمؒ نے ستاسی ۸۷ اور پچاسی ۸۵ کا عدد بیان کیا ہے اور چھیاسی ۸۶ کا عدد بیچ میں چھوڑ دیا ہے، پس یہ قرینہ ہے اس پر کہ یہاں مسکوت کے لئے آخری عدد سے ایک عدد زائد مُراد ہے اور وہ چھیاسی ۸۶ ہے۔ (۲) شعر ۶۶/۳۲ کے فائدہ میں دَرج ہوچکا ہے کہ جن سات ۷ سُورتوں کا نام بَاْیَرْ نَمَر کے سات ۷ حرفوں میں سے کِسی ایک سے شروع ہوتا ہے ان سُورتوں میں آخری عدد کے بعد والا یعنی ایک عدد زائد مراد ہوتا ہے۔ اور وہاں ان سات ۷ سُورتوں کے نام بھی بتا دیئے ہیں۔ اور بقرہ بھی انہی میں سے ہے۔ اور ان سات ۷ کے علاوہ باقی سُورتوں میں آخری عدد سے پہلا یعنی ایک عدد کم مراد ہوتا ہے خوب سمجھ لیجئے۔

فائدہ:۔ دوسرے قول پر اس شعر کی عبارتِ اصل کی رُو سے پانچ جملوں پر مشتمل تھی۔

(۱) وَفِی الْبَقَرَۃِ اَیْ فِیْ عَدِّ اٰیِہَا اخْتِلَافٌ بَیْنَ الْاَئِمَّۃِ

(۲) عَدَّ اٰیَاتِ الْبَقَرَۃِ بَصْرِیٌّ حَالَ کَوْنِہٖ رَاضِیًا بِعَدِّہٖ

(۳) وَحَالَ کَوْنِ الْبَصْرِیِّ زَاکِیًا اَیْ زَائِدًا فِیْ عَدِّہٖ بِاعْتِبَارِ الْوَصْفِ

(۴) اَوْ حَالَ کَوْنِ الْبَصْرِیِّ زَاکِیًا وَّ اَیْضًا حَالَ کَوْنِہٖ وَاصِفًا

(۵) وَہِیَ خَمْسُ اٰیَاتٍ مَّعَ مِائَتَیْنِ وَثَمَانِیْنَ عَنِ الْکُثْرِ

اختلاف والی آیات کے بارہ کلمات جن میں سے گیارہ
شعر ۲/۷۲ تا ۷۶ ان پانچ شعروں میں مذکور ہیں۔ اور ایک
کلمہ الٓمّٓ کا ذکر شعر ۲۶ وَمَابَدْءُہٗ الخ میں گذرچکا ہے۔

لیکن صحیح قول کی بناء پر اَلِیْمٌ (عٓ) اور مُصْلِحُوْنَ (عٓ) میں اختلاف نہیں ہے، کیوں کہ اوّل پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں اور ثانی پر ساتوں اماموں کے لئے ہے۔ نیز عَذَابَ النَّارِ (عٓ) پر باقی چھ اماموں کی طرح مکی کے لئے بھی آیت ہے۔ نیز وَلَاشَهِيْدٌ (عٓ) پر باقی چھ کی طرح مکی کے لئے بھی آیت نہیں ہے، اس لئے تحقیق کی رُو سے اس سُورت کی اختلافی آیات نو ہیں، نہ کہ تیرہ۔

(۲/۷۲) اَلِيْمُ (د) نَا وَ مُصْلِحُوْنَ فَدَعْ لَهُمْ
(شامی)

وَثَانِیْ اُولِی الْاَلْبَابِ دَعْ جَانِبَ (ا) لْوَفْرٖ

آی اَلْغِنٰی اور یہ موصوف مقدر کی صفت ہے۔ آی جانب الآیۃ ذات الوفر۔

ترجمہ:۔ (الٓمّٓ پر کوفی کے لئے آیت ہے۔ اور وجوہ چار ہیں (۱) م (۲) کو (۳) ن (۴) تو اور باقی چھ اماموں کے لئے نہیں ہے۔ اور وجوہ دو ہیں (۱) عکو (۲) ق، شامی کے لئے عَذَابٌ) اَلِیْمٌ (بقرہ عٓ کا آیات میں شمار کرنا (۱) م (۲) اَعَ، اور حجازی، عراقی کے لئے اس کا شمار نہ کرنا (۱) ش (۲) قب، ذہین حضرات کی عقلوں سے) قریب ہوگیا ہے (اور آیت کے مضمون کے مناسب ترکیبی معنٰی یہ ہیں کہ دردناک عذاب منافقین سے قریب ہوگیا ہے) اور (اِنَّمَا نَحْنُ) مُصْلِحُوْنَ (عٓ) کو اُن (شامی) ہی کے لئے ترک کردے (۱) قب (۲) عکو، اور حجازی عراقی کے لئے اس کو شمار کرلے (۱) م (۲) کو) اور (تو اس) دوسرے یَاُولِی الْاَلْبَابِ کو (مکی اور مدنی اوّل کے لئے) ترک کردے (۱) قق (۲) اَتْ) جو زیادہ مال (ملنے اور دولت مند بن جانے کا سبب بننے والی آیت) کی جانب میں ہے (اور باقی پانچ مدنی اخیر، شامی، عراقی کے لئے اس پر آیت ہے۔ (۱) مق، مب (۲) لَعَ)

فائدہ ۱:۔ دولت مندی والی آیت لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ بقرہ عٓ کی دوسری آیت

ہے جس میں فَضْلًا کا لفظ بھی آرہا ہے اور اس کی تفسیر تجارت سے کی گئی ہے جو دولتمند بنا دینے کا سبب ہے۔ اس لئے اس آیت کو غنا اور دولت مندی کی آیت فرمادیا۔

فائدہ ۲: ۔ قرآنی ترتیب کے موافق اَلِیْمٌ کو مُصْلِحُوْنَ سے پہلے لانے سے نکل آیا کہ اختلاف عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ع) میں ہے نہ کہ ع، ع، ع والے میں بھی کیوں کہ ان تینوں پر اجماعاً آیت ہے۔

فائدہ ۳: ۔ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ کے ساتھ دوسرے کی قید لگانے سے پہلا یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ (ع) نکل گیا۔ پس اس پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے۔

(۳/۷)
وَثَانِیْ خَلَاقٍ دَعْهُ (بَانَ) وَیُنْفِقُوْ
نَ فِی الثَّانِ (جَاءَ (ا) لاَمْرُ وَهُوَ مِنَ الْاَمْرِ

ترجمہ: ۔ اور تو (سورۃ البقرہ کے) دوسرے (فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ) خَلَاقٍ (ع) کو (یعنی) اُس کو (مدنی اخیر کے لئے) ترک کردے (اَتْ) یہ (ترک) ظاہر (اور مشہور) ہوگیا ہے (اور باقی چھ مدنی اوّل، مکی، شامی، عراقی کے لئے اس پر آیت ہے (۱) مَبَرٌ (۲) (ک) اور (وہ مَاذَا) یُنْفِقُوْنَ (ع) جو (بقرہ کے) دوسرے (موقع) میں ہے (اس کے بارے میں یہ) حکم آیا ہے (کہ ضرورت سے زائد مال کا اللہ کی راہ میں خرچ کردینا مقربین اور پیارے بندوں کی عمدہ ترین صفت ہے) اور یہ (حکم اس) حکم (کی جنس) سے ہے (جو حق تعالیٰ کی جانب سے صادر ہوا ہے اور جس کا بجالانا ضروری ہے۔ یا معنیٰ یہ ہیں کہ مکی و مدنی اول کے لئے اس مَاذَا یُنْفِقُوْنَ پر آیات شمار کرنے کے بارے میں شیوخ کی طرف سے حکم آیا ہے۔ اور یہ حکم اس حکم کی جنس سے ہے جو اماموں کے درمیان اختلاف والا ہے۔ کیوں کہ ان دونوں کے ہاں تو اس پر آیت ہے، (م) اور باقی پانچ مدنی اخیر، شامی، عراقی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے۔ اَتْ۔ پس یہ حکم اختلاف والے حکم کی جنس سے ہے نہ کہ اجماعی حکم کی قسم سے)

فائدہ ۱: ۔ خَلَاقٍ اور یُنْفِقُوْنَ کے ساتھ دوسرے کی قید پہلے کو نکالنے کے لئے ہے پس پہلے مِنْ خَلَاقٍ (بقرہ ع) اور پہلے مَاذَا یُنْفِقُوْنَ (ع) پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے۔

اور یہ دونوں شبہ الفاصلہ ہیں، جیسا کہ آگے شعر ۸۰ و ۱۱۹ میں آئے گا۔

فائدہ ۲ :- یہاں مال خرچ کرنے کے بارے میں دو سوال ہیں۔ جن میں سے پہلا ۲۶ ع میں اور دوسرا ۲۷ ع میں ہے۔ (۱) کن لوگوں پر خرچ کریں (۲) کتنا مال خرچ کریں اور ہر ایک کا جواب بھی اس کے ساتھ ہی موجود ہے۔ اور شمار والوں کا اختلاف صرف دوسرے موقع میں ہے۔ اسی لئے ناظم نے یُنفِقُونَ کے ساتھ ثانی کی قید لگادی۔

(۴۷) اِلَى النُّورِ (ا) اَنْوارٌ وَّ قُلْ تَتَفَكَّرُو
نَ الْاُولٰى (بـ) بِهَا (هـ) هَادٍ (د) دَلِيلٌ وَّ ذُوْ اَزْر

اِسْمِيَّةٌ ای ذو انوار — اِسْمِيَّةٌ وَمَقُولَہٗ — مدنی اول — شامی — مدنی اخیر — کوفی — (فاصل)

ای قوۃ اور اُشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ طٰہٰ ۲ع میں بھی اَزْرِیْ، قوتی کے معنی میں ہے۔ او التقدیر بہا ای فیہا تشاکل و تناسب و اجماع احدہا ہاد و ثانیہا ذو دلیل و ثالثہا ذو اَزْر

ترجمہ :- (مِنَ الظُّلُمٰتِ) اِلَى النُّورِ (بقرہ ۳۴ ع) جو ہے (اس پر آیت شمار کرنے میں مدنی اول کے لئے اور شمار نہ کرنے میں باقی چھ اماموں کے لئے قرآن کی حفاظت کی خدمت انجام دینے کے سبب) بہت سے نور ہیں (جن سے وہ حضرات سراپا نور بن گئے ہیں، پس اِلَى النُّورِ پر مدنی اوّل کے لئے آیت ہے۔ (۱) م (۲) گوٗ اور مدنی اخیر، مکی، شامی، عراقی کے لئے اس پر آیت نہیں (۱) ق (۲) عگوٗ (۳) ح یعنی جو حدیث آیۃ الکرسی کی فضیلت میں آئی ہے اُس نے بتادیا کہ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ سے خٰلِدُوْنَ تک کا مجموعہ ایک آیت ہے) اور تو کہدے کہ پہلا (کلمہ لَعَلَّكُمْ) تَتَفَكَّرُوْنَ (بقرہ ۲۷ ع) جو ہے اس (کلمہ) میں رہنمائی کرنے والا (اشارہ بھی) ہے (اور اس کلمہ میں) دلیل (بھی) ہے (اور وہ تناسب و مساوات ہے کیوں کہ ان چاروں کے لئے یہ آیت يَسْـَٔلُوْنَكَ سے تَتَفَكَّرُوْنَ تک ہے) اور (اس تَتَفَكَّرُوْنَ میں ان کے لئے) قوت والا (ثبوت بھی) ہے (اور وہ اجماع ہی اسلئے کہ تَتَفَكَّرُوْنَ (۳۶ ع) پر ساتوں کے لئے آیت ہے۔ پس تَتَفَكَّرُوْنَ ۲۷ ع کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے اور یہاں شمار کی وجوہ تین ہیں (۱) مشاکلہ و تشاکل (۲) تناسب و مساوات (۳) اس کے ہمشکل میں آیت ہونے پر اجماع، سُبحان اللہ کس قدر نفیس تعبیر ہے کہ اوّل کو رہنمائی کرنے والا اور ثانی کو دلیل اور تیسری وجہ کو قوت والا ثبوت فرمایا ہے۔ اور یہ عمدہ ترین القاب ہیں۔ فَلِلّٰهِ دَرُّ اٰبِيۡهِ

خلاصہ یہ کہ تَتَفَكَّرُوْنَ (۲۷ ع) پر مدنی اخیر، کوفی، شامی کے لئے آیت ہے۔ (۱) م (۲) مساوات

(۳) اَغ اور باقی تین اماموں مدنی اوّل، مکی، بصری کے لئے اس پر آیت نہیں ہے۔ اور وجوہ مدنی اوّل، مکی کے لئے دو ہیں (۱) ش (۲) ق۔ اور بصری کے لئے ایک ہے اور وہ ش ہے۔)

مُقَـــــــــــــــــــــــــــولَةٌ

(۷۵/۵) وَمَعْرُوفًا لِلْبَصْرِيِّ مَعْ خَائِفِينَ قُلْ

وَفِي الْعَدَدِ الْقَيُّومُ (وَ) افٍ بِلَا اجْزِ

أَيْ بِلَا قَطْعٍ وَّنَقْصٍ۔ یا جزر اس مَدّ کی ضد ہے جس کے معنی ہیں دریا کا چڑھنا۔ اَیْ کَائِنٌ بِلَا قَطْعٍ۔ پس یہ اَلْقَیُّوْمُ کی دوسری خبر ہے یا مفعول مطلق مقدر کی صفت ہے اَیْ وَافٍ وَّفَاءً کَائِنًا بِلَا جَزْرٍ۔

ترجمہ:۔ اور تو کہدے کہ (اس قَوْلًا) مَّعْرُوفًا (بقرہ ع ۳۰) کو بصری نے (آیات میں شمار کیا ہے) جو (اِلَّآ) خَآئِفِيْنَ (بقرہ ع ۱۴) سمیت ہے (پس بصری کے لئے خَآئِفِيْنَ ع ۱۴ پر بھی آیت ہے (۱) مَبْرٌ (۲) کو اور مَعْرُوْفًا ع ۳۰ پر بھی ہے (۱) ک (۲) اَغ، اور حجازی، شامی کوفی کے لئے نہ تو خَآئِفِيْنَ پر آیت ہے (۱) قَبْ (۲) عَکُو اور نہ مَعْرُوْفًا پر (۱) عَمْ (۲) اَتْ) اور (لفظِ) اَلْقَيُّوْمُ ع ۳۴ (آیات کے) شمار (کرنے کے فن) میں کامل ہے (جو مشاکلہ کے اعتبار سے اس کو آیات میں سے) قطع (اور جدا) کر دینے (اور کمی) کے بغیر ہے۔

فائدہ ۱:۔ وَافٍ بِلَا جَزْرٍ میں رموز کے ساتھ ساتھ شمار کی وجوہ کی طرف اشارہ بھی موجود ہے۔

فائدہ ۲:۔ اَلْقَيُّوْمُ ع ۳۴ پر بصری، مدنی اخیر، مکّی کے لئے آیت ہے (۱) م (۲) ک (۳) اَغ اور مدنی اوّل، شامی، کوفی کے لئے نہیں ہے۔ (۱) ق (۲) اَث (۳) ح یعنی آیۃ الکرسی کی فضیلت بتانے والی حدیث۔

(۷۶/۶) وَبَعْضُ شَهِيدٌ (جَاءَهُ) وَكَمَا مَضَى

فَعُدَّ وَبِالْإِبْهَامِ تَفْسِيرُهُ يَجْرِي

اَیْ جَآءَ بِهٖ وَالضَّمِیْرُ اِلَیْهِ فُوْعٌ لِلَفْظِ بَعْضٍ وَّالْمَجْرُوْرُ لِلشَّهِیْدِ اَوْ جَآءَ بِمَعْنٰی جَآءَهٗ (لوامع) فَلَا حَاجَةَ اِلٰی تَقْدِیْرِ الْبَآءِ۔ اَیْ عُدَّ لَفْظُ شَهِیْدٍ عَدًّا مِثْلَ عَلٰی مَا مَضٰی (معالم) اَوِ الْمُتَقَدِّمُ یُرِیْدُ الْحُکْمَ کَالْحُکْمِ الَّذِیْ مَضٰی فِی الدِّیْبَاجَةِ (وَ) مَا مَوْصُوْلَةٌ وَّالْهَآءُ ذَهَبَہٗ لَفْظُ الْقَیُّوْمِ۔ اَیْ وَبَعْضُ النَّقَلَةِ لَفْظُ شَهِیْدٍ اَتٰی بِهٖ فِی الْعَدَدِ۔

۱؎ هَآءُ تَفْسِیْرُهٗ لِلنَّصِّ وَاِضَافَةُ الْمَصْدَرِ اِلَی الْمَفْعُوْلِ اَوْ لِلْمَکِّیِّ فَاِضَافَةُ الْمَصْدَرِ اِلَی الْفَاعِلِ (معالم) اَوْ لِشَهِیْدٍ (لوامع)

اور معنی یہ ہیں کہ دین والی آیت کے آخری سرے کی تفسیر اثر میں ابہام کے ساتھ جاری ہے۔

ترجمہ:۔ اور (کَاتِبٌ وَّلَا) شَہِیْدٌ (عٓ ۳۹) جو ہے اس کو بعض ناقلین مکی سے نقل کرتے ہوئے اپنے بیان میں لائے ہیں اور (کہتے ہیں کہ) یہ (وَلَا شَہِیْدٌ عٓ ۳۹ بھی مکی کے لئے اسی طرح آیات میں) شمار کیا گیا ہے جس طرح (اُس اَلْقَیُّوْمُ کو مکی کے لئے ان کے تمام ناقلین نے شمار کیا ہے جو ابھی شعر ۷۵/۵ میں گذرا) پس مکی کے لئے اَلْقَیُّوْمُ اور وَلَا شَہِیْدٌ دونوں ہی پر آیت ہے۔
(۱) م (۲) ک (۳) اَعْ، لیکن فرق یہ ہے کہ اَلْقَیُّوْمُ پر تمام ناقلین کی روایت سے ہے اور وَلَا شَہِیْدٌ پر مکی کے بعض ناقلین کی روایت سے اور مدنی اول شامی کوفی کیلئے دونوں متروک ہیں (۱) ح (۲) ق۔ اور مدنی اخیر او بصری کے لئے اول معدود اور ثانی متروک ہے اور چوں کہ شعر ۷۵/۵ اور ۷۶/۶ کی ان دونوں روایتوں سے یہ نکلتا ہے کہ آیۃ الکرسی اور آیتِ مُداینہ دونوں دو دو آیتوں پر مشتمل ہیں۔ اور حدیث کی وہ روایت جو شعر ۵۳/۱۹ میں گزری اُس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں صرف ایک ایک آیت ہیں۔ اس لئے وَبِالْاِبْھَامِ تَفْسِیْرُہٗ یَجْرِیْ میں اِن حدیثوں اور روایتوں کے تعارض کو رفع کرتے ہیں۔ پس فرماتے ہیں) اور (حدیث کے مطلب میں) ابہام (اور پوشیدگی) ہونے کی وجہ سے اُس (حدیث) کی تفسیر (قیاس کے ذریعہ) جاری ہوتی ہے اور اسی سے اس کے مطلب کو واضح کیا جاتا ہے تاکہ ظاہر بین جو تعارض اور ٹکراؤ نظر آرہا ہے وہ رفع ہو جائے، اور حدیث کے معنٰی صاف اور بے غبار ہو کر منظرِ عام پر آجائیں)۔

شرح:۔ یعنی بعض ناقلین نے مکی سے روایت کیا ہے کہ وہ کَاتِبٌ وَّلَا شَہِیْدٌ کو اُسی طرح دَیْن والی آیت کا آخری سرا بتاتے ہیں، جس طرح آیۃ الکرسی میں اَلْقَیُّوْمُ پر مکی کے لئے تمام ناقلین کی روایت سے آیت شمار کی گئی ہے۔ اور ان دونوں پر آیت شمار کرنے کی وجہ پہلی اور بعد والی آیتوں کے ساتھ مشاکلہ اور مشابہت ہے۔ پھر اس پر اعتراض وارد ہوا کہ آپ نے اَلْقَیُّوْمُ اور شَہِیْدٌ پر آیت شمار کر کے حدیث کے ہوتے ہوئے قیاس کو اختیار کیا۔ اور اس کو حدیث پر مقدم رکھا ہے، اور ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ کیوں کہ آیت الکرسی کے بارے میں جو احادیث اور آثار آئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا حصہ ایک آیت ہے، جیسے مَنْ اٰوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ وَقَرَأَ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ یعنی جو بستر پر آئے اور آیۃ الکرسی پڑھے (آخر تک)
نیز ابو عبیدہ کے اثر میں ہے کہ (احکام و معاملات کے بارے میں) عرش سے قرآن پاک کا سب سے اخیر میں نازل ہونے والا حصہ ربٰا اور دَیْن کی آیت (بھی) ہے۔ دیکھو حدیث اور اثر میں آیۃ الکرسی اور دَیْن دونوں کے لئے آیت کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے

کہ دونوں ایک ایک آیت ہیں نہ کہ دو دو آیتیں۔ پس ناظمؒ نے وَبِالْاِبْهَامِ تَفْسِيْرُهٗ يُجْرِيْ میں اِس کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ جو احادیث و آثار اس بارے میں آئے ہیں وہ مطلب کے اعتبار سے مبہم ہیں اور پُوری طرح واضح نہیں ہیں۔ کیوں کہ یہ بھی درست ہے کہ مجاز کے طَور پر کُل کے لئے جزو کا نام استعمال کر لینے کے سبب آیت سے زیادہ حصّہ کو آیت کہدیں، اور اس مجاز کے سبب آیۃ الکُرسی اور آیتِ مُدَایَنَہ دونوں میں دو باتوں کی گنجائش نکل آئی۔ (۱) دونوں ایک ایک آیت ہوں (۲) دونوں ایک ایک آیت سے زیادہ یعنی دو دو آیتیں ہوں اور جزو کا نام کُل کے لئے استعمال کر لینے کے سبب دونوں کو ایک ایک آیت کہدیا ہو۔ پس حدیث کے اس ابہام کو واضح کرنے کے لئے قیاس کی ضرورت پیش آگئی، اس لئے قیاس جاری کر کے ان دونوں کو دو دو آیتیں شمار کر لیا۔ پس وَبِالْاِبْهَامِ الخ کے معنٰی یہ ہیں کہ نص میں ابہام ہونے کے سبب اس کی تفسیر اور وضاحت قیاس کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ اور ناظمؒ نے جو بَعْضٌ کا لفظ لا کر یہ بتایا ہے کہ مکی کے لئے وَلَا شَهِيْدٌ پر آیت شمار کرنے کی روایت صرف بعض ناقلین سے آئی ہے۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ مکی کے دوسرے بعض ناقلین نے وَلَا شَهِيْدٌ پر آیت شمار نہیں کی۔ (۱) حدیث آیۃ المُدَایَنَۃ (۲) قیاس یعنی اس کی وجوہ دو ہیں:۔

نمبر ۱:۔ اس آیتِ مُدَایَنَہ کے بارے میں جو حدیث آئی ہے مکی کے دوسرے بعض ناقلین نے اس روایت کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے اس کو دو کے بجائے ایک ہی آیت شمار کیا ہے۔

نمبر ۲:۔ وَلَا شَهِيْدٌ پر آیت شمار کرنے سے وَاِنْ تَفْعَلُوْا والی آیت جو اس کے بعد ہے وہ مقدار میں نہ تو پہلی اور بعد والی آیتوں کے برابر رہتی ہے اور نہ ہی سُورۃ البقرہ جیسی طویل سورت کے ساتھ اس مختصر آیت کی مناسبت باقی رہتی ہے۔ اور جمہور اس پر ہیں کہ یہاں مکی بھی شمار کے دوسرے اماموں کے ساتھ متفق ہیں۔ پس وَلَا شَهِيْدٌ کو اس آیت کا آخری سرا نہیں بتلاتے بلکہ شمار کے سَاتوں اماموں کے ہاں جن میں مکی بھی شامل ہیں اِس آیت کا آخری سرا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہے۔ اور بعض نے جو وَلَا شَهِيْدٌ کو آخری سرا بتایا ہے اُن کی یہ روایت ضعیف ہے۔

اور لوامع کی رُو سے اس شعر کا ترجمہ یہ ہے:۔

اور بعض (ناقلینِ مکی کے لئے وَلَا) شَهِيْدٌ کو (بھی آیت کے شمار میں) لائے ہیں

اور (یہ اس کلمہ کے آیات میں شمار کرنے کا حکم) اُس (حکم) کی طرح ہے، جو (شعر ۵۵/۷۵ کے اَلْقَیُّوْمُ میں) گذر چکا ہے (اور جب یہ بات ہے کہ وَلَا شَهِيْدٌ پر بھی بعض ناقلین کی روایت سے آیت شمار کی گئی ہے) تو تم (بھی اس کو) شمار کر لو (یا یہ بھی آیات میں شمار کیا گیا ہے) اور اس (دَیْن) کی (آیت کے آخری سِرے کی) تفسیر ابہام (کے طریقہ) پر جاری ہوتی ہے (نہ کہ تعیین کے طریق پر اور شرح اِس طرح کی ہے) (۱) بعض اماموں نے اُس نص کے سبب جو ابن شنبوذ کی روایت کے موافق مکّہ والوں سے منقول ہے وَلَا شَهِيْدٌ کو دَین کی آیت کا آخری سِرا بتایا ہے۔ اور ان حضرات نے عَذَابَ النَّارِ پر آیت شمار نہیں کی۔ اور یہ روایت ضعیف ہے۔ جیساکہ ناظمؒ نے وَبَعْضٌ کہکر اس کے ضعف کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے، اور وَكَمَا مَضٰى کے معنٰی ہیں جیساکہ دیباچہ کے شعر ۵۳/۱۹ میں گذرا کہ دَین کی آیت میں توقیف ونقل آئی ہے۔ اس لئے کہ اس کو دَین کی آیت فرمایا ہے۔ اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ دَین کا پورا مضمون ایک آیت ہے۔ اور فَعُدَّ میں دو احتمال ہیں :- (۱) جن بعض نے وَلَا شَهِيْدٌ پر آیت شمار کی ہے ان کی دلیل بتانے کے لئے ہو۔ یعنی بعض اہلِ مکّہ نے وَلَا شَهِيْدٌ کو دَین کی آیت کا آخری سِرا بتایا ہے، اور جمہور نے جو اس کو ایک آیت بتایا ہے وہ اس کے معارض نہیں ہے، کیوں کہ ان حضرات نے اس آیت کا خاتمہ نہیں بتایا۔ پس ممکن ہے کہ دَین کی آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے شروع ہو کر شَهِيْدٌ تک ہو، اور وَبِالْاِبْهَامِ تَفْسِيْرُهٗ يَجْرِيْ میں ناظمؒ نے اس مطلب کی طرف اشارہ بھی فرمایا ہے اور اس کے معنٰی اور جملہ کی شرح اُوپر گذر چکی ہے۔ یعنی دَین کی آیت کے آخری سِرے کی تفسیر ناقلین کے ہاں ابہام کے طور پر جاری ہے نہ کہ تعیین کے طریق پر۔ اور اس دلیل کی تقریر یہ ہے کہ ہم یہ بات تو مانتے ہیں کہ دَین کی آیت کے بارے میں توقیف اور نقل وارد ہے۔ لیکن یہ نہیں مانتے کہ اس کا آخری سِرا لفظ عَلِيْمٌ ہے۔ کیوں کہ وَلَا شَهِيْدٌ کو بھی تو آخری سِرا کہہ سکتے ہیں۔

(۲) فَعُدَّ اہلِ مکہ کے رَد کے لئے ہو، اور اس کی تقریر یہ ہو کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ دَین کی آیت کا آخری سِرا وَلَا شَهِيْدٌ ہے کیوں کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس کا آخری سِرا لفظِ عَلِيْمٌ ہو۔ اس لئے کہ نص میں آخری سِرے کی تعیین نہیں آئی ہے۔ نیز اس کے بعد والے جملہ وَاِنْ تَفْعَلُوْا کا آیت کے مضمون سے تعلّق بھی ہے اور اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ آخری سِرا عَلِيْمٌ ہی ہے۔ نیز وَلَا شَهِيْدٌ کے آخری سِرا ہونے میں تو یہ اختلاف ہے کہ مکّیؒ حضرات اس کے قائل ہیں اور

باقی حضرات اسے تسلیم نہیں کرتے، اور عَلِیمٌ کے آخری سِرا ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ اِس لئے اختلافی کلمہ کو آخری سِرا بنانے کی بہ نسبت اجماعی کلمہ کو آخری سِرا قرار دینا اولیٰ ہے۔ اور یہ نمبر ۲ والا مطلب نمبر ایک والے سے بہتر ہے، اِس بنار پر کہ اِس سے اُس مذہب کی تائید ہوتی ہے جس کو ہم نے اماموں سے نقل کیا ہے۔ پس ابنِ شنبوذ کی روایت ضعیف ہے۔

فائدہ:۔ فَعُدَّ کی فا مقدر شرط کے جواب میں ہے۔ اَیْ اِذَا کَانَ الْاَمْرُ کَمَا مَضٰی فِی الْاُصُوْلِ فَعُدَّ، اور عُدَّ یا تو ماضی مجہول ہے اور اس کی ضمیر شَهِیْدٌ کے لئے ہے، یا امر ہے اس کا مفعول محذوف ہے، اور وہ ضمیر منصوب متصل ہے اور یہ بھی شَهِیْدٌ کے لئے ہے۔

وہ دسؔ کلمات جن پر آیت نہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے، لیکن حقیقت کی رُو سے ان سب پر اجماعاً آیت ہے۔

(۷۷/۷) فَالَاسْبَابُ عُدَّ وْا مَعْ شَدِيدُ الْعَذَابِ مَعْ
مِنَ النَّارِ وَلْتَعُدْ عَلَى النَّارِ ذَا الصَّبْرِ

ترجمہ:۔ پس ان (شمار کے اماموں) نے (بِهِمُ الْاَسْبَابُ (غ)) کو جو شَدِيدُ الْعَذَابِ (غ) سمیت ہے (نیز) جو (بِخٰرِجِيْنَ) مِنَ النَّارِ (غ) سمیت ہے (ان تینوں کو سُورتِ بقرہ کی آیتوں میں) شمار کیا ہے اور تو صبر (کے مادے) والی (یا زخمی کر دینے والی اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ (غ)) کو (بھی) شمار کر لے (اور اُس وہم میں مبتلا نہ ہو جس کی تقریر اُس کے حل سمیت اصطلاحات اور دیباچہ میں درج ہو چکی ہے۔)

فائدہ:۔ عَلَى النَّارِ کے ساتھ ذَا الصَّبْرِ کی صفت لا کر بتا دیا کہ وہ اَلنَّار مراد ہے، جس سے پہلے صبر کا ذکر آرہا ہے۔ اور بعض نسخوں میں ذَا السَّبْرِ ہے سین سے۔ جو زخمی کر دینے کے معنیٰ میں ہے۔ اور دوزخ کی آگ بھی ایسی ہی ہوگی جو جہنمیوں کو جلا جلا کر ان کے بدن میں زخم پیدا کر دے گی۔ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ۔ (اٰمِیْن)

(۷۸/۸) شَدِيدُ الْعِقَابِ قَبْلَهُ الْمُحْسِنِينَ قُلْ

وَكَمْ نَسَقٍ بِالْمَدِّ وُفِّقَ فِي الْمَسِّ

اَیْ وَکَمْ کَلِمَۃٍ ذَاتِ نَسَقٍ

ترجمہ:- (اور) تو کہدے کہ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (رع کی آٹھویں اور سب سے آخری آیت) جو ہے اُس سے پہلے (ساتویں آیت اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ) الْمُحْسِنِیْنَ ہے (پس یہ دونوں بھی سُورت کی آیات میں شامل ہیں، اس لئے کہ مشاکلہ مدّ و لین کے تینوں ہی حرفوں سے حاصل ہو جاتا ہے) اور بہت سے خاص ترتیب (اور نظام) والے (کلمات) جو ہیں (یعنی آیات کے وہ آخری سِرے جو لگاتار اور ایک خاص نظام سے آرہے ہیں) وہ (حرف) مد کے (پائے جانے کے سبب (ایک خاص) اصل (یعنی مشاکلہ) میں موافق بنا دیئے گئے ہیں (یعنی آخر سے پہلے تینوں حروفِ مدّہ میں سے جو حرف بھی آجائے اُسی سے مشاکلہ حاصل ہو جاتا ہے. پس یہ بات ضروری نہیں کہ سب آیتوں میں آخر سے پہلا حرف واؤ مدّہ ہو، یا سب میں یا مدّہ ہو یا الف مدّہ ہو اور اسی لئے تُفْلِحُوْنَ ۝ اَلْمُحْسِنِیْنَ ۝ اَلْعِقَابِ ۝ تینوں ہی میں مشاکلہ و مشابہت موجود ہے خوب سمجھ لو۔)

یا دوسرے مصرعہ کے معنی یہ ہیں کہ کلام کی بہت سی نظمیں جو حروفِ مدّہ کے مختلف اور جُدا جُدا ہونے کی شکل میں آئی ہیں وہ ایک قوت کے مرتبہ میں قرار دیدی گئی ہیں. یعنی حروفِ مدّہ میں سے ہر ایک حرف دوسرے مدّہ کے مرتبہ میں شمار کیا گیا ہے۔

(۷۹/۹) مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اقْرُنْ یٰسٓ یَدُ بِہٖ وَیُظْ

لَمُوْنَ بِہٖ فَاقْرُنْ عَلِیْمٌ وَقِسْ وَادْرِ

ترجمہ:- (وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (رع ۳) جو ہے تو اس کے ساتھ (یَفْعَلُ مَا) یُرِیْدُ کو ملا دے (اور دونوں میں سے ہر ایک پر آیت شمار کرلے، اور ان میں سے پہلی آیت کو دوسری کا جزو تصوّر نہ کرو، اور یہ وہم بھی نہ کرو کہ بالکل آخری حرف پہلی آیت میں نون اور دوسری میں دال ہے. کیونکہ یہاں مشاکلہ میں آخر سے پہلے حرف کا اعتبار ہے اور وہ دونوں میں یا مدّہ ہے

اس لئے اس میں یکساں ہونا کافی ہے۔ پس بالکل آخری حرف میں یکساں نہ ہونے سے مشاکلہ فوت نہیں ہوتا) اور (وَهُمْ لَا) يُظْلَمُوْنَ (رع کی آخری آیت) جو ہے تو اس کے ساتھ (اس بِكُلِّ شَيْءٍ) عَلِيْمٌ کو ملا دے (جو آیتِ مداینہ کا آخری سرا ہے، اور یہاں بھی پہلی آیت کے چھوٹی ہونے سے یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ شاید یہ بعد والی آیت کا جزو ہوگی۔ اور لَا يُظْلَمُوْنَ کے بعد وَلَا شَهِيْدٌ کے بیان نہ کرنے اور عَلِيْمٌ کے ذکر کرنے سے اس پر تنبیہ ہوگئی کہ معتبر روایت یہی ہے کہ مکی کے لئے بھی اس آیت کا آخری سرا وَلَا شَهِيْدٌ کے بجائے بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہی ہے۔ اور وہ روایت ضعیف ہے جس میں مکی کے لئے وَلَا شَهِيْدٌ کو آخری سرا بتایا ہے۔ اور ہم نے یہ چند مثالیں پیش کر دی ہیں) اور تو (باقی آیات کو انہی پر) قیاس کر لے اور (پوری طرح) معلوم کر لے۔ (یعنی اس طرح کی آیات جن میں مساوات نہ ہو یعنی ایک چھوٹی ہو اور دوسری بڑی ہو اُن میں اصل اعتماد نص اور روایت پر ہے نہ کہ قیاس و عقل پر۔ پس چونکہ اثر نے بتا دیا کہ آیتِ مداینہ پوری کی پوری ایک آیت ہے، اس لئے اس سے پہلی آیت کو اس کا جزو قرار نہیں دیا بلکہ دونوں کو جُدا جُدا اور مستقل آیتیں شمار کر لیا اور مشتبہ الوسط یہ ہیں (۱) كُنْ فَيَكُوْنُ (ع) (۲) وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (ع)۔

وہ دس کلمات جو شبہ الفاصلہ یا مشتبہ الفاصلہ ہیں

اور یہ اجمال کے درجہ میں دس اور تفصیل کے درجہ میں تیرہ ہیں کیوں کہ ان میں سے اَلنَّبِيِّيْنَ تین جگہ اور وَالْاَقْرَبِيْنَ دو جگہ ہے۔

مَف قَبْ ق قش عَط ق

(۸۰/۱۰) وَتُبْدُوْنَ اُمِّيُّوْنَ وَالْمُفْسِدُوْنَ دَعْ

(ع) (ع) ش (ع) (ع) شو ۲۲

خَلَاقٍ نِ الْاُوْلَى الْاَقْرَبِيْنَ وَلَا تَنْزِ

(ع) (ع) ش (ع) ص مُس (ع)

مِنْ تَزَرِّى (ض لا اِلْتِجَا دَعَا ذٍ) اَوْ بِمَعْنٰى عَابَ اَوْ بِضَمِّ التَّاءِ مِنْ اَزْرٰى بِمَعْنٰى تَهَاوَنَ۔

ترجمہ :- اور تو (وَاَعْلَمُ مَا) تُبْدُوْنَ (بقرہ ع اور وَمِنْهُمْ) اُمِّيُّوْنَ (ع) اور (هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (ع اور) پہلے (فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ) خَلَاقٍ (ع اور دَ) الْاَقْرَبِيْنَ (ع و ع ان پانچوں کلمات) کو ترک کر دے اور (چونکہ یہ بات بالکل ظاہر ہے، اس بنا پر ان کے سمجھنے کیلئے)

تو (کسی کی طرف) پناہ نہ لے (اور پوچھنے کے لئے نہ جا۔ یا ان کو حقیر نہ سمجھ، یا عیب نہ لگا کہ ان پر آیت کیوں نہیں ہے)

وَمَعْ تُنْفِقُوْنَ وَالنَّبِيّٖنَ مُنْذِرِيْ

سَ هٰرُوْنَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ لَدَى الْبِرِّ

ترجمہ:۔ اور النَّبِيّٖنَ (ع، ع، ع اور مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (ع اور وَآلُ هٰرُوْنَ (ع اور اس يَسْـَٔلُوْنَكَ) مَاذَا يُنْفِقُوْنَ (ع) کو جو (ماں باپ اور قرابت داروں کے ساتھ) احسان کرنے (کے حکم والی آیت) میں ہے (ان نو کلمات کو) جو تُنْفِقُوْنَ (وَلَسْتُمْ ع) سمیت ہیں (اور اجمال کے درجہ میں کُل دس اور تفصیل میں تیرہ ہیں ترک کردو)

فائدہ ۱:۔ مِنْ خَلَاقٍ کے ساتھ پہلے کلمہ کی اور مَاذَا يُنْفِقُوْنَ کے ساتھ لَدَى الْبِرِّ کی قید دوسرے مِنْ خَلَاقٍ ع اور دوسرے مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ع کو نکالنے کے لئے ہے۔ اور یہ دونوں شعر ۲۳ میں گذر چکے ہیں۔ نیز یہ دونوں اختلاف والی نو آیات میں سے ہیں جن کی تفصیل ان کے موقع پر درج ہو چکی ہے۔

فائدہ ۲:۔ ان سب پر آیت نہ ہونے کی وجہ ان علامتوں میں غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہیں جو ان کلمات پر لگی ہوئی ہیں، اور النَّبِيّٖنَ ع و ع والے میں تام نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مابعد کے ساتھ علاقہ باقی ہے گو شدید درجہ کا نہیں ہے۔

فائدہ ۳:۔ سعادتِ دارین کی رُو سے شبہ الفاصلہ تیئیس ہیں۔ اور ان میں سے تیرہ تو وہی ہیں جو شعر ۱۰ و ۱۱ میں درج ہیں اور تُبْدُوْنَ سے شروع ہو کر مَاذَا يُنْفِقُوْنَ پر ختم ہوتے ہیں، رہے باقی، سو وہ یہ ہیں:۔

(۱۴) يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ع (۱۵) فِيْ شِقَاقٍ ع (۱۶) وَالثَّمَرٰتِ ع (۱۷) اِلَّا النَّارَ ع (۱۸) يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ع، (۱۹) مِسْكِيْنٍ ع (۲۰) وَالْفُرْقَانِ ع، (۲۱) قِصَاصٌ ع، (۲۲) الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ع، (۲۳) وَلَا شَهِيْدٌ ع۔

(۳) سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرَانَ (۸۹)

اِس میں دس شعر ہیں

سعید بن منصور کی سُنن میں ابو قتادہؓ سے ہے کہ توراۃ میں اس سورت کا نام سُوْرَۃُ الطَّیِّبَہ ہے۔ اور مسلم کی رُو سے بقرہ اور آل عمران دونوں کا لقب زَھْرَاوَیْنِ ہے، جس کے معنٰی ہیں دو رونق دار اور چمکدار سورتیں۔ اور یہ صحیح تر قول کی رُو سے مدنی، اور صرف حسن اور عکرمہ کی ایک روایت پر مکی ہے۔ اور آیتوں کے شمار میں کوئی بھی سورت اس کی نظیر نہیں ہے۔ اور کلمات تین ہزار چار سو اسّی (۳۴۸۰) اور حروف چودہ ہزار پانچ سو پچیس (۱۴۵۲۵) ہیں۔ اور اس کے فواصل اور آیتوں کے آخری سرے مَلْ نَابَ دَ زْطَقَ کے نو (۹) حروف ہیں۔ (۱) مٓ، الٓمٓ ۲ ع۔ (۲) لَ، وَالْاِنْجِیْلَ، ع، ع۔ (۳) نَ، اَلْفُرْقَانَ، ع۔ (۴) ءَ، فِی السَّمَآءِ، ع۔ (۵) بَ، اَلْحِسَابِ، ع۔ (۶) دَ، لِلْعَبِیْدِ، ع۔ (۷) رَ، قَدِیْرٌ ع (۸) طَ، مُحِیْطٌ، ع۔ (۹) قَ، اَلْحَرِیْقِ ع۔ اور کل آیات ساتوں شماروں میں دو سو (۲۰۰) ہیں۔ اور اجماعی آیات ایک سو ستانوے (۱۹۷) اور اختلافی سات ہیں۔ (۱) الٓمٓ، اس پر کوفی کے لئے آیت ہے۔ اور حجازی، شامی، بصری کے لئے نہیں ہے۔ وجوہ کا بیان بقرہ میں درج ہو چکا ہے۔ اور باقی چھ وہ ہیں جن کا بیان شروع کے تین اشعار میں آرہا ہے۔

(۸۲/۱) وَفِیْ اٰلِ عِمْرَانٍ فَعُدَّ (رَ) غَائِبًا
(اَیْ عُدَّ اٰیَاتِ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ — حال، جمع رَغِیْبَۃٍ اَیِ الشَّیْءُ الَّذِیْ یُرْغَبُ فِیْہِ — (۲۰۰) — صَضْ — مُتَّفَق)

وَالْاِنْجِیْلَ لِلشَّامِیِّ دَعْہٗ بِلَا وَقْرٍ
(اضق — مُثْ — (اَمْ) — (مُغْتَفِرًا) — مُتَخَلِّف — امام)

ترجمہ:۔ اور تو (سورۂ) آلِ عمران میں (اس کی آیتوں کو) ر (۲۰۰) کے اعداد کے مطابق ساتوں اماموں کے لئے دو سو آیتیں، شمار کرلے حالانکہ یہ (سب آیتیں) پسندیدہ ہیں (اور یہ دو سو کے عدد کا ساتوں کے لئے ہونا اس سے نکلا ہے کہ اِس عدد کو کسی امام کے ساتھ

خاص نہیں کیا) اور تو شامی کے لئے (پہلے وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَ) اِلْاِنْجِيْلَ (ع) کو (یعنی) اس کو (اس حالت میں) ترک کردے (کہ) تو (کانوں کے) بھاری پن (یا پنڈلی کے درد) سے خالی (اور صحیح وسالم) ہو (یعنی یہ خیال نہ کرو کہ جب شامی نے وَالْاِنْجِيْلَ کو شمار نہیں کیا تو دوسو میں سے ایک کم ہو کر ان کی کُل آیات ایک سو ننانوے رہ گئیں۔ کیوں کہ اگر شامی نے وَالْاِنْجِيْلَ ع کو ترک کیا ہے تو اس کے بجائے مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ع کو شمار بھی تو کیا ہے۔ اس بنا پر جو کمی تھی وہ پوری ہوگئی۔ اور کُل آیات ان کے لئے بھی دوسو ہی ہوگئیں۔ پس وَالْاِنْجِيْلَ ع شامی کے لئے متروک ہے۔ (۱) ش (۲) اُتْ۔ اور باقی پانچ کیلئے معدود ہے۔ (م))۔

فائدہ ۱:۔ لِلشَّامِيِّ بھی دَعْ مقدر ہی کے متعلق ہے، اور کلام کی تقدیر وَدَعِ الْاِنْجِيْلَ لِلشَّامِيِّ بِلَا وَقْرٍ دَعْهُ تھی، پس پہلا دَعْ مُفَسَّرْ اور دوسرا مُفَسِّرْ ہے۔ اور اضمار کے باب میں ہر جگہ یہی تفصیل ہے خوب سمجھ لیجئے اور یاد رکھیئے۔

فائدہ ۲:۔ وَقْرٍ، لُغت کی رُو سے اِس کے معنی دو ہیں، اور دونوں ترجمہ میں درج ہیں، اور یہاں مجازاً نقص اور کمی کے معنی میں ہے، اور مناسبت اور علاقہ یا تو تشبیہ ہے یا لزوم۔

فائدہ ۳:۔ دَعْهُ بِلَا وَقْرٍ، پہلے جملہ کا مُفَسِّرْ ہے اور اعراب کی رُو سے اس کیلئے محل نہیں ہے۔

فائدہ ۴:۔ بِلَا وَقْرٍ میں احتراس ہے، جس کے معنیٰ ہیں کسی کو محافظ اور چوکیدار بنا دینا۔ پس اس کا اضافہ اُس وہم کے دُور کرنے کی غرض سے کیا ہی جس کی تقریر ترجمہ میں درج ہی۔

(۸۳/۲) وَاَسْقَطَ وَالْفُرْقَانَ كُوفٍ وَعَدَّ ثَا
نِ الْاِنْجِيْلَ اِسْرَاءِيْلَ عُدَّ عَنِ الْبَصْرِي

(ثانِ میں یا کا اسکان اور اجتماعِ ساکنین کے سبب اس کا حذف وزن کی بنا پر ہے (اور جب یہ یا تلفظ سے حذف ہوگئی تو اس کی موافقت کیلئے کتابت سے بھی ساقط ہوگئی) م)

ترجمہ:۔ اور کوفی نے (وَاَنْزَلَ) الْفُرْقَانَ (ع) کو ترک کیا ہے (۱) ق (۲) اُتْ اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت ہے (۱) م (۲) ک) اور اُن (کوفی) نے دوسرے (ق)

الاِنجِیلَ ٥   ع کو شمار کیا ہے (۱) م (۲) ک، اور باقی چھ نے اس کو ترک کیا ہے

(۱) ق (۲) اَتْ (۳) عطف، یعنی وَرَسُولاً الخ پہلے جملہ پر معطوف ہے اور یہ عُمدہ ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ یہ بشارت کا تتمہ ہے اور وَرَسُولاً اِلیٰ بَنِیٓ اِسْرَاۤءِیْلَ (جو وَالاِنجِیلَ کے بعد بلا فاصلہ آرہا ہے یہ) بصری (اور حمصی) کے لئے (آیات میں) شمار کیا گیا ہے (۱) م (۲) اَعْ اور باقی پانچ کے لئے اِس پر آیت نہیں ہے۔ (۱) ش (۲) اَتْ)

فائدہ:۔ پہلے وَالاِنجِیلَ اور اَلفُرقَانَ کے بارے میں شمار والوں کی تین جماعتیں ہیں۔

(۱) **شامی**، ان کے لئے وَالاِنجِیلَ متروک اور اَلفُرقَانَ معدود ہے۔

(۲) **کوفی**:۔ ان کے لئے شامی کا عکس ہے۔

(۳) **حجازی، بصری**، ان کے لئے دونوں معدود ہیں۔ اور دوسرے وَالاِنجِیلَ اور اِسْرَاۤءِیْلَ میں بھی تین جماعتیں ہیں:۔

(۱) **کوفی**، ان کے لئے اوّل معدود اور ثانی متروک ہے۔

(۲) **بصری حمصی**، ان کے لئے کوفی کا عکس ہے۔

(۳) **حجازی، دمشقی**، ان کے ہاں دونوں متروک ہیں۔

صفتِ مشبہ ہے جو دَفِی اَیْ کُمِّلَ وَکَثُرَ سے ہے، اور هُدًی کی طرف اس کی اضافت ظرفیہ ہے، اَیْ کَامِلاً فِی الْهِدَایَةِ ۔ ← حَفِیّ

وَعَنْ یَزِیْدَ کی تقدیر وَدَعْ تُحِبُّوْنَ عَنْ یَزِیْدَ اَیْضًا ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ←

(۸۴/۳) **تُحِبُّونَ الاُولیٰ دَعْ (وَ) فِیَّ هُدًی وَعَنْ** (غ) (ص)

(مفق) (اَم) (بصری) (کوفی) (مُتْ)

یَزِیْدَ وَاِبْرٰهِیْمَ عَدَّ (دُ) عَا وَفِ (غ) (اَصَمُّ)

(مفق) ۰ (اَم) (شامی) فَاصِلَ ا

[illegible]

ترجمہ:۔ (تُحِبُّوْنَ کے وہ دو کلمات جو اِلیٰ بَنِیٓ اِسْرَاۤءِیْلَ ع کے بعد آرہے ہیں۔ جن میں سے ایک ع میں ہے اور دوسرا ع میں ہے) تو (ان دونوں میں سے) پہلے تُحِبُّوْنَ کو (جو مِمَّا تُحِبُّوْنَ ع میں ہے بصری، کوفی حمصی) اور یزید یعنی مدنی اول یزیدی بصری کیلئے ترک کردے (۱) قب (۲) اَتْ (۳) اَعْ

حالانکہ تو ہدایت میں کامل ہے (یعنی دینِ الٰہی کا اعلیٰ ترین مبلغ ہے۔ اور شیبہ یعنی مدنی اول شیبی کوفی اور مدنی اخیر مکی دمشقی کے لئے اس تُحِبُّوْنَ پر آیت ہے۔ (۱) م (۲) کہ

(اِسْرَاۤءِیْلَ کے بعد ہونے کی   قید سے سورت کا سب سے پہلا تُحِبُّوْنَ نکل گیا جو قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ع میں ہے اور وجوہ دو ہیں (۱) یہ اِسْرَاۤءِیْلَ کے بعد والو نمیں

سے پہلا تُحِبُّوْنَ نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ تو اِسْرَآءِیْلَ سے پہلے آرہا ہے اور یہاں یہ اِسْرَآءِیْلَ کے بعد ہونے کی قید بیان کی ترتیب سے نکلی ہے۔ کیوں کہ اس کو اِسْرَآءِیْلَ کے بعد لائے ہیں۔

(۲) اس تُحِبُّوْنَ کو شمار کرنے سے یہ آیت صرف چار کلمات پر مشتمل رہ جاتی ہے۔ اس لئے اس پر نہ اجماعی آیت ہوسکتی ہے نہ اختلافی۔ اور ناظم نے اِسْرَآءِیْلَ کے بعد پہلا تُحِبُّوْنَ کہا ہے، اس قید سے دوسرا تُحِبُّوْنَ نکل گیا جو اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ع۱۶ میں ہے کیوں کہ اس کے شمار نہ کرنے پر بھی اجماع ہے۔ پس اس سُورت میں تُحِبُّوْنَ تین۳ جگہ ہے (۱) تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ ع۴ (۲) تُحِبُّوْنَ وَمَا ع۱۰ (۳) تُحِبُّوْنَ مِنْكُمْ ع۱۶۔ ان میں سے ۱ و ۳ پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے اور ۲ پر شیبہ یعنی مدنی اول شیبی کوفی اور مدنی اخیر مکی اور دمشقی کے لئے ہے۔ جیسا کہ اُوپر پوری تفصیل سے درج ہوچکا ہے۔ پس یہاں پہلے تُحِبُّوْنَ سے سُورت کا سب سے پہلا تُحِبُّوْنَ مراد نہیں ہے بلکہ اِسْرَآءِیْلَ کے بعد پہلا تُحِبُّوْنَ مقصود ہے) اور تو (شامی کے لئے مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ (ع۱۰) کو (آیات میں) شمار کرلے حالانکہ تو بہت دُعا (مانگنے والا اور کثرت سے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف رجوع کرنیوالا ہے (اور دُعَا وَفِرٍ میں مقامِ ابراہیم کی اس عزت وحرمت کی طرف اشارہ ہے جو حق تعالےٰ شانہٗ نے اسے عطا فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہاں دُعا قبول ہوتی ہے، اور وجہ یہ ہے کہ وہ باعزت اور مقدس مقامات میں سے ہے۔ پس اس میں اشارہ ہے کہ اِبْرٰهِيْمَ کے جس لفظ میں اختلاف ہے وہ ہے جو دُعا قبول ہونے کی جگہ کے پہلو میں مذکور ہے اور وہ مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ہے نہ کہ وہ جو اس سے اُوپر مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ میں آچکا ہے۔ اور شارحین نے دُعَا وَفِرٍ کے مذکورہ بالا معنیٰ کے علاوہ تین۳ معنیٰ اور بتائے ہیں۔ (۱) ابراہیم علیہ السلام بہت دُعا اور اس برکت والے ہیں جو آپ کو حق تعالےٰ شانہٗ کے ہاں سے ملی ہے۔ (۲) مہمانوں کو بہت زیادہ دعوت دینے والے اور ان کی خدمت بجالانے والے ہیں۔ (۳) بیت اللہ کے لئے برکت کی دُعا کرنے والے ہیں۔)

(۸۵/۴)

طَخ (بَخ) (لَلّٰه) (مُفْقُ)

وَمَعَهُ يَزِيْدُ ثُمَّ لِلنَّاسِ اَسْقَطُوْا

(صَضْ)

(اِسْمِيَّةٌ) شَخْ (لَعٌ يَا مَفْعٌ) مُتْ

وَعَنْ كُلِّ الْقَيُّوْمُ فَاعْدُدُهُ فِي الزُّهْرِ

(مُتَعَلِّقْ) ب (فَرْعٌ اَوْ جَوَابٌ)

زُهْرَاءُ (روشن) کی جمع ہے۔

ترجمہ:۔ اور اس اِبْرٰهِيْمَ کے شمار کرنے میں (حرف شامی) کے ساتھ یزید (یعنی مدنی اول یزید بن بصری بھی شریک ہیں (۱) م

(۲) ک (۳) آ ع ۔ اور شیبہ یعنی مدنی اول شیبی کوفی اور مدنی اخیر، مکی، عراقی کے لئے اس پر آیت نہیں (۱) ق (۲) ات۔

(اب شُحَّ لِلنَّاسِ سے شبہ الفاصلہ اور شبہ الوسط کا بیان شروع کرتے ہیں)۔

پھر (اختلافی سات آیتوں کے ختم ہونے کے بعد اجماعی کلمات کا حال بھی معلوم کرلو، اور وہ یہ ہے کہ هُدًى) لِلنَّاسِ (آل عمران ع اور وُضِعَ لِلنَّاسِ (ع)) کو اُن (شمار کے ساتوں اماموں) نے ترک کیا ہے (ق) اور (الْحَيُّ) الْقَيُّومُ (ع) سب کے لئے (آیات میں شمار کیا گیا) لہٰذا (اور جب یہ بات ہے کہ اس پر سب ہی نے آیت شمار کی ہے) تو (اے فن کے طالب تو بھی) اُس (الْقَيُّومُ) کو روشنی (اور رونق) والی (آیتوں) میں شمار کرلے۔ (یعنی اس لفظ پر اجماعی آیت صرف آل عمران میں ہے اور اختلافی آیت بقرہ میں ہے۔ کیوں کہ روشنی والی کا لقب حدیث میں بقرہ اور آل عمران ہی کے لئے آیا ہے اور ان کو حدیث میں زَهْرَاوَيْنِ فرمایا ہے پس اس لئے فی الزُّهرِ میں بتادیا کہ الْقَيُّومُ پر اختلافی اور اجماعی آیت انہی دو سُورتوں میں ہے نہ کہ طٰہٰ ع میں بھی، کیوں کہ وہاں تو کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے۔ اور اجماعی آیت ہونے کے باوجود اس پر تنبیہ فرمانے کی وجوہ دو ہیں (۱) ق، مقدار میں دوسری آیات کے ساتھ مساوات ومناسبت کا نہ ہونا۔ (۲) اَلْاِخْتِلَافُ فِي الْقَيُّومِ الْوَاقِعِ فِي الْبَقَرَةِ یعنی بالکل اس کے ہم شکل الْحَيُّ الْقَيُّومُ بقرہ ع میں اختلاف ہے۔

فائدہ نمبر ۱ :۔ دانی نے اپنی کتاب البیان میں اسماعیل بن جعفر سے انکا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جب کسی آیت میں یزیدؒ اور شیبہؒ کا اختلاف ہوتا ہے تو میں وہاں شیبہؒ کے قول پر اعتماد کرتا ہوں۔ پھر فرماتے ہیں کہ مدنی اخیر کا شمار اسماعیل بن جعفر کی طرف منسوب ہے، الخ۔ کیوں کہ اُوپر شعر ۹ میں گذر چکا ہے کہ مدنی اخیر وہ ہے جس کو اسماعیل بن جعفرؒ ابن جماز کے ذریعہ یزیدؒ و شیبہؒ سے نقل کرتے ہیں۔ اور اس سے یہ بات نکل آئی کہ مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ پر مدنی اول شیبی کوفی آیت شمار نہیں کرتے، کیونکہ یہ اسماعیل بن جعفرؒ کی اُس روایت سے نہیں ہے جس کو انہوں نے ابن جمازؒ کے ذریعہ شیبہؒ سے نقل کیا ہے۔ پس مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ پر مدنی اول یزیدی بصری وشامی کیلئے آیت ہے۔

فائدہ نمبر ۲ :۔ یزیدؒ و شیبہؒ نے ذیل کی چھ آیتوں میں اختلاف کیا ہے (۱) مِمَّا تُحِبُّوْنَ ع۔ (۲) وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ (صٰفّٰت ع)۔ (۳) قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ (مُلک ع)۔ (۴) اِلٰى طَعَامِهٖ (سورۂ عبس)۔ (۵) فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ (تکویر) ان پانچ پر شیبہؒ کے لئے ہے اور یزیدؒ کے لئے

نہیں ہے۔ (۶) مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ (آل عمران ۹۷) اس پر یزیدؒ کے لئے ہے اور شیبہؒ کیلئے نہیں ہے
رہیں باقی آیات سو ان میں اوّل سے اخیر تک دونوں متفق ہیں۔

فائدہ ۳ :۔ علامہ متولیؒ نے یہاں اپنی تحقیق البیان اور اس کی نظم میں دو مقام اور درج کئے ہیں۔ (۱) حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (۲) الٓرٰ بِکُمْ مِّمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران ۹۳، ۹۲) اور اوّل پر بصری وحمصی کے لئے اور ثانی پر یزید، حمصی اور عراقی کے لئے آیت بتائی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ دونوں متروک ہیں، کیوں کہ ان کے شمار کرنے سے اس سورت کی کُل آیات دو سو کے بجائے حمصیؒ اور بصریؒ کے لئے دو سو دو، اور یزیدؒ وکوفی کے لئے دو سو ایک ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، بلکہ اس سورت کی کُل آیات سب کے ہاں دو سو ہیں۔

وہ دس کلمات جن میں سے ایک شبہ الفاصلہ ہے اور نو شبہ الوسط ہیں۔

(۸۶/۵) وَاَسْقِطْ شَدِیْدُ وَّانْتِقَامٍ فَعُدَّ وَالسَّـ
سَمَآءِ الْحَکِیْمُ قَبْلَ الْاَلْبَابِ ذَا خُبْرٍ

ترجمہ :۔ اور تو (لَهُمْ عَذَابٌ) شَدِیْدٌ (۴) کو سب کے لئے) ترک کردے اور (اسی ۴ میں عَزِیْزٌ ذُو) انْتِقَامٍ ٥ اور (وَلَا فِی) السَّمَآءِ (اور اس الْعَزِیْزُ) الْحَکِیْمُ ٥ کو جو (اُولُوا) الْاَلْبَابِ سے پہلے ہے (ان تینوں کو اور خود اُولُوا الْاَلْبَابِ کو اجماعی آیتوں میں) شمار کرلے (حالانکہ تو علم والا اور آیات کے ابتدائی اور آخری سروں کو اور غیر آیات کو خوب پہچاننے والا ہے (نیز علم والا اور کامل ایمان والا ہونے کے سبب اُن مضبوط علم اور ایمان والوں میں سے ہے جن کی تعریف حق تعالیٰ شانہٗ نے اُولُوا الْاَلْبَابِ میں بیان فرمائی ہے)۔

(۸۷/۶) وَبَعْدَ الرَّجِیْمِ اعْدُدْ حِسَابٍ مَّعَ الدُّعَا
مَعَ الصّٰلِحِیْنَ اعْدُدْ یَشَآءُ عَلَى الْاِثْرِ

ترجمہ:۔ اور تو (ع میں اُس بِغَيْرِ) حِسَابٍ کو (بھی) شمار کرلے جو (مِنَ الشَّيْطٰنِ) الرَّجِيْمِ ○ کے بعد ہے (نیز) جو (سَمِيْعُ) الدُّعَآءِ سمیت ہے (اور تو اس يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ کو (بھی) شمار کرلے جو (مِنَ) الصّٰلِحِيْنَ ○ سمیت ہے. حالانکہ وہ (يَشَآءُ) اس مِنَ الصّٰلِحِيْنَ کے) بعد (کسی اور آیت کے ذریعہ جدائی کے بغیر آرہا) ہے۔ (پس ذُو انْتِقَامٍ سے مَا يَشَآءُ تک کے نو کلمات پر ساتوں اماموں کے لئے آیت ہے۔ اور شبہ کی وجہ یہ ہے کہ آخر سے پہلا حرف الْحَكِيْمُ ○ اور الرَّجِيْمِ ○ الصّٰلِحِيْنَ میں یاء مدّہ ہے اور باقی چھ میں الف مدّہ ہے۔ نیز الْحَكِيْمُ والی آیت کسی قدر مختصر ہے۔ اور کسی اور آیت کے ذریعہ جدائی کے بغیر کہنے سے دوسرا یعنی يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ع نکل گیا کیوں کہ وہ الصّٰلِحِيْنَ کے بعد تو ہے لیکن سات آیتوں کی جُدائی سے آرہا ہے۔ پس وہ شبہ الفاصلہ ہے۔ اور اسی طرح الْحَكِيْمُ کے بارے میں اَلْاَلْبَابِ سے پہلے کہہ کر یہ بتادیا کہ شبہ اس الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ میں ہوتا ہے جو ع میں ہے اور جس کے بعد اُولُوا الْاَلْبَابِ ہے۔ رہا الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ ع سو اس کا آخری سِرا ہونا بالکل واضح ہے)

اَیْ دَعْ اِسْرَآءِيْلَ فِي السُّوَرِ الْقُرْاٰنِيَّةِ كُلِّهَا غَيْرَ الثَّلَاثِ السُّوَرِ فِي الْاَعْرَافِ وَفِي طٰهٰ وَفِي الشُّعَرَآءِ وَكَذَا فِي اٰلِ عِمْرَانَ وَالْقَمَرِ السَّجْدَةِ وَالزُّخْرُفِ كَمَا بَيَّنَهَا النَّاظِمُ۔

(۸۸/۷) وَالْاِنْجِيْلَ اِسْرَآءِيْلَ غَيْرَ الثَّلَاثِ دَعْ

مُقَمٌ مُقَقٌ

لَفْظُ غَيْرَ حَالٌ مِّنْ اِسْرَآءِيْلَ لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ نَكِرَةً دَآئِمًا وَاِنْ اُضِيْفَ اِلَى الْمَعْرِفَةِ وَذٰلِكَ لِتَوَغُّلِهٖ فِي الْاِبْهَامِ۔

فِي الْاَعْرَافِ مَعْ طٰهٰ مَعَ الشُّعَرَا الْغُرِّ

بَدَلُ الْكُلِّ مِنَ الثَّلَاثِ بِاعْتِبَارِ الْمَعْنٰى۔

ترجمہ:۔ اور تم اَلْاِنْجِيْلَ کو (اٰلِ عمران ع اور ع اور حدید ع والے کے سوا پورے قرآن میں ترک کردو۔ پس ان میں سے اٰلِ عمران ع والے پر حجازی، عراقی کے لئے آیت ہے، اور شامی کے لئے نہیں۔ اور اٰلِ عمران ع والے پر کوفی کے لئے ہے اور حجازی، شامی، بصری کے لئے نہیں ہے۔ اور سورۃ الحدید ع والے پر بصری کے لئے ہے اور حجازی شامی، کوفی کیلئے نہیں ہے۔ ان تین کی تفصیل تو اس طرح ختم ہوگئی۔ رہے اَلْاِنْجِيْلِ کے باقی الفاظ، سو وہ پورے قرآن میں متروک ہیں۔ اور مثالیں آل عمران ع، مائدہ ع، ع۔ اعراف ع۔ توبہ ع، سورۃ الفتح ع میں ملیں گی) اور اِسْرَآءِيْلَ کو (بھی پورے قرآن کی سب سورتوں میں) ترک کردو (اور اس پر کسی جگہ بھی آیت شمار نہ کرو، اور مثالیں بقرہ ع، ع، ع، ع، ع میں اور اسی طرح

باقی سُورتوں میں ملیں گی) سوائے تین (سُورتوں یعنی) رَوشنی والیوں اعراف (کے تین) اور طٰہٰ (کے ایک) اور شعراء (کے چار موقعوں) میں (آنے والے آٹھ کلمات کے۔ پس انکو ترک نہ کرو، بلکہ ان پر ابھی آنے والی تفصیل کے موافق بعض کے لئے یا ساتوں اماموں کیلئے آیت شمار کرو۔

فائدہ:۔ اس بیان سے نکل آیا کہ اعراف، طٰہٰ، شعراء ان تین سُورتوں میں اِسْرَاءِیْل کے جتنے بھی الفاظ آئے ہیں اور وہ آٹھ ہیں، ان سب پر آیت شمار کرلو۔ کیوں کہ ترک کا حکم تو ان تین کے سوا باقی سُورتوں میں جاری ہے۔ اور اسی طرح آل عمران اور الٓمٓ السجدہ اور زخرف ان تینوں سُورتوں کے اِسْرَاءِیْل کو بھی مذکورۂ بالا تین سُورتوں کے ساتھ شامل کرلو۔ اور ان پر بھی آیت شمار کرلو۔ پس لفظ اِسْرَاءِیْل پر گیارہ جگہ آیت ہے۔

(۱) آل عمران میں، اس پر صرف بصری و حمصی کیلئے۔ (۲) عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعراف کا دوسرا اس پر حجازی کے لئے (۳) مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَاءِیْلَ طٰہٰ پر شامی کے لئے۔ (۴) اعراف میں (۵) اعراف کے پہلے موقع میں۔ (۶تا۹) شعراء میں دو جگہ اور میں ایک ایک۔ (۱۰) الٓمٓ السجدہ۔ (۱۱) زخرف، ان آٹھ پر سب کے لئے آیت ہے۔

خلاصہ یہ کہ اَلْاِنْجِیْلَ پورے قرآن میں متروک ہے۔ لیکن صرف تین جگہ اس پر آیت ہے۔ اور ان تین کا مستثنٰی ہونا اس قرینہ سے معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے دو کو تو ناظم نے آل عمران شعر ۸۲ اور ۸۳ میں، اور تیسرے کو حدید شعر ۲۴۰ میں بیان فرمایا ہے۔ پس اس بیان سے نکل آیا کہ ان تین موقعوں میں اس پر آیت ہے اور باقی موقعوں میں نہیں ہے۔ اور اِسْرَاءِیْل پر پورے قرآن میں گیارہ جگہ آیت ہے۔ پھر ان گیارہ میں سے تین (آل عمران، اعراف کا دوسرا۔ طٰہٰ، ان تین) پر تو بعض کے لئے ہے، جن کی تفصیل اُوپر درج ہو چکی ہے۔ اور باقی آٹھ پر ساتوں کیلئے آیت ہے اور ان میں سے چھ کا بیان اعراف و شعراء میں ہے جن کو یہاں شعر ۸۸ میں مستثنٰی کیا ہے اور دو کا ذکر الٓمٓ السجدہ اور زخرف میں آئے گا۔ ان کے علاوہ اِسْرَاءِیْلَ کا لفظ جس جگہ بھی آئے متروک ہے۔

رہا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ اعراف کا تیسرا اور یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اور بَیْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ طٰہٰ، ۔ سو ان میں بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ تینوں بھی تو اعراف و طٰہٰ میں آئے ہیں جن کو ناظم نے مستثنٰی کر دیا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سُورتوں میں اِسْرَاءِیْل پر ہر جگہ آیت ہے۔ اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ ان تین موقعوں پر بھی آیت ہونی چاہیئے۔ حالانکہ

یہ اجماعًا متروک ہیں۔ سو یہ اشکال اِس لئے درست نہیں کہ ان موقعوں میں اِسْرَآءِیْلَ تک بہت کم کلمات آئے ہیں اس لئے یہ مختصر ہیں۔ اور ان میں سُورتوں کی آیتوں کے ساتھ مساوات نہیں ہے۔ پس ان پر آیت ہونے کا شبہ سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا۔ نیز طٰہٰ میں دوسرا جواب یہ بھی ہے کہ ع ۴/۱۳، ع ۵/۱۴ والے اِسْرَآءِیْلَ کا سُورت کی باقی آیتوں کے سَاتھ مشاکلہ بھی نہیں ہے پس اعراف ع ۱۹/۹ میں صرف مساوات اور طٰہٰ ع ۴/۱۳۔ ع ۵/۱۴ میں مساوات ومشاکلہ دونوں ہی فوت ہیں اس لئے ان پر آیت ہونے کا شبہ کرنا صحیح نہیں۔

ضروری تنبیہ

چوں کہ شعر کے ظاہر سے یہ نکلتا ہے کہ لفظ اِنْجِیْل پر کسی جگہ بھی آیت نہیں ہے اور یہ مطلب واقع کے خلاف تھا، اس لئے ہم نے تفصیل سے بتادیا کہ تین موقعوں میں اختلاف ہے، اور باقی موقعوں میں متروک ہے۔ اور اس کو اِسْرَآءِیْلَ سے علیٰحدہ رکھکر اس طرح شرح کر دی کہ اَلْاِنْجِیْلَ تین۳ موقعوں کے سوا سب جگہ متروک ہے، اور اگر اِسْرَآءِیْلَ کے سَاتھ شامل کر کے شرح کرتے تو اس کی تقریر اس طرح ہوتی کہ اِنْجِیْلَ اور اِسْرَآءِیْلَ اعراف وطٰہٰ وشعراء کے سوا باقی موقعوں میں متروک ہیں۔ اور اس پر یہ اشکال وارد ہوتا کہ اس سے تو یہ نکلتا ہے کہ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ اعراف ع ۱۹/۹ پر ساتوںؑ اماموں کے لئے یا ان میں سے بعض کے لئے آیت ہونی چاہیئے۔ حالانکہ واقع میں اس پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے۔ پس اس اشکال سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے اَلْاِنْجِیْلَ کی شرح علیٰحدہ کر دی۔ اور اس کو اِسْرَآءِیْلَ کے سَاتھ شامل نہیں کیا۔

اور خصوصیت کے ساتھ اعراف وطٰہٰ وشعراء کو مستثنٰی کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان سُورتوں میں اِسْرَآءِیْلَ کئی کئی جگہ اور ایسے موقعوں میں آیا ہے جن میں مشاکلہ اور مساوات بھی متحقق ہے، اور کوئی قاعدہ ایسا نہیں ہے جو آیت نہ ہونے کو چاہتا ہو۔ پس جب تخصیص کی وجہ بتلا دی تو یہ شبہ خود ہی رفع ہو گیا کہ جب الٓم السجدہ اور زخرف میں بھی اِسْرَآءِیْلَ پر آیت ہے تو ان کو بھی مستثنٰی سورتوں میں شامل کرنا چاہیئے تھا۔ اور رفع کی وجہ ظاہر ہے کہ جن سُورتوں میں کئی جگہ آرہا تھا ان کو مستثنٰی کر دیا اور جن میں ایک ایک جگہ آرہا تھا ان کو ان کے موقع پر بیان کر دیا۔ اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اعراف و طٰہٰ وشعراء کے آٹھ۸ کو تو یہاں شعر ۸۸/۲ میں مستثنٰی کر دیا اور آلِ عمران ع ۵/۱۳ والے کو شعر ۸۳/۲ میں بیان کر دیا

اس لئے وہ بھی ان آٹھ موقعوں کے ساتھ شامل ہوگیا۔ رہے گیارہ میں سے باقی دو موقعے جن میں سے ایک الٓمّٓ السجدہ میں ہے اور دوسرا زخرف میں۔ سو یہ دونوں موقعے شعر ۸۸ کے نظم کرنے کے یا لکھوانے کے وقت ذہن سے نکل گئے ہوں گے اس لئے ان دونوں کو یہاں مستثنٰی مقامات میں شامل نہیں کیا۔ اور جب الٓمّٓ السجدہ اور زخرف میں پہنچے اُس وقت خیال آگیا ہوگا اِسلئے ان دونوں کو ان کے موقعوں پر بیان کردیا۔

لوامع کی رو سے اس شعر کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اِسْرَآءِیْلَ کے جن الفاظ کو ناظمؒ نے یہاں یا کسی اور سُورت میں بیان کیا ہے وہ تو رأس آیت ہیں۔ عام ہے کہ بعض کے لئے ہوں یا سب کے لئے۔ اور جن کو بیان نہیں کیا وہ رأس آیت نہیں ہیں۔ اور اس تقریر سے یہ شبہ رفع ہوگیا کہ اِسْرَآءِیْلَ کے جن کلمات کو اس کے متروک الفاظ میں سے مستثنٰی کیا ہے اور ان پر آیت شمار کی گئی ہے، ناظمؒ نے ان مستثنٰی الفاظ میں الٓمّٓ السجدہ اور زخرف کے اِسْرَآءِیْلَ کو بیان نہیں کیا حالانکہ واقع کی رُو سے یہ دونوں بھی ان میں شامل ہیں جن پر آیت ہے۔ اور رفع کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان دونوں کو یہاں بیان نہیں کیا تو کیا ہوا، ان کے موقعوں پر تو بیان کر دیا ہے، اور مختصر یہ ہے کہ اِسْرَآءِیْلَ پر اٰل عمران ع۵ ۱۲ اور اعراف، طٰہٰ، شعراء، الٓمّٓ السجدہ اور زخرف اِن چھ ۶ سُورتوں میں آیت شمار کی گئی ہے، اور ناظمؒ نے ان سب ہی کو بیان فرما دیا ہے بس اب مذکورۂ بالا جُملہ کا مطلب واضح ہوگیا کہ جن کو بیان کیا ہے اُن پر آیت ہے، عام ہے کہ بعض کے لئے ہو یا کل کیلئے۔ اور جن کو بیان نہیں کیا اُن پر آیت نہیں ہے۔ اور بعینہٖ یہی تقریر اَلْاِنْجِیْلُ میں بھی جاری ہے۔

فائدہ:۔ لوامع کی رُو سے اس شعر ۸۸ کا ترجمہ یہ ہے:۔

اور اَلْاِنْجِیْلَ کو (ناظمؒ کے بیان کئے ہوئے ان موقعوں کے سوا باقی تمام موقعوں میں ترک کردے) اور (اُس) اِسْرَآءِیْلَ کو (بھی) ترک کر دو جو تین ۳ (سورتوں والے) کے سوا ہے۔ (اور یہ مستثنٰی جسے ترک کرنے کے بجائے شمار کرنا ہے اِسْرَآءِیْلَ کے وہ آٹھ الفاظ ہیں جو) روشنی والیوں اعراف وطٰہٰ، وشعراء میں (واقع ہوئے) ہیں۔ (اور ان کے ساتھ وہ تین ۳ بھی شامل ہیں جن میں سے ایک کا بیان آل عمران شعر ۸۳ میں آچکا ہے۔ اور دو کا بیان الٓمّٓ السجدہ اور زخرف میں آئے گا۔ پس اِسْرَآءِیْلَ کے گیارہ کلمات کو شمار کرلو اور باقی جتنے بھی ہیں ان سب کو ترک کردو)

اور لوامع والے ترجمہ پر اَلْاِنْجِیْلَ، دَعْ مقدر کا اور اِسْرَآءِیْلَ، دَعْ مذکور کا

مفعول ہے۔ اور غَیْرَ الثَّلَاثِ، اِسْرَآءِیْلَ کی صفت ہے اور فِی الْاَعْرَافِ الخ ثَابِتٌ
مقدر کے متعلق ہے، اور وہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے اور عبارت کی تقدیر یہ ہے وَذٰلِكَ
الْمُسْتَثْنٰی مَا وَقَعَ اَوْ مَا ثَبَتَ مِنْ لَفْظِ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْاَعْرَافِ حَالَ كَوْنِهَا مَعْطُوْفَةً
وَحَالَ كَوْنِ طٰهٰ مَعَ الشُّعَرَآءِ۔

شبہ الفاصلہ کے چھ کلمات

(عَـــطْـــقٌ)

(۸۹/۸) سَبِیْلُ (مَفْقٌ) فَدَعْ یَبْغُوْنَ (ز) الْاِسْلَامُ (نقل) مَا یَشَا

ظرف الکائنات او کائنات

تُحِبُّوْنَ (عَطْقٌ) ثَانٍ (حو) مَعْ اَلِیْمُ (ظص اوظح) حِذَ النَّصْرِ (ظص) ای اولواقع حذا النصر

ترجمہ :- تو (فِی الْاُمِّیّٖنَ) سَبِیْلُ (۹ع اور) یَبْغُوْنَ (وَلَهٗ ۹ع اور عِنْدَ اللّٰهِ) الْاِسْلَامُ
(۱۹ع اور یَخْلُقُ) مَا یَشَآءُ (۱۳ع جو مریم علیہا السلام کے قصہ میں ہے اور) دوسرے تُحِبُّوْنَ
(یعنی مَا اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۹ع ان پانچوں) کو ترک کرے حالانکہ یہ (پانچوں شمار نہ ہونے
کی صفت میں اس عَذَابٌ) اَلِیْمٌ (۹ع) کے ساتھ (شامل) ہیں جو مدد کی جانب (اور اس کے
پہلو) میں ہے (یعنی عَذَابٌ اَلِیْمٌ سے مراد وہ ہے جس کے بعد وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ہے
جس میں کفار کو قیامت میں مددگار نہ ملنے کا ذکر ہے اور جس پر تیسرا سپارہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور
اَلِیْمُ کے ساتھ مِنْ نّٰصِرِیْنَ کے قریب ہونے کی قید لگا کر اَلِیْمٍ ۱۱ع اور اَلِیْمٌ ۱۶ع اور ۱۸ع
اور ۱۹ع والوں کو نکال دیا، کیوں کہ ان پر ساتوں کے لئے آیت ہے)۔

فائدہ :- مَا یَشَآءُ کے ساتھ مریم علیہا السلام کے قصہ میں ہونے کی قید لگا کر یَفْعَلُ
مَا یَشَآءُ کو نکال دیا جو ۱۲ع میں ہے۔ اور زکریا علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔ اور جس پر سب
کے لئے آیت ہے۔ اور تُحِبُّوْنَ کے ساتھ دوسرے کی قید لگا کر پہلے مِمَّا تُحِبُّوْنَ کو نکال دیا کیونکہ
اس پر مدنی اول (شیبی کوفی) اور مدنی اخیر، مکی، دمشقی کے لئے آیت ہے۔

وہ آٹھ آیتیں جن میں سے پانچ چھوٹی اور تین بڑی ہیں

اور ان میں جو شبہ پیدا ہوتا ہے اس کی مفصل تقریر دیباچہ شعر ۴۵/۱۱ کے فائدہ ۱
میں گذر چکی ہے ملاحظہ فرمالیں۔

(۹۰/۹) بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ قَبْلَهٗ تَعْمَلُوْنَ لِذٰ

اِسْمِيَّۃٌ كُبْرٰى ۔ اِسْمِيَّۃٌ كُبْرٰى (ق)

عَبِيْدِ يَلِيْهِ ضٰلِّيْنَ لَدَى النَّهْرِ

(ق اِسْمِيَّۃٌ كُبْرٰى) نقص

اَیِ الزَّجْرِ تَقْدِيْرُ الْعِبَارَۃِ وَهُوَ اَیْ ضٰلِّيْنَ اٰخِرُ الْجُمْلَۃِ الَّتِیْ هِیَ وَاقِعَۃٌ فِیْ زَجْرِ الْيَهُوْدِ لِافْتِرَائِهِمْ عَلَى اللّٰهِ

ترجمہ :۔ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (عٓ) جو ہے اُس سے پہلے (والی آیت کا آخری سرا خَبِيْرٌۢ بِمَا) تَعْمَلُوْنَ ہے (اور اس سے نکل آیا کہ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ والی آیت کا ابتدائی سرا ثُمَّ اَنْزَلَ ہے۔ پس یہ آیت طویل ہونے کے باوجود ایک ہی آیت ہے۔ اور بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (عٓ ۱۹) جو ہے (اس کے بعد) اس سے متصل (ہی اِن كُنْتُمْ) ضٰلِّيْنَ ہے جو (یہود کے افتراء اور اللہ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنے کے سبب ان کے جھڑکنے (اور ڈانٹنے کے بارے) میں ہے (اور دونوں آیتوں کا آخر بتانے سے نکل آیا کہ ضٰلِّيْنَ والی آیت کا ابتدائی سرا اَلَّذِيْنَ قَالُوْا ہے۔ اور اس سے پہلی آیت کا ابتدائی سرا ذٰلِكَ بِمَا ہے۔ اور نیز اشارہ ہے کہ اس کے درمیانی حصہ میں جو تَاْكُلُهُ النَّارُ ہے وہ آیتوں کے آخری سروں سے ملتا جلتا تو ہے لیکن اس پر آیت نہیں ہے اور یہ اشارہ اس طرح نکلا ہے کہ لِلْعَبِيْدِ کے بعد ضٰلِّيْنَ لائے ہیں۔ اور النَّارُ کو نہیں لائے۔ اور اگرچہ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا والی آیت پہلی اور بعد والی آیتوں سے طویل تر ہے، لیکن پھر بھی ایک ہی آیت ہے)

(۹۱/۱۰) وَلَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ قَبْلَ الثَّوَابِ فِی الْ

(اِسْمِيَّۃٌ) ظخ

بِلَادِ الْمِهَادُ بَعْدَهٗ غَيْرَ مُغْتَرٍّ

(اِسْمِيَّۃٌ وَّ كُبْرٰى) (حال)

امرِ مقدر سے حال ہے اور کلام کی تقدیر یہ ہے اِفْهَمِ الْاٰيَاتِ وَدَقَائِقَ مَسَائِلِ الْفَنِّ حَالَ كَوْنِكَ غَيْرَ مُغْتَرٍّ بِالدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا۔

ترجمہ :۔ اور (عٓ ۲۰ میں حُسْنُ) الثَّوَابِ سے پہلے (اِنَّكَ) لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ہے۔ (اور الثَّوَابِ کے بعد) فِی الْبِلَادِ جو ہے اُس کے بعد (والی آیت کا سرا وَبِئْسَ) الْمِهَادُ ہے (اور اس سے یہ بھی نکل آیا کہ الثَّوَابِ کے بعد والی دونوں آیتوں کا ابتدائی سرا لَا يَغُرَّنَّكَ

اور مَتَاعٌ ہے۔ اور گو یہ دو آیتیں بہت مختصر ہیں لیکن پھر بھی دو مستقل آیتیں ہیں۔ تو ان آیتوں کو اور فن کی باریکیوں کو اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کے کروڑ درجہ بہتر ہونے کو خوب سمجھ لے)

حالانکہ تو (فانی دُنیا کی زرق برق اور چمک دمک اور اس کی زہر آلود سجاوٹ سے) دھوکہ کھانیوالا (اور اس کی ناپائیدار خوبصورتی پر فریفتہ ہونے والا) نہیں ہے (نیز اس میں اشارہ ہے کہ لَا يَغُرَّنَّكَ والی آیت اُن کفار کے بارے میں ہے جو دُنیا پر مغرور ہیں، اور اس سے دھوکہ کھا کر آخرت کو برباد کر رہے ہیں۔ اور اس کے بعد لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا والی آیت اُن خوش نصیب مؤمنین اور متقین کے بارے میں ہے جو دنیا کی زرق و برق سے دھوکہ کھانے والے نہیں ہیں، بلکہ وہ ہر وقت آخرت کے سنوارنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔)

خلاصہ:- یہ سُورت جمہور کے قول پر تو مدنی ہے لیکن علی قاریؒ نے بلا تعیین پانچ آیات کو مکی بتایا ہے۔ اور اس کی کُل آیات بالاتفاق دو سو ہیں۔ اور بعض کے قول پر شامی کے لئے ایک سو ننانوے (۱۹۹) ہیں۔ لیکن محققین نے اس قول کو غلط بتایا ہے۔ اور ان میں سے ایک سو ستانوے (۱۹۷) اجماعی اور ذیل کی سات اختلافی ہیں۔ (۱) الٓمّٓ ۱ غ کوفی ہے۔ (۲) وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۳ غ حجازی، عراقی ہے نہ کہ شامی کے لئے بھی۔ (۳) الْفُرْقَانَ ۴ غ حجازی، شامی، بصری ہے نہ کہ کوفی بھی۔ (۴) وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۴۸ غ کوفی ہے۔ (۵) اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۴۹ غ بصری و حمصی ہے نہ کہ حجازی، کوفی، دمشقی کے لئے بھی۔ (٦) مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۹۲ غ مدنی اول شیبی کوفی اور مدنی اخیر، مکی، دمشقی ہے نہ کہ عراقی حمصی اور مدنی اول یزیدی بصری کیلئے بھی۔ (۷) مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۹۷ غ شامی اور ابو جعفرؒ یعنی مدنی اول یزیدی بصری کے لئے ہے نہ کہ مدنی اول شیبی کوفی اور مدنی اخیر، مکی، عراقی کیلئے بھی۔ ان سات میں سے مدنی اول یزیدی بصری نے ۲ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ غ ۳ الْفُرْقَانَ غ ۷ مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ غ کو لیا ہے اور مدنی اول شیبی کوفی، مدنی اخیر اور مکی نے ۲ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ غ ۳ الْفُرْقَانَ غ ٦ مِمَّا تُحِبُّوْنَ غ کو۔ اور کوفی نے ۱ الٓمّٓ غ ۲ وَالْاِنْجِيْلَ غ ۴ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ غ کو۔ اور بصری نے ۲ وَالْاِنْجِيْلَ غ ۳ الْفُرْقَانَ غ ۵ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ غ کو اور دمشقی نے ۳ الْفُرْقَانَ غ ٦ مِمَّا تُحِبُّوْنَ غ ۷ مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ غ کو۔ اور حمصی نے ۳ الْفُرْقَانَ غ ۵ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ غ ۷ مَقَامُ اِبْرٰهِيْمَ غ کو لیا ہے۔ پس ان سب حضرات کی یہ تین تین (۳) آیات اجماعی ایک سو ستانوے (۱۹۷) میں مل کر سب کے لئے کُل آیات دو سو (۲۰۰) ہو گئیں۔

مُشتبہ الفاصلہ اور شبہ الفاصلہ تیرہ (۱۳) ہیں:- ۱ لِلنَّاسِ (غ)، ۲ عَذَابٌ شَدِيْدٌ (غ)

۳ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (ع ۲) ۴ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ (ع ۱۳) ۵ وَالْاِنْجِیْلُ (ع ۱۵) اور اسی طرح سورۂ مائدہ
ع ۱۵ اعراف ع ۱۹ فتحنا ع ۱۲ کا الْاِنْجِیْلِ بھی شبہ الفاصلہ ہے۔ ۶ سَبِیْلٌ (ع ۱۲) ۷ یَبْغُوْنَ (ع ۹)
۸ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ع ۱۲) ۹ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (ع ۹) ۱۰ سَبِیْلًا (ع ۱۰) ۱۱ مَا تُحِبُّوْنَ (ع ۱۶)
۱۲ اَجْمَعِیْنَ (ع ۱۶) ۱۳ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ (ع ۲۰)۔ اور اتحاف میں شبہ الفاصلہ بارہ ۱۲ ہیں۔ پھر انہی بارہ ۱۲
میں سے بعض کو ترک کر کے وَحَصُوْرًا (ع ۴) اِلَّا رَمْزًا (ع ۴) اَذًی کَثِیْرًا (ع ۱۹) کو بھی شمار کیا
ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شبہ الفاصلہ کا مدار کسی متفق علیہ تعریف پر نہیں ہے۔
اور شبہ الوسط چھ ۶ ہیں:۔ ۱ بِالْاَسْحَارِ (ع ۲) ۲ مَا یَشَآءُ (ع ۴) ۳ و ۴ کُنْ فَیَکُوْنُ
(ع ۵، ع ۶) ۵ وَیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ (ع ۱۳) ۶ فِی الْبِلَادِ (ع ۲۰)۔ ان پر بالاتفاق آیت ہے۔

سُوْرَۃُ النِّسَآءِ (۴) (۹۲)

اِس میں چھ ۶ شعر ہیں

یہ اجماعاً مدنی ہے لیکن نحّاس کے قول پر مکّی ہے۔ اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آیت اِنَّ اللّٰہَ
یَاْمُرُکُمْ (ع ۸) بیت اللہ کی کنجی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کا رد دو ۲ طرح کیا گیا ہے۔
(۱) کسی سورت کی ایک دو ۲ آیتوں کے کسی شہر میں نازل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ
سورت پوری کی پوری اسی شہر میں اتری ہو، بلکہ سورت کے کسی شہر کی طرف منسوب کرنے
میں اس کے اکثر حصّہ کا اعتبار ہے۔ اور اس سورت کی اکثر آیتیں مدینہ میں نازل ہوئی ہیں
اس لئے مدنی ہے۔ (۲) اس بارے میں صحیح قول سورۃ البقرہ میں درج ہو چکا ہے۔ اور اِس کے
مدنی ہونے کی تائید بخاری کی اُس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
ہے کہ بقرہ اور نساء اُس وقت نازل ہوئیں جب میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاں رہتی
اور اس پر اجماع ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہجرت کے بعد ہوئی۔ اور بعض کے
قول پر ہجرت کے وقت اُتری۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے
اور اس کے کلمات تین ہزار نو سو پینتالیس ۳۹۴۵ اور حروف سولہ ہزار تیس ۱۶۰۳۰ ہیں۔ اور اس کے
فواصل وَاَمَنَلْ کے پانچ ۵ حروف ہیں (۱) الف ۱۶۹ - رَقِیْبًا (ع ۱) (۲) واو ۱ - اَلَّا تَعُوْلُوْا (ع ۱)

(۳) میم ـ حَلِیْمٌ (ع۲) ـ (۴) نون ـ مُّهِیْنٌ (ع۲) ـ (۵) لام ـ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ (ع۴) اور اس کی آیات اجماعی ایک سو پچھتر ۱۷۵ اور اختلافی دو ۲ ہیں ـ

(اِسْمِیَّۃ ــــ یَتَعَلَّقُ بِمَا مَضٰی عَلٰی مِنْحٍ اَوْ مُتَعَلِّقُ الْمَاضِیْ ــــ مَنْصُوْبَۃ)

(۹۲/۱)

وَعَدُّ النِّسَا شَامٍ عَلٰی قُصْلِ زُلْفَۃٍ

وَسِتٌّ عَنِ الْكُوْفِیْ وَكُلٌّ عَلٰی طُهْرِ

(اِسْمِیَّۃ ــــ) (اِسْمِیَّۃ ــــ)

اَلثَّلَاثَۃِ وَعَدُّهَا عَنِ الْكُوْفِیْ سِتٌّ ـ وَكُلٌّ اَیْ وَكُلُّ وَاحِدٍ مِّنَ الْاَئِمَّۃِ الْمَذْكُوْرِیْنَ اَوْ كُلُّ وَاحِدَۃٍ مِّنَ النِّسَاءِ اَیِ الْمُؤْمِنَاتِ عَلٰی طُهْرٍ

ترجمہ: اور شامی کا (سُوْرَۃُ النِّسَاءِ کی آیتوں) کو شمار کرنا (نیز مومنین کا نکاح کے لئے عورتوں کے عدد کا شمار کرنا کہ چار سے زائد نہ ہونے پائیں ـ یا عورتوں کا نماز اور روزہ کی درستی کے لئے حیض کے دنوں کا شمار کرنا، یا نکاح کے ذریعہ عورتوں سے تعلق پیدا کرنا حق تعالیٰ کی) نزدیکی حاصل کرنے کے ارادہ پر (مبنی) ہے (کیونکہ نکاح کے ذریعہ پاکبازی اور ایمان کی حفاظت میسر آتی ہے ـ پس شامی کے لئے سورۃ النساء کی کُل آیات ایک سو ستتر ۱۷۷ ہیں جو عین، قاف، زا کے عددوں سے نکلی ہیں) اور (اس سورت کی آیتوں کا شمار) چھ (اکائیاں) ہیں جو کوفی کے لئے ہیں (جن کے اجماعی ایک سینکڑے اور سات دہائیوں کے ساتھ شامل کرنے سے سورت کی کُل آیات ایک سو چھہتر ۱۷۶ ہو جاتی ہیں ـ اور وہ حجازی بصری جو مسکوت ہیں اُن کے لئے آخری عدد سے ایک عدد کم یعنی ایک سو پچھتر ۱۷۵ ہیں ـ اور یہ آخری عدد سے پہلا عدد ہے ـ اور یہاں مسکوت کے لئے یہی عدد اِن دو قرینوں کی بناء پر متعین ہے ـ (۱) ناظم تنزل کے طریق پر اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آرہے ہیں اور اس صورت میں آخری سے پہلا عدد مراد ہوا کرتا ہے ـ (۲) آخری عدد سے ایک زائد یعنی بعد والا عدد پہلے ہی مشغول ہو چکا ہے جو شامی کے لئے ہے) اور (شمار کے بارے میں اِن دونوں اماموں میں سے) ہر ایک پاکی پر ہے ـ (اور محض عقل کی بناء پر زیادتی اور کمی کرنے سے محفوظ ہے ـ یا عورتوں میں سے ہر ایک عورت طُہر پر بھی ہے، کہ اس کے لئے حیض کے بعد طُہر اور پاکی کے دن بھی ضرور آتے ہیں ـ اور نزدیکی اور طُہر اور لفظ نساء میں جو مناسبت ہے وہ خوب واضح ہے ـ اور ان مناسبتوں کی رعایت سے نظم کی عبارت خوب پُرلطف ہو جاتی ہے فَلِلّٰہِ دَرُّ آبِیْہِ)

اختلاف والی دو آیتوں کا بیان

فِعْلِیَّۃٌ

۹۳/۲ وَكُوفٍ وَّشَامٍ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ وَالْـ — وَشَامٍ وَّكُوفٍ

(فَـ مُ) (مَفَـ مُ) اُغَ

اٰخِرُ اَلِيْمًا عَدَّ شَامٍ وَّلَمْ يُكْرِ

مُبْ اَوْ مُغْبَ — بَنْ اَوْ مُعَبْ اَيْ عَدَّهٗ شَامٍ — اَوْ مُنْفَقُ

اور لوامع کی رو سے وَالْاٰخِرُ الخ کی تقدیر وَالْمَوْضِعُ الْاٰخِرُ عَدَّہٗ شَامٍ لفظ اَلِيْمًا فِيْهِ اَيْ اٰيَةً وَّلَمْ يُكْرِ

[illegible]

ترجمہ:- اور کوفی اور شامی (دونوں) نے اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ (عٖ) کو (بھی سورت کی آیات میں) شمار کیا ہے (۱) اُغْ (۲) ک، اور حجازی، بصری کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) عم (۲) قَبْ) اور آخری (لفظ یعنی عَذَابًا اَلِيْمًا (عٖ) کو (صرف) شامی نے (آیات میں) شمار کیا ہے (۱) م (۲) اُغْ) اور اُن (شامی) نے (اس کے شمار کرنے کے بعد کسی اور آیت کو) کم نہیں کیا (اس لئے ان کا شمار باقی پانچ اماموں سے زائد رہا، کیوں کہ ان کے لئے ایک سو ستتر ہیں اور حجازی و عراقی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) عَلْوٌ (۲) قَبْ)

فائدہ ۱:- اَلِيْمًا کے ساتھ آخری کی قید لگا کر عَذَابًا اَلِيْمًا عٖ دعٖ دعٖ کو نکال دیا کیوں کہ ان پر ساتوں کے لئے آیت ہے۔

فائدہ ۲:- اس سورت کی ایک سو چھتر (۱۷۵) آیات اجماعی اور دو اختلافی ہیں۔ جن کی تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے۔ پس حجازی اور بصری نے ان دونوں میں سے ایک کو بھی نہیں لیا۔ اس بنا پر ان کے لئے ایک سو پچھتر (۱۷۵) ہی رہیں۔ اور کوفی نے ان میں سے صرف السَّبِيْلَ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی ایک سو چھہتر (۱۷۶) ہو گئیں۔ اور شامی نے السَّبِيْلَ اور اَلِيْمًا دونوں کو لیا ہے اس لئے ان کی ایک سو ستتر (۱۷۷) ہو گئیں۔

فائدہ ۳:- **لوامع کی رو سے** وَلَمْ يَكْرِ یا کے فتحہ سے ہے اور کرای سے بنا ہے جو نیند کے ابتدائی مقدمہ اونگھ کے معنیٰ میں ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ اُن شامی نے شمار میں غفلت نہیں کی۔ پس ان کو ناواقفیت کی طرف منسوب نہ کرو کیونکہ اگر جلیل القدر امام بھی

ے اس میں نظر ہے کیونکہ کَرَبَ سے تیز دوڑنے اور کھیلنے کے معنیٰ میں آتا ہے اور جو اونگھنے کے معنیٰ میں ہے وہ کَرِيَ (س) سے ہے ۱۲

ناواقف کہلانے لگے تو پھر واقف کون رہے گا۔ یا معنی یہ ہیں کہ اُن شامی نے آیات کے شمار کرنے میں غفلت اختیار نہیں کی بلکہ جس لفظ کو بھی شمار کیا یا شمار میں سے کم کیا ہے اس کو عین بیدار مغزی اور حواس کی درستی کی حالت میں کم یا زیادہ کیا ہے۔

اس کے بعد چار شعروں میں شبہ الوسط اور شبہ الفاصلہ اور سُورت کی طویل ترین اور مختصر ترین آیات اِن چار چیزوں کو بیان فرماتے ہیں

ایک شبہ الوسط اور ایک شبہ الفاصلہ اور دو طویل آیتیں

٩٤/٣ تَعُوْلُوْا لِكُلٍّ ثُمَّ دَعْ نِحْلَةً لَّهُمْ

وَمَا فِي الْوَصَايَا غَيْرُ ثِنْتَيْنِ يَا ذُخْرِيْ

ترجمہ:۔ (اور اَلَّا) تَعُوْلُوْا (ربع پارہ ۴) سب کے (یعنی ساتوں اماموں کے) لئے (سورت کی اجماعی آیتوں میں شمار کیا گیا) ہے (نص یا تم اس کو شمار کر لو، حالانکہ یہ شکل و وزن کی رو سے آیات کے آخری سروں کے مشابہ نہیں ہے۔ اور اس کے شمار کرنے کی وجہ نص اور روایت ہے، کیوں کہ اس علم میں اصل اعتماد روایت ہی پر ہے۔ اور یہ واضح دلیل ہے اِس پر کہ آیات توقیفی ہیں اور نقل و روایت سے ثابت ہیں محض عقل و قیاس سے مقرر نہیں کی گئی ہیں) پھر (تَعُوْلُوْا کے شمار کرنے کے بعد صَدُقٰتِهِنَّ) نِحْلَةً (۴) کو اُن (سب) کیلئے ترک کر دے (عم۔ چونکہ اس پر کلام کامل ہو گیا ہے اور اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید اس پر آیت بھی ہو گی اِس بناء پر بتا دیا کہ یہاں آیت نہیں ہے) اور اے میرے (آخرت کے) ذخیرے (اور وہ سامان جس کو میں نے حاجت کے وقت کام آنے کے لئے تیار کیا ہے) وصیتوں (یعنی میراث کے بیان) میں دو (آیتوں) کے سوا (اور کوئی آیت) نہیں ہے (یعنی میراث کا پورا بیان صرف دو آیتوں پر مشتمل ہے جن میں سے پہلی يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ سے حَكِيْمًا تک اور دوسری وَلَكُمْ نِصْفُ سے عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ تک ہے، اور یہ دونوں سورت کی طویل آیتوں میں سے ہیں اور ان کے درمیانی حصے وقوف ہیں آیات نہیں ہیں)۔

فائدہ:- ۱؎ ذخیرے اور وصایا میں کامل مناسبت ہے۔ ۲؎ یا ذُخرِیُ کے معنی ہیں اے قرآنی علوم کے سچے طالب۔ ۳؎ ان آیتوں میں وَصِيَّةٍ چار جگہ ہے۔ اس لئے وَصَايَا کو جمع کے صیغہ سے لاکر ان آیتوں کو وصیتوں کی آیتیں فرمادیا۔

چھ مختصر اور دو طویل آیتیں

(۹۵/۴) وَعَدُّوا شَهِيدًا فِي الْجَمِيعِ وَآيَةُ الدْ

دِيَاتِ أَطَالُوهَا وَقُلْ آيَةُ السُّكْرِ كَذَلِكَ فِي الْأَوْلَى

ترجمہ:- اور اُن (شمار کے ساتوں اماموں) نے شَهِيدًا کو (اس سُورت کے) سب (یعنی چھ موقعوں) میں شمار کیا ہے (اور وہ یہ ہیں) (۱) ع، (۲) ع، (۳) ع، (۴) ع، (۵) ع، (۶) ع۔ اس کو اس لئے بتادیا کہ جن آیتوں میں یہ آرہا ہے وہ سب سُورت کی دوسری آیتوں کی نسبت سے مختصر ہیں، اس لئے شبہ کا محل ہیں۔ اور اسی طرح شَهِيدًا (احزاب ع) اور سُورۂ فتح (ع) پر بھی سب ہی کے لئے ہے) اور دِیَتوں کی آیت (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ تا عَلِيمًا حَكِيمًا) جو ہے اُس کو اُن (سبھی اماموں) نے (اور آیتوں سے) طویل آیت شمار کیا ہے۔ اور تو کہہ دے کہ نشہ (کے ذکر) والی آیت (بھی ایسی ہی ہے) کہ اس کو بھی اوروں کی طویل آیت شمار کیا ہے، اور یہ نشہ کی آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے عَفُوًّا غَفُورًا ع تک ہے اور اس میں وَأَنْتُمْ سُكَارَى بھی ہے۔ پس یہ دونوں سُورت کی دوسری آیتوں سے طویل ہیں اور ان کے درمیانی حصّے بھی وقوف ہیں)۔

فائدہ:- دیت انسان کی جان کی قیمت کا نام ہے۔ جب کسی کے ہاتھ سے کوئی آدمی غلطی کے سبب مرجاتا ہے تو اس سے کچھ مال لے کر مقتول کے وارثوں کو دیا جاتا ہے۔ اور غلطی کی مثال یہ ہے کہ بندوق کسی جانور پر شکار کرنے کیلئے چلائی تھی اور اس کی زد میں کوئی آدمی آگیا اور مرگیا اور جانور کے بجائے وہ اس کا شکار ہوگیا تو اب اس کی جان کی قیمت اس کے وارثوں کو دلائی جاتی ہے۔ چونکہ اس آیت میں اس طرح قتل ہوجانے کی صورتوں کے احکام بتلائے ہیں اِس بنا پر اس کو دیتوں کی آیت کہدیا۔

اُن چھ کلمات کا بیان جن میں سے پہلے تین شبہ الوسط ہیں اور ان میں شبہ کی وجوہ دو ہیں (۱) بعد والے کلام سے قوی تعلق (۲) بعد والی آیات کا مختصر ہونا۔ اور تین شبہ الفاصلہ ہیں، اور شبہ کی وجہ مشاکلہ ہے اور ترک اِس لئے ہے کہ ان کے شمار کر لینے سے بعد والی آیتیں مختصر رہ جاتی ہیں۔

(مَفُمُ وَ مَقُوُ لَنَا)

٩٦/٥ يَقِينًا طَرِيقًا قُلْ عَظِيمًا وَ أَسْقَطُوا

أَيْ وَقُلْ عَدُّوا يَقِينًا (عَظِيمًا) (مَضُ)

أَيْ مُقَابِلَيْنِ مَعَ سَبِيلًا ۔ ظَصُ

رَسُولًا حَنِيفًا مَعَ سَبِيلًا لَدَى الْهَجْرِ

(مَفُ) (عَظُمُ) (ظَصُ)

ترجمہ:- (اور) تو کہدے (کہ ان سب اماموں نے وَمَا قَتَلُوْهُ) يَقِينًا (ع اور وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ) طَرِيقًا (ع اور) عَظِيمًا کو (سب جگہ آیات میں شمار کیا ہے، اور ان میں سے عَظِيمًا چودہ جگہ آیا ہے۔ اور لوامع کے بیان پر عَظِيمًا سے ع کا پہلا مُراد ہے، کیوں کہ اس کا ذکر طَرِيقًا کے بعد کیا ہے۔ نیز یہ مختصر آیت میں آرہا ہے۔ اور اس کا مابعد یعنی وَقَوْلِهِمْ اس پر معطوف ہے۔ اور عطف بھی عطفِ مفرد کے قبیل سے ہے۔ اس لئے شبہ اسی میں ہوتا ہے۔ اور معالم کی رُو سے عَظِيمًا کے تمام کلمات مُراد ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ ان میں سے ع کا پہلا شبہ کا موقع ہے) اور اُن (سب اماموں) نے (لِلنَّاسِ) رَسُولًا ع (اِبْرٰهِيمَ) حَنِيفًا (ع) کو ساقط کیا ہے جو (اُس عَلَيْهِنَّ) سَبِيلًا (ع) سمیت ہیں جو (بیویوں کو بستروں پر علیحدہ) چھوڑ دینے (اور ان کی اصلاح کے لئے ان سے جُدائی اختیار کر لینے کے حکم) کے قریب (آرہا) ہے (اور وہ حکم وَاهْجُرُوهُنَّ میں مذکور ہے اور اس سے آٹھ کلمات کے بعد سَبِيلًا ہے۔ اور سَبِيلًا کے ساتھ وَاهْجُرُوهُنَّ کے قریب ہونے کی قید لگانے سے اس کے باقی دس کلمات نکل گئے، کیوں کہ ان سب پر اجماعاً آیت ہے)۔

شبہ الفاصلہ کے چار کلمات

اور ترک کی وجہ سَوَآءً میں یہ ہے کہ یہ دوسری آیات کے وزن پر نہیں ہے، گو مشاکلہ موجو

ہے۔ اور باقی تین۳ میں یہ ہے کہ ان میں مشاکلہ اور وزن دونوں نہیں ہیں۔

۹۷/۶ وَمَعْهَا قَرِيبٌ مَعْ قَلِيلٌ وَّالَاقْرَبُو

نَ دَعْ مَعْ سَوَاءٌ كَيْ تُسَاوِيْ مَنْ يَدْرِيْ

ترجمہ:۔ حالانکہ (وہ اِلٰی اَجَلٍ) قَرِيبٍ (ع) جو (اس مَتَاعُ الدُّنْيَا) قَلِيلٌ (ع) سمیت ہے (جو اس کے بعد صرف تین۳ کلمات کے فاصلہ سے آرہا ہے یہ ۲ دونوں کلمات بھی متروک ہونے میں) اُن (تین۳ کلمات رَسُولًا، حَنِيفًا، سَبِيلًا) کے ساتھ (شامل) ہیں (جو ابھی شعر ۹۶/۵ میں گذرے۔ پس ان ۲ دونوں کو بھی ساتوں اماموں نے ترک کیا ہے۔ کیوں کہ ان میں مشاکلہ نہیں ہے) اور تو (اُس) وَالْاَقْرَبُونَ (ع، ع) کو (بھی سب کے لئے) ترک کردے جو (متروک ہونے میں فَتَكُونُونَ) سَوَاءً (ع) کے ساتھ (شامل) ہے تاکہ (اس ترک کرنے کے سبب) تو (بھی) اُن (علماء) کے برابر ہو جائے جو (متروک و معدود اور اختلافی تینوں۳ طرح کے کلمات کو خوب) جانتے ہیں (اور تجھے بھی فن میں محققین والا مقام نصیب ہو جائے)

فائدہ:۔ كَيْ تُسَاوِيْ مَنْ يَدْرِيْ کے ذریعہ فن کے طالب کو ان کلمات پر آیت شمار نہ کرنے کی علت بتائی ہے اور علم میں پوری مہارت حاصل کرنے کا شوق دلایا ہے اور مَا يُبَيِّتُونَ (ع) الْمُقَرَّبُونَ (ع) یہ ۲ دونوں بھی شبہ الفاصلہ ہیں۔ اور سب ہی کیلئے متروک ہیں۔

خلاصہ:۔ سُوْرَةُ النِّسَاءِ مدنی ہے۔ اس کی کل آیات شامی ایک سو ستتر۱۷۷ کوفی ایک سو چھیتر۱۷۶، اور حجازی و بصری جو مذکور نہیں ہیں اُن کی ایک سو پچھتر۱۷۵ ہیں۔ ایک سو پچھتر۱۷۵ اجماعی اور ۲ دو اختلافی ہیں۔ (۱) اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ (ع) (۲) عَذَابًا اَلِيمًا (ع) پس ان میں سے ۱ شامی و کوفی ہے نہ کہ حجازی و بصری بھی۔ اور ۲ شامی ہے نہ کہ حجازی و عراقی بھی۔ چونکہ بصری اور حجازی نے ان ۲ دو میں سے ایک کو بھی نہیں لیا۔ اس لئے ان کی تو ایک سو پچھتر۱۷۵ ہی رہیں اور شامی نے ان دونوں کو لیا ہے، اس لئے ان کی ایک سو ستتر۱۷۷ ہوگئیں۔ اور کوفی نے ۱ کو لیا ہے اس لئے ان کی ایک سو چھیتر۱۷۶ ہوگئیں۔

شبہ الفاصلہ دس ہیں :- (۱) نِحْلَةً (ع۱) (۲ تا ۴) وَالْاَقْرَبُوْنَ تینوں جگہ جن میں سے دو (ع۱) میں اور ایک (ع۲) میں ہے) (۵) عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا (ع۳) (۶) اَجَلٍ قَرِيْبٍ (ع۱۱) (۷) مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ (ع۱۱) (۸) لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (ع۱۱) (۹) فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً (ع۱۲)۔ (۱۰) اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (ع۱۸)۔ اور حسینی کے قول پر بارہ ہیں۔ دس تو وہی ہیں جو گذرے (۱۱) مَا يُبَيِّتُوْنَ (ع۱۱)۔ (۱۲) الْمُقَرَّبُوْنَ (ع۲۴)۔ اور اتحاف میں آٹھ درج ہیں۔ اور تفصیل میں مذکورہ بالا بارہ میں سے بعض کو ترک کر دیا ہے اور قِنْطَارًا (ع۱۴) اور لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ (ع۱) کو شمار کیا ہے۔

اور شبہ الوسط پانچ ہیں :- (۱) تَعُوْلُوْا (ع۱)۔ (۲) اَجْرًا عَظِيْمًا (ع۹)۔ (۳) وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا (ع۲۲)۔ (۴) طَرِيْقًا (ع۲۳)۔ (۵) مَرِيْٓـًٔا اور اتحاف میں يَقِيْنًا کے بجائے ۵ کو لیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آج بتاریخ ۱۳/ رجب ۱۳۸۵ھ بروز دوشنبہ
شام کے تین بجکر انسٹھ منٹ پر سورۃ النساء کے اشعار کی
شرح ختم ہوئی۔

---

۵ سُوْرَةُ الْمَآئِدَہ وَالْعُقُوْدُ وَالْمُنْقِذَہ ۱۱۲

(یعنی عذاب کے فرشتوں سے نجات دلانے والی)

اس میں چار شعر ہیں

یہ اکثر علماء کے قول پر مدنی ہے۔ اور چونکہ یہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے اس لئے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ والی آیت کے حجۃ الوداع کے سال عرفات میں نازل ہونے سے اس سورت کا مکی ہونا لازم نہیں آتا۔ اور مدنی اول اور دمشقی وحمصی شمار میں اس کی نظیر سورہ ہود ہے۔ کیوں کہ ان تینوں شماروں میں مائدہ اور ہود دونوں کی کل آیات ایک سو بائیس ۱۲۲ ہیں۔ اور باقی چار شماروں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اور اس کے کلمات ۲۸۰۴ دو ہزار آٹھ سو چار اور حروف گیارہ ہزار سات سو تینتیس ۱۱۷۳۳ ہیں۔ اور اس کے فواصل لَمْ نُدْبِرْ کے یا دَبَّ مَنْ

رَالَ کے چھ حروف ہیں (۱) دالؔ بِالْعُقُوْدِ (ع۱) (۲) باؔ، شَدِیْدُ الْعِقَابِ (ع۲) (۳) میمؔ، رَحِیْمٌ (ع۲ و ع۱۴)
(۴) نونؔ، مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (ع۵) (۵) راؔ، قَدِیْرٌ (ع۲ و ع۳) (۶) لامؔ، اَلسَّبِیْلِ (ع۳، ع۹، ع۱۱)

(۹۸/۱) وَعَدَّ الْعُقُوْدَ الْکُوْفِ کَیْفَ قِفَا وَ بِالْ

عُقُوْدِ فَدَعْ مَعْ عَنْ کَثِیْرٍ لَهٗ یُثْرِیْ

ترجمہ:۔ اور (سورۃ) العقود (یعنی مائدہ کی آیات) کو کوفی نے (کاف وقاف کے عددوں کے موافق) شمار کیا ہے (پس ان کے لئے سورت کی کُل آیات ایک سو بیس ہیں سبحان اللہ اس شمار میں) اُس (کوفی) نے کیسے (عجیب انداز سے نقل کی) پیروی کی ہے اور تو اُس (کوفی) کے لئے بِالْعُقُوْدِ (ع۱) کو ترک کر دے حالانکہ یہ (متروک ہونے میں) عَنْ کَثِیْرٍ (ع۳) کے ساتھ (شامل) ہے۔ یہ (کوفی اس شمار اور ترک کے سبب قُربِ الٰہی کی نعمت حاصل کرکے) دولت مند ہو جاتا ہے۔ (پس کوفی کے لئے نہ تو بِالْعُقُوْدِ پر آیت ہے ق، اور نہ عَنْ کَثِیْرٍ پر۔ قب، اور باقی چھ کے لئے بِالْعُقُوْدِ پر بھی ہے (۱) م (۲) ک۔ اور عَنْ کَثِیْرٍ پر بھی (۱) م (۲) ک (۳) اغ)

(۹۹/۳) وَبَصْرٍ ثَلَاثٌ غَلِبُوْنَ لَهٗ وَ لَمْ

یُعَدَّ لَهُمْ کِلَا نَذِیْرٌ عَلٰی نَذْرِ

ترجمہ:۔ اور بصری جو ہیں (اُن کے لئے کوفی کی ایک سو بیس کے ساتھ) تین (اکائیاں یعنی تین آیتیں اور زائد) ہیں (۱) بِالْعُقُوْدِ (ع۱)، ۲ عَنْ کَثِیْرٍ (ع۳) ان دو میں تو بصری کے ساتھ حجازی اور شامی بھی شریک

پہلا ۳ فَاِنَّكُمْ) غٰلِبُوْنَ (پ۶ع۷) اُن (بصری ہی) کے لئے (شمار کیا گیا) ہے (۱) م (۲) اَعْ. اور باقی چھ کیلئے متروک ہے (قب). پس بصری کی کُل آیات ایک سو تیئیس ۱۲۳ ہو گئیں. اور سکوت سے نکل آیا کہ حجازی اور شامی جو ندکو نہیں ہیں اُن کے لئے آخری عدد ایک سو تیئیس ۱۲۳ سے ایک عدد کم یعنی ایک سو بائیس ۱۲۲ ہے. اس سورت کی کُل آیات اجماعی ایک سو بیس ۱۲۰ اور اختلافی تین ۳ ہیں جن کی تفصیل اُوپر درج ہو چکی ہے. کوفی نے ان تینوں ۳ میں سے ایک بھی نہیں لی اس لئے ان کی کُل آیات ایک سو بیس ۱۲۰ ہی رہیں. اور حجازی اور شامی نے ۱ اور ۲ کو لیا ہے. اس لئے اُن کی ایک سو بائیس ۱۲۲ ہو گئیں. اور بصری نے تینوں ۳ کو شمار کیا ہے اس لئے اُن کی ایک سو تیئیس ۱۲۳ ہو گئیں) اور نَذِيْرٌ کے دونوں ۲ (لفظ جن میں سے پہلا آ کے جر سے ہے اور دوسرا رفع سے) اُن (سب ہی) کے لئے شمار نہیں کئے گئے (قب) (اور یہ ان دو ۲ کلمات کا آیات میں شمار نہ کرنا بھی) علم پر (مبنی) ہے (نہ کہ جہالت و ناواقفیت پر (معالم) یا وہ نَذِيْرٌ سورت کے تمام موقعوں میں شمار نہیں کیا گیا ہے جو دوسرے نَذِيْرٌ پر بھی مشتمل ہے یعنی نَذِیر بالائے نَذِیر ہے. پس یہاں نَذِيْرٌ عَلٰی نَذِيْرٍ: نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ (سُورہ نور ع۵) کی طرح ہے اس میں اشارہ ہے کہ اس آیت میں نَذِيْرٌ دو ۲ جگہ ہے.

فائدہ: ـ لوامع میں كِلَا کے بجائے كُلًّا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کا نصب لَمْ يُعَدَّ کا مفعول فیہ ہونے کی بنا پر ہے اَیْ فِیْ جَمِیْعِ الْمَوَاضِعِ اور چونکہ اس آیت میں نَذِیْرٌ کا دو ۲ جگہ ہونا نَذِیْرٌ عَلٰی نَذِیْرٍ سے بھی معلوم ہو گیا تھا اس لئے یہاں كُلًّا کے لفظ کو مزید تاکید کی غرض سے لائے ہیں.

اس سورت کی وہ سات ۷ آیتیں جو اوروں سے طویل ہیں

(۱۰۰/۳) وَاٰیَاتُهَا مِنْهَا طِوَالٌ كُحِّرِّمْتُ ـ اَیْ مِثَالُ الْاٰیَاتِ الطِّوَالِ ثَابِتٌ كَحُرِّمَتْ وَ یٰاَیُّهَا.

(اِسْمِیَّۃٌ كُبْرٰی)

وَیٰاَیُّهَا فَاصْدُقْ فِی الْاَشْكَالِ فِی الْحَصْرِ

(فصیحۃ) (مُبْدَلٌ) (بش)

ـ۱۴۹ـ۱۲۹ـ۱۰۲ـ۹۱ـ۶۰ـ۳۵ـ۲۴ـ۱۲ـ

ترجمہ :- اور اس (سورت) کی آیتیں جو ہیں اُن میں سے بعض (دوسری آیتوں کی نسبت سے) طویل ہیں (اور ان طویل آیتوں کی مثال) حُرِّمَتْ (عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ پ۱ ع۵) اور نیز ع۱ و ع۲ اور ع۱ کے دوسرے اور ع۱ کے تیسرے اور ع۲ کے پہلے) یٰۤاَیُّھَا (الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور ع۱ کے یٰۤاَیُّھَا الرَّسُوْلُ) کی طرح ہے۔

(پس طویل آیتوں سے باخبر کرنے میں دو فائدے ہیں (۱) اگر اس طویل آیت سے پہلے یا اس کے بعد کوئی مختصر آیت آرہی ہو تو اس کو بھی مستقل آیت شمار کرو، اور طویل آیت کا جز و نہ سمجھو۔ (۲) خود اس طویل آیت کے درمیانی حصّوں کو آیتیں قرار دینے کے بجائے وقوف تصوّر کرو۔ اور جب یہ معلوم ہوگیا کہ اِس سُورت کی بعض آیتیں طویل ہیں) تو تم (ان طویل آیتوں کی) ہم شکلوں میں (یعنی اِن ہم شکلوں کے) جمع (اور یک جا) کرنے (کے بارے) میں سچائی (اور درستی) اختیار کرو (اور مقصد یہ ہے کہ سورت کی آیتوں کو خود بھی تلاش کرو اور غور کرکے طویل کو طویل اور مختصر کو مختصر سمجھو اور خلط ملط نہ کرو۔ مثلاً یہاں جو یٰۤاَیُّھَا والی آیت کو طویل آیت کی مثال میں لائے ہیں اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ اس سُورت میں جتنی آیتیں بھی یٰۤاَیُّھَا سے شروع ہوتی ہیں وہ سب کی سب طویل ہیں، کیونکہ ان میں سے طویل تو صرف یہی چھ ہیں جو یہاں بتادی گئی ہیں۔ رہیں یٰۤاَیُّھَا سے شروع ہونے والی باقی آیتیں سو وہ سب مختصر ہیں۔ اور وہ بارہ ہیں جو ع و ع و ع و ع و ع و ع و ع و ع و ع و ع و ع و ع میں آرہی ہیں اسی طرح یہ بھی خیال نہ کرو کہ اس سُورت میں طویل آیتیں وہی ہیں جو یٰۤاَیُّھَا سے شروع ہوتی ہیں اور باقی آیتیں سب مختصر ہیں۔ کیوں کہ واقع میں ایسا نہیں ہے بلکہ جو یٰۤاَیُّھَا سے شروع نہیں ہوتیں اُن میں سے بھی بعض آیتیں طویل ہیں جیسے ع۱ کی دوسری آیت اور اسی طرح ان کے علاوہ اور بہت سی آیتیں۔

فائدہ :- قَالَ فِی اللَّوَامِعِ فِیْ شَرْحِ فَاصْدُقْ اِلَخ کُنْ صَادِقَ التَّتَبُّعِ فِی الْاِشْتِبَاهِ الَّذِیْ وَقَعَ فِی الْحُکْمِ بِالْحَصْرِ فَهَمْزَةٌ فِی الْاِشْکَالِ عَلٰی تَحْقِیْقِهٖ مَکْسُوْرَةٌ وَلِذٰلِكَ عَبَّرَهٗ بِالْاِشْتِبَاهِ۔

شبہ الفاصلہ کے چھ کلمات جو سات جگہ آئے ہیں۔

(۱۰۱) عَلَی الْکٰفِرِیْنَ اَسْقِطْ جَمِیْعًا مُکَلِّبِیْنَ
غ ط — عطوٗ — (مفتی)

عُطِقُ
ـــــــــــقْ کُصَ اَوْ طُحَ
سَنَ يَبْغُوْنَ جَبَّارِيْنَ مَعَ اٰخَرِيْنَ اِمُرَ

ترجمہ:- تم (اس ۱ اَعِزَّةٍ) عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (ع اور ۲ قَتَلَ النَّاسَ) جَمِيْعًا (۳ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ع اور ۴) مُكَلِّبِيْنَ (ع اور ۵) يَبْغُوْنَ (ع اور ۶) جَبَّارِيْنَ (ع) کو ساقط کر دو جو (۷ لِقَوْمٍ) اٰخَرِيْنَ (ع) سمیت ہیں۔ (اور جو کلمات ہم نے بیان کر دیئے ہیں اُنہی پر بس نہ کرو بلکہ) تم (سُورت کی تمام آیات کو) تلاش کر لو (اور ان میں سے دونوں طرح کے کلمات کو الگ الگ سمجھ لو۔ یعنی اُن کو بھی جو شبہ الفاصلہ ہیں اور اُن کلمات کو بھی جن پر سب کے لئے آیت ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ متروک اور معدود اور اختلافی تینوں طرح کے کلمات کو اور اسی طرح طویل و مختصر آیات سب کو تلاش کر کے الگ الگ سمجھ لو۔ یا طویل اور مختصر اور متروک اور معدود آیات کے بارے میں میرے حکم کو لے لو اور اس پر عمل کرو) خُذْهُ اَمْرِیْ

فائدہ ۱:- شبہ الفاصلہ کے سات کلمات تو وہ ہیں جو شعر ۱۱ میں درج ہیں۔ اور ان کے علاوہ پانچ اور ہیں۔ ۸ نَقِيْبًا (ع) ۹ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ جمع الی قراءت پر (ع) ان دونوں کو دانی نے بیان کیا ہے۔ ۱۰ وَلَا الْهَدْيَ ۱۱ وَنَذِيْرٌ (ع) ۱۲ وَمِنْهَاجًا (ع)۔ پس کل بارہ ہو گئے۔

فائدہ ۲:- اِمُرَ معالم کی رُو سے مَرَى النَّاقَةَ سے ہے، جس کے معنی ہیں اُس نے دُودھ نکالنے کے لئے اُونٹنی کے تھن پر ہاتھ پھیرا۔ اور یہاں مجازاً تتبع اور تلاش کرنے کے معنی میں ہے۔

اور **لوامع** کی رُو سے آمُرِیْ (ہمزہ کے فتحہ اور آخر میں یاء ساکنہ سے) اور یہ ہمزہ وزن کے سبب حذف ہو جاتا ہے اور تقدیر خُذْ آمُرِیْ ہے، اور اس کا مطلب ترجمہ کے اخیر میں درج ہے۔

(۱۴ ررجب المرجب ۱۳۸۵ھ - ۹ رنومبر ۱۹۶۵ء۔ بروز منگل، دن کا ایک بج کر اٹھائیس ۲۸ منٹ)

---

(۶) سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ (۵۵)

اِس میں چار شعر ہیں

اس کے مکی اور مدنی ہونے کے بارے میں پانچ قول ہیں۔ ۱ قُلْ تَعَالَوْا سے تَتَّقُوْنَ

تک کی تین ۳ آیتوں کے سوا باقی سب آیتیں مکی ہیں (ابنِ عباسؓ وعطاءؒ)

رہیں قُلْ تَعَالَوْا والی تین ۳ آیتیں، سو یہ ایک جماعت کے قول پر مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئیں۔ ۲؎ مکی ہے لیکن ذیل کی تین ۳ آیتیں مدنی ہیں:- (۱) ثُمَّ لَمْ تَكُنْ (رع ۳)۔ (۲) وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ (رع ۱۱) یہ دونوں مالک بن الصیف وکعب بن الاشرف کے بارے میں اُتریں۔ (۳) وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ (رع ۱۷) یہ ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی، اور تینوں مدینہ میں اُتریں اور ان کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا کہ ان کو سورۃ الانعام میں شامل کردیں (حسن)۔ ۳؎ مکی ہے لیکن پانچ ۵ آیتیں مدنی ہیں:- (۱) وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ (رع ۱۱) (۲) وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ (رع ۱۷)۔ (۳ تا ۵) قُلْ تَعَالَوْا (رع ۱۹) سے تَتَّقُوْنَ تک کی تین ۳ آیتیں (ابنِ مبارک اور کلبی)

۴؎ اُبَیّ بن کعبؓ سے ہے کہ یہ سورت مکہ میں پوری کی پوری ایک دم نازل ہوئی، اور اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح وتحمید میں مشغول تھے یہ علماء کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔

۵؎ پوری سورت مکی ہے لیکن قُلْ تَعَالَوْا (رع ۱۹) سے تَذَكَّرُوْنَ تک کی دو آیتیں مدنی ہیں فَرَوَانِیْ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ لَیْثٍ عَنْ بِشْرٍ

اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات تین ہزار باون ۳۰۵۲، اور حروف بارہ ہزار چار سو بائیس ۱۲۴۲۲ ہیں۔ اور فواصل لَهٗ نَظَرَ یا دَنٌ مَلَظٌ کے پانچ حروف ہیں۔ ۱؎ رٓ ۵، وَالنُّوْرَ (رع ۱)۔ ۲؎ نٓ ۱۴۵، يَعْدِلُوْنَ (رع ۱)۔ ۳؎ مٓ ۱۴، اَلْعَلِيْمُ (رع ۲)۔ ۴؎ لٓ ۳، بِوَكِيْلٍ (رع ۴)۔ ۵؎ ظٓ ۱، بِحَفِيْظٍ (رع ۱۹)۔

مَصْدَرٌ كَالْهُدٰى وَمَعْنَاهُ الْاِسْتِقَامَةُ وَالصَّوَابُ۔

يُقَالُ سَنَا الْبَرْقُ اِذَا اَضَاءَ

اِسْمِيَّةٌ

وَالْهَاءُ فِيْ "قَصْدِهٖ" لِلْعَدَدِ الْمُقَدَّرِ الْمَعْلُوْمِ مِنَ السِّيَاقِ

(۱۰۲/۱) وَالْاَنْعَامُ فِي الْكُوْفِيْ سَنَا هُدٰى قَصْدِهٖ

اَیْ وَعَدَدُ الْاَنْعَامِ

(اللہ بہ ملطوبہ ۱۲۳)

وَ (صَدْرٌ) (بَزٌ) كَاوَالنُّوْرَ فَاعْدُدْ عَنِ الصَّدْرِ

فَاصِلٌ

عَلَمٌ لِاَفْرَادٍ مَخْصُوْصَةٍ فَلِهٰذَا اَصَحَّ كَوْنُهٗ مُبْتَدَاً۔

ترجمہ:- اور کوفی (مصحف) میں (یا کوفی نقل میں) انعام (کی آیتوں کا شمار) جو ہے اُس (شمار) کی درستی کی ہدایت روشن ہوگئی ہے (پس کوفی کے لئے انعام کی کُل آیات ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ ہیں۔ جو سین، ھا، قاف سے نکلی ہیں اور یہاں) حجازی (اپنے شمار میں شامی، عراقی سے) بڑھ گئے ہیں (کیوں کہ انہوں نے اختلافی تین ۳ آیتیں لی ہیں جو اجماعی ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ میں مل کر ایک سو سڑسٹھ ۱۶۷ ہو جاتی ہیں۔ اور اس سے نکل آیا کہ شامی اور بصری

جو مذکور نہیں ہیں ان کے لئے آخری عدد سے ایک کم یعنی ایک سو چھیا سٹھ ۱۶۶ ہیں۔ پس انعام
کی کُل آیات کوفی ایک سو پینسٹھ ۱۶۵، اور شامی و بصری ایک سو چھیا سٹھ ۱۶۶، اور حجازی ایک سو
سٹر سٹھ ۱۶۷ ہیں۔ اور اختلاف والی چار ۴ آیتوں کی تفصیل یہ ہے کہ) تو (ان میں سے ۱ وَجَعَلَ
الظُّلُمٰتِ) وَالنُّوْرَ (۱ ع) کو حجازی کے لئے (آیات میں) شمار کر لے [(۱) م (۲) اَ عْ
اور شامی و عراقی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) قَبْ (۲) عَکُوْ]

(۱۰۳/۲) وَكِيلِ لِكُوفٍ أَوَّلًا فَيَكُونُ مَعْ تَقِيمِ أَخِيرًا دَعْهُمَا عَنْهُمْ فِي الْحَشْرِ

ترجمہ:- (اور وہ عَلَيْكُمْ ۲ بِوَكِيلٍ (۱۲ ع جو) پہلی جگہ میں (واقع ہے یا بِوَكِيلٍ
اس حالت میں کہ وہ متقدم اور پہلا ہے) کوفی کے لئے (آیات میں شمار کیا گیا) ہے (۱) م (۲)
اَعْ اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت نہیں (۱) عَنو (۲) قَبْ اور) تو (دوسرے الفاظ کے آیات میں) جمع کرنے (اور شامل
کرنے کے وقت) میں (۳ كُنْ) فَيَكُوْنُ (۱۵ ع اور) اخیر والے (اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۲۰ ع) کو اُن کوفی کیلئے (یعنی) ان دونوں (کلمات)
کو ترک کر دے (اور آیات میں شامل نہ کر، اور وجہ فَيَكُوْنُ میں ایک ہے وہ (ق) ہے اور
مُسْتَقِيمٍ میں دو ہیں (۱) ق (۲) ش۔ کیوں کہ دِيْنًا قِيَمًا، صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ کی تفسیر ہے
اور اس کا نصب صِرَاطٍ کے محل سے بدل ہونے کی بنا پر ہے نہ کہ اس کے لفظ سے۔ اور باقی چھ کے لئے اِن
دونوں پر آیت ہے (۱) م (۲) اَعْ، رہا دوسرا اور تیسرا وَكِيلٌ اور بِوَكِيلٍ (۱۹ ع) اور پہلا
اور دوسرا صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (۱۰ ع و ۲۰ ع) سو ان چاروں پر اجماعاً آیت ہے۔ اور اسی لئے ناظمؒ نے
وَكِيلٍ کے ساتھ اوّل کی اور مُسْتَقِيمٍ کے ساتھ اخیر والے کی قید لگا دی۔ پس اختلاف
والی چار آیات وَالنُّوْرَ ۱ ع، بِوَكِيلٍ ۱۲ ع، كُنْ فَيَكُوْنُ ۱۵ ع، مُسْتَقِيمٍ ۲۰ ع میں سے حجازی
نے بِوَكِيلٍ کے سوا باقی تین کو لیا ہے۔ اس لئے اِن تین ۳ کے ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ میں ملانے
سے حجازی کی کُل آیات ایک سو سٹر سٹھ ۱۶۷ ہو گئیں۔ اور شامی، بصری نے آخری دو ۲ کو لیا ہے
اس لئے ان کی ایک سو چھیا سٹھ ۱۶۶ ہو گئیں۔ اور کوفی نے صرف بِوَكِيلٍ کو لیا ہے، اس بنا
پر ان کے لئے سورت کی کُل آیات ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ ہو گئیں۔

شبہ الفاصلہ کے چودہ کلمات

(104/3) مَعَ الْهُونِ طِيْنٍ يَسْمَعُوْنَ وَمُنْذِرِيْ
سَ تَدْعُوْنَ دَعْ مَعْ قَدْ هٰذٰنِ وَلَا يُثْرِيْ (من نثرى القوم اى كثر عددهم)

(105/4) شَفِيْعٌ حَمِيْمٍ مَعْ اَلِيْمٌ يَلِيْهِمَا
وَهٰرُوْنَ الْاُخْرٰى تَعْلَمُوْنَ فَخُذْ اصْرِيْ (اى عهدى)

ترجمہ شعر 104/3 و 105/4:- (اور مِنْ) طِيْنٍ (ع۱ اور) يَسْمَعُوْنَ (وَالْمَوْتٰى ع۲ اور) وَمُنْذِرِيْنَ (ع۳ اور) تَدْعُوْنَ (اِنْ اور تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ ع۴ اور وَلَا ۶) شَفِيْعٌ (اور مِنْ) حَمِيْمٍ (ع۷ اور وَ مُوْسٰى) وَهٰرُوْنَ (ع۸ اِن آٹھوں کو اور) دوسرے (کو یعنی فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (مَنْ تَكُوْنُ ع۹ کو ان نو کلمات) کو ترک کردے۔ حالانکہ یہ (سب کلمات متروک ہونے میں عَذَابَ) الْهُوْنِ (ع۱۰ کے ساتھ (اور وَقَدْ هٰذٰنِ (ع۱۱) کے ساتھ (اور اُس وَعَذَابٌ) اَلِيْمٌ (ع۱۲) کے ساتھ (شامل) ہیں جو (وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا والی آیت میں) اُن دونوں (شَفِيْعٌ اور حَمِيْمٍ) کے متصل ہی آرہا ہے (اور یہ متصل والی قید واقعی اور وضاحت کیلئے ہے احترازی نہیں ہے) اور (چوں کہ یہ متروک کلمات سورت کی آیات میں شمار نہیں کئے جاتے اس بناء پر ان کی وجہ سے) وہ (سورت کی کل آیات کا شمار) زیادہ نہیں ہوتا (بلکہ اتنا ہی رہتا ہے جتنا ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ یعنی اب بھی اس سورت کی اجماعی آیات ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ اور کوفی ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ اور شامی و بصری ایک سو چھیاسٹھ ۱۶۶ اور حجازی ایک سو سٹرسٹھ ۱۶۷ ہیں۔ اور اس مقدار میں ایک عدد کا بھی اضافہ نہیں ہوا، چہ جائیکہ بارہ ۱۲ عدد زیادہ ہوجاتے۔ پس یہاں جملۂ وَلَا يُثْرِيْ اُس حکم کے مؤکد اور پختہ کرنے کے لئے ہے جیسے ان بارہ ۱۲ الفاظ پر

آیت شمار نہ کرنے کے متعلق لفظِ دَعْ کے ذریعہ بیان فرمایا تھا۔ خلاصہ یہ کہ وَلَا یُثْرِیْ دَعْ کے معنیٰ کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے ہے۔ فَحُذْ اِضْرِیْ جب میں ہر سورت کے اخیر میں شبہ الفاصلہ کو بیان کرتا چلا آرہا ہوں) تو تو میرے اُس عہد (اور وعدے) کو لے لے (جس کے پورا کرنے کو میں نے دیباچہ کے شعر ۲۴ وَسَوْفَ یُوَافِیْ میں واجب ٹھہرالیا تھا اور اپنے لئے ضروری قرار دے لیا تھا، یعنی چونکہ میں نے اُس شعر میں وعدہ کرلیا تھا کہ سوتوں میں اختلافی آیات بیان کرنے کے بعد شبہ الفاصلہ کے کلمات کو بھی بیان کردوں گا، اور وہاں ان کی مثالیں پیش نہیں کی تھیں، اس لئے میں ہر سورت کے اخیر میں شبہ الفاصلہ کے سب کلمات لاکر اس وعدہ کو پورا کرتا چلا آرہا ہوں، پس فَحُذْ اِضْرِیْ میں اپنا وعدہ بھی یاد دلا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ دیکھو میں نے اس عہد کو پورا کردیا۔ اب تم یہ نہ کہنا کہ ناظمؒ نے وعدہ تو کیا تھا لیکن اسے پورا نہیں کیا۔

سُبحان اللہ، شعر کے پورا کرنے کے لئے بھی ایسے بامعنیٰ اور خوبیوں سے بھرے ہوئے جملے لاتے ہیں، فَلِلّٰهِ دَرُّ اٰبِیْهِ، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ۔ اور تَعْلَمُوْنَ کے ساتھ اُخریٰ کی قید لگا کر بتا دیا کہ شبہ الفاصلہ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ (ع) ہے، نہ کہ وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (ع) کیوں کہ وہ تو فاصلہ اور اجماعی آیت ہے۔ اور مُّسْتَقِیْمًا (ع) اور (ع) بھی شبہ الفاصلہ ہیں اس لئے کل چودہ ہوگئے۔

فائدہ:۔ سورۃ الانعام مکی ہے، لیکن حسینی کے قول پر ذیل کی آٹھ آیتیں مدنی ہیں۔ ۱۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ (ع)۔ ۲۔ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ (ع)۔ ۳۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ۔ ۴۔ وَمَنْ اَظْلَمُ (ع)۔ ۵۔ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ (ع)۔ ۶ تا ۸۔ قُلْ تَعَالَوْا سے تَتَّقُوْنَ (ع) تک کی تین آیتیں۔

اور اتحاف میں ہے کہ چھ آیات مدنی ہیں۔ ۱۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ۔ ۲ و ۳۔ وَمَنْ اَظْلَمُ سے تَزْعُمُوْنَ تک کی دو آیتیں۔ ۴ تا ۶۔ قُلْ تَعَالَوْا (ع) سے تَتَّقُوْنَ تک کی تین آیتیں۔ اور علی قاریؒ کے قول پر صرف قُلْ تَعَالَوْا سے تَتَّقُوْنَ تک کی تین آیات مدنی ہیں۔ باقی مکی ہیں۔ اور منار الہدیٰ میں ہے کہ سورۂ انعام پوری کی پوری ایک دم مکہ میں رات کے وقت نازل ہوئی اور ستر ہزار فرشتے اس کو لے کر آئے تھے یا اس کے ساتھ تھے۔ جو اسے پڑھتا ہے اس کے لئے فرشتے رات دن استغفار کرتے رہتے ہیں۔

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ ⑦ ۳۹

اِس میں چار شعر ہیں

اور اس کے نزول کے مقام میں چار قول ہیں:۔ (۱) مکّی (اکثر حضرات)۔ (۲) وَسْئَلْهُمْ سے لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک کی پانچ آیتیں مدنی اور باقی سب مکّی ہیں (ابن عباسؓ وقتادہؒ) (۳) وَسْئَلْهُمْ سے تَتَّقُوْنَ تک کی نو آیتیں مدنی باقی سب مکّی ہیں (اتحاف ومنار الہدیٰ) (۴) وَسْئَلْهُمْ سے وَاتْلُ عَلَيْهِمْ تک کی تیرہ آیتیں مدنی ہیں (حسینی فی سعادۃ الدارین)

اور آیات کے شمار میں کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات تین ہزار تین سو پچیس (۳۳۲۵) اور حروف چودہ ہزار دس (۱۴۰۱۰) ہیں۔ اور اس کی آیتیں مُرْ نَدَلْ یا دَنَمَرَلْ کے پانچ حروف میں سے کسی ایک پر ختم ہوتی ہیں۔ ۱۔ دٓ، الٓمٓصٓ (ع)۔ ۲۔ نٓ، لِلْمُؤْمِنِيْنَ (ع)۔ ۳۔ مٓ، الْمُسْتَقِيْمَ (ع)۔ ۴۔ رٓ، مِنَ النَّارِ (ع)۔ ۵۔ لٓ، بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (ع)

۱۰۶

وَالْاَعْرَافُ عَنْ كُوْفٍ وَّ(صَلْ) (وَ) فِيْ (رِ) ضًى ← اَیْ دَ فِیْ رِضَاءٍ

تَعُوْدُوْنَ لِلْكُوْفِيْ لَهُ الدِّيْنَ لِلْبَصْرِيْ اَیْ مَعْدُوْدٌ لِلْبَصْرِیْ

اَیْ مَعْدُوْدٌ لِلْكُوْفِیْ

ترجمہ:۔ اور (سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ (آیات کے شمار میں) کوفی اور حجازی کے لئے پسندیدگی کے (یا ناقلین کی رضا کے) اعتبار سے (شامی اور بصری کے شمار کی بہ نسبت) کامل (اور زیادہ) ہوگئی ہے (کیوں کہ کوفی اور حجازی کے لئے اعراف کی کُل آیات دو سو چھ (۲۰۶) ہیں جو دَفِی کی واؤ اور رِضًی کی رآ سے نکلی ہیں۔ اور شامی اور بصری جو مذکور نہیں ہیں ان کیلئے اس سے ایک عدد کم یعنی دو سو پانچ (۲۰۵) ہیں۔ کیونکہ یہاں اختلافی آیتیں پانچ ہیں۔ کوفی اور حجازی نے ان پانچ میں سے دو دو لی ہیں۔ اور شامی وبصری نے صرف ایک لی ہے۔ اور اس سے نکل آیا کہ اعراف کی اجماعی آیات دو سو چار (۲۰۴) ہیں۔ کیوں کہ جب دو سو چھ (۲۰۶) میں سے مذکور کے لئے دو، اور مسکوت کے لئے ایک کم کردی تو اب کُل آیات دو سو چار ہی باقی رہیں۔ اور تفصیل یہ ہے کہ

ے۱ الْقَصَصِ (رع) کوفی ہے۔ (۱) م (۲) کو (۳) ن (۴) تو، ے۲ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ (رع بھی) کوفی (ہی) کے لئے (شمار کیا گیا) ہے (۱) م (۲) ک کیوں کہ فَرِیْقًا هَدٰی والاجملہ مستانفہ ہے اور اس میں فَرِیْقًا کا نصب هَدٰی کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر ہے۔ اور حجازی شامی، بصری کے لئے ان دونوں پر آیت نہیں ہے۔ اور وجوہ الْقَصَصِ میں دو ہیں۔ (۱) ق (۲) عَلَوْ یعنی ایک معنی کی رُو سے اس پر کلام کامل نہیں ہوا، اور تَعُوْدُوْنَ میں حجازی کیلئے ایک ہے اور وہ عَلَوْ ہے کیونکہ ایک قول پر جملۂ فَرِیْقًا هَدٰی تَعُوْدُوْنَ کے واو سے حال ہے۔ نیز فَرِیْقًا کا نصب تَعُوْدُوْنَ کی بناء پر ہے، کیوں کہ تقدیر تَعُوْدُوْنَ اِلٰی فَرِیْقٍ تھی۔ پھر اِلٰی کو حذف کر دیا پس فَرِیْقًا نزعِ خافض کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور شامی، بصری کے لئے دو وجوہ ہیں۔ (۱) ش، اس کی تقریر وہی ہے جو حجازی کے لئے ابھی درج ہوئی۔ (۲) ق، یہ واضح ہے۔ ے۳ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ (رع) بصری اور شامی کے لئے (آیات میں شمار کیا گیا) ہے (۱) ک (۲) م (۳) اَعْ۔ اور باقی چار کے لئے اس پر آیت نہیں ہے۔ اور وجہ حجازی کے لئے صرف عَوْ ہے۔ اور کوفی کے لئے (۱) عَوْ (۲) قَبْ ہے۔)

(۱۰۷/۲) وَشَامٍ وَّقُلْ ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ عَدَّهٗ
(عَطْفٌ عَلٰی لِلْبَصْرِیْ) (اِضْ) (مُفَسِّرٌ)
اَضْنَصْ
وَثَالِثَ اِسْرَاءِیْلَ (صَدْرٌ) وَّعٰی صَدْرِیْ
(عَطْ) مُسْ فَا فَا

اَیْ وَعٰی اَیْ حَفِظَ صَدْرِیْ مَا ذُکِرَ مِنَ الْاٰیَاتِ الْخَمْسِ الْمُخْتَلَفِ فِیْهَا.

ترجمہ:- (وَشَامٍ کا ترجمہ پہلے شعر میں آچکا ہے) اور تو کہہ دے کہ (۴۲) ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ (رع) اور (سُورت کے) تیسرے (ے۵ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَاءِیْلَ: رع) کو حجازی نے (یعنی دونوں کے) اس (مجموعہ) کو ان نے شمار کیا ہے (اور ان پانچوں کلمات کی اس تفصیل کو) میرے سینے نے (یعنی میں نے شیوخ سے اسی طرح) محفوظ کیا ہے جس طرح ان دو شعروں میں بیان کر رہا ہوں۔ اور شمار کرنے کی وجوہ دونوں میں دو دو ہیں (۱) م (۲) اَعْ

اور شامی اور عراقی کے لئے ان دونوں پر آیت نہیں ہے۔

اور وجوہ دو دو ہیں، یعنی مِنَ النَّارِ میں (۱) قَبْ (۲) اَثْ۔ اور اِسْرَاءِیْلَ میں (۱) ش (۲) اُثْ)

فائدہ :۔ لوامع کی رُو سے پہلے مصرعہ کا ترجمہ یہ ہے، "اور مقام اعراف اپنے بسنے والوں کی خوشنودی کے اعتبار سے دوزخیوں کی نسبت سے کامل ہوگیا ہے"

شبہ الفاصلہ کے آٹھ، اور شبہ الوسط کے تین کلمات

(۱۰۸/۳) وَدَعْ يَغُرُّوُرًا خُشِرِيْنَ فُعِدَّهُ
وَمَعْ سٰجِدِيْنَ الْعٰلَمِيْنَ لَدَى السِّحْرِ

شِبْہُ الْوُسْطِ

ترجمہ :۔ اور تو (فَلَا تَغُرَّنَّكُمَا) يَغُرُّوُرًا (ع) کو (سب کے لئے) ترک کردے (ق پس یہ الْغُرُوْرِ آل عمران ع اور حدید ع کی طرح نہیں ہے۔ اور یہ وہم اس لئے صحیح نہیں کہ اس پر آیت شمار کرنے سے مساوات فوت ہوجاتی ہے، اور آل عمران اور حدید میں یہ بات نہیں ہے اور تو فِي الْمَدَآئِنِ) حٰشِرِيْنَ اور (اُس بِرَبِّ) الْعٰلَمِيْنَ (ع) کو جو جادو (گروں کے ذکر والی آیت) کے پاس ہے (نیز، جو (السَّحَرَةُ) سٰجِدِيْنَ (ع) سمیت ہے (یعنی ان تینوں کے اُس (مجموع) کو (اجماعی آیات میں) شمار کرلے (اور ان کے مختصر ہونے کے سبب وہم میں مبتلا نہ ہو۔ اور لَدَى السِّحْرِ کی قید سے نکل آیا کہ شبہ الوسط صرف وہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہے جو جادوگروں کے قصہ میں ع میں ہے۔ نہ کہ وہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ بھی جس کے بعد حَقِيْقٌ ہے اور جو ع میں ہے، کیوں کہ وہ شبہ کا موقع نہیں ہے۔ پس وہ فاصلہ ہے نہ کہ شبہ الوسط۔)

(۱۰۹/۴) تَرٰنِي السِّنِيْنَ يَسْبِتُوْنَ وَيَتَّقُوْ
نَ فِي النَّارِ دَعْ وَالصّٰلِحُوْنَ لَدَى غُفْرٍ

غَفْرٌ، غُفْرَانٌ، مَغْفِرَةٌ تینوں غَفَرَ (ضَرَبَ) کے مصدر ہیں۔

ترجمہ :۔ تو (لَنْ) تَرٰنِي اور فَسَوْفَ تَرٰنِي ع اور بِالسِّنِيْنَ (ع اور وَ يَوْمَ لَا) يَسْبِتُوْنَ اور (لِلَّذِيْنَ) يَتَّقُوْنَ (ع اور وَالْاِنْسِ) فِي النَّارِ (ع) اور اُس مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ (ع) کو ترک کردے جو مغفرت (یعنی لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ والی آیت) کے پاس ہے۔

(یعنی اس کے بعد وَقَطَّعۡنٰهُمُ والی آیت میں ہے۔ پس شعر ۱۴۸ کا ایک کلمہ یعنی بِغُرُوۡرٍ اور شعر ۱۵۹ کے ساتوں اور اسی طرح سَمّ الۡخِیَاطِ، تُوۡعَدُوۡنَ، صَعِقًا، سَبِیۡلًا میں دو اور ۲ میں ایک) شَدِیۡدٌ یہ پندرہ کلمات شبہ الفاصلہ ہیں، اور انمیں سے آخری سات سعادداریں اور اتحاف سے لئے ہیں۔ اور تَرٰىنِیۡ کے شبہ الفاصلہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس میں مشاکلہ نہیں ہے)

⑧ سُوۡرَةُ الۡاَنۡفَال ⑧⑧

مدنی ہے اِس میں پانچ شعر ہیں

اور ابنِ عباس رضؓ نے اس کا نام سُوۡرَةُ الۡبَدۡرِ بتایا ہے اور اس کے بارے میں تین قول ہیں (۱) مدنی سورتوں میں سب سے پہلی سورت ہے (مجاہدؒ عن ابن عباسؓ) (۲) پہلی سورۃ البقرہ ہے پھر انفال۔ (۳) اس کی سات آیتیں مکہ میں نازل ہوئیں جو وَاِذۡ یَمۡکُرُ سے یُحۡشَرُوۡنَ تک ہیں۔ اور بعض نے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسۡبُكَ اللّٰهُ والی آیت کو بھی مستثنیٰ کیا ہے، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے اسلام سے مشرف ہونے کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ مدنی اوّل واخیر میں اس کی نظیر سورۃ الحج ہے۔ چنانچہ دونوں شماروں کی رُو سے انفال و حج دونوں ہی کی چھہتّر آیتیں ہیں۔ اور کوفی شمار میں سورۃ الزمر ہے، اس لئے کہ کوفی میں دونوں سورتوں کی آیتیں پچھتّر ہیں۔ اور شامی کی رو سے سورۃ الفرقان ہے، چنانچہ اس شمار پر فرقان کی طرح انفال کی آیات بھی ستتّر ہیں۔ اور مکی و بصری شمار پر اس کی نظیر نہیں ہے، کیوں کہ ان دونوں شماروں میں چھہتّر آیتوں والی صرف انفال ہے نہ کہ کوئی اور سورت بھی۔ اور اس کے کلمات بارہ سو اکتیس اور حروف پانچ ہزار دو سو چورانوے ہیں۔ اور اس میں ایک جزء ہے جو وَاعۡلَمُوۡۤا سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے فواصل (اور آیتیں) قَطۡ لِّبَنَادِمِ یا نمبر اطقد کے آٹھ حروف ہیں۔ (۱) نَ، مُّؤۡمِنِیۡنَ (۲) مۡ، کَرِیۡمٌ (۳) بَ، شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ (۴) رَ، عَذَابَ النَّارِ (۵) اَ، جیسے پہلا مَفۡعُوۡلًا (۶) طَ، مُحِیۡطٌ (۷) قَ، عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ (۸) دَ، لِّلۡعَبِیۡدِ۔

اور اس سورت کی چوہتر آیات اجماعی اور تین اختلافی ہیں، جن کا بیان پہلے دو شعروں میں بھی آرہا ہے۔

[illegible]

اسمـــــــــــــہ

۱۱۰
۱

وَالْاَنْفَالُ شَامٍ (عَمَّ (زُ) هِرًا وَّخَمْسُهَا

(بث) (مف اومبین)

لہ اَیْ عَدَّ شَامٍ عَجَّ کہا۔

وَهَاءُ "خَمْسُهَا" اِمَّا لِلْاَعْدَادِ الْمَفْهُوْمَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالزَّاءِ اَوْ لِلْاٰيَاتِ الْمَعْلُوْمَةِ مِنَ السِّيَاقِ الَّتِیْ سِيْقَ الْكَلَامُ لِبَيَانِهَا۔

تُعَدُّ لِكُوْفٍ يُّغْلَبُوْنَ (وِ) لَا (دِرَ) رًّا

مِصْدَاقُ يُغْلَبُوْنَ ثَابِتٌ عَلٰى دِلَاءٍ يَعْنِیْ مُتَابَعَةِ دَرًّا اَیْ لَبَنٍ اَوْ مَطَرٍ كَثِيْرٍ۔ وَلَعَلَّهٗ مَجَازٌ عَنْ اِنْفَاقِ الْمَالِ الْكَثِيْرِ۔ وَيُحْتَمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ مَوْضِعَ دَرًّا "دَهْرٍ" بِالْهَاءِ فَصَارَ دَرًّا مِنْ سَهْوِ الْكَاتِبِ فَعَلٰى هٰذَا يَكُوْنُ الْمَعْنٰى ثَابِتٌ عَلٰى طُوْلِ الدَّهْرِ وَتَوَالِی الزَّمَانِ (معالم) یا دَرًّ خیر کے معنٰی میں ہے۔ اور فن کی رُو سے شَامٍ عَدَّ مقدر کا فاعل ہے اور عین اور زا سے جو عدد نکلتا ہے وہ عَدَّ کا دوسرا مفعول ہے اَیْ عَدَّهَا شَامٍ سَبْعًا وَّسَبْعِيْنَ۔ اور يُغْلَبُوْنَ میں بھی یہی تقدیر جاری ہے۔ اَیْ عَدَّ شَامٍ وَّبَصْرٍ يُغْلَبُوْنَ فِی الْاٰيَاتِ (لوامع)۔

ترجمہ: اور سورۃ الانفال جو ہے، شامی کا اس کی آیتوں کو شمار کرنا حُسن (اور روشنی) کے اعتبار سے عام ہو گیا ہے، کیوں کہ ان کا شمار دوسرے اماموں سے زائد ہے۔ یا یہ شمار روشن آیتوں کو شامل ہو گیا ہے۔ پس شامی کے لئے اِس سورت کی کُل آیات ستتر ہیں جو عین اور زا سے نکلی ہیں اور کوفی کے لئے ان (آیتوں) میں کی پانچ شمار کی جاتی ہیں (یا ان شماروں میں کے پانچ گنے جاتے ہیں اور یہ پانچ اکائیاں اجماعی سات دہائیوں کے ساتھ مل کر کوفی کے لئے کُل آیات پچھتر ہو جاتی ہیں اور پچھتر اور ستتر دو عددوں کے بیان کرنے اور بیچ میں ایک عدد چھوڑ دینے کے قرینے سے نِکل آیا کہ باقی چار کے لئے چھہتر ہیں۔

خُلاصہ یہ ہے کہ انفال کی کُل آیات کوفی پچھتر، اور حجازی و بصری چھہتر اور شامی ستتر ہیں۔ پھر ان میں سے چوہتر اجماعی اور تین اختلافی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے ۱ ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ (۱۸ع) دودھ (اور بہت سی بارش، یعنی مال خرچ کرنے) کے لگاتار (اور سلسلہ وار ہونے پر جاری) ہے (اور مقصد یہ ہے کہ يُغْلَبُوْنَ اُس اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ والی آیت میں ہے جس میں یہ بیان ہے کہ کفار لوگوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دَرًّا کاتب کے قلم کی لغزش کا نتیجہ ہو اور حقیقت میں وِلَا دَهْرٍ ہو، اور معنٰی یہ ہوں کہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے جو ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ میں کفار کے مغلوب ہونے اور شکست کھانے کی خبر دی ہے اُس خبر کی سچّائی کا ظہور زمانہ کی درازی اور اس کے لگاتار گزرتے رہنے پر یعنی ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

اور لوامع کی رُو سے وَلَا دَ ہٖ کے معنٰی یہ ہیں (کہ جنگ میں شریک ہونے کی صورت میں کُفّار کے لئے) کوئی خیر (اور بھلائی) نہیں ہے (کیوں کہ وہ اجر و ثواب دونوں ہی سے محروم ہیں۔ لیکن اس معنٰی پر یہ ماننا ہوگا کہ دَ ہٖ کی رَا کا کسرہ قافیہ کی بناء پر ہے، ورنہ لائے جنسیہ کا اسم نکرہ ہونے کے سبب فتحہ پر مبنی ہونا چاہیئے تھا۔ اور جو معنٰی مقصود کے مناسب ہیں وہ یہ ہیں کہ یُغۡلَبُوۡنَ بصری، شامی کے لئے آیات میں شمار کیا گیا ہے (۱) م (۲) ک ش اور باقی چار کے لئے اس پر آیت نہیں ہے۔ قب)۔

(۱۱۱/۳)

وَاَوَّلُ مَفۡعُوۡلًا فَاَسۡقِطۡهُ (هَـ)ادِيًا

وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَسۡقِطۡ (وَ)فِيًّا (وَ)مَّ رَ اَنۡصُرۡ

ترجمہ :۔ اور (۱،۲) پہلے (کَانَ) مَفۡعُوۡلًا (ع) کو (یعنی) تو اُس کو (کوفی کے لئے) ساقط کر دے۔ حالانکہ تو (لوگوں کو سیدھے راستہ کی) ہدایت کرنے والا ہے (۱) عم (۲) ش (۳) اُث اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت ہے۔ (۱) اُغ (۲) کو (۳) ت، اور تو (بصری کے لئے اس سورت کے) وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ (ع) کو ساقط کر دے جو بِنَصۡرِهٖ کے بعد ہے (اور یہ قید صرف وضاحت کیلئے ہے نہ کہ احترازی) حالانکہ تو (شمار کے علم میں اور تمام علوم میں یا عمدہ صفات میں) کامل ہے (یا یہ لفظ کامل ہے پس وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ پر بصری کے لئے آیت نہیں ہے (۱) عکو (۲) اُث اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت ہے (۱) م (۲) اُغ) پس ان تین اختلافی آیات میں سے کوفی نے صرف وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ (ع) کو لیا ہے، اس لئے ان کی کُل آیات پچھتّر ہو گئیں۔ اور حجازی نے مَفۡعُوۡلًا (ع) اور وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ (ع) ان دو کو لیا ہے۔ اور بصری نے یُغۡلَبُوۡنَ (ع) اور مَفۡعُوۡلًا کو شمار کیا ہے۔ اس بناء پر ان چاروں کے لئے کُل آیات چھہتّر ہو گئیں۔ اور شامی نے یُغۡلَبُوۡنَ (ع) اور مَفۡعُوۡلًا (ع) وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ (ع) تینوں کو لیا ہے۔ اس لئے اُن کی کُل آیات ستتّر ہو گئیں۔ رہا دوسرا مَفۡعُوۡلًا سو اس پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں۔ پس وہ شبہ الفاصلہ ہے۔ اختلاف والی تین آیات کے بعد اُن چودہ اجماعی کلمات کا بیان جن میں سے چار معدود اور دس متروک ہیں۔ اور یہ ناظمؒ کی دائمی عادت ہے کہ اختلافی کے بعد اجماعی کو بیان کیا کرتے ہیں۔)

ساتوں شماروں کی چار اجماعی آیتیں جن میں سے تین ہیں صرف وزن کے اور ایک میں موازنہ اور مساوات دونوں کے فوت ہونے کے سبب آیت نہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔

(۱۱۲/۳) بِبَنَانٍ مَّعَ الْاَقْدَامِ الْاَدْبَارَ عُدَّهٗ ؕ مَعَ النَّارِ عَنْ كُلٍّ لَّدَى الزَّحْفِ الْفِرّ

ترجمہ :- (اُس کُلّ) بَنَانٍ کو جو اَلْاَقْدَامَ (اور) اَلْاَدْبَارَ سمیت ہے (نیز اُس) (عَذَابَ) النَّارِ سمیت ہے جو جہاد کے اور (اس سے) بھاگ جانے (کے حکم والی آیت) کے بارے میں ہے (یعنی اُس آیت سے پہلے ہے جس میں عین جہاد کے وقت میں اس سے مُنھ موڑ کر بھاگ جانے کا حکم مذکور ہے۔ ان چاروں کو یعنی) اُس بَنَانٍ کو (جو ان تین کلمات سمیت ہے چاروں کو) سب کے لئے (آیات میں) شمار کرلے۔

شبہ الفاصلہ کے گیارہ کلمات

(۱۱۳/۴) وَفِي الدِّيْنِ وَالشَّيْطٰنِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْ حَرَامِ وَفِي الْمِيْعٰدِ اَسْقِطْ لَدَى الْمُسْ

ترجمہ :- اور تو (وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ) فِي الدِّيْنِ (غ) اور (رِجْزَ) الشَّيْطٰنِ (غ) اور (هُمُ) الْمُؤْمِنُوْنَ (غ و غ) اور (عَنِ الْمَسْجِدِ) الْحَرَامِ (غ) اور (اس لَاخْتَلَفْتُمْ) فِي الْمِيْعٰدِ (غ) کو ساقط کردے جو گذرنے (والے قافلہ) کے (ذکر کے) پاس ہے (یعنی اس وَالرَّكْبُ کے قریب ہے جس میں جنگِ بدر کے وقت ابوسفیان کے قافلہ کے عافیت کے ساتھ گذر جانے کا ذکر ہے)

(۱۱۴/۵) كَذَاكَ مَعَ الفُرْقَانِ وَالْمُتَّقُونَ وَالْ

(أَيْ عَشَرُ كَذَاكَ) (طَصَا)

(أَمْرِيَّةٌ مُسْتَأْنِفَةٌ)

قِتَالِ مَعَ الْجَمْعَنِ مَفْعُولًا نِ اسْتَمِرْ

(طَصَتْ)

أَيِ اسْتَخْرِجْ (معالم) أَوِ اطْلُبِ الْمِرْيَةَ. یعنی ان کلمات کے رؤس آیات ہونے کے بارے میں شک طلب کرو۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اُس کامل مشابہت کا تصور کرو جو ان کلمات کے اور رؤس آیات کے درمیان ہے کیوں کہ اس احساس سے شک پیدا ہو گا جس سے تم تحقیق کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے اور اسی طرح رفتہ رفتہ محقق بن جاؤ گے (لوامع)

ترجمہ:۔اور وہ دُوسرا كَانَ) مَفْعُولًا جو (يَوْمَ) الْفُرْقَانِ (ع) اور (إِلَّا) الْمُتَّقُونَ (ع) اور (عَلَى) الْقِتَالِ (ع) سمیت ہے نیز يَوْمَ الْتَقَى) الْجَمْعَنِ سمیت ہے اسی طرح (متروک) ہے (جس طرح شعر ۱۱۳ کے پانچ کلمات متروک ہیں) تو (ان سب کلمات کو اور اسی طرح جو ہمارے بیان سے رہ گئے ہوں ان کو بھی سُورت کی آیات میں سے تلاش کر کے) نکال لے (اور پُوری ہوشیاری اور بیدار مغزی سے کام لے ایسا نہ ہو کہ متروک کلمات میں سے کوئی کلمہ شمار کی ہوئی آیات میں شامل ہو جائے۔ یا جو آیات شمار میں شامل ہیں اُن میں سے کوئی آیت رہ جائے۔ پس اِسْتَمِرْ میں اشارہ ہے کہ ہم نے صرف انہیں کلمات کو بیان کیا ہے جو فواصِل کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے ہیں، اور پُورا احاطہ نہیں کیا۔ اس لئے تم تلاش کر کے کم مشابہت والوں کو بھی نکال لو۔ چنانچہ فَوْقَ الْأَعْنَاقِ (ع) بھی انہی کلمات میں سے ہے جو شبہ الفاصلہ ہیں۔)

سُورَةُ الْبَرَاءَة (۹) (۱۱۳)

اِس میں ۴ چار شعر ہیں،

اس کے نام ۱۳ تیرہ ہیں. (۱) التوبة (مدنی حضرات) کیوں کہ اس میں لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ (ع) میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے صحابہؓ کی توبہ کے قبول ہونے کا ذکر ہے۔ (۲) الفاضحة، رُسوا کرنے والی، کیوں کہ اس میں منافقین کی رُسوائی اور بے عزتی کا ذکر ہے۔ (مکی حضرات)۔ (۳) العذاب (۴) الْمُقَشْقِشَة، نفاق سے نجات دلانیوالی (ابن عمرؓ)

(۵) اَلْمُنَقِّرَہ ، ان باتوں کی چھان بین کرنے والی اور ان نیتوں کو ظاہر کرنے والی جو مشرکین کے دلوں میں ہیں (عبید بن عمرؓ) (۶) اَلسُّوْرَۃُ الْمُخْزِیَہ ، رُسوا کرنے والی (۷) اَلسُّوْرَۃُ الْمُتَکَلِّمَہ منافقین اور مقبولین کے بارے میں کلام کرنے والی۔ (۸) اَلسُّوْرَۃُ الْمُشَرِّدَہ ، مخالفین کی جماعت کو پراگندہ کردینے والی۔ (۹) اَلسُّوْرَۃُ الْمُدَمْدِمَہ ، غصّہ سے کلام کرنے والی نیز ہلاک کرنیوالی، (۱۰) اَلْبَحُوْث ، اَیْ کَثِیْرُ الْبَحْثِ عَنْ اَحْوَالِ الْمُنَافِقِیْنَ (۱۱) اَلْحَافِرَہ (۱۲) اَلْمُثِیْرَہ (۱۳) اَلْمُبَعْثِرَہ ، منافقوں کے رازوں کو پراگندہ کرنے والی۔

یہ اجماعاً مدنی ہے، اور اس بارے میں دو قول ہیں۔ (۱) آخری دو آیتوں کے سوا پوری سُورت مَدنی ہے۔ اور سیوطیؒ کے اِرشاد پر دو آیتوں کے مستثنےٰ کرنے کا قول غریب ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ روایت میں آیا ہے کہ یہ سُورت سب سے اخیر میں نازل ہوئی پھر مکی کیونکر ہو سکتی ہے (۲) بعض کی رائے پر مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ سے حَلِیْمٌ تک کی دو آیتیں مکّی اور باقی سب آیات مدنی ہیں، کیوں کہ روایت میں ہے کہ ان کا نزول نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اُس وعدہ کے بارے میں ہوا ہے جو آپ نے ابوطالب سے کیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ جب تک مجھے منع نہیں کیا جائے گا اُس وقت تک آپ کے لئے بخشش کی دُعا کرتا رہوں گا۔ اس سورت پر بسم اللہ نازل نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ بِسْمِ اللہ امان کے لئے ہے اور اس سُورت کے شروع ہی میں مشرکین کے لئے امان نہ ہونے کا ذکر ہے۔ یہ وجہ نکتہ کے طور پر ہے۔ اور اصل وجہ وہ ہے جو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بتائی ہے کہ نہ تو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کی ترتیب کے متعلق کچھ فرمایا، نہ اس پر بسم اللہ نازل ہوئی۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ اس سُورت پر بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں انفال کا جزو ہونے کا احتمال ہے۔ اور اس کے بعد کوئی مستقل سُورت نازل نہیں ہوئی۔

آیات کے شمار میں کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات دو ہزار چار سو ستانوے (۲۴۹۷)، اور حروف دس ہزار آٹھ سو ستاسی (۱۰۸۸۷) ہیں۔ اور اس کی آیتیں مُرٰا نُبَدِّلُ یا نملارد ب کے سات حروف میں سے کسی ایک پر ختم ہوتی ہیں (۱) نَ ، مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (ع) (۲) مٓ ، اَلِیْمٍ (ع) (۳) لَ ، اِلَّا قَلِیْلٌ (ع) (۴) اَ ، اَیْمَانًا (ع) (۵) رَ ، قَدِیْرٌ (ع) (۶) دَ ، وَثَمُوْدَ (ع) (۷) بَ ، اَلْغُیُوْبِ (ع)۔

اَیْ وَعَدَّ جَمِیْعُ الْاَئِمَّۃِ

۱۱۵ وَعَدَّ سِوَی الْکُوْفِیْ بَرَاءَۃَ رَقْدُ لَوٰی ⟵ یہ لَوَی الْحَبْلَ سے ہے یعنی اس نے رسّی کو بَل دیا اور اس کو بٹا۔ اس میں شمار کی تعریف کی ہے۔

مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ الثَّانِ فَاعْدُدْهُ لِلْبَصْرِیْ

ترجمہ:- اور (شمار کے سات اماموں میں سے) کوفی کے سِوَا (باقی چھ) نے (سُورۃ) براءۃ کو (ایک سَو تیس آیتوں والی) شمار کیا ہے (اور یہ شمار قاف اور لام کے عددوں سے نکلا ہے) حالانکہ اُس (کوفی کے سِوَا) نے (اس شمار کو) بَٹ دیا ہے (اور گوندھا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ یہ شمار رسّی کی طرح خوب مضبوط اور قوی ہے۔ جیسے کسی چیز کو بٹ دے کر اور گوندھ کر مضبوط کر دیتے ہیں۔ پس کوفی کے لئے اس سُورت کی کُل آیات اس سے ایک عدد کم یعنی ایک سَو انتیس ہیں، جو اجماعی بھی ہیں، اور صحیح قول کی رُو سے چار اختلافی ہیں، اور تفصیل یہ ہے کہ ما) دُوسرے مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (رع) کو بصری کے لئے (یعنی) تو اُس کو (ان کے لئے) شمار کرلے (پس سُورت کے دُوسرے مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ پر جو بَرَآءَۃٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ میں ہے بصری کیلئے آیت ہے (۱) م (۲) اَغ، اور دُوسرا کہہ کر پہلے اور تیسرے مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کو نکال دیا کیونکہ پہلے پر تو اجماعاً آیت ہے اور تیسرے پر جس کے بعد ثُمَّ لَمْ ہے کسی کیلئے بھی نہیں ہے، پس اختلاف دُوسرے میں ہی ہے نہ کہ پہلے اور تیسرے میں)

فائدہ:- یہاں بصری کیلئے دو روایتیں ہیں، (۱) دوسرے پر آیت ہے تیسرے پر نہیں۔ (۱) م (۲) اَغ، اور یہ عاصم جحدری سے معلّی کی روایت ہے۔ اور یہی معتبر اور صحیح ہے، چنانچہ ناظم نے بھی اسی کو لیا ہے۔ (۲) پہلی صورت کا عکس، یعنی دوسرے پر نہیں اور تیسرے پر ہی یہ عاصم جحدری سے شہاب کی روایت ہے، اور یہ معتبر اور صحیح نہیں ہے۔ اور باقی چھ کے لئے دونوں میں سے کسی پر بھی آیت نہیں۔ ش، اس لئے کہ وَرَسُوْلُہٗ، اَنَّ کے اسم یعنی اَللّٰہ کے محل پر معطوف ہے۔

۱۱۶ وَشَامٍ یُّعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا اَوْ

وَلَا وَثَمُوْدَ اعْدُدْهُ لِلصَّدْرِ ذَا قِصَرْ

ترجمہ:۔ اور شامی (یعنی دمشقی) نے (اس سورت کے ۲) پہلے یُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (رع) کو (شمار کیا ہے، اَعْ، اور باقی چھ کیلئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) عم (۲) ش) اور ثَمُودَ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (ع) کو حجازی کے لئے (یعنی) اُس کو (ان کے لئے آیات میں) شمار کرلے حالانکہ یہ (وَثَمُوْدَ ان حجازی ہی پر) انحصار (اور خصوصیت) والا ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ اس پچ صرف حجازی کے لئے آیت ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ اور اس موقع کا انہی کے ساتھ مخصوص ہونا اُعْدُدْهُ سے بھی معلوم ہوگیا تھا۔ پس ذَا قَصْرٍ میں اس معلوم کی مزید تصریح کرکے اس کی تاکید فرمادی۔ یا تو اس کو حجازی کے لئے شمار کر، حالانکہ یہ تمام قراء کے لئے قصر والا ہے۔ یعنی اس میں دال کے بعد الف مدہ کا اثبات کسی کے لئے بھی نہیں ہے۔ اور شامی عراقی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) ش (۲) ق)

فائدہ:۔ یہاں ناظمؒ نے اختلافی آیات تین ۳ بتائی ہیں۔ ۱ دوسرا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (ع) ۲ عَذَابًا اَلِيْمًا (رع) ۳ وَثَمُوْدَ (ع) اور سعادتِ دارین و اتحاف وغیرہ میں اختلافی آیات پانچ ۵ درج ہیں۔ ۱ دوسرا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ (ع) ۲ تیسرا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ (ع) ان پر صرف بصری کے لئے آیت ہے، اور اس میں دو ۲ قول ہیں جو اُوپر درج ہو چکے ہیں۔ ۳ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (رع) اس پر صرف حمصی کے لئے آیت ہے۔ گو اور باقی چھ ۶ کے لئے نہیں ہے (۱) عم (۲) قب۔ ۴ عَذَابًا اَلِيْمًا (رع) اس پر صرف دمشقی کے لئے ہے۔ ۵ وَعَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (ع) اس پر حجازی کے لئے ہے۔

اس سورت کی اجماعی آیات ایک سو اُنتیس ۱۲۹ ہیں۔ چونکہ کوفی نے اختلافی پانچ ۵ میں سے ایک کو بھی شمار نہیں کیا اس بناء پر ان کے لئے تو ایک سو انتیس ۱۲۹ ہی رہیں۔ اور بصری نے صحیح قول کی بناء پر صرف ۱ دوسرے مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ کو اور حمصی نے ۳ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ کو، اور دمشقی نے صرف ۴ عَذَابًا اَلِيْمًا کو، اور حجازی نے ۵ وَعَادٍ وَّثَمُوْدَ کو لیا ہے۔ اس بناء پر ان چھ ۶ اماموں کی کُل آیات ایک سو تیس ۱۳۰ ہوگئیں۔

اختلافی آیات کے بعد دو ۲ طویل آیتیں اور شبہ الفاصلہ کے آٹھ ۸ کلمات

(۱۱۷/۳) وَاٰخَرُوْنَ (ب) اللّٰهَ (حو) وَالسّٰبِقُوْ (فضل) هُوَ ال

(عَطْ) آمْرِيَّۃٌ (عطق)
خ
سَعَظِيْمُ اَلِيْمًا يَّتَّقُوْنَ فَدَ عْ وَ ادْرِ
(مفق) (ن)

ترجمہ :- اور اِنَّ اللّٰہَ (اشْتَرٰی ع اور) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ع سے شروع ہونے والی دونوں آیتوں) کا ختم (والا سرا) اَلْعَظِيْمُ ہی ہے (چنانچہ ع و ع دونوں کی پہلی آیتیں اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ پر ختم ہوتی ہیں۔ پس ان دونوں کے درمیانی حصے وقوف ہیں نہ کہ آیات۔ اور) تو (عَذَابًا) اَلِيْمًا (ع مَا) يَتَّقُوْنَ (ع اِن دونوں) کو ترک کردے اور (اس بات کو خوب) جان لے (اور پوری طرح سمجھ لے کہ یہاں اَلِيْمًا اور يَتَّقُوْنَ شبہ الفاصلہ ہیں، اور شبہ کی وجہ یہ ہے کہ اَلِيْمًا ع پر دمشقی کے لئے آیت ہے۔ اور مَا يَتَّقُوْنَ میں دوسری آیتوں کے ساتھ مُشَاکَلَہ ہے۔ اس لئے تنبیہ فرمادی کہ ان پر آیت ہونے کا شبہ کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ان پر آیت ہونا نص سے ثابت نہیں ہے)

(ظص)
(۱۱۸/۴) وَفِي الدِّيْنِ دَعْ مَعْ مِنْ سَبِيْلٍ مُّنفِقُوْ
(مفق) (عطق)
عَطْـــــقُ (ظص)
نَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ الْمُشْرِكِيْنَ مَعَ الْقَصْرِ

ترجمہ :- اور تو (اُس فَاِخْوَانُكُمْ) فِي الدِّيْنِ (ع اور لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ ع) کو جو مِنْ سَبِيْلٍ (ع) سمیت ہے (اور مِنَ الْاَعْرَابِ) مُنفِقُوْنَ (ع اور وَرَسُوْلُهٗ) وَالْمُؤْمِنُوْنَ (ع اور اُس اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ) الْمُشْرِكِيْنَ (ثُمَّ لَمْ ع) کو ترک کردے جو قصر (یعنی حصر و خصوصیت کا فائدہ دینے والے حرف اِلَّا) کے ساتھ (ملا ہوا) ہے۔

فائدہ ۱ :- مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ سے مراد وہ ہے جو ع میں تیسری جگہ آرہا ہے اور جس کے ساتھ اِلَّا کا لفظ بھی ہے جو حکم کو کسی ایک فرد یا چند افراد کے ساتھ خاص کردینے کے لئے استعمال ہوا کرتا ہے، چنانچہ یہاں بھی اِلَّا نے بیزاری اور ناراضگی کی نفی کو اُن مشرکین کے ساتھ خاص کردیا ہے جن سے مسلمانوں نے عہد کر رکھا ہو اور وہ مشرکین بھی عہد کو نباہ رہے ہوں۔ پس اُن کے بارے میں حکم یہ تھا کہ اُن کو حرم سے اور جزیرہ عرب سے فوراً نہ نکالو۔ بلکہ عہد کی

مُدّت پُوری کر دو۔

فائدہ ۲:۔ اَلْمُشْرِكِيْنَ کے ساتھ حصر والے حرف یعنی اِلَّا کی قید لگا کر سُورت کے پہلے اور دوسرے مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ کو نکال دیا، کیوں کہ ان میں سے پہلے پر اجماعاً اور دوسرے پر صرف بصری کے لئے آیت ہے۔ رہا تیسرا جس کا بیان اس شعر میں ہو رہا ہے سو وہ اجماعاً متروک ہے۔ یا مَعَ الْقَصْ میں قصر، نقص کے معنیٰ میں ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ اس اَلْمُشْرِكِيْنَ کو بھی ترک کر دو جو اُس نقص کے متصل آرہا ہے جس کا ذکر ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ میں ہے۔ اور شبہ الفاصلہ کے کچھ کلمات ایسے بھی ہیں جن کو ناظمؒ نے بیان نہیں فرمایا انشاء اللہ ان کا ذکر فائدہ میں آئے گا۔

فائدہ ۳:۔ شبہ الفاصلہ بائیس ۲۲ ہیں۔ ۱ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (ع) تیسری جگہ جیسا کہ اُوپر گُذرا۔ ۲ و ۳ فِی الدِّیْنِ (ع و ع) ۴ وَرِضْوَانٍ (ع) ۵ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ (ع) ۶ لَكَ الْاُمُوْرَ (ع) ۷ و ۸ فِی الصَّدَقٰتِ (ع و ع) ۹ وَفِی الرِّقَابِ ۱۰ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (ع) ۱۱ عَذَابًا اَلِيْمًا (ع) ۱۲ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ ۱۳ مِنْ سَبِيْلٍ (ع) ۱۴ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ ۱۵ مُنٰفِقُوْنَ ۱۶ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۱۷ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (ع) ۱۸ وَيُقْتَلُوْنَ ۱۹ لِلْمُشْرِكِيْنَ ۲۰ مَا يَتَّقُوْنَ ۲۱ وَالْمُهٰجِرِيْنَ (ع) ۲۲ يُفْتَنُوْنَ (ع)۔

(۱۰) سُوْرَةُ يُوْنُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (۵۱)

اس میں ایک شعر ہے،

اس کے مکّی اور مدنی ہونے میں پانچ ۵ قول ہیں۔ (۱) مکّی ہے (اکثر حضرات) (۲) وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ (ع) مدنی ہے، جو مدینہ کے یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے (ابنِ مبارکؒ) (۳) فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ (ع) سے لَا يُؤْمِنُوْنَ تک کی تین ۳ آیتیں مدنی ہیں (مُعدّل عن ابن عباسؓ و قتادہؓ) (۴) بعض کے قول پر فَاِنْ كُنْتَ سے دو ۲ آیتیں مدنی ہیں اور بعض کی رائے پر وَاِنْ كَذَّبُوْكَ (ع) والی آیت بھی مدنی ہے۔ (۵) سورت کے اوّل سے عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (ع) تک کا حصّہ مکّی ہے اور باقی مدنی ہے۔ اس کو ابن الفرس نے اور جمال القراء میں سخاویؒ

نے نقل کیا ہے۔ شامی شمار کی رو سے اس کی نظیر اسرآء ہے، کیونکہ اس شمار پر یونس اور اسراء دونوں کی کل آیات ایک سو دس ہیں۔ اور اس کے کلمات ایک ہزار آٹھ سو بتّیس ہیں۔ اور یونس اور ہود دونوں میں سے ہر ایک کے حروف سات ہزار پانچ سو سڑسٹھ ہیں۔ اور اس کی آیتیں لم نر یا منزل کے چار حروف ہیں۔ (۱) م، الحکیم (غ) (۲) ن، مبین (غ) (۳) ر، لما فی الصدور (غ) (۴) ل، بوکیل (غ)۔ اور اس کی اجماعی آیات ایک سو آٹھ اور اختلافی تین ہیں، جن کا بیان اس شعر میں آرہا ہے۔

۱۱۹

وَيُونُسُ غَيْرُ الشَّامِ (فَـ)ـقَدْ (طَـ)ـالَ وَالصُّدُو
رِوَ الدِّينَ (دِ)نْ وَالشّٰكِرِينَ فَدَعْ (دَ)هْرِي

ترجمہ :۔ اور سورۂ یونس جو ہے (اس میں) شامی کے سوا (باقی پانچ اماموں کا شمار بھی بہ نسبت سورۃ الانفال کے) بلاشبہ طویل (اور زیادہ) ہوگیا ہے (یا سورۂ یونس جو ہے شامی کے سوا باقی پانچ اماموں کے لئے اس کی آیات ایک سو نو ہیں جو قاف اور طا سے نکلی ہیں۔ اور شامی کے لئے ایک عدد زائد یعنی ایک سو دس ہیں۔ بلاشک یہ یونس علیہ السّلام طویل زمانہ تک مچھلی کے پیٹ میں رہے ہیں۔ یا یہ قربِ الٰہی اور نبوّت کی دولت سے مالا مال ہونے کے سبب بزرگی والے اور گنجائش والے اور دولت والے ہوگئے ہیں۔ اس سورت کی اجماعی آیات ایک سو آٹھ اور اختلافی تین ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے ع۱ فِی الصُّدُوْرِ (غ) اور (ع۲ مُخْلِصِیْنَ لَهُ) الدِّیْنَ (ع ان دونوں) کو (شامی نے آیات میں شمار کیا ہے (۱) م (۲) اُغ۔) تو (حق تعالیٰ کے احکام کی) اطاعت کر (اور حجازی، عراقی کے لئے ان دونوں میں سے کسی پر بھی آیت نہیں ہے۔ اور وجوہ الصُّدُوْرِ میں دو ہیں (۱) ش (۲) قب۔ اور لَهُ الدِّیْنَ میں تین ہیں (۱) حکو (۲) عو (۳) قب) اور تو (ع۳ مِنَ) الشّٰكِرِیْنَ (ع) کو (دال والے شامی کے لئے) ترک کردے (تو) میرے (اس) زمانہ کو (لے لے۔ اور اس کو نعمتِ غیر مترقبہ جان کر مجھ سے قرآنی علوم حاصل کرلے یا میرے اس زمانہ میں حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کرتا کہ نعمتوں میں بھی مزید بہ مزید اضافہ نصیب ہوتا رہے۔ اور علم میں بھی ترقی ہوتی رہے۔ بس

شامی کے لئے مِنَ الشّٰكِرِيْنَ پر آیت نہیں ہے۔ ق۔ اور باقی پانچ کے لئے ہے۔ (۱) م (۲) ک (۳) اُغ ۱) ان تینوں میں سے حجازی عراقی نے صرف ۳ کو لیا ہے اس لئے ان کی ایک سو نو ہو گئیں۔ اور شامی نے ۱ اور ۲ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی ایک سو دس ہو گئیں۔

اور شبہ الفاصلہ تین ہیں۔ اور تینوں اِسْرَآءِيْلَ میں ہیں۔ جن میں سے دو ۹ ۲ غ میں اور ایک غ میں ہے۔ اور ناظم نے ان کو اس لئے نہیں بتایا کہ وَالْاِنْجِيْلَ اِسْرَآءِيْلَ اٰلِ عمران شعر ۴۸ میں اس کو تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

فائدہ ۱:۔ نحوی ترکیب کی رُو سے اَلصُّدُوْرِ اور اَلَّذِيْنَ دونوں دِنْ کے مفعول ہیں اور الصُّدُوْرِ وَالَّذِيْنَ دِنْ کے معنی یہ ہیں کہ تو صُدور یعنی پہلے علماء کی اور دینِ الٰہی کی اطاعت اختیار کر کیوں کہ فلاح اور کامیابی اسی سے میسّر آئے گی۔

فائدہ ۲:۔ الٓرٰ پر پانچ جگہ اور الٓمّٓرٰ رعد ان چھ پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے اور اس کا بیان قصیدہ کے شعر ۲۶ وَمَا بَدْءُهُ الخ میں گذر چکا ہے۔

فائدہ ۳:۔ یہاں مسکوت یعنی شامی کے لئے آخری سے ایک عدد زائد مُراد ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ اختلافی آیات میں سے حجازی اور عراقی نے صرف ایک اور شامی نے دو آیتیں لی ہیں۔ اس لئے ان کے شمار میں ایک آیت کا اضافہ ہو گیا۔

(۱۱) سُوْرَۃُ هُوْدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ (۵۲)

اِس میں چھ شعر ہیں

مکّی ہے، لیکن ذیل کی تین آیات مدنی ہیں۔ ۱ فَلَعَلَّكَ سے وَكِيْلٌ تک ۲ اَفَمَنْ كَانَ سے لَا يُؤْمِنُوْنَ ۲ غ تک ۳ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ سے لِلذّٰكِرِيْنَ ۱ غ تک۔ اور آیات کے شمار کی رو سے اس کی نظیر مدنی اوّل و شامی میں سُورۃ المائدہ ہے۔ چنانچہ ان تینوں شماروں میں مائدہ اور ہود کی کُل آیات ایک سو بائیس ۱۲۲ ہیں۔ اور دوسرے شماروں پر اس کی نظیر نہیں ہے۔ اور کلمات ایک ہزار نو سو پندرہ ۱۹۱۵ اور حروف سات ہزار پانچ سو سرسٹھ ۷۵۶۷ ہیں۔ اور آیتیں ذیل کے دو مجموعوں کے بارہ حروف میں سے کسی ایک پر ختم ہوتی ہیں (۱) ذُقْ ظِلَّ مُصْطَبِنٍ تَنِدْ

(۲) رَنْ لَمْ ظَدَ بَزْ ذَطْ قَصَ۔

۱ رٰ، خَبِيْرٍ (غ)، ۲ نٰ، مُبِيْنٍ (غ)، ۳ لٰ، وَكِيْلٌ (غ)، ۴ مٰ، اَلِيْمٍ (غ)

۵ ظ، حَفِيظٌ (عۭ) ۶ دٓ، عَنِيدٍ (عۭ) ۷ بٓ، مُجِيبٌ (عۭ) ۸ زٓ، الْعَزِيزُ (عۭ) ۹ ذٓ، حَنِيذٍ (عۭ) ۱۰ شٓ طٓ، لُوطٍ (عۭ) ۱۱ قٓ، وَشَهِيقٌ ۱۲ صٓ، مَنْقُوصٍ (عۭ)۔

اور اس کی اجماعی آیات ایک سو اٹھارہ اور اختلافی سات ہیں، جن کا بیان شعر ۱۲۰/۱ تا ۱۲۳/۲ میں آرہا ہے۔

۱۲۰/۱ وَهُودُ عَنِ الْكُوفِي كَمَا قَدْ جَمَعْتُهَا (۳) (۱۰۰) (۲۰)

وَثِنْتَانِ (دَ) اَمَا (اَ) صْلُ وَصْلٍ بِلَا هَجْرِ

(حاشیہ: مَا مَوْصُولَۃٌ اَیِ الْعَدَدِ — اِسْمِیَّۃٌ — مُبْتَدَأٌ — اَیْ وَعَدَدُ هُودٍ — مُتَعَلِّقٌ بِعَدَّ — (شامی) ص (مدنی اول) — فَاصِلٌ (مُتَّصِلٌ) — بِفَتْحِ الْهَاءِ هُوَ ضِدُّ الْوَصْلِ (جُدائی کے معنی میں ہے) بِلَا هَجْرِ وصل کی تاکید کے لئے ہے، کیونکہ وصل اور جدائی کا ترک دونوں متحد ہیں۔ اور ھا کے ضمہ سے فحش کے معنی میں ہے اور یہاں یہی اَولیٰ ہے۔)

ترجمہ:۔ اور کوفی کے لئے ہُودٓ (کی آیتوں کا شمار واقع میں بھی) اُس (شمار) کی طرح ہے جس کو میں نے (تمہارے لئے کاف وقاف وجیم کے ذریعہ) یقیناً جمع کر دیا ہے (اور مہیا کر دیا ہے پس ان کے لئے اس سُورت کی کُل آیات ایک سو تیئیس ۱۲۳ ہیں) اور (نیک عادتوں میں سے) دو ۲ (عُمدہ عادتیں یعنی استغفار ۱ کے ذریعہ پچھلے گناہ معاف کرالینا اور آئندہ کیلئے فرمانبرداری اختیار کرنا اور مَولا ۲ کی طرف رجوع کرنا) جو ہمیشہ (جاری) رہیں (اور ان پر ہمیشگی کی جائے اور جن کا ذکر اس سُورت کی تیسری ۳ آیت وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ میں ہے ایسی دو ۲ عادتیں اُس) وصل کی بُنیاد (اور اس کا کامل ترین ذریعہ) ہیں جو (کسی) جُدائی کے (پیش آنے کے) بغیر ہے (یا کسی فحش اور خرابی کے بغیر ہے یعنی سب کدورتوں سے صاف اور شفاف ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ ان دونوں ۲ نیک خصلتوں کو ہمیشہ عمل میں لانے کے نتیجہ میں مولائے کریم کا وہ کامل وصال و قُرب نصیب ہوگا جو ہمیشہ باقی رہے گا اور کسی وقت بھی جُدائی کی نوبت نہیں آئے گی۔ اے بارِ الٰہا! یہ دو عمدہ ترین خصلتیں اور ان کے نتیجہ میں اپنی رضا اور معیت ہم سب کو نصیب فرما، آمین یا رب العالمین۔

پس دال اور ہمزہ والے شامی اور مدنی اوّل کے لئے آخری اور نا تمام دہائی میں سے دو ۲ آیتیں ہیں، جو مذکورہ بالا بارہ ۱۲ دہائیوں کے ساتھ مل کر ایک سو بائیس ۱۲۲ ہو جاتی ہیں۔ اور باقی تین ۳ امام مدنی اخیر، مکّی، بصری جو مسکوت ہیں اُن کے لئے ایک سو اکیس ۱۲۱ ہیں۔ اور یہاں آخری ایک عدد کم مراد ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ آخری کے بعد والا عدد، یعنی ایک سو تیئیس ۱۲۳ پہلے ہی سے

کوفی کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔

اور معالم کی رُو سے بِلَا ھَجْر کی ہا کو فتحہ کے بجائے ضمہ سے پڑھنا اَوْلیٰ ہے۔ کیوں کہ فتحہ کی صورت میں ایطاء لازم آتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں ایک قافیہ کا ایسے دو شعروں میں استعمال کرنا جن میں زیادہ فاصلہ نہ ہو۔ اور یہاں ھَجْن دو جگہ (شعر ۱۲۰ اور ۱۲۳ میں آ رہا ہے۔ اور ان میں سے ثانی کا وصل کی ضد کے لئے اور ھا کے فتحہ سے ہونا متعیّن ہے۔ اِس لئے اوّل میں ھا کا ضمہ عُمدہ تر ہے۔

سب شمار بتانے کے بعد اختلاف والی سات آیتوں کا بیان۔ اور یہ ناظمؒ کی دائمی عادت ہے۔

(۱۲۱/۳) وَكُوفٍ لَّهُ مَا تُشْرِكُونَ وَلُوطِ اُوْ
وَلَا كُلُّهُمْ وَالثَّانِ دَعْ وَافِيًا وَّاقْرِ

اس میں دو احتمال ہیں: (۱) قَرَی الْمَاءَ سے ہے، جس کے معنیٰ ہیں اس نے پانی جمع کر لیا۔ (۲) اُس قِرَیٰ سے ہے جو مہمانی کے معنیٰ میں ہے،

ترجمہ:۔ اور کوفی (اور حمصی) جو ہیں (مِمَّا تُشْرِكُونَ (ع)) اُن کے لئے (شمار کیا گیا) ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ اور باقی پانچ کے لئے متروک ہے۔ (۱) ش (۲) قَبْ) اور (اِلیٰ قَوْمِ لُوطٍ (ع)) جو ہے (اس لُوطٍ کو) پہلی (جگہ) میں اُن (ساتوں اماموں) میں کے سب (ہی) نے (شمار کیا ہے اور اس اجماعی آیت کا ذکر اس کے اختلافی موقع کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے ہے) اور تو دوسرے (فِي قَوْمِ لُوطٍ) کو (جو ع کی آیت ۶ میں ہے بصری و حمصی کیلئے ترک کر دے حالانکہ تو (آیات کے شمار کے علم میں یا حق سُبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ محبت سے بھرا ہوا تعلق رکھنے میں) کامل ہے اور تو (۱)، عذابِ الٰہی سے بچنے کے لئے کامل یقین اور نیک اعمال کا ذخیرہ) جمع کرے (یا (۲) قرآن کے طلبار کی مہمان نوازی کیا کر، یا (۳) لوط علیہ السلام کی قوم کی مغفرت کی امید منقطع کر دے، کیوں کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے۔ اس تیسری تقدیر پر وَاقْرِ، قَرَیٰ يَقْرِیْ اَیْ قَطَعَ سے ہے (لوامع) اس میں يَا اِبْرَاهِيمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا والے مضمون کی طرف اشارہ ہے جو اس لُوطٍ کے بعد ہے۔ پس فِي قَوْمِ لُوطٍ بصری و حمصی کے لئے متروک ہے، قَبْ، اور باقی پانچ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ (۳) کُوْ)

ے اور ایک نسخہ میں وَافِرٍ ہے فا سے، اَیْ اقطع ۱۲

(۱۲۲/۳) وَسِجِّيلِنْ اُعْدُدْ بَعْدَ اِجَدٍّ وَّغِيمِلُو (مدنی اخیر) (مکی) (فاصل)

نَ دَعْ مَعْ مَنْضُودٍ وَّكُنْ حَاصِرَ الحَظْرِ اَيِ المَنْعِ

(حصر سے ہے جو قصر اور حبس کے معنی میں ہے)

ترجمہ :۔ اور تو (اس حِجَارَةً مِّنْ) سِجِّيلٍ (ع) کو (مدنی اخیر اور مکی کے لئے) شمار کرلے جو نصیب (اور رزق اور عزت) کے بعد ہے (پس بَعْدَ اَجَدٍّ میں اشارہ ہے کہ لوط علیہ السلام کی قوم پر جو بستیوں کے اُلٹنے اور اس کے بعد خاص نشانات والے جھانویں اور پتھر برسانے کا عذاب آیا تھا وہ اس کے بعد تھا کہ پہلے ان پر رزق کی بارشیں ہوئیں اور طرح طرح کی نعمتیں عطا ہوئیں۔ پھر جب اس قوم نے نافرمانی اور کفر اختیار کر کے ان نعمتوں کی بے قدری کی تو ان پر عبرت ناک عذاب آگیا۔ اس لئے نعمت و راحت کی حالت میں اِترانا اور بے فکر نہ ہونا چاہیئے۔ پس مِنْ سِجِّيلٍ مدنی اخیر اور مکّی کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَغْ۔ اور باقی پانچ کے لئے متروک ہے (۱) عُو (۲) ش (۳) قَبْ۔ کیوں کہ ان پانچوں کے لئے مَنْضُودٍ پر آیت ہے پس اگر سِجِّيلٍ پر بھی شمار کرلیں تو بعد والی آیت صرف ایک کلمہ پر مشتمل رہ جاتی ہے۔ اور ایسی آیات قرآن مجید میں انتیس ۲۹ ہیں، جو شعر ۱۰، ۱۱ و ۲۵ کی شرح میں درج ہیں اور مَنْضُودٍ ان میں سے نہیں ہے) اور تو (اس اِنَّا) عٰمِلُوْنَ (ع) کو (انہی دونوں یعنی مدنی اخیر و مکّی کے لئے) ترک کردے جو (متروک ہونے میں) مَنْضُودٍ (ع) کے ساتھ (شامل) ہے اور تو (ان دونوں کلمات میں اس) ممانعت (اور ترک) کا (انہی دونوں اماموں مدنی اخیر اور مکّی میں) منحصر کرنے والا (اور انہی کے ساتھ خاص کرنے والا) ہوجا (پس مَنْضُودٍ اور عٰمِلُوْنَ مدنی اخیر اور مکّی ہی کے لئے متروک ہیں نہ کہ باقی پانچ اماموں کے لئے بھی جیسا کہ ان دونوں کلمات کے بلاقید اور کسی امام کے ساتھ مخصوص کر کے نہ لانے سے ظاہر میں یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کو سب ہی نے ترک کیا ہوگا۔ پس مدنی اخیر اور مکّی کے لئے نہ تو مَنْضُودٍ (ع) پر ہے (۱) ق (۲) ش اور نہ عٰمِلُوْنَ (ع) پر قَبْ۔ اور باقی پانچ کے لئے مَنْضُودٍ پر بھی ہے۔ اور وجوہ تین ہیں۔ (۱) م (۲) اَغْ (۳) وزن اور عٰمِلُوْنَ پر بھی اور وجوہ دو ہیں (۱) م (۲) ک)۔

(۱۲۳/۴) وَلِلصَّدْرِ (حجازی) (مُفَسِّرًا) كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (ب اَوْ اِصْنَ) فَعُدَّهَا (مُتِمًّا)

وَمُخْتَلِفِينَ (بصری) اعْدُدْ (وِ) (شامی یعنی دمشقی) صَالًا (د) (کوفی) وَاهْجُرْ (مُتَّفَق)

ترجمہ :- اور تو (ان) كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (غ) کو (یعنی) اُس کو حجازی (وحمصی) کے لئے شمار کرلے (۱) م (۲) اُغ۔ پس دمشقی اور عراقی کے لئے متروک ہے۔ قَبْ) اور تو (وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ (بغ) کو (بصری، دمشقی، کوفی کے لئے) شمار کرلے (م) حالانکہ تو (ایسے) وصال (والا) ہے جو جُدائی کی دوا (اور اس کا علاج) ہے (یعنی محبوب کے ساتھ ملاقات اور میل ہونے سے جُدائی کی تکلیف ختم ہوجاتی ہے۔ اور حجازی اور حمصی کے لئے متروک ہے (۱) ش (۲) ق۔ پس سُورۂ ہودؑ کی اجماعی آیات ایک سَو اٹھارہ اور اختلافی سات ہیں جو شعر ۱۲۱/۲ تا ۱۲۳/۴ میں درج ہیں۔ کوفی نے ان میں سے سِجِّيلٍ اور مُّؤْمِنِينَ کے سوا باقی پانچ کو لیا ہے۔ اس لئے اُن کی کُل ایک سو تیئیس ۱۲۳ ہوگئیں۔ اور دمشقی نے لُوطٍ، مَّنضُودٍ ——— مُخْتَلِفِينَ عَٰمِلُونَ اِنّ چار کو، اور حمصی نے تُشْرِكُونَ، مَّنضُودٍ، مُّؤْمِنِينَ، عَٰمِلُونَ اِنّ چار کو، اور مدنی اوّل نے لُوطٍ، مَّنضُودٍ، مُّؤْمِنِينَ، عَٰمِلُونَ اِنّ چار کو لیا ہے۔ اس لئے اِن تینوں کی کُل آیات ایک سو بائیس ۱۲۲ ہوگئیں۔ اور بصری نے ان میں سے مَّنضُودٍ، مُخْتَلِفِينَ عَٰمِلُونَ، اِنّ تین کو، اور مدنی اخیر اور مکّی نے لُوطٍ، سِجِّيلٍ، مُّؤْمِنِينَ اِنّ تین کو لیا ہے اس لئے اِن تینوں کی کُل آیات ایک سو اکیس ۱۲۱ ہوگئیں۔)

فائدہ ۱ :- معدود اور متروک ہونے میں (سِجِّيلٍ) اور (مَّنضُودٍ، عَٰمِلُونَ) آپس میں مقابل ہیں۔ پس مدنی اخیر و مکّی کے یہاں سِجِّيلٍ معدود اور مَّنضُودٍ، عَٰمِلُونَ متروک ہیں۔ اور مدنی اوّل، شامی، عراقی کے ہاں اس کا عکس ہے۔ یعنی سِجِّيلٍ متروک اور مَّنضُودٍ، عَٰمِلُونَ معدود ہیں۔

فائدہ ۲ :- اِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ (غ) اور مُخْتَلِفِينَ (بغ) ان میں بھی وہی تفصیل ہے جو ابھی فائدہ ۱ میں گزری۔ پس حجازی اور حمصی کے لئے مُّؤْمِنِينَ معدود اور مُخْتَلِفِينَ متروک ہے۔ اور دمشقی و عراقی کے لئے اس کا عکس ہے۔ یعنی مُّؤْمِنِينَ متروک اور مُخْتَلِفِينَ

معدود ہے۔

فائدہ ۳: ۔ معالم میں ہے کہ دَوَا مصدر ہے۔ جس کا اطلاق یا تو مبالغہ کے طور پر کیا گیا ہے یا یہ مُدْوِیًا کے معنیٰ میں ہے۔ لیکن احقر کے خیال میں اس تاویل کی حاجت نہیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ یہاں دَوَا کا اطلاق دِصَالُ الوَصْل پر ہے اور اس کے دَوَا بننے میں کوئی اشکال نہیں۔ ہاں اگر آیات کے شمار کرنے والے انسان پر دَوَا کا اطلاق ہو تو پھر تاویل کی ضرورت پیش آئے گی۔ کیونکہ انسان دَوَا نہیں ہوتا بلکہ دوا کے ذریعہ علاج کرنے والا ہوتا ہے۔

شبہ الوسط اور اجماعی آیات کے تین کلمات اور شبہ الفاصلہ کا ایک کلمہ

(۱۲۴/۵) بَشِيْرٌ وَّمَعْدُوْدٍ مُّبِيْنٌ لِّكُلِّهِمْ
وَقَدْ اَسْقَطَ التَّنُّوْرَ كُلٌّ بِلَا نِزَاعٍ

متعدد معانی میں مستعمل ہے۔ لیکن یہاں وہی معنی مناسب ہیں جو ترجمہ میں درج ہیں۔

ترجمہ: ۔ (نَذِيْرٌ وَّ) بَشِيْرٌ (عِ) اور (لِاَجَلٍ) مَّعْدُوْدٍ (عِ اور نَذِيْرٌ) مُّبِيْنٌ (عِ یہ تینوں) اُن (اماموں) میں کے سب کے لئے (آیات میں شمار کئے گئے) ہیں، اور بلاشک (وَفَارَ) التَّنُّوْرُ (ھود عِ اور مؤمنون عِ) کو سب (یعنی ساتوں اماموں) نے (کسی) نزاع (اور جھگڑے) کے بغیر (اجماعًا) ترک کیا ہے (یا حالانکہ وہ نزاع سے بری اور پاک ہیں۔)

شبہ الفاصلہ کے باقی پانچ کلمات

(۱۲۵/۶) وَاُسْقِطَ مَجْمُوْعٌ لَّهُمْ تَعْلَمُوْنَ مَنْ
وَتُخْزُوْنِ مَعَهٗ يُعْلِنُوْنَ عَلٰى جَهْرٍ

اس کی تقدیر وَذٰلِكَ الْاِسْقَاطُ لَهُمْ ثَابِتٌ عَلٰى جَهْرٍ هُوَ بِهٖ وَنَصْرٍ يُّجِيْهِمْ لَهٗ ہے۔

اَیْ مَعَ تَعْلَمُوْنَ

وَهُوَ مُنَاسِبٌ لِّيُعْلِنُوْنَ

ترجمہ :- اور (فِیْنَا ضَعِیْفًا ۴ اور) مَجْمُوْعٌ (۳ اور) تَعْلَمُوْنَ مَنْ (یَأْتِیْهِ ۴، ۴)
اور (وہ وَلَا) تُخْزُوْنِ (۶) جو (متروک ہونے میں) اُس (تَعْلَمُوْنَ) کے ساتھ (شامل)
ہے اور (وَمَا) یُعْلِنُوْنَ (۱ ان چھٹوں میں سے ہر ایک) اُن (سب ساتوں اماموں) کیلئے
ترک کر دیا گیا ہے۔ (اور یہ ترک کرنا ان اماموں کے) جہر (اور اعلان) پر ہے (یعنی واضح بیان
سے ثابت ہے۔ سُبحان اللہ، یُعْلِنُوْنَ اور جہر کی مناسبت نے کلام میں عجیب لطف پیدا کر دیا)

(۱۲) سُوْرَۃُ یُوْسُفَ عَلَیْہِ السَّلَامُ (۵۳)

اِس میں دو شعر ہیں

صحیح قول کی بناء پر پوری سورت مکّی ہے۔ اور سیوطیؒ کی رائے پر ابن حبانؒ کا یہ قول نہایت کمزور ہے کہ اس کے شروع کی تین اور لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ یہ چار آیتیں مدنی ہیں۔ اور ابوالقاسم معلم نے بھی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ کہہ کر اس قول کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسکی نظیر حجازی اور شامی شمار کی رو سے سورۃ الانبیاء، اور کوفی شمار میں سورۃ الاسراء، اور بصری شمار میں سورۃ الکہف اور سورۃ الانبیاء ہے، اس کے کلمات ایک ہزار چھہتر، اور حروف سات ہزار تینتالیس ہیں۔ اور سورۂ یونس علیہ السلام کی طرح اسکی آیتیں بھی کَمْ نَرَیَا نَمْرَلَ کے چار حروف میں سے کسی ایک پر ہیں۔ ۱ ن، الْمُبِیْنِ (۱) ۲ م، حَکِیْمٌ (۱) ۳ ر، الْقَهَّارُ (۵) ۴ ل، وَکِیْلٌ (۱)۔

(اَیْ ذَاتُ الْبَرَکَۃِ الْیَسِیْرَۃِ۔)

(۱۲۶/۱) وَیُوْسُفُ یُمْنُ الْیُسْرِ قُلْ فَتَیْنِ دَعْ

لَدَا الْبَابِ وَالْاَلْبَابِ خَمْرًا اَمَتْ تَجْرِیْ

ترجمہ :- اور تو کہہ دے کہ (سورۂ) یُوْسُفَ (عَلَیْہِ السَّلَامُ) آسان برکت (والی) ہے (کیونکہ اس کی کُل آیات اجماعًا ایک سو گیارہ ہیں جو یا، اور ہمزہ اور قاف کے عددوں سے نکلی ہیں پس

چوں کہ اس سورت میں اختلافی آیتیں اور شبہ الوسط دونوں چیزیں نہیں ہیں۔ اور صرف اجماعی آیات ہیں جو ایک سو گیارہ ہیں۔ اس لئے یہاں نظم کا مطلب بالکل آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور یہ اجماع و اتفاق، اعداد کے بلا قید لانے اور کسی خاص امام کی طرف نسبت نہ کرنے سے نکلا ہے۔ پس اس سورت میں اختلاف نہ اجمال میں ہے نہ تفصیل میں، شبہ الفاصلہ جو اٹھارہ ہیں) تو (۱) فَتَیَیْنِ (ع۵) لَدَا الْبَابِ (ع۳) اور (۳) الْأَلْبَابِ (ع۱۲) خَمْرًا (ع۵ کو) یہ جس وقت (بھی) جاری ہو (اور واقع ہو یعنی دونوں جگہ)

جَمِیلٌ نَجِیًّا سُجَّدًا وَّبَصِیرًا لِ ال (عـــطـــو)

اَحَادِیثَ سُلْطٰنٍ بَعِیرٍ فَخُذْ عَبْرَیْ (عـــطـــو) (اَمْرِ یَہٗ)

ترجمہ:- (اور فصبرٌ) جَمِیلٌ (ع۲ و ع۱۲) نَجِیًّا (ع اور لہٗ) سُجَّدًا (ع۵) اور (یٰاَبَتِ) بَصِیرًا (ع اور فارْتَدَّ بَصِیرًا ع اور تاویل) الْاَحَادِیثِ (ع، ع۳، ع۵ اور بِھَا مِنْ) سُلْطٰنٍ (ع۵ اور کَیْلَ) بَعِیرٍ (ع حِمْلُ بَعِیرٍ ع اور سِکِّینًا ع) کو (یعنی ان سب اٹھارہ کلمات کو) ترک کردے۔ پس تو میری (اس) تفسیر (اور وضاحت) کو لے لے (اور قبول کرلے تاکہ معدود و متروک یعنی آیات وغیر آیات میں پوری طرح جدائی کرنے اور ان کو علیحدہ علیحدہ سمجھ لینے کا موقع میسر آجائے۔ یا تو میری آنکھ سے آنسو جاری کرنے کی عادت کو لے لے، اور تو بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کے جلال اور ان کی ہیبت اور اُن کے عذاب سے ڈرنے کے سبب آنسو بہایا کر، اس کے نتیجہ میں تجھے دوزخ سے رہائی نصیب ہوجائے گی۔ کیوں کہ حدیث میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ بارِ الٰہا! ہمیں بھی اُن پیارے بندوں میں شامل فرما دیجئے جو آپ کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ آمین یا ربّ العالمین)

فائدہ ۱:- (۱) خَمْرًا (ع۵) (۲) جَمِیلٌ (ع۲ و ع۱۲) (۳) بَعِیرٍ (ع۸ و ع۹) (۴) بَصِیرًا (ع۱۱، ع۵) ان چاروں کا دو دو جگہ اور اَلْاَحَادِیثِ (ع۱ - ع۱۳ - ع۵) کا تین جگہ ہونا ان الفاظ کے بلا قید لانے اور کسی موقع کے ساتھ خاص نہ کرنے سے مفہوم ہوا ہے اور سِکِّینًا بھی شبہ الفاصلہ ہے۔ اسی لئے دانی نے اسے بیان کیا ہے اور ناظمؒ نے واضح ہونے کے سبب بیان نہیں کیا۔

فائدہ ۲ :۔ خمرًا یعنی شراب کے ساتھ عَصْرِیَان کا ذکر نہایت مناسب ہے جس سے کلام میں عجیب لطف پیدا ہو گیا۔

فائدہ ۳ :۔ عَبْرٰی کے معنیٰ دو ہیں (۱) خواب کی تعبیر بتانا اور اس کی مراد بیان کرنا چنانچہ عَبَّرَ الرُّءْیَا کے معنیٰ ہیں اس نے خواب کی تعبیر بتائی اور اس کی وہ حقیقت بیان کردی جو اس کے انجام میں پیش آنے والی تھی۔ اور یہاں یہ لفظ مطلق تفسیر کے اور کسی مشکل مطلب کے واضح کر دینے کے معنیٰ میں ہے۔ (۲) آنکھ سے آنسو بہانا۔ اور یہ دونوں معنیٰ سورۂ یوسف علیہ السلام کے مضمون سے لطیف مناسبت رکھتے ہیں۔ چنانچہ یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر کا علم عطا ہوا تھا۔ نیز یعقوب علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کی جدائی کے غم میں روتے تھے۔ سبحان اللہ، کیسی کیسی مناسبتوں کی رعایت فرماتے ہیں۔

سُوْرَۃُ الرَّعْد (۱۳) (۹۶)

اِس میں چار شعر ہیں،

ابن عباسؓ، مجاہد ابن جبیر و عطاء کے قول پر مکی ہے۔ لیکن دو آیتیں مدنی ہیں۔ (۱) وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ (رع) (۲) وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ (رع) کیونکہ اس آخری آیت میں عبداللہ بن سلامؓ کا ذکر ہے، اور وہ مدینہ میں اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔ اور قتادہؒ کے قول پر رع کی آخری آیت میں وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ مکی اور باقی سورت مدنی ہے۔

اور آیات کے شمار میں اس کی نظیر حجازی میں سورۂ المعارج، اور بصری میں سورۂ فاطر قٓ، والنّزعٰت ہیں۔ اور کوفی اور شامی شمار میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات آٹھ سو پچپن ۸۵۵، اور حروف تین ہزار پانچ سو چھ ۳۵۰۶ ہیں۔ اور فواصل عدّ نرقبل یا ندبن لقع کے سات حروف ہیں۔ ۱۔ ن، لَا یُؤْمِنُوْنَ (رع)، ۲۔ د، جَدِیْدٍ (رع)، ۳۔ ب، الْعِقَابِ (رع)، ۴۔ ر، بِالنَّهَارِ (رع)، ۵۔ ل، مِنْ وَّالٍ (رع)، ۶۔ ق، الْمِیْثَاقَ (رع)، ۷۔ ع، الْاَمْتَاعُ (رع)۔

اس کی اجماعی آیات بیالیس ۴۲ اور اختلافی چھ ہیں۔ جن کا بیان شعر ۲ اور ۳ میں آرہا ہے۔

۱۲۸/۱ وَفِی الرَّعْدِ لِلشَّامِیِّ (زَ) هْرُ (مِ) مْدَادُهُ ثَلَاثٌ عَنِ الْکُوفِیِّ وَالْاَرْبَعُ لِلْاَصْدِ

ترجمہ :- اور رعد میں شامی کے لئے بوٹیاں (یا باریک پتیوں والے شگوفے یعنی) اس (شامی کی یا رعد) کی مدد ہے (اور مقصد یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عادت اس طرح جاری ہے کہ رعد یعنی گرج والی بارش کی وجہ سے بوٹیاں اور شگوفے پیدا ہو کر زمین کو رونق دار بنا دیتے ہیں۔ اور اسے باغات سے پُر کر دیتے ہیں اور یہ رعد اور گرج کی مدد ہوتی ہے، جو زمین اور اُس پر بسنے والوں کو ملتی ہے۔ اور شامی کے لئے کہنے سے اس عبارت کے حُسن میں اور بھی اضافہ ہو گیا، کیوں کہ یہ بات مشہور ہے کہ مُلکِ شام کے شہروں میں باغات بکثرت ہوتے ہیں۔ اور **لوامع کی رُو سے** زَهْرُ مِمْدَادُهٗ کے بجائے زُهُرٌ مِدَادِهٖ ہے۔ اور یہ زُهُرٌ اَزْهَرُ یا زَهْرَاء کی جمع ہے۔ یعنی رعد میں شامی کے لئے اس روشنائی کے روشنی والے ستارے ہیں جو لکھنے میں کام آتی ہے۔ اور روشنی والے ستاروں سے مُراد قرآنی آیتیں ہیں جو رُوح اور قلب اور دماغ کو روشن کر دیتی ہیں۔ یعنی رعد میں وہ روشن آیتیں ہیں جو روشنائی سے لکھی جاتی ہیں۔ پس رعد کی کُل آیات شامی کے لئے سینتالیس ۴۷ ہیں۔ جو زا اور میم کے عددوں سے نکلی ہیں اور اس کی آیات ایسی تین ۳ (اور چالیس یعنی تینتالیس ۴۳) ہیں جو کوفی کیلئے ہیں اور (اس کی آیات ایسی) چار (اور چالیس یعنی چوالیس ۴۴) ہیں جو حجازی کے لئے ہیں (اور بصری کے لئے آخری شمار چوالیس ۴۴ سے ایک عدد زیادہ یعنی پینتالیس ہے اور آخری عدد سے ایک عدد کم مراد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تینتالیس ۴۳ والا عدد پہلے ہی سے کوفی کیلئے مقرر ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رعد کی کُل آیات کوفی تینتالیس ۴۳، حجازی چوالیس ۴۴، بصری پینتالیس ۴۵ اور شامی سینتالیس ۴۷ ہیں۔ پھر ان میں سے بیالیس ۴۲ اجماعی اور چھ اختلافی ہیں۔ جن میں سے ناظم نے پانچ بیان فرمائی ہیں۔ کیوں کہ وہ حمصی شمار کو بیان نہیں کیا کرتے۔)

اختلاف والی چھ آیتیں،

۱۲۹/۲ مَعَ النُّوْرِ فِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (فَـ) دَعْ (هُـ) دًی

مُتَوَ

وَلِلْصَّدُرِ دَعْ مِنْ كُلِّ بَابٍ لَّدَى الْبِشْرِ
حجازی (ظص)

ترجمہ :- تو (کوفی کے لئے اُس لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ (رعٓ) کو ترک کردے جو (أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ) النُّوْرُ (رعٓ) سمیت ہے حالانکہ تو (اپنے طلباء کو ہر امر میں راہِ حق کی) ہدایت کرنے والا ہے۔ (پس کوفی کے لئے یہ دونوں متروک ہیں۔ اور وجوہ جَدِيدٍ میں بھی دو ہیں۔ (۱) عَوٗ (۲) ق۔ اور وَالنُّوْرُ میں بھی دو ہیں۔ (۱) عَوٗ (۲) عَكُوٗ۔ اور باقی چھ کے لئے یہ دونوں معدود ہیں۔ اور وجوہ جَدِيدٍ میں تین ہیں (۱) م (۲) ک (۳) اَعْ۔ اور وَالنُّوْرُ میں دو ہیں۔ (۱) م (۲) اَعْ) اور تو حجازی کے لئے اُس مِنْ كُلِّ بَابٍ (رعٓ) کو ترک کردے جو (جنت کی اُس بشارت (کے بیان) کے پاس ہے (جو سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ میں مذکور ہے۔ (۱) عَكُوٗ (۲) قَبْ۔ پس عراقی، شامی کے لئے بَابٍ معدود ہے۔ م)

۱۳۰/۳

(مَفْـــــــــمٌ)
(فَـمْ) عطف
وَشَامٍ لَهُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ الْبَصِيْرُ قُلْ (مَنْ)
(مَقُـــــولَهُ)
مَفْـــــمٌ فَصْ
وَعَنْ كُلٍّ نِ الْمِيْثَاقَ الْاَمْثَالَ فَاسْتَبْرِ رَيْ
عطف (مُـتَمٌ)

اَىْ اِذَا بَيَّنَّا لَكَ الْاٰيَاتِ الْمُخْتَلَفَ فِيْهَا وَمُشْتَبِهَةُ الْوَسْطِ الْجَمْعِ عَلٰى عَدِّهَا فَاسْتَبْرِ اَىْ اُطْلُبِ الْبَرَاءَةَ لِنَفْسِكَ عَنِ الشَّكِّ۔

ترجمہ :- اور تو کہہ دے کہ لَهُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ (رعٓ اور اس سے پہلے وَ) الْبَصِيْرُ (رعٓ ان دونوں) کو شامی نے (آیات میں شمار کیا ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ اور تفصیل ——— یہ ہے کہ سُوْءُ الْحِسَابِ دمشقی اور حمصی دونوں کے لئے۔ اور وَالْبَصِيْرُ صرف دمشقی کے لئے معدود ہے۔ اور سُوْءُ الْحِسَابِ حجازی اور عراقی کے لئے متروک ہے (۱) عَكُوٗ (۲) قَبْ اور وَالْبَصِيْرُ حجازی، بصری، حمصی کیلئے بھی متروک ہے (۱) عَوٗ (۲) قَبْ اور کوفی کیلئے بھی (عَوٗ) اور لَهُمْ کی قید سے وَيَخَافُوْنَ سُوْءَ الْحِسَابِ رعٓ نکل گیا، کیوں کہ اس پر ساتوں کے لئے آیت ہے۔ اور الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ رعٓ صرف حمصی کے لئے معدود ہے۔ کَوٗ۔ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے۔ (۱) عَمْ (۲) قَبْ (۳) عَوٗ (۴) حَلْوٗ۔ پس کوفی نے ان چھ میں سے صرف مِنْ كُلِّ بَابٍ کو لیا ہے۔ اس بناء پر ان کی کُل آیات تینتالیس ۴۳ اور حجازی نے جَدِيدٍ اور وَالنُّوْرُ کو لیا ہے۔ اس بناء پر ان کیلئے

چوالیس۴۴ اور بصری نے جَدِيْدٍ اور وَالنُّوْرُ ، مِنْ كُلِّ بَابٍ اِن تین۳ کو لیا ہے۔ اس بنا پر ان کے لئے پینتالیس۴۵ اور دمشقی نے وَالْبَاطِلَ کے سوا باقی پانچ۵ کو اور حمصی نے وَالْبَصِيْرُ کے سوا باقی پانچ۵ کو لیا ہے۔ اس بنا پر دمشقی اور حمصی دونوں کے لئے یا دوسرے۲ لفظوں میں پورے شامی کے لئے کل آیات سینتالیس۴۷ ہوگئیں) اور اَلْمِيْثَاقَ (ع اور) اَلْاَمْثَالَ (ع) کو سب کے لئے (آیات میں شمار کرے اور جب ہم نے اختلافی آیتیں اور شبہ الوسط دونوں۲ چیزیں بیان کردیں) تو تو (اجماعی واختلافی آیات کو پوری طرح معلوم کرنے اور ہر ایک قسم کو دوسری سے جدا کر دینے کے ذریعہ شک اور شُبہ میں پڑنے سے) رہائی حاصل کرے۔

فائدہ:۔ وَالنُّوْرُ اور وَالْبَصِيْرُ میں شمار والوں کے تین۳ فریق ہیں۔ ۱ کوفی کے لئے دونوں متروک ۲ دمشقی کے لئے دونوں معدود ۳ باقی پانچ۵ کے لئے وَالنُّوْرُ معدود اور وَالْبَصِيْرُ متروک ہے۔

شبہ الفاصلہ کے چار۴ کلمات

(۱۳۱/۴)
وَتَزْدَادُ بِالرَّحْمٰنِ وَالْمَثُلٰتُ دَعْ
وَفِي النَّارِ دَعْ وَاسْمَعْ وَلَاتَكُ ذَاوَقْرٍ

(حواشی: اَفْمَرِيَّةٌ، مَفْعُوْلٌ، عَطْفٌ، عُطِفَ، اَمْرِيَّةٌ، نَاهِيَةٌ، خَبَرُ وَلَاتَكُ، حُذِفَ مِنْهُ النُّوْنُ تَخْفِيْفًا)

ترجمہ:۔ اور تو (وَمَا) تَزْدَادُ (ع اور) بِالرَّحْمٰنِ (ع) اور اَلْمَثُلٰتُ (ع تینوں۳) کو ترک کر دے اور (عَلَيْهِ) فِي النَّارِ (ع) کو بھی ترک کر دے اور (میرے بیان کو نیز شیوخ کی نصیحت کو غور سے) سُن اور (اس پر عمل کر اور کانوں کے اندر) بوجھ (رکھنے) والا (اور بہرا) نہ ہو (اور نصیحت کو بے کار چیز تصور کر کے اس کی طرف سے بے رُخی اختیار نہ کر۔ اور فِي النَّارِ کہہ کر وَعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ع کو نکال دیا کیوں کہ اس پر اجماعاً آیت ہے)

(۱۴) سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (۷۲)

اور اس کو سُوْرَةُ الْخَلِيْل بھی کہتے ہیں؛

اس میں ۵ پانچ شعر ہیں.

یہ ابن عبّاس و مجاہد و عطاء، وقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول پر مکّی ہے۔ لیکن اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ سے الْقَرَارُ (ع ۵) تک کی ۲ دو آیتیں مدنی ہیں۔ اور اُن قریش کے بارے میں نازل ہوئیں جو بدر میں مقتول ہوئے۔ اور اس کے نزول کی ترتیب میں ۳ تین قول ہیں۔ ۱ ابراہیم شوریٰ، الانبیاء (جعبری) ۲ ابراہیم، النّمل (دانیؒ) ۳ ابراہیم، نوح، الانبیاء (ابوالقاسم معلم) اور ممکن ہے کہ یہ اختلاف اِس لئے ہو کہ اس کی ۲ دو آیتیں مدنی بھی ہیں۔ اور آیات کے شمار میں اس کی نظیر کوفی میں سورۂ نٓ اور الحاقّہ ہیں۔ اور حجازی میں سورۂ سبا، اور بصری میں الحاقہ، دمشقی میں سبا، قمر، مدثّر، اور حمصی میں سبا و قمر ہے۔ اس کے کلمات ۸۳۱ آٹھ سو اکتیس اور حروف ۳۴۳۴ دو ہزار چار سو چونتیس ہیں۔ اور آیات صَدَّ اَرَلَ بِمُنْظِرٍ کے یا، رَدْ مَبَنَ ظَنْ صَئَلَ کے دس ۱۰ حُروف ہیں۔

۱ رٓ، اِلَی النُّوْرِ (ع ۱) ۲ دٓ، اَلْحَمِیْدِ (ع ۱) ۳ مٓ، اَلْحَکِیْمُ (ع ۱) ۴ بٓ، مُرِیْبٍ (ع ۲) ۵ نٓ، مُبِیْنٍ (ع ۲) ۶ ظٓ، غَلِیْظٌ (ع ۳) ۷ زٓ، بِعَزِیْزٍ (ع ۳) ۸ صٓ، مِنْ مَّحِیْصٍ (ع ۴) ۹ عٓ، فِی السَّمَآءِ (ع ۴) ۱۰ لٓ، وَلَا خِلٰلٌ (ع ۵)۔

اور ان میں سے ۴۹ اُنچاس اجماعی ہیں اور سات ۷ اختلافی جن کی تفصیل ۴ چار شعروں میں آ رہی ہے۔

(۱۳۲/۱) وَكُوْفٍ بِاِبْرٰهِيْمَ (بِ)هَا حَ(نَ) سِيْمُهُ
وَاٰيَةُ لِلْبَصْرِي وَخَمْسُ (دِ)نَا وَقُرِي

(حاشیہ: مُتْقٌ، فَا، خ، اَیْ وَعَدٌّ الْبَصْرِیْ آیَۃٌ، خَمْ، (بج)، (رَامْ)، (مُسْتَاْنَفَۃٌ)، شامی، اَیْ وَاٰیَۃٌ زَائِدَۃٌ عَلَی الْخَمْسِیْنَ)

ترجمہ:۔ اور کوفی جو ہیں (یا کوفی کا شمار جو ہے سورۂ) ابراہیم میں اُن (کوفی) کی (یا اُن کے شمار کی)، عُمدہ ہوا ظاہر (اور مشہور) ہو گئی ہے (پس ان کے لئے کُل آیات باون ۵۲ ہیں جو با اور نون سے نکلی ہیں) اور بصری (کا شمار) ایک آیت ہے (جو پچاس ۵۰ پر زائد ہے اور کُل اکیاون ۵۱ ہیں

اور (یہ سورۂ ابراہیمؑ کی آیات شامی کے لئے) پانچ ہیں (جو پچاس پر زائد ہیں اور کل پچپن ہیں اور مسکوت یعنی حجازی کے لئے کُل آیات چوّن ہیں) میرا ثابت شدہ (علم جو میرے ذہن میں محفوظ ہے یا وہ وزن اور علمی ذخیرہ جس کو میں نے شیوخ سے حاصل کیا ہے تم سے) قریب ہو گیا ہے۔ (اور تمہارے لئے آسان ہو گیا ہے)۔

فائدہ:۔ آسان ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ میں نے اس کو تمہاری خاطر نظم میں صراحۃً اور اشارۃً بیان کر دیا ہے، حتّٰی کہ وہ محسوس وزن کی طرح ہاتھ میں اُٹھا لینے کی چیز بن گیا۔ پس دَنَا، دُنُوٌّ (ن) سے ہے جو قُرب کے معنیٰ میں ہے۔ اور اس سے کنایہ کے طور پر آسانی اور سہولت مُراد ہے۔ اور وَقْرٌ (ض) وَقَرَ الْکَلَامُ فِی النَّفْسِ کا مصدر ہے۔ یعنی کلام نفس میں ثابت ہو گیا اور اس میں ٹھہر گیا۔ یا وِقری ہے واو کے کسرہ سے جو وزن کے معنیٰ میں ہے۔ اور یہاں وَقْرٌ ثبوت والے معنٰی کے اعتبار سے تو اسمِ فاعل کے معنٰی میں ہے اَیِ الثَّابِتُ اور وزن والے معنٰی کی رُو سے اس سے مجاز کے طور پر وہ علم مُراد ہے جس کو شیوخ سے حاصل کیا ہے اور دَنَا وَقْرِیْ جملہ مستانفہ ہے جو یہ بتانے کے لئے آیا ہے کہ شمار کے اختلاف کا بیان یہاں پچپن والے عدد پر ختم ہو گیا ہے۔ اور یہ قوی قرینہ ہے اس کا کہ یہاں آخری عدد سے پہلا مُراد ہے نہ کہ بعد والا۔

اور لوامع کی رُو سے خَمْسٌ دَنَا وَقْرِیْ کا مطلب یہ ہے کہ پانچ نمازیں جو ہیں ان کے ادا کرنے کے لئے میرا بوجھ قریب اور ہلکا ہو گیا ہے۔ یعنی نماز ادا کرتے کرتے ایک ملکہ میسّر آ گیا ہے جس سے نماز کا وقت پر اور با جماعت ادا کرنا بالکل آسان ہو گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس سُورت کی کُل آیات بصری کے لئے اکیاون، کوفی کے لئے باون حجازی کے لئے چوّن، شامی کے لئے پچپن ہیں۔

(۱۳۳/۲) وَتَسْقُطُ ثِنْتَا النُّوْرِ وَافٍ هُدَاهُمَا
نُمُوْدُ عَنِ الْبَصْرِیْ وَصَدْرٍ وَعَلٰی صَدْرِیْ

ترجمہ:۔ اور (بصری، کوفی کے لئے اِلَی النُّوْرِ (۲) کے دونوں (کلمے اس حالت میں ساقط ہوتے ہیں کہ ان دونوں (کلمات) کی ہدایت (پھر بھی) کامل (ہی رہتی) ہے (اور

ان پر آیت شمار نہ کرنے سے ان کی رہنمائی میں اور ان سے قُربِ الٰہی کے حاصل ہونے میں ذرا بھی فرق نہیں آتا۔ کیوں کہ نور تو نُور ہی ہے جو برابر ظلمتوں کو دُور کرتا رہتا ہے۔ پس ابراہیم (رعٓ) میں اِلَى النُّوْرِ دو جگہ ہے جو پہلی اور چھٹی آیت میں ہے۔ اور دونوں بصری اور کوفی کیلئے متروک ہیں۔ اور وجوہ اوّل میں بھی دو ہیں (۱) عوٓ (۲) ش۔ اور ثانی میں بھی دو ہیں (۱) عوٓ (۲) عکوٓ۔ اور باقی پانچ کے لئے دونوں معدود ہیں (۱) م (۲) اعٓ۔ اور وَعَادٍ ق وَّثَمُوْدَ (رعٓ) بصری اور حجازی کے لئے (شمار کیا گیا) ہے (ان آیات کو) میرے سینہ نے (یعنی میں نے شیوخ سے اسی طرح) محفوظ کیا ہے (اس میں فعل کی اسناد جزو یعنی سینہ کی طرف ہے اور مُراد کل اور پورا بدن ہے۔ اور اس میں عجیب لطیفہ ہے کہ صَدْرِیْ کو دو جگہ اور جُدا جُدا دو معنیٰ کے لئے استعمال کیا ہے۔ یعنی پہلے کو رمز کے لئے اور دوسرے کو انسان کے بدن کے سامنے والے جزو کیلئے پس وَعَادٍ وَّثَمُوْدَ (رعٓ) حجازی و بصری کے لئے معدود ہے اور وجوہ تین ہیں۔ (۱) م (۲) اعٓ (۳) کوٓ۔ کیوں کہ اس کے بعد وَالَّذِيْنَ کو مبتدا ماننے کی صورت میں وَثَمُوْدَ پر کلام کامل ہو جاتا ہے۔ اور کوفی و شامی کے لئے متروک ہے (۱) عوٓ (۲) ق (۳) عکوٓ۔ کیوں کہ وَالَّذِيْنَ کو قَوْمِ نُوْحٍ پر معطوف قرار دینے کی صورت میں وَثَمُوْدَ پر کلام کامل نہیں ہوتا۔)

(۱۳۴/۳) جَدِيْدٍ (رعٓ) اِلٰى دَا اعٓ وَهُدًى اَوَّلَ السَّمَا (رعٓ) دَعْ اُ الدَّهْرَ وَافْهَمْ وَالنَّهَارَ فَدَعْ بَصْرِيْ

(حاشیہ: لے اَیْ دَعْ لِجَدِيْدٍ (ب) — (مدنی اول) (شامی) (کوفی) — (مُشَخ) — اَیْ ذِی هُدًى (ص) (مَفْتُو) — (اَضْصَل) — (اَمْس) — اَلْحَرْفُ كُلَّ دَهْرٍ اَوْ فِیْ جَمِيْعِ الدُّهُوْرِ — (مدنی اول) (ظ) (عظ) (مَفْتُو) (م) — اَصْلُهُ الْبَصْرِيْ)

ترجمہ:۔ (اور یخلق) جَدِيْدٍ (رعٓ) کا مدنی اوّل، شامی، کوفی کے لئے آیات میں شمار کرنا اس خیر کی جانب) بُلانے والے کی طرف (منسوب) ہے جو (اپنے طلباء کو خصوصاً اور تمام مخلوق کو عموماً راہِ حق کی طرف) ہدایت کرنے والا ہے (پس جَدِيْدٍ ان چار کیلئے معدود ہے (۱) م (۲) اعٓ (۳) ک۔ اور باقی تین مدنی اخیر، مکی، بصری کے لئے متروک ہے قبٓ۔ اور) تو پہلے (وَفَرْعُهَا فِي) السَّمَاءِ (رعٓ) کو (مدنی اوّل کے لئے) ہر زمانہ میں (اور ہمیشہ) ترک کر دے ((۱) عوٓ (۲) عکوٓ) اور (اس کی وجہ بھی پوری طرح) سمجھ لے (اور باقی چھ کے لئے فِي السَّمَاءِ معدود ہے (۱) م (۲) اعٓ، رہا دوسرا وَلَا فِي السَّمَاءِ (عٓ) سو اس پر

اجماعاً آیت ہے اور ۱ تو (لکم الیل) والنھار (ع) کو بصری کے لئے ترک کردے (۱) عو (۲) عکوٗ اور باقی چھ کے لئے شمار کرلے (۱) م (۲) اع)

۱۳۵/۴ وشامٍ یّعدّ الظّلمون و عدّ اوٗ
ولا الظّلمین فی السّماء علی حدہٖ

اَیْ وَذٰلِکَ العَدُّ مُنْتَقِیْ عَلَی اِحَاطَۃٍ مِّنْ جَمِیْعِ الْاَئِمَّۃِ

ترجمہ:- اور شامی (عمّا یعمل) الظّلمون (ع) کو شمار کرتے ہیں۔ (۱) م (۲) اع (۳) ک اور باقی پانچ اسے شمار نہیں کرتے (۱) عو (۲) قب۔ پس شامی نے ان سات میں سے وثمود کے سوا باقی چھ کو لیا ہے۔ اور یہ چھ اجماعی انچاس میں مل کر ان کی کل آیات پچپن ہوگئیں اور مدنی اوّل نے فی السّماء ع اور الظّلمون ع کے سوا باقی پانچ کو، اور مدنی اخیر اور مکی نے جدید ع اور الظّلمون ع کے سوا باقی پانچ کو لیا ہے اس لئے ان تینوں کی کل آیات چوّن ہوگئیں اور کوفی نے جدید ع، فی السّماء ع، والنّھار ع ان تین کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی باون ہوگئیں۔ اور بصری نے وثمود ع اور فی السّماء ع ان دو کو لیا ہے اس لئے ان کی اکیاون ہوگئیں۔

شبہ الوسط دو ہیں) اور تو پہلے (لنھلکنّ) الظّلمین (ع کو اور دوسرے ولا فی السّماء (ع) کو (سب کے لئے) شمار کرلے (یہ ان دونوں کا آیات میں شمار کرنا ساتوں اماموں کے) احاطہ (اور گھیر لینے) پر ہے (یعنی سب ہی نے شمار کیا ہے۔ اور یہ اجماع حدہٖ کے لفظ سے مفہوم ہوا ہے جو احاطہ کرلینے کے معنی میں ہے۔ رہا دوسرا اور تیسرا انّ الظّلمین اور ویضلّ اللّٰہ الظّلمین ع سو یہ دونوں اجماعاً متروک ہیں)

شبہ الفاصلہ کے نو کلمات

۱۳۶/۵ دعِ النّاسَ اسحق السّمٰوٰت والعذا
بُ معْ قطرانٍ معْ قریبٍ کما سُرِی

تَسْرِیَۃً سے فعل مجہول ہے جو کشف اور اظہر کے معنی میں ہے۔

اَیْ وَذٰلِکَ التَّرْکُ ثَابِتٌ ثُبُوْتًا کَائِنًا کَثُبُوْتِ مَا سُرِیَ اَیْ اُظْهِرَ۔

ترجمہ:- تو النّاس (کو تین جگہ جو لنخرج النّاس ع۔ من النّاس تھوی ع وانذر

النَّاسَ رعٔ میں ہے۔ اور اِسْمٰعِیْلَ وَ) اِسْحٰقَ (رعٔ وَ) السَّمٰوٰتُ (رعٔ) اور (اس یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ (عٔ) کو جو (مِنْ) قَطِرَانٍ سمیت ہے (نیز) جو (اِلٰٓی اَجَلٍ) قَرِیْبٍ رعٔ سمیت ہے۔ (اور دٰاٰیٰتِ مُّبِیْنٍ رعٔ کو ان نو کلمات کو) ترک کر دے (اور ان کلمات کا آیات میں شمار نہ کرنا اُسی طرح ثابت ہے) جس طرح (فن کے اماموں کی طرف سے) ظاہر (اور واضح) کیا گیا ہے (یعنی بالکل صحیح اور حق ہے۔)

(۱۵) سُوْرَةُ الْحِجْرِ (۵۴)

اِس میں ایک شعر ہے

اجماعاً مکّی ہے۔ لیکن بعض کے قول پر وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ رعٔ مستثنٰے ہے۔ اور سیوطیؒ کے ارشاد پر مناسب یہ ہے کہ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ رعٔ کو بھی مستثنٰے قرار دیں۔ اور ترمذی وغیرہ کی روایت پر یہ آیت نماز کی صُفوف کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور آیات کے شمار میں اس کی نظیر مدنی اخیر اور مکّی شمار کی رُو سے مریم علیہا السّلام اور الواقعہ ہے۔ اور مدنی اوّل اور شامی کی رُو سے صرف الواقعہ ہے۔ اور عراقی شمار پر کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ کیوں کہ ان دونوں کے یہاں ننانوے ۹۹ آیتیں صرف اسی سُورت کی ہیں۔ اور کلمات چھ سو چوّن ۶۵۴ اور حروف دو ہزار سات سو اکہتر ۲۷۷۱ ہیں۔ اور اس کی آیتیں نَمَلُ کے تین ۳ حروف میں سے کسی ایک پر ختم ہوتی ہیں۔ (۱) نٓ، مُّبِیْنٍ (رعٔ) (۲) مٓ، مَّعْلُوْمٌ (رعٔ) (۳) لٓ، مِّنْ سِجِّیْلٍ (رعٔ) اس کی آیات میں اختلاف نہیں ہے۔

(اِسْمِیَّةٌ) اِسْمِیَّةٌ (ص) بغ

(۱۳۷/۱) وَفِي الْحِجْرِ طِيْبُ صَابِغٍ وَّالْجَمِيْلُ مَعْ (منخ) (۹) (۹۰) با تخ (ظص)

عُیُوْنٍ وَّ ابْرٰهِیْمَ عَنْ کُلِّهِمْ نَشْرٰی (منق) عظ

مَرَى الْخَبَرُ (ض) سے ہے۔ یعنی خبر مشہور ہو گئی۔

ترجمہ:- اور (سورۃ) الحجر (کی آیتوں کے شمار) میں (ایسی) خوشبو ہے جو (اپنے استعمال

کرنے والے کو) رنگین (اور خوبصورت) بنادینے والی ہے (یعنی اس سُورت کی کُل آیات سَاتوں اماموں کے لئے ننانوے ۹۹ ہیں جو طآ اور صاد سے نکلی ہیں۔ کیوں کہ اس شمار کی نسبت کسی خاص امام کی طرف نہیں کی ہے) اور (اَلصَّفۡحَ) اَلۡجَمِيۡلَ (ع) جوؔ وَعُيُوۡنٍ اور (ضَيۡفِ) اِبۡرٰهِيۡمَ (ع) سمیت ہے یہ اُن (اماموں) میں کے سب (ہی) سے مشہور ہے (پس یہ تینوں شبہ الوسط ہیں۔)

⑯ سُوۡرَۃُ النَّحۡلِ ⑦⓪

اِس میں دوٓ شعر ہیں:

اس کا دوسرا نام سُوۡرَۃُ النِّعَم بھی ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ اس میں حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کی نعمتوں کا بیان اور سُورتوں سے زیادہ ہے۔ اور اس کے مکی یا مدنی ہونے کے بارے میں چار قول ہیں۔ ۱ مکی ہے لیکن وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ سے آخر تک کی تین آیتیں مدنی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُحد سے لوٹتے وقت نازل ہوئی تھیں۔ اور اس جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ شہید ہو گئے تھے۔ جن کو مشرکین نے مُثلہ کر دیا تھا۔ یعنی ان کے ناک کان وغیرہ کاٹ کر صورت بگاڑ دی تھی۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے مقابلہ میں کامیاب فرما دیا تو ان میں سے ایک جماعت کو مُثلہ کرونگا اس پر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی قسم اگر ہم نے ان پر قابو پالیا تو ہم اُن کو ایسی بُری طرح مُثلہ کریں گے کہ عرب نے کسی کو بھی اس طرح مُثلہ نہیں کیا ہوگا۔ اسی وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ سے سُورت کے آخر تک کی تین آیتیں نازل ہوئیں (ابنِ عباسؓ، عطاءؒ، ابن مبارکؒ اور علماءؒ کی ایک جماعت)۔

۲:۔ پوری سُورت مدنی ہے (ہمام، معمر، قتادہ وایضاً عن اُبیّ بن کعبؓ)

۳:۔ شروع کی چالیس آیتیں مکّی ہیں اور باقی آیات جو وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا ع سے شروع ہوتی ہیں وہ مدنی ہیں (وھی روایۃ الحسن)

۴:۔ وَلَكُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ع تک کی چورانوے ۹۴ آیتیں مکّی ہیں، اور اس کے بعد کی

دو آیتیں وَلَا تَشْتَرُوْا سے یَعْمَلُوْنَ تک مدنی ہیں (الروایۃ الثانیۃ عن ابن عباسؓ وقتادۃؓ)۔
رہیں باقی تیئیس ۳۲، سوان کا اس روایت میں کوئی ذکر نہیں کہ وہ مکّی ہیں یا مدنی۔ اور چونکہ وہ حرمین کے درمیان نازل ہوئی ہیں اس بناء پر ان کا حکم بھی درمیانی ہے۔ اور نزول کی ترتیب یہ ہے کہ سورۃ ابراہیم علیہ السّلام کے بعد اس کی چالیس آیتیں مکّہ میں اور باقی مدینہ میں اُتریں اور النحل کے بعد الٓمٓ السجدہ نازل ہوئی۔ اور بعض کے قول پر ترتیب یہ ہے:۔ الکہف، النحل نوح علیہ السّلام۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات اٹھارہ ۱۸۴۱ سو اکتالیس اور حروف سات ہزار سات سو سات ہیں۔ اور اس کی آیات نِمْ کے تین حروف ہیں ۱ نَ : یُشْرِکُوْنَ (ع) ۲ مَ : رَحِیْمٌ (ع) ۳ رَ : قَلِیْلٌ (ع)۔

۱۳۸/۱ وَفِي النَّحْلِ حُلْوٌ قَدْ كَفَى يَشْعُرُونَ يَعْ ❊ لِنُونَ فَدَعْ وَالطَّيِّبِينَ لَدَى الْبِشْرِ

ترجمہ:۔ اور نحل (کی آیات کے شمار) میں (ایسی) شیرینی ہے جو (طلباء اور معلّمین سب کو) بلاشبہ کافی ہوگئی ہے (یعنی اس کی آیات کا شمار سمجھنے میں آسانی ہے کیوں کہ اس میں اختلاف نہیں ہے پس مجاز کے طور پر شیرینی آسانی کے معنی میں ہے۔ اور نحل (مکّھی) اور حُلوٌ (شیرینی) کی مناسبت سے کلام میں لطف پیدا ہوگیا — کیونکہ مکھی کے پیٹ سے شہد نکلتا ہے۔ یا جملہ وَفِي النَّحْلِ حُلْوٌ کے معنی یہ ہیں کہ مکّھی میں شہد کی شیرینی ہے جو استعمال کرنے والوں کے لئے کافی ہے۔ کیوں کہ جس کے پاس شہد ہوتا ہے اُس کو کسی اور شیرینی کے تلاش کرنے کی حاجت پیش نہیں آتی پس سورۃ النحل کی کُل آیات ساتوں اماموں کے لئے ایک سو اٹھائیس ۱۲۸ ہیں۔ کیوں کہ اس عدد کو کسی امام کے ساتھ خاص نہیں کیا — اب شبہ الفاصلہ کے سات کلمات کو بیان فرماتے ہیں۔ جن میں سے تین اس شعر ۱۳۸/۱ میں اور چار شعر ۱۳۹/۲ میں ہیں اور) تو (وَمَا) یَشْعُرُوْنَ (ع) اور (وَمَا) یُعْلِنُوْنَ (ع) اور (اس اَلْمَلٰٓئِکَۃُ) طَیِّبِیْنَ (ع) کو ترک کردے جو (جنّت میں داخل ہونے کے حکم کی) خوش خبری کے پاس (یعنی اُس سے پہلے) ہے۔

(۱۳۹/۲) یَشَاءُوْنَ دع مع یکرھون ویستو (مفق) ظصا

ن مع یؤمنون قبل فاصلۃ الکفر
(ظصت) (ظص)

ترجمہ:- (اور) تو (اس لَهُمْ فِيهَا مَا) يَشَاءُوْنَ (ع) کو (بھی) ترک کرے جو (لِلّٰهِ مَا) يَكْرَهُوْنَ (ع) اور (هَلْ) يَسْتَوُوْنَ (ع) سمیت ہے (نیز) جو (اس اَفَبِالْبَاطِلِ) يُؤْمِنُوْنَ سمیت ہے جو کفر کے (ذکر والے یا کفر کے مادہ سے مشتق ہونیوالے) فاصلے (اور آیت کے آخری سرے هُمْ يَكْفُرُوْنَ) سے پہلے ہے۔ (بَاقٍ ع، قَلِيْلٌ ع اور يَشْعُرُوْنَ کے ساتھ لا کے شامل نہ کرنے سے نکل آیا کہ اس سے مراد وَمَا يَشْعُرُوْنَ ع ہے۔ اور يُعْلِنُوْنَ کو غیبت کی یا کیساتھ لانے سے وَمَا تُعْلِنُوْنَ ع نکل گیا کیوں کہ اس پر اجماعاً آیت ہے۔ اور يُؤْمِنُوْنَ کے ساتھ کفر کے فاصلہ سے پہلے ہونے کی قید لگانے سے لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ع اور ع نکل گئے کیوں کہ ان دونوں پر بھی اجماعاً آیت ہے)

شبہ الفاصلہ نو ہیں۔ جن میں سے پہلے سات نظم میں ہیں اور آخری دو قوسین میں درج ہیں۔

(۱۷) سُوْرَةُ الْاِسْرَآءِ (۵۰)

اس میں دو شعر ہیں

یہ نام مصدر کے لفظ سے ہے اگرچہ جو لفظ اس میں مذکور ہے وہ فعل ہے۔ کیوں کہ جب کسی سورت کا نام اس فعل سے رکھتے ہیں جس کا بیان اس میں آرہا ہو تو اس نام کا فعل کے مصدر سے یا اسم فاعل سے تعبیر کرنا ضروری ہوتاہے، جیسے سورۃ الانفطار۔ الانشقاق، الممتحنہ اور اس کو سورۃ بنی اسرائیل اور سُبْحٰنَ بھی کہتے ہیں، یہ مکی ہے لیکن چھ آیتیں مدنی ہیں:-

۱۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى ۲۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ (ع)، ۳۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى ۴۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ (ع)، ۵۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ (ع)، ۶۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ (ع) اور ابن عباسؓ اور قتادہؒ کی روایت پر

آٹھ آیتیں مدنی ہیں جو وفد ثقیف کے یہود کے بارے میں اُس وقت نازل ہوئیں جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ اور یہ آیتیں وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ (رعٌ) سے شروع ہو کر وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ (رعٌ) تک سلسلہ وار ہیں۔ اور ابن مبارک کی روایت پر مکّی ہے۔ لیکن وَاِنْ کَادُوْا سے وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ تک کی آٹھ آیتیں اُس وقت نازل ہوئیں جب یہود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ دوسرے انبیاء علیہم السّلام شام کے مُلک میں ہوتے تھے اور یہ زمین انبیاء علیہم السّلام کی نہیں ہے۔

اور ابن عباسؓ کی دوسری روایت پر وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ والی آیت مکّہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی اور اتقان میں ہے کہ بعض نے وَیَسْـَٔلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ کو بھی مستثنیٰ کیا ہے اور اُن کی دلیل وہ روایت ہے جس کو بخاریؒ نے ابو مسعودؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ یہود کے اُس سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہے جو انہوں نے رُوح کے بارے میں کیا تھا۔ اور بعض نے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْ (رعٌ) قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ (رعٌ) اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (رعٌ) کو بھی مستثنیٰ کیا ہے۔ اس کے کلمات پندرہ سو تینتیس ۱۵۳۳ اور حروف چھ ہزار چار سو ساٹھ ۶۴۶۰ ہیں۔ اس کی آیتیں ر ا کے دو حروف ہیں۔ چنانچہ صرف پہلی آیت رٰ پر اور باقی سب ۱۱۰ الف پر ہیں۔

(۱۴۰) وَالْاِسْرَا اَلْکُوْفِ (قَدْ یَلِیْ (۱) یُمْنَ سُجَّدًا

لَہٗ عَدَّ مَکْرُوْھًا حَدِیْدًا اَلْھُمْ وَادَّ

ترجمہ:۔ اور کوفی کے لئے اسراء (کی آیتوں کا شمار کرنا) بلا شبہ برکت سے متّصل (اور پُر) ہوتا ہے۔ (پس ان کے لئے اسراء کی کُل آیات ایک سو گیارہ ۱۱۱ ہیں، جو قاف، یا اور الف سے نکلی ہیں۔ اور باقی چھ اماموں کے لئے ایک سو گیارہ سے ایک عدد کم یعنی ایک سو دس ۱۱۰ ہیں اور لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (رعٌ) اُن (کوفی) کے لئے (شمار کیا گیا) ہے (م، اور باقی چھ کے لئے متروک ہے۔ (۱) عُوْ (۲) عَلُوْ (۳) قَبْ) وَمَکْرُوْھًا (رعٌ اور اٰدْ) حَدِیْدًا (رعٌ) کو اُن (سب) کے لئے شمار کرلے۔ (پس یہ دونوں شبہ الوسط ہیں) اور (اس کو خوب اچھی طرح) معلوم کرلے (اور اجماعی اور اختلافی آیات اور متروک کلمات اِن تینوں قسموں کی پُوری تحقیق کر کے کامل مہارت حاصل کرلے)

شبہ الفاصلہ کے پانچ کلمات

(۱۴۱/۳)

شَدِيدًا وَمَظْلُومًا وَإِحْسَانًا أُسْقِطُوا
وَصُمًّا وَسُلْطٰنًا فَكُنْ سَامِعًا تَدْرِ

جوابِ امر بلا فاء

ترجمہ :- (اور عذابا) شَدِيدًا (ع) اور (وَمَنْ قُتِلَ) مَظْلُومًا (ع) اور (وَ بِالْوَالِدَيْنِ) إِحْسَانًا (ع) اور (وَ بُكْمًا وَّ) صُمًّا (ع) اور (لِوَلِيِّهِ) سُلْطٰنًا (ع) کو (یعنی ان پانچوں کو) اُن (سب ہی) نے ترک کیا ہے۔ (اور جب ہم نے شبہ الوسط اور شبہ الفاصلہ دونوں طرح کے کلمات بتلا دیئے) تو تم (ہمارے بیان کو پوری توجہ سے) سُننے والے بن جاؤ۔ (اگر ایسا کروگے تو تم دونوں طرح کے کلمات کو پوری طرح) جان لوگے (اور پھر ذرا بھی شبہ پیش نہیں آئے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ ہم نے شبہ کے موقعوں کو اتنا واضح کر دیا ہے کہ وہ صرف سُننے سے پوری طرح سمجھ میں آجاتے ہیں اور زیادہ غور کرنے کی حاجت پیش نہیں آتی۔ نیز وَصُمًّا کی مناسبت سے فَكُنْ سَامِعًا تَدْرِ میں ایک لطیف نصیحت فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم بہرے اور بے توجہی سے سُننے والے نہ بنو بلکہ کلامِ الٰہی کی آیات اور احادیث اور نصیحت کی باتوں کو پورے اہتمام سے سُنو تاکہ حق بات اور کامیابی کی راہ معلوم کرکے مُراد کو پہنچ جاؤ۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت میں اندھے، گونگے، بہرے ہو کر اُٹھنے سے محفوظ رہوگے۔ اور دانیؒ کے بیان کی رو سے (۱) بَأْسٍ شَدِيدٍ (ع) (۲) بِهَا الْأَوَّلُونَ (ع) (۳) وَرَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ (ع) یہ تینوں بھی متروک ہیں۔ پس ان کے بیان پر شبہ الفاصلہ آٹھ ہیں۔ اور ناظمؒ نے ان تینوں کو اس لئے نہیں بتایا کہ اس سُورت کے فواصِل سے ان تینوں کی مشابہت بعید اور بہت ہی کم ہے۔ اس لئے اِن تینوں پر آیت ہونے کا شبہ اُسی کو ہو سکتا ہے جو بالکل بے توجہی سے کام لے اور ذرا بھی غور نہ کرے)

(۱۸) سُورَۃُ الْکَھْف (۶۹)

اِس میں پانچ شعر ہیں

اس کا دُوسرا نام اصحاب الکہف بھی ہے۔ اور ابن مَرْدُوْیَہ کی اُس روایت سے جو حدیث میں ہے اِس کی تائید ہوتی ہے۔ اور توراتہ میں اس کا نام سُورۃُ الحائلہ ہے۔ کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کے اور دوزخ کے درمیان آڑ بن جائے گی۔ اور یہ نام اس حدیث میں ہے جس کو بیہقیؒ نے ابن عبّاسؓ سے مرفوعًا روایت کیا ہے۔ اور یہ ابنِ عباسؓ اور قتادہؒ کی روایت پر مکّی ہے لیکن اس میں سے وَاصْبِرْ نَفْسَكَ (ع۱۶) اور وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِى الْقَرْنَيْنِ (ع۲) سے رَبِّىْ حَقًّا تک کی ۱۶ سولہ یا ۱۷ سترہ آیتیں مدنی ہیں اور بعض نے ۱۳ تیرہ آیات مستثنٰی کی ہیں۔ ع۱ تا ۸ سورت کے شروع کی ۸ آٹھ آیتیں۔ ع۹ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ (ع۱۶) ع۱۰ تا ۱۳ آخری ۴ چار آیتیں جو اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے اَحَدًا (ع۱۲) تک ہیں (اتقان) اس پر اجماع ہے کہ یہ سورۃ الغاشیہ کے بعد نازل ہوئی ــــ اور بصری شمار پر اس کی نظیر سورۂ یوسفؑ ہے۔ کیونکہ یوسف علیہ السّلام کی آیتیں اجماعًا اور کہف کی بصری شمار پر ایک سو گیارہ ۱۱۱ ہیں اور باقی ۶ چھ شماروں پر کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات ایک ہزار پانچ سو ستتّر ۱۵۷۷ اور حروف چھ ہزار تین سو ساٹھ ۶۳۶۰ ہیں۔ اِس کی آیات کے آخری حروف لاَم اور اَلِف ہیں۔ چنانچہ ایک آیت یعنی اِلَّا قَلِيْلٌ (ع۵) جو مدنی اخیر کے لئے ہے یہ لاَم پر اور باقی سب ایک سو گیارہ ۱۱۱ آیات اَلِف پر ختم ہوتی ہیں۔ اور اس کی اجماعی آیات ایک سو ایک ۱۰۱ اور اختلافی گیارہ ۱۱ ہیں۔

(اَضَص)

(۱۴۲) وَفِى الْكَهْفِ بَصْرِيٌّ (ا) تٰى (خ) دِيُسْرِ (ب) (قَاصِدِهٖ ای مقصودُہُ الیسیرُ

(متعلّق بِاَتٰی) (۱) (۱۰) (رفا) (۱۰۰)

اِسْمِيَّةٌ اِسْمِيَّةٌ

وَكُوْفِيُّهٗ (يُسْمُو وَشَامٍ (وَ) عِيْ وَ (قُرِيْ ← وَقُرِئَ وَقُرِیْ

(ب) (۱۰) (۶) (ب) (۶) (۶) فاصل (منف)

[بَصْرِيٌّ ثَابِتٌ فِى الْكَهْفِ (معالم) فَجُمْلَةٌ اَىْ خَبَرٌ ثَانٍ اَوْحَالٌ مِّنْ فَاعِلِ الْخَبَرِ الْاَوَّلِ۔

(خ)

[illegible]

ترجمہ:- اور بصری جو ہیں (سورۃ) الکہف (کی آیتوں کے شمار کے بارے) میں اُن کا آسان

مقصود (یعنی شمار) آیا ہے (اور ہمارے پاس پہنچاہے اور آسان اس لئے ہے کہ اس شمار میں کوئی اور امام ان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ پس بصری شمار میں سورۃ الکہف کی آیات ایک سو گیارہ ۱۱۱ ہیں جو ہمزہ اور یا اور قاف سے نکلی ہیں اور شمار میں) اُن (بصری) کے (ساتھ شرکت رکھنے والے) کوفی (بھی اپنے شمار میں) بلند ہیں (اور بصری شمار کی بہ نسبت کوفی میں ایک عدد کی کمی سے کوئی عیب پیدا نہیں ہوا۔ پس کوفی کے لئے دس اکائیاں اور ایک سینکڑہ ہے اس لئے ان کی کُل آیات ایک سو دس ۱۱۰ ہیں) اور شامی جو ہیں اُن نے میرے (ذہن میں) ثابت (شدہ علم) کو (مجھ سے پہلے) حفظ کیا ہے (اور ان کے یاد کر لینے اور دوسروں تک پہنچاتے رہنے ہی کے ذریعہ یہ علم مجھ تک پہنچا ہے۔

پس شامی کے لئے چھ اکائیاں ہیں جو دَعیٰ کے واو سے نکلی ہیں، اور ان چھ اکائیوں کے سو میں شامل ہونے سے شامی کی کُل آیات ایک سو چھ ۱۰۶ ہو جاتی ہیں۔ اور یہاں شمار میں اعلیٰ سے ادنیٰ عددوں کی طرف آنے کے قرینہ سے نکل آیا کہ حجازی جو یہاں مذکور نہیں ہیں اُن کے لئے آخری عدد سے ایک کم ہے۔ پس ان کے لئے کُل آیات ایک سو پانچ ۱۰۵ ہیں۔

خُلاصہ یہ ہے کہ سورۃ الکہف کی کُل آیات حجازی ایک سو پانچ ۱۰۵۔ شامی ایک سو چھ ۱۰۶ کوفی ایک سو دس ۱۱۰، بصری ایک سو گیارہ ۱۱۱ ہیں۔ اور ان میں سے ایک سو ایک ۱۰۱ اجماعی اور گیارہ ۱۱ اختلافی ہیں۔ جن کا بیان اس کے بعد کے تین ۳ شعروں میں آرہا ہے۔ اس شعر میں پانچ ۵ حروف استعمال کئے ہیں اور پانچوں شمار بتلانے کے لئے ہیں، رمز کے لئے کوئی بھی نہیں ہے)۔

اختلاف والی گیارہ ۱۱ آیتیں

(۱۴۳/۳) هُدًى غَيْرُ شَامِيٍّ قَلِيلٌ (بِهِ) اغَدًا
فَدَعْ (بِأَرِ) قَانِ رِغَادُ عُوا (جَهِيلُ) (١) لَبِدٌ

(حواشی: هُدًى (ع) ۱، (فم)، أشهم ۲ (ع) (سيقة)، ۳ (ع)، (متفق)، مدنی اخیر (خ)، (متفق)، دحم او صف ۴ (ع)، (حم، ۱ ضض)، (مدنی اخیر) من نقص (متفق) بمعنی لمع، (کی)، (مدنی اول)، (ن)، (مقیس) او التقدیر هُدًى معدود غیر شامی۔)

بَدَ کے معنی دو ہیں:- (۱) چودھویں رات کا چاند۔ (۲) مبادرت اور سبقت لے جانا۔ اور جلدی کرنا اور بَدَرَةُ الدَّمِ بھی اسی سے ہے۔

ترجمہ:- (اور ویزدنہم) هُدًى (ع ۱) کو شامی کے سوا (حجازی عراقی) نے (شمار کیا ہے م، اور شامی کے لئے متروک ہے عکوہ۔ اور (الا) قلیل (ع ۲ اپنے شمار اور ترک دونوں کی وجہ کے واضح ہونے کی بناء پر) ظاہر ہو گیا ہے (پس قلیل (ع ۳) بدا کی باوالے مدنی اخیر

کے لئے معدود ہے۔ (۱) ک (۲) اَغ۔ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے۔ عَمْ، اور) تو (ذٰلِكَ) غَدًا (عِ) کو (مدنی اخیر ہی کے لئے) ترک کردے حالانکہ یہ (غَدًا) چمکنے والا (اور روشن) ہے کیوں کہ اس کے شمار نہ کرنے کی وجہ ظاہر ہے۔ یا تم چمکنے والے اور روشن غَدًا کو ترک کردو۔

(۱) عَکُو (۲) ق (۳) اَث، اور باقی چھ کے لئے معدود ہے م) (اور) تم (بَيْنَهُمَا) زَرْعًا (عِ) کو (مکی ومدنی اوّل کے لئے) ترک کردو حالانکہ یہ (زَرْعًا ترک کی وجہ کے ظاہر ہونے میں) چودھویں رات کا عُمدہ چاند ہے (یا عُمدہ اور کامل چاند کی طرح ہے۔ پس جَيِّدَ الْبَدْرِ اور زَرْعًا میں عُمدہ ترین مناسبت کی رعایت ہے۔ فَلِلّٰهِ دَرُّهٗ یا عُمدہ سبقت والا ہے کیونکہ یہ باقی پانچ مدنی اخیر شامی عراقی کیلئے لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ کے اُس بیان کے آنے سے پہلے ہی فاصلہ اور آیت بن گیا ہے جو اسکے بعد كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ میں آرہا ہے۔ پس زَرْعًا مکی اور مدنی اوّل کے لئے متروک ہے۔ (۱) عَکُو (۲) عَوْ، اور باقی پانچ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) گو)

(۱۴۴/۳)

كَذَا سَبَبًا ثُمَّ الثَّلَاثَةَ دَعْ لِكُتْ — رِ) هِمْ قَوْمًا اُولِىٰ دَعْ بِهَا (هَدَفٍ وَّعْرِ

(اِسْمِ) (عِ) (مُتْ) (مُتخ) (بَخْ) عَاطِفَہ (مَفْق) (حجازی شامی) (مُتْ) (ص) (مفق) (عِ) (مدنی اخیر) (کوفی) (ص)

هَدَف بلند اور اُونچی چیز جو عمارت، پہاڑ، ٹیلہ تینوں کو شامل ہے یہ وُعُوْرَۃٌ (ضَرَبَ) سے صفت کا صیغہ ہے جو سخت ہونے کے معنی میں ہے۔

ترجمہ:۔ (اور مِنْ كُلِّ شَيْءٍ) سَبَبًا (عِ بھی) اِسی (زَرْعًا کی) طرح (مکی ومدنی اوّل کے لئے متروک ہے، عَوْ، اور مدنی اخیر، شامی، عراقی کے لئے معدود) ہے م، پھر (یعنی اس سَبَبًا کے بعد اِسی سَبَبًا کے اُن) تین (کلمات) کو اُن (ساتوں اماموں) میں کے كُتْ (حجازی اور شامی) کے لئے ترک کردے (جو اس پہلے سَبَبًا کے بعد آرہے ہیں۔ پس فَاَتْبَعَ سَبَبًا پر ایک جگہ، اور ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا پر دو جگہ، ان تینوں پر مدنی اخیر اور شامی کے لئے بھی آیت نہیں ہے۔ (۱) ق (۲) عَوْ، اسی طرح مدنی اوّل اور مکی کے لئے بھی نہیں ہے۔ اور وجہ اوّل میں عَوْ۔ اور باقی دو میں (۱) عو (۲) ق ہے اور عراقی کے لئے تینوں معدود ہیں (م) پس یہاں شمار والے اماموں کے تین فریق ہیں:۔

۱۔ مدنی اوّل ومکی، ان کے لئے سَبَبًا کے چاروں کلمات متروک ہیں۔ اور وجہ پہلے دو میں عَوْ۔ اور باقی دو میں (۱) عَوْ (۲) ق ہے۔

۲ عراقی کے لئے چاروں معدود ہیں۔ اور وجہ مشاکلہ ہے۔

۳ مدنی اخیر، شامی، ان کے لئے اوّل معدود ہے (م) اور باقی تین متروک ہیں (۱) عوٗ (۲) ق، اور (۳) تو (اس) پہلے (عِندَهَا) قَوۡمًا کو (مدنی اخیر اور کوفی کے لئے) ترک کردے جو سخت بلندی (اور چڑھائی یعنی حیرانی کے پیش آنے) کے بغیر ہے (اور مقصد یہ ہے کہ پہلے اور دوسرے قَوۡمًا کے معلوم کرنے میں حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ ان دونوں کا پہچاننا بالکل آسان ہے اور وجہ یہ ہے کہ دونوں میں صرف چند آیتوں کا فرق ہے۔ یا اُس پہلے قَوۡمًا کو ترک کردے جو پہاڑوں اور ان کے درمیان کی سخت بلندی کے بغیر ہے۔ یعنی پہلا قَوۡمًا اُس موقع اور مضمون میں ہے جس میں پہاڑوں اور ان کے درمیان کی سختی و بلندی کا ذکر نہیں ہے۔ اور دوسرا قَوۡمًا اُس موقع میں ہے جس میں اس سختی اور بلندی کا ذکر ہے۔ چنانچہ وہ بَيۡنَ السَّدَّيۡنِ والی آیت میں ہے۔ جس کے معنٰی ہیں دو پہاڑوں کے درمیان۔ پس عِندَهَا قَوۡمًا مدنی اخیر، کوفی کے لئے متروک ہے (۱) عوٗ (۲) اث، اور باقی پانچ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) ک۔ رہا دوسرا مِن دُونِهِمَا قَوۡمًا (ع) سو وہ اجماعًا متروک ہے۔)

(۱۴۵/۴) وَدَعۡ أَبَدًا (ع) (مفـ) (مدنی اخیر) أَبۡدَرًا (دَ) (شامی) (ص) نَا (ظَض) بَعۡدَ هٰذِهٖ ← اُس مُشَبَّهًا مُقَدَّر کا مفعول بہ ہے۔ جو اَبَدًا سے حال ہے۔

وَلِلصَّدۡرِ (ظَض اَوۡ ظَحۡ) (حجازی یعنی مدنی اول واخیر و مکی) أَعۡمَالًا (ع) (راضٗ) (ر) فَدَعۡهُ (مُتۡمٗ) لَدَى الۡخُسۡرِ (مُفَسِّرٗ)

ترجمہ:- اور تو (اُس) أَبَدًا (ع) ——— کو (مدنی اخیر اور شامی کے لئے) ترک کردے جو هٰذِهٖ کے بعد ہے حالانکہ یہ (أَبَدًا ۵ یا تو) چودھویں رات کے (اس) چاند کی طرح ہے جو (اپنی عمدگی اور روشنی کے سبب دلوں سے) قریب ہو گیا ہے (کیوں کہ چاند کو روشنی کے سبب سب ہی محبوب رکھتے ہیں۔ پس هٰذِهٖ أَبَدًا ۵ ع مدنی اخیر اور شامی کے لئے متروک ہے عکوٗ اور باقی چار کے لئے معدود ہے۔ (۱) م (۲) اُعٗ (۳) کوٗ) اور حجازی کے لئے (اُس) أَعۡمَالًا (ع) کو جو (کفّار کے) نقصان (اور ٹوٹے پر دلالت کرنے والے لفظ یعنی بِالۡأَخۡسَرِينَ) کے پاس (اور اس کے پہلو میں) ہے (یعنی) تو اُس کو ترک کردے (۱) عکوٗ (۲) عوٗ (۳) ق اور باقی چار کے لئے اس کو شمار کرے م)

۵ اس قید سے فِيهَا أَبَدًا ع اور إِذًا أَبَدًا ع وع، یہ تینوں نکل گئے، کیونکہ ان پر اجماعًا آیت ہے ۱۲ منہ

فائدہ:- ان اختلاف والی گیارہ آیتوں میں سے بصری نے قَلِيلٌ (ع۵) کے سوا باقی دس کو لیا ہے۔ اور ان کو اجماعی ایک سو ایک میں ملانے سے بصری کی کُل آیات ایک سو گیارہ ہوگئیں۔ اور کوفی نے ۲ قَلِيلٌ (ع۵)، ۹ قَوْمًا (ع۲) ان دو کے سوا باقی نو کو لیا ہے۔ اس لئے اُن کی کُل آیات ایک سو دس ہوگئیں۔ اور شامی نے ۳ غَدًا (ع۴)، ۴ زَرْعًا (ع۵)، ۵ پہلے سَبَبًا (ع۲)، ۹ قَوْمًا (ع۲)، ۱۱ أَعْمَالًا (ع۲) ان پانچ کو لیا ہے۔ اس بناء پر ان کی کُل آیات ایک سو چھ ہوگئیں۔

اور مدنی اول نے ۱ هُدًى (ع۲)، ۳ غَدًا (ع۴)، ۹ پہلا قَوْمًا (ع۲)، ۱۰ هٰذِهٖ أَبَدًا (ع۵) ان چار کو۔ اور مدنی اخیر نے ۱ هُدًى (ع۲)، ۲ قَلِيلٌ (ع۵)، ۴ زَرْعًا (ع۵)، ۵ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا (ع۲) ان چار کو۔ اور مکی نے ۱ هُدًى (ع۲)، ۳ غَدًا (ع۴)، ۹ قَوْمًا (ع۲)، ۱۰ هٰذِهٖ أَبَدًا (ع۵) ان چار کو لیا ہے۔ اس بناء پر ان تینوں کی اور دوسرے الفاظ میں حجازی کی کُل آیات ایک سو پانچ ۱۰۵ ہوگئیں۔

شبہ الوسط کا ایک کلمہ اور شبہ الفاصلہ کے پانچ کلمات

(۱۲۶/۵) وَصِلْ حَسَنًا دَكًّا فَدَعْهُ وَظَاهِرًا
وَنَارًا مَعَ الْحُسْنٰى وَشَيْئًا بِلَا عُسْرٍ

ترجمہ:- اور تو (شمار کرنے کے ذریعہ أَجْرًا) حَسَنًا (ع۱) کو (اس سورت کی اجماعی آیات کے ساتھ) ملادے (اور ان میں) شامل کردے (اور اس کا اجماعی ہونا بلا قید لانے سے نکلا ہے اور تو سما شامی کی قراءت پر بھی جَعَلَهٗ) دَكًّا (ع۲) اور تو (مِرَآءً) ظَاهِرًا (ع۳) اور (اُس لِلظّٰلِمِيْنَ) نَارًا (ع۴ اور جَعَلْنَا) نَارًا (ع۲) کو جو (جَزَآءَنِ) الْحُسْنٰى (ع۱) اور (مِنْهُ) شَيْئًا (ع۵) اور جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا اور جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا (ع۲) سمیت ہے (یا شَيْئًا کو) کسی تنگی کے (محسوس کرنے کے) بغیر (یعنی اُس (مذکور) کو (یا ان میں سے ہر ایک کو) ترک کردے (اور اسی طرح سَدَّيْنِ سُدًّا ع اور بَيْنَهُمْ ع بُنْيَانًا ع ان تین کو بھی انہی کے ساتھ شامل کردے۔ پس یہ گیارہ کے گیارہ کلمات شبہ الفاصلہ ہیں۔ اور ان میں سے آخری تین کو دانی نے بیان کیا ہے نہ کہ ناظم نے بھی۔

اور نَارًا کا دو جگہ اور شَيْئًا کا تین جگہ ہونا بلا قید لانے اور کسی ایک مقام کے ساتھ خاص کرنے سے معلوم ہوا ہے)

تنبیہ:- وَصِلْ حَسَنًا کے معنیٰ یہ نہیں کہ حَسَنًا کو بھی اس کے بعد والے پانچ کلمات کے ساتھ ملا دو اور شبہ الفاصلہ میں شمار کر لو۔ جیسا کہ کلام سے اس کا وہم ہوتا ہے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کو اجماعی آیات میں شامل کر دو۔

فائدہ ۱:- لوامع میں شعر ۱۴۵/۴ وَدَعْ اَبَدًا الخ کے ترکیبی معنیٰ سے ایک نصیحت اخذ کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے:- تو یہ کہنا ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے کہ یہ کام اُس چاند میں کرینگے جو اس چاند کے متصل ہی آرہا ہے۔ اور امیدوں کی دراز کرنے کی بیماری میں مبتلا نہ ہو۔

فائدہ ۲:- لوامع کی رائے پر کَلَدَیْ دَعْ کا ظرف ہے۔ یعنی اَعْمَالًا کو اُس آیت میں ترک کر دے جس میں ٹوٹے کا ذکر ہے۔ اور دوسرے مصرعہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو بُرے اعمال پہلے زمانہ کے کفار کرتے تھے اُن کو ترک کر دے اور ان کی پیروی نہ کر، بلکہ ہدایت والوں اور سلفِ صالحین کے بتائے ہوئے راستہ پر چل۔

(۱۹) سُورَةُ مَرْيَمَ عَلَيْهَا السَّلَامُ (۴۴)

اِس میں ۲ دو شعر ہیں

یہ مکّی ہے، لیکن بعض نے ۲ دو آیتیں مستثنیٰ کی ہیں (۱) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ (ع) والی جو سجدہ کی آیت ہے (۲) وَاِنْ مِّنْكُمْ (ع)۔ (اتقان)۔

اور نزول کی ترتیب یہ ہے۔ سورۂ مریمؑ، مُلک، طٰہٰ۔ اور مدنی اخیر اور مکی شمار کی رو سے اسکی نظیر سورۃ الفجر اور واقعہ ہے۔ کیوں کہ فجر کی آیتیں اجماعًا اور واقعہ کی حجازی اور شامی کے لئے۔ اور مریمؑ کی صرف مدنی اخیر اور مکّی کے لئے ننانوے ۹۹ ہیں۔ اور باقی پانچ شماروں میں اس کی نظیر نہیں ہے اس لئے کہ مریمؑ کے علاوہ قرآن مجید کی کوئی سورت بھی اٹھانوے ۹۸ آیتوں والی نہیں ہے۔ اس کے کلمات نوسو باسٹھ ۹۶۲ اور حروف تین ہزار آٹھ سو دو ۳۸۰۲ ہیں۔ اور اس کی آیات دَا نِمْ کے چار ۴ حروف میں سے کسی ایک پر ختم ہوتی ہیں (۱) دؔ، کٓهٰيٰعٓصٓ (ع) (۲) الف ۹۱، جیسے زَكَرِيَّا (۳) نؔ ۵ جیسے

ضحاب کی قراءت پر،

يُمْتَرُوْنَ (ع) (۴) تم، جیسے مُسْتَقِيمٌ (ع)۔ اس کی اجماعی آیات ستانوے ۹۷ اور اختلافی تین ۳ ہیں۔ (۱) كٓهٰيٰعٓصٓ (ع) کوفی ہے اس کا بیان شعر ۲۶ وَمَا بَدُؤُهُ میں گذر چکا ہے۔ رہیں ۲ و ۳ سو ان کا بیان ان دو شعروں میں آرہا ہے:۔

(مُتَنَخٌ)

لوامع کی رو سے جِيءُ بِهَا کی اصل جِيءَ بِهَا تھی، ماضی مجہول ہے۔ پھر وزن کے سبب ہمزہ ساقط ہوگیا اور اس تقدیر پر اس کا تلفظ جِي بِهَا ہے۔

مجرور ضمیر آیات کے لئے ہے جو تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ سے مفہوم ہیں۔

۱۴۷/۱ وَفِي مَرْيَمٍ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ (اَمْ) جِيءُ (بَخ) بِهَا (صَضْ) (مش) مکی مدنی اخیر

(اَصَضْ)

وَاَوَّلَ اِبْرٰهِيمَ عُدَّ (مفقٌ) بِلَا جَسْرٍ (مکی اخیر، مکی)

اَيْ عُدَّ اَكَابِرُنَا بِلَا جَسْرٍ، اَوْ عُدَّ كَانَ شَأْنُنَا بِلَا جَسْرٍ (حال)

ترجمہ:- اور مریم (علیہا السّلام) میں (مکی اور مدنی اخیر کے لئے) ننانوے ۹۹ (آیتیں) ہیں تو اُن (سب آیتوں) کو (اپنے ذہن میں) لے آ (اور خوب محفوظ کرلے۔ یا یہ آیتیں ناقلین کے ہاں سے اسی شمار کے ساتھ لائی گئی ہیں۔ اور شعر ۶۶/۴۲ والے قاعدہ سے نکل آیا کہ باقی پانچ ۵ کے لئے ننانوے ۹۹ سے ایک عدد کم یعنی اٹھانوے ۹۸ آیتیں ہیں جن میں سے ستانوے ۹۷ اجماعی اور تین اختلافی ہیں كٓهٰيٰعٓصٓ (ع) یہ کوفی کے لئے معدود ہے۔ اور وجوہ تین ۳ ہیں (۱) ن (۲) کو (۳) تو، اور باقی چھ ۶ کے لئے متروک ہے۔ (۱) عَلَوٌ (۲) عَمٌ (۳) ق، اور باقی دو ۲ آیتوں کا ذکر ابھی نظم میں آرہا ہے) اور تو پہلے (فِي الْكِتٰبِ) اِبْرٰهِيمَ (ع) کو (مدنی اخیر اور مکی کے لئے ایسے شمار سے) شمار کرلے جو (اس اِبْرٰهِيمَ کے) پُل (بنانے) کے بغیر ہے (یعنی یہ نہ کرو کہ اس کو پُل اور مَقِيس علیہ بنا کر اس کے اوپر سے اپنے ذہن کو گذارو اور اس کے ہم شکلوں يٰاِبْرٰهِيمُ ع اور وَمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيمَ ع کو بھی اس پر قیاس کر کے ان پر بھی آیت شمار کرنے لگو۔ کیونکہ پہلے اِبْرٰهِيمَ پر تو مکی اور مدنی اخیر کیلئے آیت ہے۔ (۱) مَق (۲) اَع۔ اور مدنی اوّل، شامی، عراقی کے لئے نہیں ہے (۱) عَمْبٌ (۲) اَتْ (۳) ق (۴) قَبْ۔ اور دوسرے اور تیسرے ۳ اِبْرٰهِيمُ پر کسی کے لئے بھی نہیں ہے)

فائدہ:۔ بِلَا جَسْرٍ کی تقدیر بِلَا اتِّخَاذِكَ اِبْرٰهِيمَ جَسْرًا تَعْبُرُ بِهٖ اِلٰى نَظَائِرِهٖ فِي السُّوْرَةِ وَتَقِيسُ عَلَيْهِ اَمْثَالَهٗ بَلِ اقْتَصِرْ عَلَيْهِ وَلَا تَعُدَّ غَيْرَهٗ وَاِنْ اَشْبَهَهٗ فِي الْبِنْيَةِ وَالرَّنَّةِ ہے۔ اور مطلب ترجمہ میں درج ہو چکا ہے۔

اور لوامع کی رو سے وَاَوَّلُ اِبْرٰهِيمَ ہے لام کے رفع سے اور عُدَّ ماضی مجہول ہے۔ پس یہ جملہ اسمیہ ہے نہ کہ امر یہ، اور فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں وَالْاَوَّلُ اِبْرٰهِيمَ ہے۔ الف لام کے

اور وزن نقل کی صورت میں درست رہے گا۔ اور اس تقدیر پر اِبْرٰهِيْمَ یا تو الاَوَّلُ سے بدل ہے۔ یا اس کا عطف بیان ہے۔ یا اَعْنِیْ مقدر کے سبب منصوب ہے۔ اور بدلین یا معطوفین یا مفسرین کا مجموعہ مبتدا ہے۔ اور عُدَّ ماضی مجہول اُس کی خبر ہے۔

(۱۴۸/۳) وَدَعْ مَدًّا اِنِ الْاُوْلٰى (هَنِيئًا) وَدَعْ هُدًى

وَصِلْ غَيْرَ شَيْئًا بَيْنَ اٰيَاتِهَا وَادْرِ

(ظ)

ترجمہ:- اور تو پہلے (کلمہ) مَدًّا کو (جو کہ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۱ع میں ہے کوفی کے لئے) ترک کر دے (۱) ق (۲) عَکُوْ حالانکہ تو (اس ترک پر) خوش (اور آفتوں اور کدورتوں سے پاک اور صاف) ہے (اور باقی چھ کے لئے مَدًّا معدود ہے (۱) م (۲) اَغ۔ رہا دوسرا یعنی مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۱ع سو اس پر اجماعاً آیت ہے۔ اس سورت کی اجماعی آیات ستانوے ۹۷ ہیں۔ اور اختلاف والی تین ۳ میں سے کوفی نے ۱ کٓھٰیٰعٓصٓ ۱ع کو اور مدنی اول، شامی، بصری نے ۳ مَدًّا ۱ع کو لیا ہے۔ اس لئے ان پانچوں کی کُل آیات اُٹھانوے ۹۸ ہوگئیں۔ اور مکی اور مدنی اخیر نے ان تین ۳ میں سے ۲ اِبْرٰهِيْمَ ع، ۳ مَدًّا ۱ع کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی ننانوے ۹۹ ہوگئیں) اور تو (الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا) هُدًى (ع) کو (سب کے لئے) ترک کر دے (ق) اور (جن کلمات کے آخری حرف پر زبر کی تنوین ہو اور اس تنوین والے حرف سے پہلے یاءِ ساکنہ ہو عام ہے کہ تشدید کے ضمن میں ہو جیسے خَفِيًّا ۰ شَقِيًّا ۰ وَلِيًّا ۰ میں ہے۔ یا وہ یاءِ ساکنہ تخفیف کی صورت میں ہو جیسے وَلَمْ تَكُ شَيْئًا اور وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا میں ہے) تو (اس قسم کے کلمات میں سے) شَيْئًا (ع وَقَرِّيْ عَيْنًا ع جِئْتِ شَيْئًا ع ان تین ۳) کے سوا (باقی سب کلمات) کو اُس (سورت) کی آیتوں میں شامل کر دے، اور (اس قاعدہ کو) جان لے (اور خوب سمجھ لے۔ ایسا نہ ہو کہ غلطی سے غیر آیت کو آیت شمار کر لو)

فائدہ:- اس قسم کی آیات کا سلسلہ حجازی، شامی، بصری میں آیت ۲ اور کوفی میں آیت ۳ خَفِيًّا سے شروع ہو کر حجازی، شامی، بصری میں آیت ۳۲ اور کوفی میں ۳۳ اُبْعَثُ حَيًّا تک پہنچ گیا ہے۔ اس حصہ میں سے شَيْئًا، عَيْنًا اور جِئْتِ شَيْئًا ان تین کلمات پر آیت نہیں ہے جن کو اوپر مستثنیٰ کیا ہے۔ ان کے علاوہ

سب پر ہے۔ پھر یہی سلسلہ مدنیِ اوّل، شامی، بصری میں آیت ۴۰ اور مدنیِ اخیر، مکّی، کوفی میں آیت ۴۱ صِدِّيقًا نَّبِيًّا سے شروع ہو کر مدنیِ اوّل، شامی، بصری میں آیت ۴۲ اور مدنیِ اخیر، مکّی، کوفی میں آیت ۴۳ وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا تک جاری ہوا ہے۔ اس حصّہ میں مذکورہُ بالا شکل کے تمام کلمات پر آیت ہے۔ ان میں سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ چنانچہ عَنْكَ شَيْئًا وَّلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا وَلَمْ يَكُ شَيْئًا یہ تینؔ کلمات بھی ان میں شامل ہیں۔ اور ان پر بھی اجماعًا آیت ہے۔ اور قالونؒ، ابن ذکوانؒ کی روایت اور ابو جعفرؒ کی قراءت پر حالَین میں اور حمزہؒ کی قراءت پر صرف وقف میں مدنیِ اول، شامی بصری میں آیت ۴۳ اور مدنیِ اخیر، مکّی، کوفی میں آیت ۴۴ وَّرِئْيًا بھی اسی سلسلہ میں شامل ہے۔ کیونکہ یہ حضرات ہمزہ کا یاءِ ساکنہ سے اِبدال کرتے ہیں اس لئے ان کے ہاں اس میں بھی تنوین والے حرف سے پہلے یاءِ ساکنہ آجاتی ہے۔ اور باقی حضرات کی قراءت پر اس وَّرِئْيًا میں تنوین والے حرف سے پہلے ہمزہُ ساکنہ ہے۔ لیکن ان کے ہاں بھی یہ کلمہ آیات میں شامل ہے۔ اور یہ بھی اجماعی آیات میں سے ہے۔ اس کے بعد حجازی، شامی، بصری میں لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا سے (جو مدنی اول شامی، بصری میں چوہترویں ۷۴ اور مدنیِ اخیر، مکّی میں پچھترویں ۷۵ آیت ہے) اور کوفی شمار میں وَّاَضْعَفُ جُنْدًا سے (جو مدنیِ اوّل، شامی، عراقی میں پچھترّویں ۷۵، اور مدنیِ اخیر، مکّی میں چھہترویں ۷۶ آیت ہے) غرض مَدًّا سے یا جُنْدًا سے سُورت کے آخر تک دوسرا سلسلہ چلا ہے۔ پس ان سب میں تنوین کے الف سے پہلے دال ہے۔ لیکن صرف عِزًّا اَزًّا، رِكْزًا ان تینؔ میں تنوین سے پہلے زا ہے۔ سبحان اللہ کلامِ الٰہی میں لفظی اور ظاہری خوبیاں بھی کس طرح بھری ہوئی ہیں۔ غور فرمایئے کہ آیات کا سلسلہ بھی دور تک کیسے عجیب انداز سے اور یکساں شکل میں جاری رہتا ہے۔ اور ان کے درمیان حجازی، شامی، بصری میں آیت ۳۳ اور کوفی میں ۳۴ يَمْتَرُوْنَ سے مدنی اوّل شامی، بصری میں آیت ۳۹ اور کوفی میں ۴۰ يُرْجَعُوْنَ تک اور مدنی اخیر مکّی کے لئے آیت ۴۰ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ تک واوِ مدّہ اور نون کا اور یاءِ مدّہ اور میم کا سلسلہ ہے اور کوفی میں آیت ۲ اور باقی چھ شماروں میں آیت ۱ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا میں بھی ہمزہ نہ پڑھنے والوں کی قراءت پر الف سے پہلے تشدید والی یا ہے لیکن اس کا الف تنوین سے بدلا ہوا نہیں ہے اور یہ فرق اصل کے اعتبار سے ہے۔ رہی ظاہری شکل سو اس میں یہ بھی خَفِيًّا شَقِيًّا وَلِيًّا کی طرح ہے اور اس پر بھی اجماعًا آیت ہے۔ اور يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا پر آیت ہونے کا شبہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اس پر آیت شمار کریں تو یہ آیت صرف ایک کلمہ والی ہو گی اور اتنی مختصر آیتیں قرآن میں صرف اُن چند موقعوں میں آئی ہیں جن پر آیت ہونا نص سے ثابت ہے۔ اور ناظمؒ نے اس قاعدہ میں عَيْنًا اور جَنّٰتِ شَيْئًا کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یا تو سہو ہے یا ان کے واضح ہونے

پر اعتماد کر لیا ہے۔ اور وَادٍ ہے میں جان لے کہہ کر اس کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے اور بتا دیا ہے کہ شَیْئًا والا مستثنٰی کامل نہیں ہے، بلکہ ناقص ہے۔ اس لئے غور و فکر سے کام لیکر اسکے باقی افراد کو بھی اس مستثنٰی میں شامل کر لو۔ شبہ الفاصلہ چار ہیں:۔ ۱ شَیْئًا ع ۲ عَیْنًا ع ۳ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا ع ۴ اِهْتَدَوْا هُدًى ع یہ اجماعًا متروک ہیں۔

(۲۰) سُوْرَةُ طٰهٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (۴۵)

اس میں نو شعر ہیں،

سخاویؒ کی جمال القرّاء میں ہے کہ اس کا دوسرا نام سورۃ الکلیم (حق تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہونے والے موسٰی علیہ السلام کے ذکر والی سورت) بھی ہے۔ یہ مکی ہے۔ لیکن فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (ع) سے تَرْضٰى تک کی ایک آیت مدنی ہے۔ اور مناسب یہ ہے کہ اس کے بعد والی آیت وَلَا تَمُدَّنَّ کو بھی مستثنٰی میں شامل کر کے مدنی قرار دیں۔ کیونکہ ابو بزار اور ابو یعلیٰ نے ابو رافع سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی ضیافت و مہمانی فرمائی اور اس سلسلہ میں آپؐ نے مجھے ایک یہودی کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ رجب کی چاند رات تک کے لئے آٹا اُدھار دیدے۔ اُس نے کہا کہ رہن کے بغیر نہیں دوں گا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہودی کا جواب عرض کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کی قسم میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی معتبر ہوں۔ پھر میرے آپؐ کے ہاں سے لوٹنے سے پہلے ہی وَلَا تَمُدَّنَّ والی آیت نازل ہوئی۔ اس سے نکل آیا کہ یہ آیت بھی مدنی ہے۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات ایک ہزار تین سو اکتالیس (۱۳۴۱)، اور حروف پانچ ہزار دو سو بیالیس (۵۲۴۲) ہیں۔ اس کے فواصل یَوْمَ نَالَ کِیَا یَا نَلْ مُوْ کے چھ حروف ہیں۔

۱ الف (۱۳۰)، طٰهٰ، لِتَشْقٰى (ع)، ۲ ی (۲۲)، لِذِكْرِىْ (ع)، ۳ ن (۲)، وَلَا تَحْزَنْ اور مَنْ يَّنَّ (ع)، ۴ ل (۱)، اِسْرَآءِيْلَ (ع)، ۵ م (۲)، مَا غَشِيَهُمْ (ع)، ۶ واو (۱)، اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْا (ع) (۱۴)۔

(۱۴۹/۱) وَطٰهٰ بِبَصْرٍ (مُشتق) (۱۰)، قَهْدُ (خ) بَهْدَا (۲)، لَهُمْ عَا نُهَا (فا) (۳۰) — اَیْ وَعَدُ آیِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ

وَشَامِيُّهُ (ب) يُسْمُو (۱۰)، وَخَمْسُ (خ) (خمسُ)، هُدًى (ورد دکوفی) (اَضَمّ)، وَقَرْ (فاصل) — اس کی اصل اَلْهُدٰى، اَلْوَافِرُ اَیِ الثَّابِتُ ہے، پھر یا تو عَدُّ مقدر کی دوسری خبر ہے، یا خَمْسٌ سے حال ہے ص

ص اَیْ ذَاتَ الْهُدَى الْوَفْرِ۔ اور پہلے ترجمہ کی رو سے اس کی تقدیر كَائِنٌ فِيْهِ هُدًى الْوَفْرِ ہے۔

ترجمہ:۔ اور (سورۃ) طٰہٰ جو ہے بصری کے لئے اُس (سورۃ طٰہٰ) کی چمک (اور روشنی) بلاشبہ ظاہر ہوگئی ہے (کیونکہ اِس میں اُس آگ کا ذکر ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھی تھی۔ اور حقیقت میں وہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کا نور تھا چنانچہ آپ اس کی تلاش میں نکلے تو نبوّت ملنے کی بلند ترین سعادت سے مالامال ہوگئے۔ نیز اس سُورت میں یَدِ بَیْضَا کا ذکر بھی ہے۔ جو روشن ہاتھ کے معنیٰ میں ہے۔ اور یہ موسیٰ علیہ السّلام کا معجزہ تھا۔ پس بصری کے لئے سورۃ طٰہٰ کی کُل آیات ایک سو بتّیس ۱۳۲ ہیں جو قاف یا لام سے نکلی ہیں) اور اُس (شمار) کے (یا اُن بصری کے) شامی (یعنی دمشقی بتّیس ۳۲ والی دہائی پُوری کر لینے کے ذریعہ) بلند ہوتے ہیں (کیونکہ ان کے ہاں کُل آیات ایک سو چالیس ۱۴۰ ہیں جو باقی چھ ۶ شماروں سے زائد ہیں۔ اور یہ ایک سو چالیس ۱۴۰ قاف، لام، یا سے نکلی ہیں) اور (اس سورت کی آیات کوفی کے لئے) پانچ ۵ ہیں (جو ایک سو تیس ۱۳۰ پر زیادہ کی گئی ہیں اور اس شمار میں یا اس سُورت میں) ثابت شدہ ہدایت ہے (یعنی یہ شمار بھی صحیح اور عُمدہ ہے۔ یا اس کی آیات پانچ ۵ ہیں۔ نیز ثابت شدہ ہدایت ہیں یا پانچ ۵ ہیں حالانکہ یہ ثابت شدہ ہدایت والی ہیں، پس کوفی کے لئے طٰہٰ کی کل آیات ایک سو پینتیس ۱۳۵ ہیں)۔

فائدہ ۱:۔ هُدَایٰ دَقَر میں کوفی شمار کی تعریف بھی ہوگئی اور یہ اشارہ بھی نکل آیا کہ سُورۂ طٰہٰ میں حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کا وہ کلام مذکور ہے جسے موسیٰ علیہ السلام نے سُنا تھا اور اس کے ذریعہ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ کے قُرب کی ایسی مضبوط اور ٹھوس ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ جو زمانہ کے حوادث سے متزلزل نہیں ہوتی کیونکہ ایمان جس دل میں اپنا گھر بنا لیتا ہے وہ بڑے سے بڑا خوف اور لالچ دلانے پر بھی اس سے پھرنے کا نام نہیں لیتا۔ اس سے نکل آیا کہ مسکوت یعنی حجازی کے لئے آخری عدد سے ایک عدد کم یعنی چار ۴ ہیں جو ایک سو تیس ۱۳۰ سے مل کر ایک سو چونتیس ۱۳۴ ہو جاتی ہیں۔ پس اس سُورت کی کُل آیات بصری ایک سو بتّیس ۱۳۲، حجازی ایک سو چونتیس ۱۳۴، کوفی ایک سو پینتیس ۱۳۵، حمصی ایک سو اڑتیس ۱۳۸ اور دمشقی ایک سو چالیس ۱۴۰ ہیں۔ ان میں سے ایک سو چھبیس ۱۲۶ اجماعی اور بائیس ۲۲ اختلافی ہیں۔ جن کا بیان شعر ۱۵۰ سے شعر ۱۵۴ تک کے پانچ ۵ شعروں میں آرہا ہے۔

فائدہ ۲:۔ سینکڑوں یا دہائیوں کے ساتھ جو اکائیاں ملائی جاتی ہیں ان کا اضافہ سب سے آخری دہائی میں ہوتا ہے۔ یہ بات قصیدہ کے تلاش کرنے سے معلوم ہوئی ہے۔ پس یہاں یَسْمُوْا میں شامی کے لئے جو دس ۱۰ آیتیں بتائی ہیں یہ مذکورۂ بالا ایک سینکڑے اور تین ۳۰ دہائیوں کے ساتھ شامل ہوتی ہیں۔ اور ان سے شامی یعنی دمشقی کی کُل آیات ایک سو چالیس ۱۴۰

ہوجاتی ہیں۔ اور یہ معنی نہیں کہ شامی کے لئے جو دس بتائی ہیں۔ اس دہائی کا اضافہ اُن ایک سو بتیس ۱۳۲ پر ہوگا جو بصری کے لئے بتائی ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں دمشقی کی کُل آیات ایک سو چالیس ۱۴۰ کے بجائے ایک سو بیالیس ۱۴۲ بن جائیں گی اور یہ واقع کے خلاف ہے۔

فائدہ ۳ :۔ قصیدہ کے کُل اشعار دو سو ستانوے ۲۹۷ ہیں۔ اور اس کا نصف ایک سو ساڑھے اڑتالیس ہیں اور وہ نصف اِس شعر ۱۴۹/۱ کے پہلے مصرعہ پر پُورا ہوجاتا ہے۔ پس وَشَا یَسْمُوْا سے قصیدہ کا دوسرا نصف شروع ہوتا ہے۔

اِختلاف والی بائیس ۲۲ آیات کا بیان

اِن میں سے پہلی آیت طٰہٰ ہے۔ اس پر کوفی کے لئے آیت ہے۔ (۱) م (۲) کوٗ (۳) ن (۴) توٗ، اور حجازی، شامی، بصری کے لئے نہیں ہے۔ (۱) عکوٗ (۲) ق، اور باقی اکیس ۲۱ میں سے بیس ۲۰ کا بیان نظم میں آرہا ہے۔ اور ایک آیت حمصی کی ہے جو فِی الْیَمِّ ۷۸ میں ہے، (کوٗ) اس کو ناظم نے نہیں لیا۔ رہا ضَنْکًا (غ ۱۲) سو اسکے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ یہ سعادتِ دارین کے بیان کی رُو سے شبہ الفاصلہ ہے۔ نہ کہ اتحاف کی تصریح کے موافق حمصی آیت۔"

۱۵۰/۲

وَمَدْيَنَ اِسْرَاءِيْلَ تَحْزَنْ لِشَامِهِمْ
وَعَنْهُ اِلٰى مُوْسٰى وَمِنِّىْ عَنِ الْكُثْرِ

(اَیْ مَعْدُوْدَاتٌ لِشَامِهِمْ — اس کی اصل لِشَامِيِّهِمْ تھی پھر وزن کے سبب میم کے کسرہ کو کافی سمجھ کر نسبت کی یاء کو حذف کر دیا۔ — اَیْ لِلْكُثْرِ — (حجازی و شامی یعنی دمشقی))

ترجمہ :۔ اور (فِیْ اَهْلِ) مَدْيَنَ (۲ع اور مَعَنَا بَنِیْ) اِسْرَاءِيْلَ (۲ع اور وَلَا) تَحْزَنَ (جو وقوع کی ترتیب میں مَدْيَنَ سے پہلے ہے یہ تینوں ۳) اُن (ساتوں اماموں) میں کے شامی کے لئے (آیات میں شمار کئے گئے) ہیں (اور وجہ مَدْيَنَ اور وَلَا تَحْزَنَ میں کوٗ ہے۔ اور اِسْرَاءِيْلَ میں دوٗ ہیں (۱) کوٗ (۲) اَغْ۔ اور باقی پانچ کے لئے تینوں ۳ متروک ہیں۔ اور وجہ وَلَا تَحْزَنَ میں حجازی، کوفی کے لئے دوٗ ہیں (۱) عَمْ (۲) عکوٗ۔ اور بصری کے لئے تین ۳ ہیں (۱) عَمْ (۲) عکوٗ (۳) قَبْ۔ اور مَدْيَنَ میں حجازی، عراقی پانچوں ۵ کے لئے دوٗ ہیں (۱) عَمْ (۲) قَبْ اور اِسْرَاءِيْلَ میں بھی پانچوں کے لئے دوٗ ہیں (۱) عَمْ (۲) عکوٗ) اور (وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ) اِلٰے

ے پس یہ حجازی دمشقی عراقی کے لئے متروک ہے (۱) عَمْ (۲) عوٗ (۳) عکوٗ (۴) اَتْ ۱۲

مُوْسٰی (ع بھی) اُن (شامی ہی) کے لئے (شمار کیا گیا) ہے ((۱) م (۲) اَعْ اور حجازی، عراقی کیلئے متروک ہے (۱) ق (۲) ش) اور (مَحَبَّةً) مِّنِّیْ (ع)، کُثِّرَ (حجازی اور شامی یعنی دمشقی) کیلئے (شمار کیا گیا) ہے (مَصْ، متصل یعنی عَیْنِیْ کے ساتھ مُشَاکَلہ، اور عراقی حمصی کے لئے مِنِّیْ متروک ہے۔ ش، کیونکہ وَلِتُصْنَعَ، مَحَبَّةً کے معنٰی پر معطوف ہے۔ اَیْ لِتُحَبَّ وَلِتُصْنَعَ)۔

فائدہ:۔ مَدْیَنَ سے مِنِّیْ تک کی پانچ آیات میں شمار کے اماموں کے چار فریق ہیں (۱) دمشقی، ان کے لئے پانچوں پر ہے (۲) عراقی، ان کے لئے پانچوں میں سے کسی پر بھی نہیں (۳) حمصی ان کے لئے پہلی چار پر ہے اور مِنِّیْ پر نہیں (۴) حجازی، ان کے لئے حمصی کا عکس ہے۔ یعنی پہلی چار پر نہیں اور مِنِّیْ پر ہے۔

اَیْ عَدُّ لِنَفْسِیْ — اَیْ کَمُلَ وَکَثُرَ

(۱۵۱ ع ۳) فُتُوْنًا (وَ) فِیْ (دُ) زَّا لِنَفْسِیْ (دَ) نَا (هُ) هُدًی حالٌ او تمیزٌ

ب (بصری) حِمْ (شامی) حالٌ او تمیزٌ۔ ب (شامی) خ (کوفی)

اَیْ مُقْتَرِنًا بِکَثِیْرًا اٰخَرَ۔ — اِلّا کا مستثنیٰ منہ مقدر ہے۔ اَیْ جَمِیْعُ الْاَئِمَّةِ غَیْرَ الْبَصْرِیِّ۔

کَثِیْرًا مَّعًا مِّنْ قَبْلُ عَدَّ سِوَی الْبَصْرِیْ

(ب او مفعول) (متصل او منتج) خ بَدَلٌ مِّنَ الْفَاعِلِ الْمُقَدَّرِ

ترجمہ:۔ (اور وَفَتَنّٰكَ) فُتُوْنًا ع موتی کی طرح (صاف اور شفاف اور چمک دار ہونے کی حالت میں یا موتی کے اعتبار سے) کامل (اور بہت) ہو گیا ہے (اس میں اس لفظ کے آیات میں شمار کرنے کی تعریف بھی ہے اور اس کی وجہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اور وہ پہلی آیتوں کے ساتھ مشاکلہ ہے۔ پس اس کے شمار کرنے کے سبب اس سے پہلی سب آیات موتیوں کی طرح ایک لڑی اور سلسلہ میں جمع ہو کر عجیب نظام والی ہو جاتی ہیں یا اس کے موتی کامل ہو جاتے ہیں پس فُتُوْنًا بصری اور شامی کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) کوْ۔ اور باقی چار کے لئے متروک ہے (۱) عوْ (۲) عکوْ اور وَاصْطَنَعْتُكَ) لِنَفْسِیْ ع کا شامی اور کوفی کے لئے آیات میں شمار کرنا) ہدایت کے اعتبار سے (یا راہِ حق کی ہدایت والا ہو کر ہم سے) قریب ہو گیا ہے (اور نقل کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ (۱) م یعنی ذِکْرِیْ کے ساتھ مشاکلہ (۲) کوْ اور باقی چار کے لئے متروک ہے (۱) عوْ (۲) ق، اور اس) کَثِیْرًا (ع) کو جو دو جگہ ہے (نیز) جو (لِنَفْسِیْ اور فُتُوْنًا سے) پہلے ہے (یا کَثِیْرًا کو جو دوسرے کے ساتھ مل کر آرہا ہے۔ اور وہ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ع میں ہے اس کو دونوں جگہ) بصری کے سوا باقی چھ نے شمار کیا ہے ((۱) اَعْ (۲) مَبْ (۳) ت، یعنی مقدار میں بعد والی آیتوں کے ساتھ

تساوی اور برابری اور بصری کے لئے دونوں متروک ہیں۔ اور وجہ اول میں دو ہیں (۱) عَوْ (۲) عَکُوْ اور دوسرے میں ایک ہے عَوْ۔ اور **لوامع میں** نہایت عجیب وغریب بات درج ہے جو ابھی تک سننے میں نہیں آئی۔ اور وہ یہ ہے کہ یہاں بصری کا حجازی، شامی، کوفی کے ساتھ جو خلاف ہے وہ کثیرًا کے دونوں موقعوں پر ایک دم آیت شمار نہ کرنے میں ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بصری دونوں پر آیت شمار نہیں کرتے بلکہ صرف دوسرے پر کرتے ہیں۔ اور باقی چھ امام دونوں پر شمار کرتے ہیں اور خلاف کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بصری دونوں کو ترک کرتے ہیں اور باقی حضرات دونوں پر شمار کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس مطلب سے غافل اور بے خبر نہ رہو لیکن چونکہ فن کی کسی اور کتاب سے اس کی تائید نہیں ہوتی اس لئے یہ مطلب صحت ودرستی سے بعید ہے۔ اور فَاقْذِفِيهِ فِي الْيَمِّ ﴿ع﴾ پر حمصی کے لئے آیت ہے۔ کو۔ اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت نہیں ہے۔ (۱) عَمْ (۲) عَوْ (۳) عَکُوْ (۴) اَتْ)

(عَـط) (مُنخُ)

۱۵۲/۴ رَاٰيَتُهُمْ ضَلُّوا الْكُوفِ وَمَّا يَلِي (ع)

(مُف) (مُث)

مِنَ الْيَمِّ مَا حَرْفٌ عَزِيزٌ عَلَى الشِّعْرِ

(ع) اَیْ وَهُوَ حَرْفٌ

ترجمہ:۔ رَاٰيَتُهُمْ ضَلُّوا (ع) اور وہ (لفظِ غَشِيَهُمْ ع) جو مِنَ الْيَمِّ مَا کے متصل ہے (اور مَا کے بعد آرہا ہے یعنی ضَلُّوا اور مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ دونوں) کوفی کے لئے (آیات میں شمار کئے گئے) ہیں (یا رَاٰيَتُهُمْ ضَلُّوا کوفی کے لئے شمار کیا گیا ہے اور وہ غَشِيَهُمْ جو مِنَ الْيَمِّ مَا سے مل کر آرہا ہے، یعنی مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ بھی ضَلُّوا کی طرح ہے۔ پس یہ بھی کوفی کے لئے شمار کیا گیا ہے۔ اور یہ غَشِيَهُمْ ایسا) حرف (یعنی لفظ) ہے جو شعر پر دشوار ہے (یعنی شعر میں اتنی گنجائش نہیں تھی کہ اس میں غَشِيَهُمْ آجاتا اس بناء پر اس کو وَمَا يَلِي مِنَ الْيَمِّ مَا کے پانچ الفاظ لاکر ان سے تعبیر کر دیا۔ پس یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ ناظمؒ نے غَشِيَهُمْ کے بیان کرنے کے لئے اتنا مشکل طریقہ کیوں اختیار کیا اور خود غَشِيَهُمْ کو کیوں لے آئے اور مَا کے بعد کہنے سے فَغَشِيَهُمْ نکل گیا جو مِنَ الْيَمِّ سے پہلے ہے۔ پس کوفی کے لئے آیت مَا غَشِيَهُمْ پر ہے نہ کہ فَغَشِيَهُمْ پر۔ اور یہاں مجاز کے طور پر "حَرْفٌ" سے مراد لفظ ہے

اور علاقہ جزئیت و کلیت کا ہے۔ یعنی حرف جزو ہے اور لفظ کل ہے۔ اور اس عبارت میں اس ائی اور قوت کی طرف اشارہ ہے جو اس عذاب کے خوفناک ہونے کو ظاہر کر رہی ہے جو فرعون اور اس کے لشکر پر نازل ہوا تھا۔ پس عذاب کی شان کی بڑائی بتانے کے لئے اس کو مَا موصولہ کے ذریعہ مبہم طریق پر بیان کیا تاکہ اس کا خوفناک ہونا واضح ہو جائے۔

خلاصہ یہ کہ ضَلُّوا اور مَا غَشِيَهُمْ دونوں کوفی کے لئے معدود ہیں (۱) ن، یعنی اس بارے میں نص اور روایت آئی ہے (۲)، تَوْ، یعنی سلف کا یہ بتانا کہ اس پر آیت ہے اور باقی چھ کے لئے نہ تو مَا غَشِيَهُمْ پر ہے (۱) عَوْ (۲) عَمْ (۳) قَبْ اور نہ ضَلُّوا پر (۱) عَوْ (۲) ش۔

فائدہ:۔ لوامع میں ہے کہ حَرْفٌ عَزِيزٌ عَلَى الشِّعْرِ میں علم معانی کے ایک مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ مِنَ الْيَمِّ مَا میں جو مَا ہے وہ ایک ایسا حرف ہے جو شعر والوں کے ہاں یعنی بلاغت کے فن میں معتبر ہے۔ کیونکہ یہ مَا موصولہ ہے جو اس عذاب کا بھاری پن بتانے کے لئے آیا ہے جو فرعون اور اس کے لشکر پر چھا گیا تھا اور جس نے انکو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ اور اگرچہ مَا اسم ہے لیکن اس کو حرف سے تعبیر کرنے کے بارے میں قرآت کے علماء کی اصطلاح پر عمل کیا ہے، کیونکہ وہ کلمہ کی تینوں قسموں کو حرف کہدیتے ہیں۔

(۱۵۳/۵) وَمَعْ حَسَنًا قَوْلًا (بـ) هَدَ السَّامِرِيُّ دَعْ
(ظَصْ اَوْ ظَحْ) (نَحْ) (بـ) (مدنی اخیر) (مَفْقِي)

لَهُ اَسِفًا وَبَعْدُ مُوسٰى (جَ) هُنَى (ا) لْخَضِرْ
(مُتْ) (ب) (ظَصْ) (عَطْ) (مکی) (مدنی اوّل)

اَیْ کَانَ حُکْمُ جَنَی الْخَضِرْ

ترجمہ:۔ اور (مدنی اخیر کے لئے وہ اِلَيْهِمْ قَوْلًا (وجہ کے اعتبار سے) ظاہر ہوگیا ہے جو (وَعْدًا) حَسَنًا (رِعْ) سمیت ہے (پس ان کے لئے دونوں معدود ہیں۔ اور ایک ضعیف قول پر شامی کے لئے بھی ہیں (۱) م (۲) گو اور مدنی اول مکی اور عراقی کے لئے اور صحیح قول کی رو سے شامی کے لئے بھی نہ تو حَسَنًا پر ہے (۱) عَكْوُ (۲) عَوْ، اور نہ قَوْلًا پہ (۱) عَكْوُ (۲) قَبْ اور اَلْقَى) السَّامِرِيُّ (رِعْ) کو — اُن (مدنی اخیر ہی) کے لئے ترک کردے (۱) عَمْ (۲) عَكْوُ (۳) عَوْ۔ اور باقی چھ کے لئے یہ معدود ہے (۱) اَعْ (۲) کُوْ۔ اور غَضْبَانَ) اَسِفًا (رِعْ) اور (اوہ ؟) مُوسٰى (رِعْ) جو (اس اَسِفًا اور اَلْقَى السَّامِرِيُّ کے) بعد ہے (یہ دونوں مرغوب و محبوب ہو ئیں

سبز (اور عمدہ اور رونق دار) باغوں کے چنے ہوئے میوے کی طرح ہیں (جس کی طرف نفس کامل شوق اور رغبت کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔ اور اسی طرح ان دونوں کلمات میں شمار کی دلیل بھی سمجھ سے قریب تر ہے۔ نیز یہ دونوں قرآنی کلمات ہیں اس لئے ان کا عمدہ اور پسندیدہ ہونا بھی ظاہر ہے۔ پس مدنی اوّل اور مکی کے لئے اَسِفًا پر بھی آیت ہے (۱) م (۲) کو۔ اور وَاِلٰهُ مُوسٰى پر بھی (۱) م (۲) رغ۔ اور مدنی اخیر، شامی، عراقی کے لئے نہ تو اَسِفًا پر ہے (۱) عکو (۲) آث (۳) غو۔ اور نہ وَاِلٰهُ مُوسٰى پر (۱) عکو (۲) قب۔ کیوں کہ ان پانچوں کے لئے فَنَسِيَ پر آیت ہے۔ پس اگر اس سے پہلے مُوسٰى پر بھی شمار کر لیں تو فَنَسِيَ والی آیت ایک کلمہ پر رہ جاتی ہے اور یہ ان انتیس ۲۹ کلمات کے ساتھ مخصوص ہے جو شعر ۴۴/۱۰ کی شرح میں درج ہو چکے ہیں۔ اسی بناء پر جن دو کے لئے مُوسٰى پر آیت ہے ان کے لئے فَنَسِيَ پر نہیں اور جن پانچ کے لئے فَنَسِيَ پر ہے اُن کے لئے مُوسٰى پر نہیں ہے)

فائدہ ۱:۔ چونکہ پہلے اور تیسرے سَامِرِيّ کا بیان شعر ۱۵۵/۷ میں اُن کلمات کے ساتھ آرہا ہے جن پر اجماعاً آیت ہے۔ اور اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اختلاف صرف دوسرے اَلسَّامِرِيُّ میں ہے۔ اس لئے یہاں اَلسَّامِرِيُّ کے ساتھ اَلْقَى کی، یا ثانی کی قید نہیں لگائی۔

۲ مُوسٰى کے ساتھ اَسِفًا کے بعد ہونے کی قید سے نکل آیا کہ اختلاف وَاِلٰهُ مُوسٰى میں ہے۔ رہے مُوسٰى کے دوسرے کلمات، سو ان میں سے بعض پر اجماعاً آیت ہے اور بعض پر کسی کے لئے بھی نہیں ہے۔

۳ جَنَى الْخُضْرِ مرکب اضافی ہے اور جَنٰى مَا يُجْنٰى مِنَ الثَّمَرِ وَيُقْطَفُ کے معنٰی میں ہے۔ یعنی وہ پھل جو چُنا جائے اور اَلْخُضْرِ، اَخْضَرُ یا خَضْرَاءُ کی جمع ہے اَيِ الرِّيَاضُ الْخُضْرُ الْحَسَنَةُ النَّضِرَةُ، پس جَنَى الْخُضْرِ کے معنٰی ہیں سبز اور عمدہ اور رونق دار باغوں کا چنا ہوا میوہ، اور چونکہ یہ تشبیہ کے قبیل سے ہے اس لئے اس کی تقدیر کَجَنَى الْخُضْرِ ہے۔

(۱۵۴/۶) وَدَعْ فَنَسِيَ وَالْاِصْلَ (اِسْمِ) اسقط صفصفا
(رغ ۱۹ مف) خ ب (۲۰ مف)
اَمْرِ نَبِيِّهٖ (اِشْمِ حِجَازِيّ) (رغ ۱۵) م

لِكُوفٍ دَعِ الدُّنْيَا وَمِنِّى هُدًى وَّافِ
(اُشُو) (رغ ۱۲ مف) ۲۱ (مظ) ۲۲ (رغ ۱۲)
تَاكِيْدٌ لِّلدَّعِ۔ اَيِ اقْطَعْ هٰذَيْنِ الْلَّفْظَيْنِ عَنْ عَدِّ الْكُوْفِيِّ وَالْحِمْصِيِّ

ترجمہ:- اور تو فَنَسِیَ (ع ۱۹) کو (انہی مدنی اوّل اور مکّی کے لئے) ترک کردے (جن کی رمز اِسفًا اور مُوسٰی کے بیان میں شعر ۱۵۳ میں گذر چکی ہے (۱) عوٗ (۲) اَثُ (۳) ق۔ اور باقی پانچ کے لئے فَنَسِیَ معدود ہے (۱) مَثُ، یعنی پہلی آیتوں کے ساتھ مشاکلہ (۲) ک) اور حجازی نے (قَاعًا) صَفْصَفًا (ع ۲۰) کو ترک کیا ہے (۱) عَلَوٗ (۲) عوٗ اور باقی چار کے لئے اس پر آیت ہے لَمْ کو (یعنی ایک وجہ کی رُو سے جملہ لَاتَرٰی مستانفہ ہے (ادر) تو کوفی (اور حمصی) کے لئے (زَھْرَةَ الْحَیٰوةِ) الدُّنْیَا (ع ۲۱) اور مِنِّیْ ھُدًی (ع ۲۲ دونوں) کو ترک کردے اور (ان دونوں کو کوفی اور حمصی کے شمار سے) مُنقطع (اور جُدا) کردے (پس یہاں وَافِر، دَعْ کی تاکید کے لئے ہے۔ اور **لوامع میں** دوسرے مصرعہ کے ترکیبی معنٰی سے ایک نصیحت کا اقتباس کیا ہے، جس کا حاصِل یہ ہے کہ دُنیا کو ترک کردو اور اس سے دل نہ لگاؤ۔ یہ میری طرف سے تمہیں ہدایت و نصیحت ہے۔ اور غیر اللہ سے تعلّق کی کثرت کے پرخچے اڑادو۔ پس مولائے کریم کے تعلّق کو تمام تعلّقات پر غالب رکھو اور اس میں وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا (مُزّمّل ع) کی طرف اشارہ ہے۔ پس مِنِّیْ ھُدًی اور الدُّنْیَا کوفی اور حمصی کے لئے متروک ہیں (۱) ش (۲) اَثُ۔ اور باقی پانچ کے لئے دونوں معدود ہیں (۱) م (۲) اَغُ،)

فائدہ ۱:- ان بائیس ۲۲ اختلافی آیات میں سے بصری نے ۸، ۱۶، ۱۹ تا ۲۲ ان چھ ۶ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی کُل آیات ایک سو بتّیس ۱۳۲ ہوگئیں۔ مدنی اوّل و مکی نے ۷، ۱۰ و ۱۱، ۱۶ تا ۱۸ اور ۲۱ و ۲۲ اِن آٹھ کو، اور مدنی اخیر نے ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۵، ۱۹، ۲۱ و ۲۲ اِن آٹھ ۸ کو لیا ہے۔ اس لئے اِن تینوں ۳ کی یعنی حجازی کی ایک سو چونتیس ۱۳۴ ہوگئیں۔ اور کوفی نے ۱، ۹ تا ۱۳، ۱۶، ۱۹ اور ۲۰ اِن نو ۹ کو لیا ہے، اس لئے ان کی کُل آیات ایک سو پینتیس ۱۳۵ ہوگئیں اور حمصی نے ۲ تا ۶ اور ۸ تا ۱۱، ۱۶، ۱۹، ۲۰ ان بارہ ۱۲ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی کُل آیات ایک سو اڑتیس ۱۳۸ ہوگئیں۔ اور دمشقی نے ۳ تا ۱۱، ۱۶ اور ۱۹ تا ۲۲ ان چودہ ۱۴ کو لیا ہے اس لئے ان کی کُل آیات ایک سو چالیس ۱۴۰ ہوگئیں۔

فائدہ ۲:- اتحاف فضلاء البشر میں علّامہ بنّار نے طٰہٰ کی اختلافی آیات چوبیس ۲۴ بتائی ہیں، پھر تفصیل میں تئیس ۲۳ بیان کی ہیں جن میں سے تئیسویں ۲۳ آیت ضَنْكًا (ع ۱۹) ہے اور اس پر حمصی کے لئے آیت بتائی ہے۔ اس تقدیر پر اختلافی آیات بائیس ۲۲ کے بجائے تئیس ۲۳ ہوں گی۔ اور یہ بھی ماننا ہوگا کہ حمصی نے ان میں سے بارہ ۱۲ کے بجائے تیرہ ۱۳ کو لیا ہے اور ان کی کُل آیات

ایک سو اڑتیس ۱۳۸ کے بجائے ایک سو انتالیس ۱۳۹ ہیں. لیکن یہ کاتب کے قلم کی لغزش کا نتیجہ ہے کیونکہ محمد بن علی بن خلف حسینی نے جن کا لقب حداد ہے، سعادتِ دارین میں طٰہٰ کی اختلافی آیات بائیس ۲۲ بتائی ہیں اور ضَنْكًا کو اختلافی آیات میں شمار کرنے کے بجائے شبہ الفاصلہ میں گنوایا ہے. اور ناظم نے بھی ضَنْكًا کو شبہ الفاصلہ میں شمار کیا ہے۔

شبہ الفاصلہ کا ایک کلمہ اور شبہ الوسط کے چھ ۶ کلمات

(۱۵۵/۷) بِرَاسِیْ فَدَعْ وَالسَّامِرِیْ اَوَّلًا فَعُدْ
(مفق) (مفق) (ص)

وَیَسَامِرِیْ اَهْلِیْ اَخِیْ عُدَّ مَعْ ذِکْرِیْ
(عطق) (عط)
تاکیدٌ لِعُدَّ الْاَوَّلِ — صِفَةُ سَامِرِیْ اَوْ اَخِیْ

ترجمہ :- (اور) تو (وَلَا) بِرَاْسِیْ (رعؑ) کو ترک کرے اور (وَاَضَلَّهُمُ) السَّامِرِیُّ (رعؑ) کو جو پہلی جگہ میں ہے اور (اس فَمَا خَطْبُكَ) یٰسَامِرِیُّ (رعؑ اور وَزِیْرًا مِّنْ) اَهْلِیْ (رعؑ اور هٰرُوْنَ) اَخِی (رعؑ) کو (بھی سب کے لئے) شمار کرلے جو (شمار ہونے میں وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ (رعؑ اور فِیْ ذِکْرِیْ رعؑ) سمیت ہے (ان چھوں کو پوری توجہ سے) شمار کرلے (اور ان میں سے کوئی ایک بھی متروک نہ ہونے پائے. بس دوسرا عُدَّ پہلے کی تاکید کے لئے ہے. اور مقصد یہ ہے کہ اِن چھوں پر سب کے لئے آیت ہے.)

شبہ الفاصلہ کے دو ۲ اور شبہ الوسط کے تین ۳ کلمات

(۱۵۶/۸) وَدَعْ فَنَسِیْ اَعْمٰی اٰخِیْرَیْنِ مَوْعِدِیْ
(مفق) (صِفَةٌ اَوْ حَالٌ) (عطق) مف

فَعُدَّ وَنَفْسِیْ مَعْ لِسَانِیْ بِمَا یُفْرِیْ
(نا) عط (نظص) (اَوْ مُتَعَلِّقٌ بِمُهْتَمًّا حَالُ فَاعِلِ عُدَّ)

صِفَةُ لِسَانِیْ اَیِ الْکَائِنَ مَعَ اللَّفْظِ الَّذِیْ یَتَاَخَّرُ عَنْ لِسَانِیْ وَیَجِیْءُ بَعْدَهٗ وَهُوَ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ۔

ترجمہ :- اور تو فَنَسِیَ (وَلَمْ نَجِدْ رعؑ اور حَشَرْتَنِیْٓ) اَعْمٰی (رعؑ) کو (سب کے لئے) ترک کرے حالانکہ یہ دونوں اخیر والے ہیں (رہا پہلا فَنَسِیَ رعؑ اور پہلا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

اَعْمٰی (ع) سو ان میں سے اول پر مدنی اخیر، شامی، عراقی کیلئے اور ثانی پر اجماعاً آیت ہے اور یہ دونوں فاصلہ ہیں نہ کہ شبہ الفاصلہ، اور) تو (فَاَخْلَفْتُمْ) مَّوْعِدِیْ (ع) اور (اس سَوَّلَتْ لِیْ) نَفْسِیْ (ع) کو شمار کرلے جو (اس عُقْدَۃً مِّنْ) لِّسَانِیْ (ع) سمیت ہے جو اس (یَفْقَہُوْا قَوْلِیْ ع) سمیت ہے جو (تلاوت میں لِسَانِیْ کے) بعد آتا ہے (اس صورت میں یُقْرِیْ، یَتَاَخَّرُ کے معنی میں ہے اور اُس اَقْرَاَ سے ہے جس کے معنی ہیں وہ مؤخر ہوگیا اور پیچھے رہ گیا۔ یا مَّوْعِدِیْ سے لِسَانِیْ تک کے تینوں کلمات کو آیات میں شمار کرلے۔ حالانکہ تو اُن سب کلمات کا پورا اہتمام کرنے والا ہے جن کو وہ یعنی میری زبان تجھے پڑھاتی ہے۔ اور انہیں تمہارے روبرو شمار کرتی ہے۔ اس صورت میں بِمَا کا تعلق مُهْتَمًّا مُقَدَّر سے ہے۔ جو عُدَّ کے فاعل سے حال ہے اور کلام میں استخدام کی صنعت ملحوظ ہے کیونکہ لِسَانِیْ سے پہلی جگہ لفظ مراد ہے اور جب اسی لِسَانِیْ کی طرف یُقْرِیْ کی ضمیر راجع کی تو اس سے وہ زبان مُراد لی جو انسان کے بدن کا ایک حصّہ ہے۔ فَلِلّٰهِ دَرُّ اَبِیْهِ)

شبہ الفاصلہ کے گیارہ کلمات میں سے باقی آٹھ کلمات

۱۵۷ / ۹ وَدَعْ صَفًّا اَعْبُدُنِیْ جَمِیْعًا وَّسُجَّدًا
(مُتَّفَقْ) (عَـظْ) (عَـظْ)

وَضَنْكًا لِزَامًا ثُمَّ رِزْقًا عَلٰی یُسْرٍ
(عَـظْ) (عَـظْ) (عَاطِفَۃٌ) (عَـطْ) (مُتَّحِفْ) ۱

ترجمہ:۔ اور تو (ثُمَّ ائْتُوْا) صَفًّا (ع) اور (اِلَّاۤ اَنَا فَ) اعْبُدْنِیْ (ع) اور (مِنْهَا) جَمِیْعًا (ع) اور سُجَّدًا (قَالُوْاۤ اٰمَنَّا ع) اور (مَعِیْشَۃً) ضَنْكًا (ع) اور لَكَانَ) لِزَامًا (ع) اور (لَا نَسْئَلُكَ) رِزْقًا (ع، ان سات کلمات) کو (نیز یَاْتِیَ ع کو بھی سب کیلئے) ترک کردے حالانکہ تو اس ترک میں) سہولت (و آسانی) پر ہے (کیونکہ ترک کی صورت میں یہ سوچنے کی حاجت پیش نہیں آتی کہ ان میں سے کس پر آیت ہے اور کس پر نہیں۔)

(۲۱) سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (۴۵)

اس میں ۲ دو شعر ہیں

اجماعاً مکی ہے، اور دانی اور جعبری کے ارشاد پر الانبیاء کے بعد النحل کی چالیس آیات نازل ہوئیں اور حجازی، شامی، بصری شمار کی رُو سے اس کی نظیر سورۂ یوسف علیہ السلام ہے۔ اور کوفی شمار پر اس کی نظیر نہیں ہے۔ اور اس کے کلمات گیارہ سو ساٹھ اور حروف چار ہزار آٹھ سو نوے ہیں۔ اور سورۃ الفاتحہ کی طرح اس کے فواصل بھی نَمْ کے دو حروف ہیں۔ (۱) نَ، مُعْرِضُونَ (۱ع) (۲) مَ، السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ع۔ اس کی اجماعی آیتیں ایک سو گیارہ اور اختلافی ایک ہے، اور وہ وَلَا يَضُرُّكُمْ ہے جس کا ذکر پہلے شعر میں آرہا ہے۔

(۱۵۸/۱)
وَفِي الْاَنْبِيَا قُلْ اَصْلُ يُسْرٍ وَّاٰيَةٌ
يَضُرُّكُمُ الْكُوفِيْ زَادَ بِلَا ضُرٍّ

ترجمہ:۔ اور تو کہدے کہ انبیاء (علیہم السلام کی آیات کے شمار) میں (اور اسی طرح اس کی نظم کا مطلب سمجھ لینے میں) اصلی (اور خالص) آسانی ہے (جس میں دشواری اور تنگی نام کے لئے بھی نہیں ہے۔ نیز انبیاء علیہم السلام کے مبعوث فرمانے میں بندوں کے لئے اصلی آسانی اور ان پر رحمت ہی رحمت ہے۔ کیونکہ ان کے ذریعہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی خوشی وناراضگی کے کاموں کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور پھر مولائے کریم کی خوشی کے کام کرلینے کے سبب سدا سدا کی کامیابی ہاتھ آجاتی ہے۔ پس اس سورت کی کُل آیات حجازی، شامی، بصری کے لئے ایک سو گیارہ ہیں) اور ایک آیت (یعنی وَلَا) يَضُرُّكُمْ (۴ع) جو ہے (اُس کو) کوفی نے کسی نقصان (اور دشواری کے پیش آنے) کے بغیر زیادہ کیا ہے۔

فائدہ ۱:۔ بلاشک کوفی بعض موقعوں میں يَضُرُّكُمْ جیسے اُن کلمات پر بھی آیت شمار کرتے ہیں جن کا دوسری آیتوں کے ساتھ مُشاکلہ نہیں ہے اور وہ شکل و وزن میں دوسری

آیتوں کے خلاف ہیں، لیکن ان پر آیت شمار کرنے سے کوئی دشواری پیش نہیں آتی، اور نہ مُشاکلہ اور مُساوات کے اُن قواعد کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے جو دیباچہ میں بیان ہوئے ہیں کیونکہ یہ نئے وزن اور نئی شکل والے کلمات پر آیت شمار کرنا شاذ و نادر طور پر اور صرف بعض جگہ ہوتا ہے جس کو فن کے امام وضاحت سے بتا دیتے ہیں، اور اس بناء پر اس سے کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ پس اس سورت کی کُل آیات کوفی کے سوا باقی چھ کے لئے ایک سو گیارہ ۱۱۱ ہیں۔ کیونکہ انہوں نے وَلَا يَضُرُّكُمْ کو شمار نہیں کیا (۱) عُم (۲) عَو (۳) ق (۴) قب۔ اور خود کوفی کے لئے ایک سو بارہ ۱۱۲ ہیں۔ اس لئے کہ ان کے ہاں وَلَا يَضُرُّكُمْ پر بھی آیت ہے (۱) ک (۲) نَص (۳) تو۔

فائدہ ۲:۔ لوامع کی تحقیق پر وَاٰیَةٌ یَضُرُّکُمْ ہے تا کے ایک پیش سے اور اس کے پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ تا کے پیش میں اشباع اور درازی پیدا کریں۔ اور وَاٰیَةٌ پر پہلا مصرعہ ختم ہوجاتا ہے اور یَضُرُّکُمْ سے دوسرا شروع ہوتا ہے۔ اور وَاٰیَةُ یَضُرُّکُمْ مرکب اضافی ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ یَضُرُّکُمْ کی آیت جو ہے اس کو کوفی نے زیادہ کیا ہے۔

فائدہ ۳:۔ فِی الْاَنْبِیَا اور اَصْلُ یُسْرٍ میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے کیونکہ ان حضرات کا وجودِ باجُود مخلوق کے لئے سراپا آسانی اور رحمت ہے اور اسی طرح بِلَاضٍ میں احتراس بھی واضح ہے، جس کے معنیٰ ہیں کسی کو محافظ اور چوکیدار بنادینا۔ پس اس لفظ کے ذریعہ اِس غلطی میں پڑنے سے حفاظت ہوگئی کہ جب شکل و وزن میں مناسبت نہ رکھنے والے کلمہ پر بھی کوفی نے آیت شمار کرلی۔ تو پھر مُشاکلہ کا قاعدہ مقرر کرنا اور اس کا بیان کرنا بے فائدہ ہوا کیونکہ سمجھنے میں دُشواری تو پھر بھی باقی رہی۔ پس بِلَاضٍ میں بتادیا کہ یہ صورت صرف بعض جگہ ہوتی ہے۔ اس لئے نہ اسمیں دُشواری ہے اور نہ قاعدہ کا بیان بیکار اور غیر مفید ہے۔

شبہ الفاصلہ اور شبہ الوسط دونوں کے تین تین کلمات

(۱۵۹/۲) بَلَ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ وَیَشْفَعُوْ (عط) (مف)

نَ دَعْ عُدَّ اِبْرٰهِیْمَ لَا اَوَّلَ الشَّطْرِ (مف) (ناهِیَةٌ) (آمِرِیَةٌ)

صِفَةُ مُقَدَّرٍ اَیْ لَا تَعُدَّ اِبْرٰهِیْمَ الْاَوَّلَ فِی الشَّطْرِ الثَّانِی۔

ترجمہ :۔ (اورتو) بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (رع) اور (وَلَا) يَشْفَعُوْنَ (اِلَّا ع) کو (سب کے لئے) ترک کرے (اور) اِبْرٰهِيْمَ کو (سب تینوں جگہ ساتوں کے لئے آیات میں) شمار کرے (۱ لَهٗ اِبْرٰهِيْمَ ۲ يَا اِبْرٰهِيْمُ ۳ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ ع) نہ کہ سورت کے دوسرے نصف کے پہلے (اِبْرٰهِيْمَ) کو (بھی جو وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرٰهِيْمَ ع میں ہے پس اس ایک پر کسی کے لئے بھی آیت شمار نہ کرے

سُوْرَةُ الْحَجِّ (۲۲) (۱۰۳)

اس میں پانچ شعر ہیں

اس کے مکی اور مدنی ہونے میں چھ قول ہیں (۱) مکی ہے لیکن تین آیتیں مدنی ہیں جو هٰذٰنِ ع سے شروع ہوتی ہیں اور چھ آدمیوں کے بارے میں آئی ہیں جن میں سے تین مومن ہیں ۱ حمزہ بن عبد المطلب ۲ علی بن ابی طالب ۳ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ اور تین کافر ہیں ۱ عتبہ ۲ ربیعہ ۳ ولید بن عتبہ (ابن عباسؓ وعطاءؒ)۔

(۲) مدنی ہے لیکن کچھ حصہ سفر میں نازل ہوا ہے۔ (حسن)

(۳) کچھ حصہ مکہ اور مدینہ کے درمیان اترا۔ (بعض حضرات)

(۴) مکی ہے لیکن تین آیتیں مدنی ہیں :۔ ۱ اور ۲ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ سے الْبَعِيْدُ ع تک۔ ۳ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا سے تُفْلِحُوْنَ ع تک۔ اور قرآن میں جتنی آیتیں يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا والی ہیں ان میں سے کچھ مکی ہیں اور کچھ مدنی (ابن المبارک)

(۵) ابن ہمام و معدل کی صحیح تر روایت کی بناء پر مدنی ہے اور اکثر علماء اسی پر ہیں۔

(۶) بعض کہتے ہیں کہ جن آیتوں کے شروع میں يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا اور يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ہے وہ سب مکی ہیں۔ لیکن یہ قاعدہ اکثریہ ہے نہ کہ کلیہ اور اس کی دلیل استقرا اور تلاش ہے۔ اور اس کی نظیر مدنی اول و اخیر کے شمار پر الانفال ہے۔ اور مکی شمار کی رو سے الفرقان اور الرحمٰن ہے۔ اور کوفی شمار پر صرف الرحمٰن۔ اور بصری اور شامی پر اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات ایک ہزار دو سو اکانوے ۱۲۹۱ اور حروف پانچ ہزار ایک سو پچھتر ۵۱۷۵ ہیں۔ اور فواصل مُدْرَجٌ قَنَطَ اَبْرَزَطَ کے گیارہ ۱۱ حروف ہیں :۔ ۱ م ۱۲ عَظِيْمٌ (ع) ۲ د ۱۵ شَدِيْدٌ (ع) ۳ ر ۲۵ السَّعِيْرِ

(رعۂ) ۴ج، بَهِيجٍ (رعۂ) ۵ ق، الْحَرِيقِ (رعۂ) ۶ ن، الْمُبِينُ (رعۂ) ۷ ظ، يَغِيظُ (رعۂ) ۸ غ، يَشَآءُ (رعۂ) ۹ ب، الْقُلُوبِ (رعۂ) ۱۰ ز، عَزِيزٌ (رعۂ) ۱۱ ط، لُوطٍ (رعۂ)۔

(اسمیۃ) (اسمیۃ ثمر)

۱۶۰/۱ وَفِي الْحَجِّ كُوفٍ (عَينُ (حَ)جِي) شَامٍ أَرْبَعُ

(اسمیۃ) (اسمیۃ)

وَخَمْسُ عَنِ الْبَصْرِي وَسِتٌّ عَنِ الْفُطْ

(مدنی اول واخیر)

ترجمہ:۔ اور (سورۃ) الحج میں کوفی (کا شمار) عقل (والوں) سے (منقول) ہے (پس ان کے لئے حج کی کُل آیات اٹھہتر ہیں جو عین اور حا سے نکلی ہیں اور) شامی (کا شمار ستر اور) چار (چوہتر آیتیں) ہیں اور (یہی شمار ستر اور) پانچ (پچھتر آیتیں) ہیں جو بصری کے لئے ہیں اور چھ (یعنی چھیتر آیتیں) ہیں جو مدنی اوّل اور مدنی اخیر کے لئے ہیں۔

(اسمیۃ کبریٰ)

۱۶۱/۲ وَمَكٍّ لَهُ سَمَّكُمُ الْمُسْلِمِينَ عَنْ

خِلَافٍ فَسَبْعٌ كَالثُّرَيَّا لَهُ تَسْرِي

یا سَبْعٌ کی دوسری صفت ہے۔

ترجمہ:۔ اور مکّی جو ہیں اُن کے لئے (هُوَ) سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ (رعۂ بھی آیات میں شمار کیا گیا) ہے حالانکہ (وہ ان کے لئے ناقلین کے) خلاف کے ساتھ ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ مکّی کے ناقلین میں سے بعض نے اس پر آیت بتائی ہے (ا) م (۲)، اَغ۔ اور بعض نے باقی چھ اماموں کی طرح مکّی کے لئے بھی اس پر آیت نہیں بتائی۔ ش) پس (اس کے شمار کر لینے کی تقدیر پر اُن کے ہاں اس سورت کی کُل آیات ایسی ستر اور) سات ہیں (یعنی ستتر ہیں)، جو ثریا (نام والے سات ستاروں) کی طرح (ان کے لئے مشہور بھی) ہیں (اور اپنے پڑھنے والوں کے دلوں اور اُن کی روحوں کو حق تعالیٰ کی محبت کے اور ایمان کے نور سے روشن بھی کر دیتی ہیں نیز ان آیتوں سے بھلائی کے راستوں کا پتہ چلتا ہے جس طرح ستاروں کے ذریعہ مسافر کو جنگلوں اور دریاؤں کی اندھیریوں میں راستہ ملتا ہے اور) یہ (ستتر آیتیں)

اُن (مکّی) کے لئے رات کے وقت (بھی) چلتی ہیں (اور حفّاظ میں اُن کا تذکرہ رہتا ہے یعنی خوب ظاہر و مشہور ہیں۔ پس سُورۃ الحج کی کُل آیات شامی چوہتّر، بصری پچھتّر، مدنی اوّل واخیر دونوں چھہتّر اور مکّی کے لئے سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ کو شمار نہ کرنے کی صورت میں چھہتّر اور اس کو شمار کر لینے کی تقدیر پر ستتّر ہیں۔ اور شمار ہی راجح اور قوی ہے۔ کیونکہ دانی نے اس آیت میں مکّی کے لئے خلاف بیان نہیں کیا بلکہ جزم و یقین سے کہا ہے کہ مکّی اس کو شمار کرتے ہیں۔ پس ناظمؒ نے جو خلاف بتایا ہے یہ زیاداتِ قصیدہ سے ہے جس کو فائدہ کی تکمیل کی غرض سے بیان کیا ہے۔ اور کوفی کے لئے کُل آیات اٹھہتّر ہیں۔)

فائدہ:۔ کالثُّریّا میں ناظمؒ نے قرآنی آیات کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور شبہ کی وجہ راستہ کا پتہ چلنا ہے۔ جس میں آیات اور ستارے دونوں شریک ہیں۔ اور آیات میں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ ان سے اَبدی کامیابی کے راستے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ستارے صرف محسوس اور دُنیاوی مقاصد میں کام آنے والے راستوں کا پتہ دیتے ہیں۔

اختلاف والی چار آیتیں

(۱۶۲/۳) ثَمُوْدُ سِوَى الشَّامِي الْجَحِيْمُ الْجُلُوْدُ قُلْ

لِكُوْفٍ وَّلُوْطٍ دَعْهُ لِلشَّامِ وَالْبَصْرِي

(حاشیہ: اَيْ مَعْدُوْدٌ لِلْجَمِيْعِ أَهْلِ الْعَدَدِ — سِوَى الشَّامِي (مُبْدَلٌ مِنْهُ) (بَدَل) — اَيْ مَعْدُوْدَانِ لِكُوْفِي)

ترجمہ:۔ (اور وَعَادٌ وَّ) ثَمُوْدُ (رع) شامی کے سِوا (باقی پانچ کے لئے آیات میں شمار کیا گیا) ہے (۱) م (۲) اَغ اور شامی کیلئے متروک ہے (۱) ق (۲) ش (۳) عکّوا اور تو کہدے کہ (دُعُوْدِهِمْ الْحَمِيْمُ (اور بُطُوْنِهِمْ وَ) الْجُلُوْدُ (رع دونوں) کوفی کے لئے (شمار کئے گئے) ہیں (اور وُجُوهُ الْحَمِيْمُ میں تین ہیں (۱) م (۲) گو (۳) اَغ، اور وَالْجُلُوْدُ میں دو ہیں (۱) م (۲) گو، اور باقی چھ کیلئے دونوں متروک ہیں (۱) عکّوا (۲) قبّ اور تو (وَقَوْمُ) لُوْطٍ (رع) کو شامی اور بصری کے لئے (یعنی) اس کو (ان تینوں کے لئے) ترک کردے (ش: کیونکہ اس کا مابعد کے ساتھ قوی تعلق ہے۔ اور باقی چار کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَغ، پس اس سورت کی چوہتّر آیات اجماعی اور پانچ اختلافی ہیں، جو

ف شامی کے لئے ش اور بصری کیلئے (۱) ش (۲) ق ۱۲۔

المُسْلِمِیْنَ سے شروع ہو کر لُوْطٍ پر ختم ہوتی ہیں۔ شامی نے ان پانچ میں سے کسی کو بھی نہیں لیا اس بناء پر ان کی چونتیس رہیں۔ اور بصری نے صرف وَعَادٌ وَّثَمُوْدُ کو لیا ہے اس لئے ان کی چھتیس ہوگئیں۔ اور مدنی اوّل و اخیر نے وَثَمُوْدُ اور لُوْطٍ ان دونوں کو لیا ہے اس لئے ان کی چھتیس ہوئیں۔ اور مکی نے پہلے قول پر وَثَمُوْدُ، لُوْطٍ، المُسْلِمِیْنَ ان تین کو لیا ہے، اس لئے ان کی سنتیس ہوگئیں۔ اور دوسرے قول پر صرف وَثَمُوْدُ اور لُوْطٍ کو لیا ہے۔ اس صورت میں مدنی اوّل و اخیر کی طرح مکی کے لئے بھی کُل چھتیس ہی ہوں گی۔ اور کوفی نے المُسْلِمِیْنَ کے سوا باقی چار کو لیا ہے۔ اس بناء پر ان کی اڑتیس ہوگئیں۔)

فائدہ ۱:- وَثَمُوْدُ اور لُوْطٍ دونوں میں شمار والوں کے تین فریق ہیں۔ (۱) شامی، ان کے لئے دونوں متروک ہیں (۲) بصری، ان کے لئے وَثَمُوْدُ پر ہے اور لُوْطٍ پر نہیں ہے۔ (۳) حجازی، کوفی۔ ان کے لئے دونوں پر ہے۔

فائدہ ۲:- لوامع میں ثَمُوْدُ سِوَی الشَّامِیْ کے بجائے ثَمُوْدُ اُسْقِطَ الشَّامِیْ ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ اُسْقِطَ کا ہمزہ وزن کے سبب حذف ہو گیا۔

طویل آیتوں کے آخری سروں کے دو کلمے

جن میں سے ایک شعر ۱۶۳/۴ میں اور دوسرا شعر ۱۶۴/۵ میں ہے۔ اور مختصر آیات کے دو کلمے اور دونوں جانبوں کی آیتوں کے وزن کے خلاف آنے والی آیت کا ایک کلمہ جس پر سب کے لئے آیت ہے۔

(۱۶۳/۴) بَهِیْجٍ فَقُلْ بَعْدَ السَّعِیْرِ حَدِیْدُ اِنْ اِلُ
قُلُوْبِ مَعَ الْمَطْلُوْبِ طُلَّا بِهَا تَقْرِیْ

(حاشیہ: اَیْ بَهِیْجٍ مَعْدُوْدٌ رَأْسًا اٰخِیْرًا لِلْاٰیَةِ بَعْدَ السَّعِیْرِ — اَلضَّمِیْرُ الْمَجْرُوْرُ لِلْاٰیَاتِ الْقُرْاٰنِیَّةِ لِلسِّیَاقِ — (اِسْمِیَّةٌ) وَمُسْتَانِفَةٌ — مِنْ قَرَی الْمَاءَ (اُس نے پانی جمع کیا) وَالتَّقْدِیْرُ تَقْرِیْ الْاٰیَاتِ الثَّلَاثَ الْمَذْکُوْرَةَ فِیْ هٰذَا الْبَیْتِ۔ یا اُس قریٰ سے ہے جس کے معنی ہیں اُس نے کھانا کھلایا۔ — جَمْعُ طَالِبٍ)

ترجمہ:- (اور) تو کہدے (کہ اِلٰی عَذَابِ) السَّعِیْرِ (ع) کے بعد (زَوْجٍ) بَهِیْجٍ (ع آیت کا آخری سر اشمار کیا گیا) ہے (اور یہ بڑی آیت ہے جو چھوٹی آیتوں کے بعد آرہی ہے۔ اور یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ سے بَهِیْجٍ تک ہے۔ پس اس کے درمیانی حصوں اَجَلٍ

مُسَمًّی اور عِلِیْمٍ شَیْئًا پر آیت نہیں ہے۔ اور مَقَامِعُ مِنْ) حَدِیْدٍ (ع اور وہ تقوٰی) الْقُلُوْبِ (ع) جو (ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ) الْمَطْلُوْبُ (ع) سمیت ہے (یہ تینوں بھی سورت کی آیات میں شمار کئے گئے ہیں پس مِنْ حَدِیْدٍ اور الْقُلُوْبِ والی آیات کے دوسری آیتوں سے مختصر ہونے کے اور وَالْمَطْلُوْبُ والی کے وزن میں پہلی اور بعد والی آیتوں کے مطابق نہ ہونے کے سبب یہ شبہ نہ کرو کہ ان پر آیت نہیں ہوگی کیونکہ) اُن (قرآنی آیتوں) کے تلاش کرنے والے (یعنی شمار کے علماء ان تینوں۳ آیتوں کو بھی اُن آیتوں کے ساتھ) جمع کرتے ہیں (جن پر اجماعاً آیت ہے، جس سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ان پر یقیناً آیت ہے۔ اور شبہ کی مذکورۂ بالا وجوہ صحیح نہیں۔ خلاصہ یہ کہ آخری تینوں آیتیں شبہ الوسط ہیں)۔

فائدہ:۔ **لوامع میں** تَقْرِیْ کو اس قِرٰی سے لیا ہے جو مہمان کو کھانا کھلانیکے معنٰی میں ہے۔ اور مجرور ضمیر کا مرجع بتوں کو قرار دیا ہے جن کا ذکر ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ والی آیت میں ہو رہا ہے۔ اور جملہ کے معنٰی یہ ہیں کہ اُن بتوں کے طالب اور ان کے پجاری ان کی مہمان داری کرتے ہیں۔ اور کھانا کھلاتے ہیں۔ چنانچہ بیضاوی میں ہے کہ کفار بتوں پر خوشبو اور شہد مَل کر دروازے بند کر دیتے تھے اور پھر سوراخوں میں سے مکھیاں آکر اس شہد اور خوشبو کو کھا جاتی تھیں۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے پوجنے والے بھی ضعیف اور کمزور تھے جو مکھیوں کو اپنے بتوں پر چڑھائی ہوئی خوشبو اور شہد کے کھانے سے نہیں روک سکتے تھے اور بیچارے بُت جو اُن کے معبود تھے وہ بھی لچر تھے کہ وہ بھی ان کے روکنے پر قابو نہیں رکھتے تھے۔

۱۶۴/۵ وَقُلْ مَعْ شَهِيدٌ مَا يَشَاءُ مُعْجِزِيـْ (ب) (ظرف الخبر) (المبتدأ) (ا ض) (مقولہ)

سَ وَالْبَادِ مِنْ نَارٍ فَدَعْهُنَّ وَاسْتَبِرِيْ (أمرية) (عطف) (عطف) (ن) (مفسر)

ترجمہ:۔ اور تو کہہ دے کہ (یفعل) مَا يَشَاءُ (ع آیت کا آخری سرا ہونے میں اس عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ) شَهِيدٌ (ع) کے ساتھ (شامل) ہے (یعنی اُس کے بعد ہے جو اس مَا يَشَاءُ سے پہلی آیت کا آخری کلمہ ہے یا وہ مَا يَشَاءُ آیت کا آخری کلمہ ہے جو شَهِيدٌ سمیت ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ شَهِيدٌ کے بعد والی آیت دوسری آیتوں سے بڑی ہے جس کا شروع

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اور آخر مَا يَشَآءُ ہے۔ اور اس سے نکل آیا کہ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ اور حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ جو اَلَمْ تَرَ اور مَا يَشَآءُ کے درمیان ہیں یہ وقوف تو ہیں لیکن ان پر آیت نہیں ہے۔ اور (۲) تو (فِيْ اٰيٰتِنَا) مُعٰجِزِيْنَ (ع اور فِيْهِ) وَالْبَادِ (ع اور ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ (ع کو اور فَاُمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ع ان چاروں کو (یعنی) اُن (سب) کو ترک کر دے۔ اور تو (پوری فرماں برداری اختیار کرنے کے ذریعہ دوزخ کی آگ سے یا شبہ الفاصلہ کے تمام کلمات کے تلاش کرنے کے ذریعہ شک اور شبہ میں پڑنے سے) رہائی حاصل کرلے۔

(۲۳) سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ (۷۴)

اس میں دو شعر ہیں

اجماعاً مکی ہے اور نزول کی ترتیب جعبری کے قول پر الطّور، المؤمنون، الملک ہے۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات ایک ہزار آٹھ سو چالیس ۱۸۴۰ اور حروف چار ہزار آٹھ سو دو ۴۸۰۲ ہیں۔ اور اس کے فواصل فاتحہ کی طرح نمر کے دو حروف ہیں۔ ۱ نَ ۱۱۵، اَلْمُؤْمِنُوْنَ (ع)، ۲ مَ ۴، عَلِيْمٌ (ع)۔

165 / 1

(ب اَوْ اِضْ) (مُتَمٌّ) (اِضْ) خَبَرٌ اَوْ مُفَسِّرٌ۔

قَدْ اَفْلَحَ لِلْكُوْفِيْ هٰـرُوْنَ دَعْ بِهَا

(اِسْمُـــہٗ)

(ذُوالْحَال) (مُتَمِّمٌ)

وَمَعْ مِائَةٍ لِلْغَيْرِ تِسْعٌ اِلٰى عَشْرٍ

(ظَرْفٌ) (مُتَمِّمٌ) (ب) (مَعْ)

ترجمہ:۔ (سورۂ) قَدْ اَفْلَحَ جو ہے تو اس (سورت) میں کوفی (اور حمصی) کے لئے (دَاخَا) هٰـرُوْنَ (ع) کو ترک کر دے اور (ان دونوں کے سوا باقی پانچ کیلئے (اس سورت میں ایسی) نو (آیتیں) ہیں جو دس سمیت ہیں، حالانکہ یہ (دس اور نو انیس ۱۹) سَو (آیتوں) کے ساتھ ہیں (پس حجازی، دمشقی، بصری ان پانچ اماموں کے لئے اس سورت کی کل آیات ایک سو انیس ۱۱۹ ہیں۔ اور کوفی اور حمصی کے لئے ایک سو اٹھارہ ۱۱۸ ہیں، اور یہ اجماعی ہیں۔ اور ایک اختلافی ہے اور وہ هٰـرُوْنَ ہے۔ چونکہ کوفی اور حمصی نے اس کو نہیں لیا (۱)، ق (۲) ش۔ اس بناء پر ان کے لئے

توکل آیات ایک سَو اٹھارہ ۱۱۸ ہی رہیں۔ اور باقی پانچ نے ھٰرُوْنَ کو لیا ہے (۱) م (۲) اَ غ۔ اس بنا پر ان کے لئے کل آیات ایک سو انیس ۱۱۹ ہوگئیں۔ یا قَدْ اَفْلَحَ میں یعنی اُس سورت میں کوئی و حمصی کیلئے ھٰرُوْنَ کو ترک کرے۔

(۱۶۶/۲) بَنِیْنَ سِنِیْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ ارْجِعُوْنِ وَالشّٰ شَیٰطِیْنِ صِل مَعَ کَذَّبُوْنِ کَمَا الدُّرِّ

(مُتّفق اَو مُتَنَصّف او مُنحج) "دُرِّ" چھوٹے چھوٹے موتیوں کے معنی میں ہے اور صِل کَمَا الدُّرِّ کی تقدیر یا تو صِلْ وَصْلًا کَائِنًا کَوَصْلِ الدُّرِّ ہے یا اُعْدُدْ ھٰذِہِ الْکَلِمَاتِ حَالَ کَوْنِھَا شَبِیْھَۃً مَع الدُّرِّ فِی انْتِظَامِھَا مَعَ الْاٰیَاتِ الْمُتَّفَقِ عَلٰی عَدِّھَا ہے۔

ترجمہ:۔ (مِنْ مَّالٍ وَّ) بَنِیْنَ (دیؔ اور عَدَدَ) سِنِیْنَ (دیؔ اور قَدْ اَفْلَحَ) الْمُؤْمِنُوْنَ (دیؔ اور قَالَ رَبِّ) ارْجِعُوْنِ (دیؔ) اور (مِنْ ھَمَزٰتِ) الشَّیٰطِیْنِ (دیؔ اِن پانچوں ۵ کو حالانکہ یہ (بِمَا کَذَّبُوْنِ (دیؔ و دیؔ) سمیت ہیں (چھ کلمات کو ایک موتی کے دوسرے) موتیوں (کے ساتھ ملانے) کی طرح (اُن کلمات کے ساتھ) ملادے (جن پر اجماعًا اور یقینًا آیت ہے، اور اُن میں شُبہ قطعًا نہیں ہے۔ یا اِن چھ ایسے کلمات کو جو منتظم اور سلسلہ وار ہونے میں موتیوں کی طرح ہیں اُن کلمات کے ساتھ گن لے جن پر سب نے بالاتفاق آیت شمار کی ہے)

فائدہ مُشبہ الفاصلہ تین ۳ ہیں (۱) وَفَارَ التَّنُّوْرُ (دیؔ) (۲) مِمَّا تَاْکُلُوْنَ (دیؔ) (۳) ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ (دیؔ) ان میں سے اَلتَّنُّوْرُ کا ذکر شعر ۱۲۴/۵ میں آچکا ہے۔ اور باقی دو ۲ کو واضح ہونے کی بنا پر بیان نہیں کیا۔

سُوْرَۃُ النُّوْر

(۲۴) (۱۰۲)

اس میں تین ۳ شعر ہیں

اجماعًا مدنی ہے، اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات ایک ہزار تین سَو سولہ ۱۳۱۶ اور حروف پانچ ہزار چھ سَو اسّی ۵۶۸۰ ہیں۔ اور اس کے فواصل نَمِلُ رَبِّ کے پانچ ۵ حروف ہیں۔ ۱۔ نَ، تَذَکَّرُوْنَ (دیؔ)، ۲۔ مٌ، رَحِیْمٌ (دیؔ)، ۳۔ لِ، وَالْاٰصَالِ (دیؔ)، ۴۔ رِ، وَالْاَبْصَارُ (دیؔ)، ۵۔ بِ، حِسَابٍ (دیؔ)۔

۱۶۷/۱ وَفِي النُّورِ (د) م (سَهْمٌ) جَاوَ ثِنْتَانِ (صَدُّهُ) قَمْ

بِالْأَبْصَارِ اَسْقِطْهَا وَالْاٰصَالِ لِلصَّدْرِ

ترجمہ:۔ اور تو (سورۃ) النّور (کی آیتوں کے شمار کرنے) پر ہمیشہ (قائم) رہ۔ حالانکہ تو (اپنے طلباء کے لئے اور اسی طرح مُومنین کے لئے) سخی ہے (کہ علم کی دولت کو طلباء میں اور اسی طرح مال کو اللہ کے بندوں میں تقسیم کرتا رہتا ہے۔ پس دمشقی اور عراقی کے لئے اس سُورت کی کُل آیات چونسٹھ ہیں جو دال اور سین کے عددوں سے نکلی ہیں۔ رہے حجازی سوان کا شمار وَثِنْتَانِ صَدُّهُ میں بتا رہے ہیں۔ اور اس سے نکل آیا کہ چونسٹھ والا شمار حجازی کے ماسوا کے لئے ہے اور حمصی کے لئے ترسیٹھ ہیں) اور دو (اور ساٹھ یعنی باسٹھ آیتیں) جو ہیں (ان کو) اُس (نور) کے حجازی نے (شمار کیا ہے) تو (یَذْهَبُ) بِالْأَبْصَارِ (ع اور بِالْغُدُوِّ) وَالْاٰصَالِ (ع) کو حجازی کے لئے (یعنی ان دونوں کے) اُس (مجموعہ) کو (ان کے لئے) ترک کر دے (پس حجازی کے لئے ان دونوں پر آیت نہیں ہے اور وجہ وَالْاٰصَالِ میں ش اور بِالْأَبْصَارِ میں قَبُ ہے۔ اور شامی، عراقی کے لئے ان دونوں پر آیت ہے۔ (۱) م (۲) اَعْ۔ اور بِالْأَبْصَارِ کے بعد لِأُولِي الْأَبْصَارِ (ع) پر حمصی کے لئے آیت نہیں ہے۔ ق۔ اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت ہے (۱) م (۲) ک (۳) اَعْ۔ اس سورت کی اکسٹھ آیتیں اجماعی اور مذکورہ بالا تین اختلافی ہیں۔ پس دمشقی اور عراقی نے تو ان تینوں کو اور حمصی نے ۱ و ۲ کو، اور حجازی نے صرف ۳ کو لیا ہے۔ اس لئے سُورت کی کُل آیات دمشقی، عراقی چونسٹھ اور حمصی ترسیٹھ اور حجازی باسٹھ ہو گئیں۔)

دو طویل آیتیں اور ایک شبہ الفاصلہ

۱۶۸/۲ وَاٰيَةُ نُوْرٍ وَّالْخَبِيْثُ طَالَتَا

وَمِنْ قَبْلُ فِى الدُّنْيَا اَلِيْمٌ فَدَعْ تُبْرِى (جواب امر بلا فاء)

ترجمہ :- اور (اس سورت کی آیتوں میں سے اَوْ کَظُلُمٰتٍ تا فَمَا لَهٗ مِنْ) نُوْرٍ (ع کی آیت اور اَلْخَبِيْثٰتُ (وَ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ع) کی آیت یہ دونوں (آیتیں جانبین کی آیتوں سے کسی قدر) طویل ہوگئی ہیں (پس یہاں ایک آیت کو اس کے آخری سرے سے اور دوسری کو اس کے ابتدائی سرے کے ذریعہ بیان کیا ہے۔ اور جب ان دونوں آیتوں کے ابتدائی اور آخری سرے معلوم ہوگئے تو اس سے یہ بات نکل آئی کہ پہلی آیت میں سَحَابٌ اور دوسری میں مِمَّا يَقُوْلُوْنَ یہ دونوں موقوف ہیں اور ان پر آیت نہیں ہے) اور (ع میں اُس عَذَابٌ اَلِيْمٌ کو جو فِي الدُّنْيَا (وَالْاٰخِرَةِ) سے پہلے ہے (اور اسی طرح وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ع کو سب کے لیے) ترک کردے (اگر تو ان کو آیت کے شمار میں سے ترک کردے گا تو) تو (اپنے آپ کو اس لفظ پر آیت شمار کرنے سے) بری کرلے گا (جس پر واقع میں آیت نہیں ہے۔ پس اَلِيْمٌ اور نَارٌ دونوں شبہ الفاصلہ ہیں۔ یا تُبْرِئ میں اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا پر مشتمل ہونے والی آیت کے معنیٰ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تہمت سے بری اور پاک ہونے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پس اس صورت میں فَدَعْ تُبْرِئ کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ تو مومنین کے بارے میں بے حیائی کی باتیں مشہور کرنے کو ترک کردے۔ اگر تو اِس بُرے عمل کو چھوڑ دیگا تو اپنے آپ کو بہتان لگانے کے اُس گناہ سے بری کرلے گا جو آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا کردینے والا ہے۔ اور عَذَابٌ اَلِيْمٌ میں فِي الدُّنْيَا سے پہلے ہونے کی قید لگانے سے اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ع نکل گیا کیونکہ اس پر اجماعاً آیت ہے۔)

اِس سُورت کی وہ تین آیتیں جو طویل ترین ہیں

۱۶۹/۳ وَلَيْسَ عَلَى وَاللّٰهِ نُوْرٌ اُطِيْلَتَا

وَاٰيَةُ قُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ لَدَى السِّتْرِ

(ظص) بق وَخَبَرُ الْمُبْتَدَا مُقَدَّرٌ اَيْ اُطِيْلَتْ كَذٰلِكَ (خ)

ترجمہ :- اور لَيْسَ عَلَى (الْاَعْمٰى ع) اور اَللّٰهُ نُوْرُ (السَّمٰوٰتِ ع) یہ دونوں (آیتیں حق تعالیٰ کی جانب سے اور بھی زیادہ) طویل بنادی گئی ہیں۔ اور (وَ) قُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ ع کی

(وہ) آیت جو (عورتوں کے) پردہ (کے حکم کے بارے) میں ہے (وہ بھی اسی طرح طویل بنادی گئی ہے جس طرح لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى اور اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ والی آیتیں دوسری آیتوں سے زیادہ طویل ہیں اور ان میں سے وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ والی آیت تُفْلِحُوْنَ پر اور اَللّٰهُ نُوْرُ والی بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ پر اور لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى والی تَعْقِلُوْنَ پر ختم ہوتی ہے۔ پس ان تینوں کے درمیانی تیرہ ۱۳ مواقع وقوف ہیں نہ کہ آیات بھی)

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ (۲۵) (۴۲)

اِس میں دو شعر ہیں

اکثر کے قول پر پوری سورت مکی ہے۔ لیکن مُعدِّل کی اُس روایت پر جو ابن عباسؓ اور قتادہؓ سے ہے وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ سے غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (رع) تک کی تین ۳ آیتیں مدنی ہیں۔ چنانچہ ابو محمد معلم نے عَدُّ الْاٰيَاتِ میں یہی بیان کیا ہے۔ اور دانی نے اس بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا۔ اور آیات کے شمار میں اس کی نظیر مکی شمار پر سورۃ الحج اور الرحمٰن۔ اور شامی شمار کی رُو سے الانفال۔ اور مدنی اوّل واخیر کے شمار پر سورۃ الرحمٰن ہے۔ اور عراقی شمار میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات آٹھ سو بانوے ۸۹۲ اور حروف تین ہزار سات سو تراسی ۳۷۸۳ ہیں اور سورۃ الکہف کی طرح اس کے فواصل بھی لا کے دو ۲ حروف ہیں (۱) اٰ، نَذِيْرًا (رع) (۲) لٌ، ضَلُّوا السَّبِيْلَ (رع)

(۱۷۰/۱) وَفِي الْعَدَدِ الْفُرْقَانُ (ب) (عَمَّ (۲۰) (رَنَا) (۷) عِيْمُهُ (مُتَّحِمٌ) اَلضَّمِيْرُ لِلْعَدَدِ اَوِالْفُرْقَانِ۔

وَكُلُّ (هُم) بُرُوْجًا لَمْ يَعُدَّ وَلَمْ يَجِئْ (خ) (تَخ) (مَفْقٌ)

(ب) اَيْ كُلُّ عُلَمَاءِ الْعَدَدِ

ترجمہ:۔ اور (سورۃ) الفرقان جو ہے (اُس کی آیات کے) شمار کرنے میں اُس (شمار) کا ذمّہ دار (اور ناقل) عام (اور سب کو شامل) ہو گیا ہے (یعنی ناقل نے ساتوں اماموں کے لئے ایک ہی شمار بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کی کُل آیات سب کے لئے ستتر ہیں

جو ع اور ز سے نکلی ہیں۔ اور چونکہ اس عدد کو کسی امام کے ساتھ خاص نہیں کیا اس لئے نکل آیا کہ یہ شمار سب ہی کے لئے ہے) اور (شمار کے اماموں میں سے) ہر ایک (عالم) نے (یعنی کسی نے بھی فِی السَّمَآءِ) بُرُوْجًا (ع۲) کو (آیات میں) شمار نہیں کیا۔ اور (وجہ یہ ہے کہ) یہ (بُرُوْجًا جانبین کی آیتوں کے اندازہ پر) جاری نہیں ہوا (کیونکہ جانبین کی آیتیں را اور الف پر ختم ہو رہی ہیں اور اس کی بناء جیم اور الف پر ہے۔)

(۱۷۱/۲) وَفِيهَا السَّبِيلَ اعْدُدُ وَبِالْأَلِفَاتِ خُذْ — اَیْ خُذْ جَمِیْعَ اٰیَاتِ الْفُرْقَانِ وَالْاَحْزَابِ بِالْاَلِفَاتِ۔

لَدَيْهَا وَفِي الْأَحْزَابِ إِلَّا الَّتِي تَبْرِي

لہ اَیْ وَلَدَی الْاَحْزَابِ فَاتَّحَدَ الْمَعْطُوْفَانِ لَفْظًا وَّمَعْنًی۔

ترجمہ:- اور تو اُس (سورۃ الفرقان) میں (ضَلُّوا) السَّبِيلَ (ع۲) کو (بھی آیات میں) شمار کرلے (اور یہ خیال نہ کر کہ باقی آیات کی طرح اس کی بناء الف پر نہیں ہے اس لئے اس پر آیت نہیں ہوگی پس یہ اُن نادر کلمات (شبہ الوسط) میں سے ہے جنہیں مُشاکلہ نہیں ہے۔ اور صرف نَص کی وجہ سے ان پر آیت شمار کی گئی ہے) اور تو اُس (سورۃ الفرقان) میں (اس السَّبِيلَ کے سوا جس کا ذکر اُوپر آچکا ہے) اور (سورۃ) الاحزاب (دونوں) میں (تمام آیتوں کو) الفوں کے ساتھ لے لے (اور حاصل کرلے یعنی ان دونوں سُورتوں کی سب آیتوں کے آخر میں وقفاً الف آتا ہے۔ جیسے نَذِيرًا، تَقْدِيرًا، حَكِيمًا خَبِيرًا، وَكِيلًا، اور جو کلمات ایسے نہ ہوں اُن میں سے کسی پر بھی آیت شمار نہ کرو) سوائے (احزاب ع۱ کی) اُس (چوتھی آیت مَا جَعَلَ اللهُ) کے جو (جاہلیت کی عادتوں سے) بیزار کرتی ہے (اور نفرت دلاتی ہے۔ کیونکہ اس میں وَاللهُ يَقُولُ الْحَقَّ ہے۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ بالکل سچی اور حقائق سے بھری ہوئی بات کہتے ہیں۔ پس ان کا ارشاد حق ہے۔ اور جو بات حق کے خلاف کہی جائے وہ باطل ہے۔ اور صحیح عقل کا فیصلہ یہ ہے کہ حق اور صحیح بات کو اختیار کرلے اور غلط اور باطل بات کو چھوڑ دے۔ اور شعر ۲ کا خلاصہ یہ ہے کہ فرقان اور احزاب دونوں سُورتوں کی تمام آیتیں الف پر ختم ہوتی ہیں۔ لیکن فرقان میں ضَلُّوا السَّبِيلَ ع۲ اور احزاب میں يَهْدِي السَّبِيلَ ع۱ یہ دونوں آیتیں ایسی ہیں جو الف کے بجائے لام پر ختم ہوتی ہیں۔)

اور اس سُورت میں شبہ الفاصلہ سات ہیں:- ۱تا۳ وَهُمْ يُخْلَقُونَ۔

۱ اٰخَرُوْنَ ۔ اَلْاَوَّلِيْنَ (عِ) ۲ تا ۶ اَلْمُتَّقُوْنَ ۔ مَا يَشَآءُوْنَ ۔ خٰلِدِيْنَ (عِ) ۷ بُرُوْجًا (عِ)

چونکہ پہلے چھ۶ کلمات میں مشابہت کی وجہ بعید ہے۔ اس لئے ناظمؒ نے ان کو شبہ الفاصلہ قرار نہیں دیا۔ اور صرف بُرُوْجًا کو شبہ الفاصلہ بتایا ہے۔ کیونکہ سُورت کی اور آیتوں کی طرح اِس کے آخر میں بھی الف ہے اس لئے شبہ ہوتا ہے۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ وَالنَّمْلِ وَالْقَصَصِ

اِس میں چھ شِعر ہیں،

(۲۶) سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ (۴۷)

اسکے نام تین۳ ہیں ۱ اَلشُّعَرَآءِ ۲ اَلْجَامِعَة ۳ اَلظُّلَّه ۔ یہ اجماعًا مکی ہے۔ لیکن وَالشُّعَرَآءُ سے آخر تک کی چار۴ آیتیں مدنی ہیں جو حسان بن ثابت، کعب بن مالک، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر تھے۔ جو آپ کی تعریف میں اَشعار لکھتے تھے۔ اور حسینی کے قول پر پچیس۲۵ آیتیں مدنی ہیں۔ ۱ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ (عِ) سے اِسْرَآءِيْلَ تک کی ایک آیت ۔ ۲ تا ۲۵ اَفَبِعَذَابِنَا سے سُورت کے اخیر تک کی چوبیس۲۴ آیات۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات بارہ سو ستانوے۱۲۹۷ اور حروف پانچ ہزار پانچ سو بیالیس۵۵۴۲ ہیں اور فواصِل مَنَلَ کے تین۳ حروف ہیں۔ ۱ م۳۰، طٰسٓمّٓ، كَرِيْمٍ (عِ) ۲ ن۱۹۴، اَلْمُبِيْنِ (عِ) ۳ ل۴، اِسْرَآءِيْلَ چاروں۴ جگہ، عِ میں دو۲ اور عِ وعِ میں ایک ایک۱۔

(۱۷۲/۱) وَفِي الشُّعَرَا كُوفٍ وَّشَامٍ وَّاَوَّلُ
مُتَوْ (صَصْ)

اُشْتُقَّ مِنَ الزُّوِيِّ اَىْ نَحَوْا اَوْ جَمَعُوْا۔

(زُ) وَوْا (خ) كُلًّا (رُ) اِ (۲۰) وِّ (مَڡْ) اَ (۲۰۰) تَوَوْا كُلَّ ذِىْ غُمَرْ

اَىْ مِنْ كُلِّ ذِى الْمَاءِ الْكَثِيْرِ وَهُوَ مَجَازٌ عَنِ الْعِلْمِ الْوَسِيْعِ اَوْ هُوَ غُمَرٌ (بِالْعَيْنِ الْمُهْمَلَةِ) (لوامع)

ترجمہ:۔ اور شعراء (کی آیات کے شمار) میں کوفی اور شامی، اور (مدنی) اوّل جو ہیں اُن (تینوں) نے (غلط روایت کرنے والوں میں سے) ہر ایک راوی کو ہٹا دیا ہے (اور روایت کرنے سے روک دیا) ہے۔ کیونکہ ان تینوں۳ نے آیات کے شمار کے حقوق کا کامل طریق سے اہتمام کیا ہے۔ اور اُن کی

پُوری حفاظت کی ہے۔ اس لئے جب بھی کوئی غلطی کرتا ہے یہ حضرات اس کی غلطی کو چلنے نہیں دیتے یاان تینوںؒ نے ہرایک روایت کرنے والے کی روایت کو اپنے سینہ میں جمع کر لیا ہے اور خوب یاد کر لیا ہے۔) اور یہ (تینوںؒ حضرات) ہرایک زیادہ پانی والے سے (پانی لے کر خوب) سیراب ہوگئے ہیں (یعنی ان بزرگوں نے وسیع اور کامل دریا جیسے علم والے شیوخ سے علم حاصل کیا ہے اور آیات کو ایسے ہی حضرات سے نقل کیا ہے۔ یاان تینوںؒ نے شعر کے راویوں میں سے ہرایک راوی کی روایت کو جمع کر لیا ہے اور محفوظ کر لیا ہے۔ اور طویل عمر والے شاعر سے علم حاصل کر کے سیراب ہوگئے ہیں جس نے اپنی عمر کا کافی حصّہ شعر و شاعری میں گذارا ہے حتّٰی کہ عربی لغت میں خوب ماہر ہوگئے۔ اور کسی شُبہ کے باقی نہ رہنے کے سبب مطمئن ہوگئے ہیں (لوامع موصوف نے یہ مطلب شعراء کی مناسبت سے لیا ہے لیکن فن سے مناسبت نہ رکھنے کے سبب عُمدہ نہیں ہے۔

پس شُعراء کی کُل آیات کوفی، شامی، مدنیِ اوّل کے لئے دوسوستائیس ۲۲۷ ہیں جو رَ ا، کاف رَا کے عددوں سے نکلی ہیں، اور وَمَاقَبْلَ اُخْرَی الذِّکْرِ شعر ۶۶/۳۲ والی اصطلاح سے نکل آیا کہ باقی تینؒ مدنیِ اخیر، مکی، بصری کے لئے اس سُورت کی کُل آیات دوسوستائیس ۲۲۷ سے ایک عدد کم یعنی دوسو چھبّیس ۲۲۶ ہیں۔ اور ان میں سے دوسوچوبیس ۲۲۴ اجماعی اور چار آیات اختلافی ہیں۔ ۱ طٰسٓمٓ، اس پر کوفی کے لئے آیت ہے (۱) م (۲) ن (۳) کوٗ (۴) توٗ۔ اور باقی چھ کیلئے نہیں ہے (۱)، ق (۲)، عکوٗ۔ اور باقی تینؒ کا بیان ابھی دُوسرے اور تیسرے شعر میں آرہا ہے۔)

فائدہ :۔ اَلشُّعَرَآءِ اور رَاوٍ کے جمع کرنے میں ایک لطیف مناسبت ہے جو غور کرنے والوں کے لئے واضح ہے۔ کیونکہ اشعار بھی راویوں ہی کے ذریعہ منقول ہوتے ہیں۔

مقولہٗ

۱۷۳/۳ وَفِی السِّحْرِ کُوفٍ مُّسْقِطٌ تَعْلَمُوْنَ قُلْ
وَثَالِثَا اُسْقِطْ تَعْبُدُوْنَ (وَ) رَاوِ نِدْ

صِفَةُ تَعْبُدُوْنَ اَوْ حَالُهٗ۔ (بصری) (ظٰسٓمٓ)

ترجمہ :۔ اور تو کہدے کہ کوفی اُس فَلْسَوْفَ) تَعْلَمُوْنَ (۴۹) کو ساقط کرتے ہیں جو (لفظِ اَلسِّحْرَ (والی یا جادو سکھانے کے ذکر والی آیت) میں ہے (نہ کہ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَدَّکُمْ

(غ) کو بھی کیونکہ وہ سِحر والی آیت میں نہیں ہے۔ نیز اس پر اجماعًا آیت ہے۔ پس کوفی کے لئے فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ پر آیت نہیں ہے (۱) عکو (۲) قب۔ اور حجازی، شامی بصری کے لئے اس پر آیت ہے (۱) م (۲) اَغ (۳) گو) اور تو (واو والے بصری کے لئے اس) تیسرے تَعْبُدُوْنَ (غ) کو ساقط کردے جو (کفر و شرک کے زبردست) گناہ کے (سوال کے) بعد ہے (یعنی یہ تَعْبُدُوْنَ اُس اَیْنَمَا کُنْتُمْ کے بعد ہے جس کے ذریعہ قیامت میں مشرکین سے سوال ہوگا کہ تمہارے وہ معبود اور مددگار کہاں ہیں جنہیں تم حق تعالیٰ کے بجائے پوجا کرتے تھے۔ پس وِراءَ وِزْرِیْ میں تَعْبُدُوْنَ والی آیت کے معنٰی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اس میں دوزخیوں سے خطاب ہے۔ اور ان کے گناہ کا بیان ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ تیسرا تَعْبُدُوْنَ غ جو اَیْنَمَا کُنْتُمْ کے بعد ہے۔ اس پر بصری کے لئے آیت نہیں ہے (۱) ش (۲) ق، اور باقی چھ کیلئے اس تَعْبُدُوْنَ پر آیت ہے (۱) م (۲) اَغ۔ رہا پہلا اور دوسرا تَعْبُدُوْنَ جو غ کی دوسری اور ساتویں آیت میں ہے۔ سو ان دونوں پر اجماعًا آیت ہے)

۱۷۴/۳ وَاَوَّلَا اِسْقَاطُ الشَّیٰطِیْنَ (زِ) جُلَّی (بِہٖ)

وَہٰرُوْنَ اِسْرَاءِیْلَ فَاعْدُدْ مَتٰی تَجْرِیْ

ترجمہ:۔ اور پہلے موقع میں (بِہٖ) الشَّیٰطِیْنُ (غ) کا ترک کرنا جو ہے تو اُس (ترک) کو (یا اس اَلشَّیٰطِیْنُ کے کلمہ کو اپنے حافظہ میں) لے آ (اور خوب یاد کرلے یا اَلشَّیٰطِیْنُ کا ترک ان دونوں اماموں کے یہاں سے ناقلین کے ذریعہ لایا گیا ہے اور ہم تک پہنچا ہے یا اَلشَّیٰطِیْنُ کا ترک کرنا ان دونوں اماموں سے منقول ہے۔ پس وَمَا تَنَزَّلَتْ بِہِ الشَّیٰطِیْنُ پر مکی اور مدنی اخیر کے لئے آیت نہیں ہے (۱) عکو (۲) اَت۔ اور مدنی اوّل شامی، عراقی کے لئے اس پر آیت ہے (۱) م (۲) اَغ۔ رہا دوسرا تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ (غ) سو اس پر اجماعًا آیت ہے۔) اور تو ھٰرُوْنَ (اور) اِسْرَاءِیْلَ (کے کلمہ) کو (اس سورت میں ہر جگہ اور سب کے لئے آیات میں) شمار کرلے۔ یہ (ان دونوں کا مجموعہ یا ان میں سے ہر ایک کلمہ) جس وقت (اور جس جگہ بھی جاری ہو (اور آئے اور ان میں سے ھٰرُوْنَ دو جگہ

ہے جو ع۲ و ع۳ میں ہے۔ اور اسْرَآءِیْلَ چار جگہ ہے۔ یعنی ع۲ میں دو اور ع۴ و ع۵ میں ایک ایک
پس اس سُورت کی اجماعی آیات دو سو چوبیس اور اختلافی چار ہیں اور ان میں سے کوفی نے
۱ طٰسٓمّٓ (ع۱)، ۳ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ع۵ ۴ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ (ع۱۱) ان تین کو اور
شامی اور مدنیِ اوّل نے ۲ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (ع۳) ۳ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ (ع۵)
۴ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ (ع۱۱) ان تین کو لیا ہے۔ اس لئے ان چاروں کی کُل آیات دو سو ستائیس ہو گئیں۔
اور مدنیِ اخیر و مکی نے ۲ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (ع۳) ۳ اَیْنَمَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ (ع۵) ان
دو کو اور بصری نے ۲ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (ع۳) اور ۴ بِهِ الشَّیٰطِیْنُ (ع۱۱) ان دو کو لیا
ہے۔ اس لئے ان تینوں کی کُل آیات دو سو چھبیس ہو گئیں۔)

(ظص اوفلح) ای وعد صدرهم

(۱۷۵/۴) سِنِیْنَ عُیُوْنٍ مَّعْ تَقُوْمُ وَ (صَدْ) رُهُمْ
(عـظـم) حجازی

ای صنه فانها للعدد المفهوم من السیاق، — وقرٰی کی تحقیق ابراہیم ۳۲ ع۱ کہف ۱۴۳ طٰہٰ ۱۲۹ میں گذر چکی ہے

صمٓ ن — لَدَی النَّمْلِ (هَـ) دْیًا (صُـ) حْنٍ وَّ كُوْفٍ (جَـ) نٰى وَقُرْ
(۵) (۹۰) (خ) (۳) ای وعد کوفی

ترجمہ:- (اور تو مذکورہ بالا بیان کے موافق ھٰرُوْنَ کے دونوں اور اسْرَآءِیْلَ کے
چاروں کلمات اور اُس مِنْ عُمُرِكَ) سِنِیْنَ (شعراء ع۲ اور د) عُیُوْنٍ (ع۸ و ع۱۱، ع۱۲ کے
تینوں کلمات) کو جو (حِیْنَ) تَقُوْمُ (ع۱۱) سمیت ہیں (ان پانچوں کلمات کو جو تفصیل کے درجہ
میں گیارہ ہیں شعراء کی آیات میں شمار کرے۔

(پس یہ گیارہ شِبہ الوسط ہیں اور شبہ الفاصلہ ایک ہے۔ اور وہ فِیْنَا وَلِیْدًا ع۲ ہے)

(۲۷) سُوْرَةُ النَّمْلِ (۴۸) یا سُوْرَةُ سُلَیْمٰنَ

اجماعاً مکّی ہے۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اسکے کلمات
گیارہ سو انچاس اور حروف چار ہزار سات سو نوّے ہیں۔ اور فواصل نمدر کے چار حروف ہیں
۱ ن، مُبِیْنٍ (ع۱)، ۲ م، عَلِیْمٍ (ع۱)، ۳ د، شَدِیْدٍ (ع۳)، ۴ ر، قَوَارِیْرَ (ع۳)،

(اب وَصَدْرُهُمْ سے سُورَةُ النَّمْلِ شروع ہوتی ہے۔)

ترجمہ:- اور (سورة) النّمل میں اُن (ساتوں اماموں) میں کے حجازی (کا شمار)

جو ہے تو (اس شمار کو) محفوظ (اور یاد) کرلے حالانکہ یہ (شمار تجھے حق تعالیٰ کے قرب کی) ہدایت کرنے والا ہے (یا تو اس شمار کے بارے میں اِس ثابت شدہ ہدایت کو محفوظ کرلے۔ پس هَـٰذِ يَا صُنْ میں حجازی شمار کی تعریف کی طرف اشارہ ہے جو واضح ہے۔ **اور لوامع اور اتحاف البررہ** میں صُنْ کے بجائے صُمْ ہے میم سے اور هَـٰذِ يَا صُمْ کے معنیٰ یہ ہیں کہ تو تمتع اور قِران والے حج میں واجب اور افراد والے حج میں نفلی قربانی کو ذوالحجہ کی دسویں تاریخ تک کے لئے روک لے کیونکہ ان قربانیوں کا وقت اسی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ پس حجازی کے لئے نمل کی کُل آیات پچانوے ۹۵ ہیں جو ھا اور صاد سے نکلی ہیں) اور (اس نمل میں) کوفی (کا شمار) ثابت شدہ (علم) کا چُنا ہوا میوہ ہے (اس میں بھی شمار کی تعریف کی طرف اشارہ ہے۔ نیز اس فن کے معلوم کرنے اور سیکھنے کا شوق دلانا بھی منظور ہے۔ پس کوفی کے لئے اس سُورت کی کُل آیات ترانوے ۹۳ ہیں جو صاد اور جیم سے نکلی ہیں۔ اور شعر ۹۶/۳۲ والی اصطلاح سے نکل آیا کہ شامی اور بصری جو یہاں مذکور نہیں ہیں، ان کے لئے آخری عدد سے ایک عدد زائد یعنی چورانوے ۹۴ آیات ہیں۔ اور یہاں چورانوے ۹۴ مُراد ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ ناظمؒ نے اس عدد کو بیچ میں چھوڑ دیا ہے۔ پس اس سورت کی کُل آیات کوفی کے لئے ترانوے ۹۳ اور شامی اور بصری کے لئے چورانوے ۹۴ اور حجازی کے لئے پچانوے ۹۵ ہیں۔ اور ان میں سے ترانوے ۹۳ اجماعی اور دو ۲ اختلافی ہیں۔ جن کا ذکر آئندہ شعر میں آرہا ہے)

(۱۷۶/۵) شَدِيدٌ لِنَحْرٍ دَعْ قَوَارِيرَ دَعْ هُوَى — ضَمِيرُهٗ لِسُلَيْمٰنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
(مُمْتَنِعٌ) مُسْ (مَفْعُولٌ) جمع (شامی عراقی) (کوفی)

وَمِنْ تَحْتِهَا يَسْبِقُونَ وَالْعَدُّ فِيهِ حَصْرٌ
مُتْبَدَأ مُقَدَّمٌ عَاطِفَہ ب (۸۰) (۸)

تنگی میں ڈالنا، اور یہاں اس کے معنیٰ ہیں شمار کا سب اماموں کو شامل ہونا۔ اور کسی ایک کا بھی اس کے خلاف نہ ہونا۔

ترجمہ:- تو (یا بس) شَدِيدٍ (عٓ) کو شامی اور عراقی کے لئے ترک کردے (۱) عوذ (۲) قبٔ (۳) تکوٗ۔ اور حجازی کے لئے اس پر آیت ہے (۱) م (۲) اعٔ اور) تو (مُمَرَّدٌ مِّنْ) قَوَارِيرَ (عٓ) کو (کوفی کے لئے) ترک کردے (عوٗ۔ اور باقی چھ کے لئے شمار کرلے (۱) م (۲) ک) وہ (سلیمان علیہ السلام اپنی قَالَ اِنَّهٗ سے مِنْ قَوَارِيرَ تک کی تقریر میں بلقیس کو حق تعالیٰ کی توحید کی دعوت دینے کی جانب) مائل ہوئے ہیں (کیونکہ اس ارشاد سے بلقیس نے یہ سمجھ لیا کہ جب

یں نے اس جگہ کو جو واقع میں خشک تھی پانی سے بھری ہوئی سمجھ کر بھیگنے سے بچانے کے لئے کپڑا اُوپر کو سَر کا لیا تو معلوم ہوا کہ میری سمجھ زیادہ صحیح نہیں ہے۔ پس بتوں کو معبود قرار دینے میں بھی میری عقل نے غلط فیصلہ کر لیا ہے۔ اور اس تقریر پر جملۂ ھَوٰی مستانفہ ہے۔ **اور لوامع کی رُو سے** قَوَارِیْرَ دَعْ ھَوٰی کی تقدیر دَعْ ھَوَی الْقَوَارِیْرِ ہے۔ یعنی تو مکان و دکان میں شیشوں کی زینت اور سجاوٹ کرنے کی خواہش کو ترک کر دے کیونکہ دُنیا کی زرق و برق کی طرف زیادہ مائل ہونا اچھا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے آخرت کے سنوارنے کی طرف توجہ نہیں رہتی۔ پس کوفی نے اختلاف والی ۲ دو آیات میں سے کسی کو بھی نہیں لیا۔ اس لئے ان کی کُل آیات ۹۳ ترانوے ہی رہیں۔ اور شامی و بصری نے ۲ قَوَارِیْرَ (ع ۱۸) کو لیا ہے۔ اس لئے اُن کی ۹۴ چورانوے ہو گئیں۔ اور حجازی نے ۲ دونوں کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی ۹۵ پچانوے ہو گئیں۔ اور اس سُورت میں شبہ الفاصلہ ۳ تین ہیں ۱ طٰسٓ (ع ۱۶) ۲ غَیْرَ بَعِیْدٍ (ع ۱۷) ۳ وَمَا یَشْعُرُوْنَ (ع ۵)۔

۲۸ سُوْرَۃُ الْقَصَص ۴۹

مکی ہے لیکن ۵ پانچ آیتیں مدنی ہیں۔ ۱ تا ۴ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ (ع ۶) سے اَلْجٰھِلِیْنَ تک کی ۴ چار آیتیں۔ یہ سُورۃ الحدید کی آخری ۲ دو آیتوں سمیت نجاشی کے اصحاب کے بارے میں اُس وقت نازل ہوئیں جب وہ مدینہ پہنچے اور اُحد کی جنگ میں شریک ہوئے ۵ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ (ع ۹) سے مُبِیْنٍ تک یہ ہجرت کے وقت مکہ اور مدینہ کے درمیان جُحفہ میں اُتری۔

اور آیات کے شمار میں اس کی نظیر کوفی کی رو سے سُورۂ صٓ ہے۔ اور شامی شمار میں سُورۃ الزخرف ہے۔ اور باقی ۴ چار شماروں پر اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات ۱۴۴۱ چودہ سو اکتالیس اور حروف ۵۸۰۰ پانچ ہزار آٹھ سو ہیں۔ اور سورۂ یونس علیہ السلام کی طرح اس کے فواصل بھی مَنْ لَّمْ کے ۴ چار حروف ہیں۔ ۱ م؛ طٰسٓمٓ (ع ۱)، اَلرَّحِیْمُ (ع ۲) ۲ ن؛ اَلْمُبِیْنِ (ع ۴) ۳ ل، اَلسَّبِیْلِ اور وَکِیْلٌ (ع ۳) ۴ ر؛ کَبِیْرٌ اور فَقِیْرٌ (ع ۳)۔

اب وَمِنْ تَحْتِھَا سے سُورۃ القصص شروع ہوتی ہے۔

اور (تو قَوَارِیْرَ نمل ۱۸ ع ۳ کی طرح اُس مِنَ النَّاسِ) یَسْقُوْنَ (ع ۳) کو (بھی کوفی کے لئے ترک کر دے عکو) جو اس (نمل) کے نیچے (والی سورۃ القصص ع ۳ میں) ہے اور (اس سورۃ القصص کا ایک ہی) شمار (جو فا اور حا سے ظاہر ہو رہا ہے سا تو ں اماموں کو گھیر لینے میں (مشغول) ہے

(یعنی یہاں سب کے لئے ایک ہی شمار ہے۔ **اور لوامع کی تحقیق پر** وَالْعَدَّ ہے دال کے نصب سے۔ اور یہ اِعْلَمْ مقدر کا مفعول ہے اور ترجمہ اس طرح ہے۔ اور تو سورت کی آیتوں کے شمار کو فا اور حا کے ذریعہ معلوم کرے۔ یعنی قصص کی کُل آیات ۸۸ ساتوں اماموں کے لئے اٹھاسی ہیں۔ اور ان میں سے ۸۴ چھیاسی اجماعی اور ذیل کی ۴ چار اختلافی ہیں ۱ طٰسٓمّٓ (لِ) کوفی ہے۔ (۱) م (۲) گو (۳) ن (۴) تو۔ اور باقی ۶ چھ کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) عکو (۲) ق۔ ۲ مِنَ النَّاسِ یَسْقُوْنَ (رِعْ) حجازی، شامی، بصری ہے (۱) م (۲) گو۔ اور کوفی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) عکو۔ ۳ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ (رِعْ) حجازی، دمشقی، عراقی ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ اور حمصی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) عکو (۲) ق۔ ۴ عَلَى الطِّيْنِ (رِعْ) حمصی ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ اور باقی ۶ چھ کے لئے نہیں ہے (۱) عکو (۲) ق۔

پس حجازی، دمشقی، بصری نے ان ۴ چار میں سے ۲ اور ۳ کو اور کوفی نے ۱ اور ۳ کو اور حمصی نے ۲ اور ۴ کو لیا ہے۔ اس لئے سب کی کُل آیات ۸۸ اٹھاسی ہو گئیں۔)

شبہ الفاصلہ کے ۶ چھ کلمات

جن میں سے ۵ پانچ پر تو کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے۔ اور ایک پر حمصی کے لئے ہے۔ اور وہ عَلَى الطِّيْنِ ہے۔ چونکہ ناظم حمصی شمار کو نہیں لیتے اس لئے موصوف نے شبہ الفاصلہ ۶ چھ بتائے ہیں اور عَلَى الطِّيْنِ کو انہی میں شامل کیا ہے۔

۱۷۷/۶ وَقَارُوْنُ وَالشَّيْطٰنِ يَقْتَتِلٰنِ دَعْ

وَيَأْتَمِرُوْنَ الطِّيْنِ هٰرُوْنُ عَنْ يُّسْرٍ

ترجمہ:۔ اور (تو مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ) قَارُوْنُ (رِعْ) اور (هٰذَا مِنْ عَمَلِ) الشَّيْطٰنِ (رِعْ اور رَجُلَيْنِ) يَقْتَتِلٰنِ (رِعْ) اور (اِنَّ الْمَلَاَ) يَأْتَمِرُوْنَ (رِعْ اور يٰهَامٰنُ عَلَى) الطِّيْنِ (رِعْ اور وَاَخِيْ) هٰرُوْنُ (رِعْ ان ۶ چھ کلمات) کو (سب کے لئے) آسانی سے ترک کر دے (اور آسانی

کی وجہ یہ ہے کہ اس میں شمار والوں کی اختلافی آیتیں بھی کم ہیں اور شبہ الفاصلہ کے یہ چھ کلمات نظم میں بھی آسانی سے سما گئے ہیں۔)

(۲۹) سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ (۸۵)

اِس میں ایک شعر ہے

یہ اجماعاً مکی ہے۔ اور قتادہؓ نے الٓمّٓ سے وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ تک کی گیارہ ۱۱ آیتوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔ پس یہ مدینہ میں نازل ہوئیں۔ اور سیوطیؒ کے ارشاد پر وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ (ع۶) بھی مستثنیٰ ہونی چاہیئے تھی۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات نو سو اسی ۹۸۰ اور حروف چار ہزار ایک سو پچانوے ۴۱۹۵ ہیں۔ اور قصص کی طرح اس کے فواصل بھی مِنْ لَّمْ کے چار ۴ حروف ہیں ۱۔ مٓ: الٓمّٓ (ع۱)، ۲۔ نَ: لَا يُفْتَنُوْنَ (ع۱)، ۳۔ لَ: السَّبِيْلَ (ع۳)، ۴۔ رَ: الْمُنْكَرَ (ع۵)۔

(۱۷۸/۱) وَفِي الْعَنْكَبُوْتِ (طِبْ (۹) سُهْرًى (۶۰) وَّالسَّبِيْلَ صَدْ

رُ) لِلَّذِيْنَ مَعْ لُقْمَنَ لِلشَّامِ وَالْبَصْرِي

(حاشیہ: مُتْقٌ، مُفْهِمٌ، قَمْ، عَلِيٌّ، مصدر بضم السين اي المشي ليلاً او بفتح السين بمعنى السخاء وهو تمييز من عدد العنكبوت او من فاعل طب، نخ، ب، ظص، مُتْمٌ)

ترجمہ:- اور تو (سورۃ) العنکبوت (کے شمار) پر اس کے رات کے وقت چلنے (اور مشہور ہونے) کے اعتبار سے (یا سخاوت کے اعتبار سے) خوش ہوجا (کیونکہ یہ شمار تقریباً اجماعی ہے جو مدنی اوّل و حمصی کے سوا باقی پانچ ۵ اماموں کے لئے ہے۔ پس ان کے ہاں عنکبوت کی کل آیات اُنہتر ۶۹ ہیں جو طا اور سین کے عددوں سے نکلی ہیں۔ اور حمصی کے لئے ستّر ۷۰ ہیں۔ رہے مدنی اوّل سو ان کے لئے ایک قول پر اُنہتر ۶۹ اور دوسرے ۲ پر ستّر ۷۰ ہیں جیسا کہ آنے والی تفصیل سے معلوم ہوجائیگا اس سورت کی اڑسٹھ آیات اجماعی اور ذیل کی پانچ ۵ اختلافی ہیں (۱) الٓمّٓ (ع۱) کوفی ہے (۱) م (۲) کو (۳) ن (۴) تو۔ اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت نہیں ہے۔ (۱) عَكُوْ (۲) ق ۱۳ اور (۲) وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ (ع۳) کو حجازی (وحمصی) نے (آیات میں شمار کیا ہے (۱) م (۲) اَع اور باقی تین دمشقی

عراقی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) ق (۲) عَکُوْ (۳) اُثْ - ۳ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ
اس کو مدنی اوّل نے ایک قول پر شمار کیا ہے - ک اور باقی چھ نے اور دوسرے قول پر مدنی اوّل
نے بھی ترک کیا ہے - اور وجہ مدنیِ اخیر و مکّی کے لئے اور ترک والے قول پر مدنی اوّل کیلئے
بھی تین ہیں (۱) عم (۲) ق (۳) عَکُوْ - اور شامی و عراقی کے لئے دو ہیں (۱) عم (۲) عَکُوْ اور عنکبوت
کا وہ ۴ مُخْلِصِیْنَ لَهُ) اَلدِّیْنَ (رِعْ) جو لقمٰن (رِعْ والے لَهُ الدِّیْنَ) سمیت ہی شامی
اور بصری کے لئے (آیات میں شمار کیا گیا ہے (اور تفصیل یہ ہے کہ ۱ دمشقی بصری کیلئے دونوں معدود ہیں۔
(۱) م (۲) اُغْ (۳) کُوْ ۲ حجازی کوفی کے لئے دونوں متروک ہیں (۱) ق (۲) عَکُوْ ۳ حمصی کیلئے یہاں متروک اور
لُقْمٰن میں معدود ہے ۵ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ (عْ) حمصی ہے (۱) م (۲) اُغْ، اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت
نہیں ہے (۱) عَکُوْ (۲) قَبْ - ان پانچ میں سے کوفی نے ۱ کو، اور مدنی اخیر و مکی نے ۲ کو، دمشقی، بصری نے ۴ کو
لیا ہے - اس لئے ان پانچ اماموں کی کُل آیات اُنہتر ۶۹ ہو گئیں اور مدنی اوّل نے ایک قول پر
صرف ۲ کو اور دوسرے قول پر ۲ اور ۳ کو لیا ہے - اس لئے ان کی کُل آیات پہلے قول پر
اُنہتر ۶۹ اور دوسرے قول پر ستّر ۷۰ ہو گئیں - اور حمصی نے ۲ اور ۵ کو لیا ہے اس لئے ان کی ستر ہو گئیں۔

(۳۰) سُوْرَةُ الرُّوْمِ (۸۴)

اِس میں دو ۲ شعر ہیں

یہ اجماعاً مکی ہے لیکن حسن نے فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رِعْ والی آیت کو مدنی بتایا ہے
اور حسینی کے قول پر فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لَا رِعْ بھی مدنی ہے - اور مدنی اخیر اور مکی شمار کی رُو سے کوئی سُورت
اس کی نظیر نہیں اور مدنیِ اوّل، شامی، عراقی کی رو سے وَالذّٰرِیٰتِ ہے - اس کے کلمات آٹھ سو
اُنیس ۸۱۹ اور حروف تین ہزار پانچ سو چونتیس ۳۵۳۴ ہیں - اور فواصل مَنْرَ کے تین حروف ہیں (۱) مٓ
الٓمّٓ (رِعْ) (۲) نَ : سَیَغْلِبُوْنَ (عْ) (۳) رَ : قَدِیْرٌ (عْ) اور الْقَدِیْرُ (عْ) -

(۱۷۹/۱) وَفِي الرُّوْمِ عَنْ نَحْرٍ وَّالْاَوَّلِ اسِهْبُ وَعَنْ
(سَبَبِیَّةٌ) (شامی و عراقی) (۶۰) (خمس)

هُمَا الرُّوْمُ وَلْتَتْرُكِ سِنِیْنَ هُدَى الْجَهْرِ
(کوفی) (مدنی اوّل)

ترجمہ:- اور تو شامی، عراقی اور مدنی اوّل کے لئے (سورۂ) روم (کی آیات کا شمار ظاہر کرنے) کے ذریعہ سخاوت کرے اور طلبہ کو خوب محنت سے تعلیم دے۔ پس ان پانچوں اماموں کیلئے اس سورت کی کل آیات ساٹھ ہیں جو ببٌ کے سین سے نکلی ہیں۔ اور مدنی اخیر اور مکی کے لئے ساٹھ سے ایک عدد کم ہے اور کل آیتیں انسٹھ ہیں اور ان میں سے اجماعی اٹھاون اور اختلافی چار ہیں ۱۔ الٓمٓ کوفی ہے۔ (۱) م (۲) کو (۳) ن (۴) تو اور باقی چھ کیلئے اس پر آیت نہیں ہے۔ (۱) عکو (۲) ق ۲۔ اور (غُلِبَتِ) الرُّوْمُ (غ) اُن (ہی) دونوں (یعنی نحر اور مدنی اوّل) کیلئے (اس سورت کی آیتوں میں شمار کیا گیا) ہے۔ (م۔ اور باقی دو اماموں مدنی اخیر اور مکی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) ق (۲) ش) اور تو (۳ فِي بِضْعِ سِنِيْنَ (غ) کو (کوفی اور مدنی اوّل کے لئے) ترک کر دے حالانکہ یہ (بِضْعِ سِنِيْنَ رومیوں کے فارس والوں پر غلبہ اور فتح پانے کے وقت کے) اعلان کی ہدایت کرنے والا ہے (یعنی فِي بِضْعِ سِنِيْنَ نے پیشین گوئی کے طور پر خوب ظاہر و باہر طریقہ سے اعلان کر دیا تھا کہ اگرچہ اس وقت رومی ایرانیوں اور فارس والوں سے ہار گئے ہیں اور انہوں نے شکست کھائی ہے۔ لیکن نو سال کے اندر اندر رومی اہلِ فارس کے مقابلہ میں فتح پائیں گے۔ اور واقعہ بھی ہو بہو اسی طرح پیش آیا۔ پس کوفی اور مدنی اوّل کے لئے سِنِيْنَ پر آیت نہیں ہے (۱) ق (۲) عو اور باقی پانچ کے لئے اس پر آیت ہے (۱) م (۲) ک۔ اور لوامع کی رو سے وَلْتُتْرَكْ سِنِيْنَ بھی درست ہے امرِ مجہول سے یعنی مناسب یہ ہے کہ سِنِيْنَ ترک کر دیا جائے)

مَقُـــــــــــــوْلَةٌ

(۱۸۰/۳) لِلْاَوَّلِ مِنْهَا يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ قُلْ

وَفِيْ يَغْلِبُوْنَ الْخُلْفُ (جَاءَ وَلَمْ يَئِسْ

ترجمہ:- تو کہدے کہ (۴) يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ (غ صرف مدنی) اوّل کے لئے (شمار کیا گیا) ہے (۱) م (۲) اَ (غ) حالانکہ یہ اُس (سورۂ روم ہی کی آیتوں) میں سے ہے (اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) ش (۲) ق) اور (سَيَغْلِبُوْنَ (غ) میں (مکی کے لئے) خلف آیا ہے (جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک قول کی رو سے ان کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) ش (۲) قب) اور (لیکن) یہ (خُلف) رات کے وقت نہیں چلا ہے (یعنی معتبر و مشہور نہیں ہوا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ باقی چھ

اماموں کی طرح مکی کے لئے بھی اس پر آیت ہے م اور یہ اجماعاً معدود ہے۔ پس مدنی اول نے ان چار میں سے ۲ آلرُّوم (ع) المُجرمُون (ع) ان دو کو اور کوفی نے ۱ الٓمٓ ۲ الرُّوم (ع) کو اور شامی و بصری نے ۲ الرُّوم ۳ سِنِين (ع) کو لیا ہے۔ اس لئے ان پانچ اماموں کی یہ دو دو آیتیں اجماعی اٹھاون میں مل کر ان کی کل آیات ساٹھ ہو گئیں۔ اور مدنی اخیر نے ۳ سِنِين (ع) کو لیا ہے، اس لئے ان کی انسٹھ ہو گئیں۔ اور مکی ایک قول پر مدنی اخیر ہی کی طرح ہیں اور یہی حق و صحیح بھی ہے۔ اور دوسرے قول پر انہوں نے سَيَغلِبُون (ع) کو ترک کیا ہے اور سِنِين کو لیا ہے۔ اس صورت میں اُن کی کل آیات اٹھاون ہوں گی اور یہ ضعیف ہے۔

شبہ الفاصلہ دو ہیں: ۔ ۱ وَالمِسكِينَ ۔ ۲ وَابنَ السَّبِيلِ (ع)

سُورَة لُقمٰن وَ السَّجدَة وَ الاَحزَاب وَ سَبَا

اس میں چار شعر ہیں

(۳۱) سُورَة لُقمٰن (۵۷)

مکی ہے۔ لیکن ابن عباسؓ کے قول پر وَلَو اَنَّ مَا (ع) سے خَبِير تک کی تین اور عطاء کے قول پر بَصِير تک کی دو آیتیں مدنی ہیں۔ اور آیات کے شمار میں اس کی نظیر شامی، بصری میں سُورۃ الاحقاف ہے۔ اور باقی شماروں پر اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات پانچ سو اڑتالیس ۵۴۸ اور حروف دو ہزار ایک سو دس ۲۱۱۰ ہیں۔ اور فواصل نَظمُ دُرٍّ کے اور وقوع کی ترتیب کی رُو سے مُنۡ دَرِظ کے پانچ حروف ہیں۔ (۱) م: الٓمٓ (ع)۔ (۲) ن: لِلمُحسِنِين (ع)۔ (۳) د: حَمِيدٌ (ع، ع)۔ (۴) ر: اَلمَصِيرُ (ع)۔ (۵) ظ: غَلِيظٍ (ع)۔

اى وَاسُورَةُ الَّتِى سَمَّت تَحتَ سُورَةِ لُقمٰن

اى عَدَّهَا جَمِيعُ الاَئِمَّةِ غَيرَ بَصرٍ ثَلٰثِينَ آيَةً كَمَا يَدُلُّ عَلَيهِ لَامُ لِسَانٍ

۱۸۱/۱ وَلُقمٰن (با) نَحرٌ (شامی عراقی) لَهُ بِيسَ (د) دَعوَى وَتَحتُ غَيبُ

اى وَلُقمٰن فيها ربعةٌ عدّ نحرٍ۔ اور نوامح کی رو سے اس کی تقدیر وَلُقمٰن عَدَّهَا نَحرٌ اَربَعَةٌ وَّثَلٰثِينَ اٰيَةً۔ اور لَيسَ دَعوَى مستانفہ ہے۔

وَالمُستَتِرُ فِى لَيسَ اسمُهُ وَهُوَ لِلعَدِّ

رُبُصرٍ لِّلهِسَانُ دَعُ جَدِيدٍ (وَ) رَاهُ هُصرٍ

ظفس اوظع توب

اى ذَاتَ بَيَانٍ فَهُوَ مِن قَبِيلِ اِطلَاقِ المَحَلِّ وَاِرَادَةِ الحَالِّ۔ وَالتَّقدِيرُ وَهٰذِهِ سُورَةُ ذَاتِ بَيَانٍ

ترجمہ: ۔ اور (سورۃ) لقمٰن جو ہے (اس میں) شامی اور عراقی (کا شمار ایسا) دعویٰ

نہیں ہے (جو بِلا دلیل ہو بلکہ صحیح نقل اس پر شاہدِ عدل ہے۔ پس اس سورت کی کُل آیات شامی اور عراقی چاروں کے لئے چونتیس ۳۴ ہیں۔ اور حجازی کے لئے اس سے ایک عدد کم یعنی تینتیس ۳۳ ہیں جو اس کی اجماعی آیات ہیں۔ اور ذیل کی دو ۲ اختلافی ہیں۔ ۱ الٓمّٓ (رع۱) کوفی ہے (۱) م (۲) کوٗ (۳) ن (۴) توٗ۔ اور باقی چھ ۶ کے لئے نہیں ہے (۱) عکوٗ (۲) ق۔ ۲ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (رع۲) شامی اور بصری ہے (۱) م (۲) اَعٗ (۳) گوٗ۔ اس کا ذکر عنکبوت میں گذر چکا ہے۔ اور حجازی اور کوفی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) ق (۲) عکوٗ پس حجازی نے ان دونوں ۲ میں سے ایک کو بھی نہیں لیا۔ اس لئے ان کی تو تینتیس ۳۳ ہی رہیں۔ اور کوفی نے ۱ الٓمّٓ (رع۱) کو اور شامی و بصری نے ۳ لَهُ الدِّيْنَ (رع۳) کو لیا ہے اس لئے ان چاروں ۴ کی کُل آیات چونتیس ۳۴ ہو گئیں)

سُوْرَةُ الٓمّٓ السَّجْدَة (۳۲) (۷۵)

اور اس کو سُورۃ المضاجع بھی کہتے ہیں۔ یہ اجماعاً مکّی ہے۔ لیکن لوامع کی رُو سے تَتَجَافٰی سے تُكَذِّبُوْنَ تک کی پانچ ۵، اور سعادتِ دارین کے بیان پر اَفَمَنْ كَانَ سے تُكَذِّبُوْنَ تک کی تین ۳ آیتیں مدنی ہیں۔ اور اس کی نظیر یزیدؒ کے مدنی اول یزیدی بصری میں المُلک و نوحؑ، اور مدنی اول شیبی کوفی اور مدنی اخیر، مکّی میں صرف نوحؑ اور کوفی اور شامی میں المُلک والفجر اور بصری میں الفتح، الحدید، نوحؑ التکویر، الفجر ہے۔ اس کے کلمات تین سو آٹھ ۳۰۸ اور حروف پندرہ سو اٹھارہ ۱۵۱۸ ہیں۔ اور فواصل مَنْدَلْ کے چار ۴ حروف ہیں۔ ۱ مٓ: الٓمّٓ، الرَّحِيْمُ (رع۱) ۲ نٓ ۲۴: الْعٰلَمِيْنَ (رع۱) ۳ دٓ ۱: جَدِيْدٍ (رع۱) ۴ لٓ ۱: اِسْرَآءِيْلَ (رع۳)۔

دَ تَحْتُ سے سُورَۃَ الٓمّٓ السَّجْدَة شروع ہوتی ہے) اور (وہ سُورۃُ الٓمّٓ السَّجْدَة جو اس لقمٰنؑ کے) نیچے (ہے) بصری کے سوا (حجازی، شامی، کوفی) نے (اس کی تیس ۳۰ آیتیں شمار کی ہیں۔ اور بصری کے لئے اس پہلے اور آخری سے ایک عدد کم یعنی انتیس ۲۹ ہیں اور یہ سورۃ الٓمّٓ السَّجْدَة) عمدہ بیان (والی) ہے (کیونکہ اس میں قرآن مجید، رسالت، توحید و قیامت چاروں ۴ کا برحق اور سچا ہونا ایک عجیب انداز سے مذکور ہے؛ اور) تو (بصری اور کوفی کے لئے اس لَفِيْ خَلْقٍ) جَدِيْدٍ کو ترک کر دے جو ہڈیوں کے پُرانی ہونے (اور ان کے ریزہ ریزہ ہو جانے) کے بعد (مذکور) ہے۔

(پس دَ رَ اھصِرِ میں لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ والی آیت کے معنیٰ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ

ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ کا حاصل یہی ہے کہ ہڈیاں گل سڑ کر پرانی اور بے نام ونشان ہوجائینگی۔ پس لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (غ) بصری اور کوفی کے لئے متروک ہے (۱) عَوْ (۲) قب۔ اور باقی پانچ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَغ۔

فائدہ:۔ اس سورت کی انتیس ۲۹ آیات اجماعی اور دو ۲ اختلافی ہیں۔ ۱ الٓمٓ کوفی ہے (۱) م (۲) کو (۳) ن (۴) تو اور باقی چھ کیلئے متروک ہے (۱) عکو (۲) ق ۲ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (غ) حجازی شامی ہے (۱) م (۲) اَغ نہ کہ عراقی بھی (۱) عَوْ (۲) قب پس ان دو میں سے کوفی نے ۱ کو اور حجازی، شامی نے ۲ کو لیا ہے اس لئے ان چھ اماموں کی کُل آیات تیس ۳۰ ہو گئیں اور بصری نے ان میں سے ایک کو بھی نہیں لیا۔ اس لئے ان کی انتیس ۲۹ ہی رہیں۔

(۱۸۲/۳) وَعَنْ كُلٍّ اِسْرَاۤءِيْلَ الْاَحْزَابُ (عَمْ اَجِیْ)

وَبَعْدَ رَقِيْبًا قُلْ عَظِيْمًا لَدٰى السِّتِّ

ترجمہ:۔ اور (لِبَنِیْٓ) اِسْرَاۤءِیْلَ (الٓمٓ التَّنْجِدَة) سب (اماموں) کے لئے (معدود) ہے (م)۔

(۳۳) سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ (۹۰)

یہ اجماعًا مدنی ہے۔ اور شامی شمار کی رُو سے اس کی نظیر سورۃ الزمر ہے کیونکہ احزاب کی اجماعًا اور زمر کی شامی میں تہتر ۷۳ ہیں۔ اور باقی پانچ شماروں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں تہتر آیات والی سورت احزاب ہی ہے۔ اس کے کلمات بارہ سو اسی ۱۲۸۰ اور حروف پانچ ہزار سات سو چھیانوے ۵۷۹۶ ہیں۔ اور کہف و فرقان کی طرح اس کے فواصل بھی لا کے دو ۲ حروف ہیں۔ چنانچہ آیت نمبر ۴ اَلسَّبِیْلَ لام پر اور باقی بہتر ۷۲ آیتیں الف پر ختم ہوتی ہیں۔ اور اس کی آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اَلْاَحْزَابُ سے سُورۂ احزاب شروع ہوتی ہے۔ (اور سورۂ) احزاب (کی آیات کا شمار) چُنے ہوئے میوے سے ہے (یعنی عمدہ ترین نقل سے پہنچا ہے جس کو علماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ پس اس سورت کی کل آیات ساتوں اماموں کے لئے تہتر ہیں جو عین اور جیم سے نکلی ہیں) اور تو کہدے کہ (عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ) رَّقِيْبًا (رع) کے بعد (والی آیت کا ابتدائی سِرا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا اور آخری سِرا وہ عِنْدَ اللّٰهِ) عَظِيْمًا ہے جو (عورتوں کے لئے) پردہ

(کے حکم والی آیت) میں ہے (پس لِحَدِیْثٍ، حِجَابٍ، اَبَدًا یہ تینوں موقوف ہیں)

۱۸۳/۳ وَمَعْرُوفَانِ الثَّانِى السَّبِيلَ لَهُمْ سَبَا
لِشَامٍ ثُمَّتَ اهْدِيَا شِمَالٍ لَهُ فَادْرِ

ترجمہ: - اور دوسرا (قَوْلًا) مَعْرُوفًا اور یَهْدِی) السَّبِیْلَ (ع) نیز مازنی، حمزہ اور یعقوب کی قراءت پر الظُّنُوْنَ (ع)، اَلرَّسُوْلَ السَّبِیْلَ (ع)، یہ پانچوں بھی) ان (سب) کے لئے (اس سورت کی آیات میں شمار کئے گئے) ہیں (اور یہ سب شبہ الوسط ہیں۔ پس شبہ کی وجہ ۱ میں یہ ہے کہ پہلا اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَعْرُوْفًا (ع) جو بعینہ اس کی نظیر ہے وہ ساتوں کے لئے متروک ہے اور اسی لئے ثانی کی قید لگا کر بتادیا کہ شبہ الوسط دوسرا مَعْرُوْفًا ہے۔ رہا پہلا، سو وہ شبہ الفاصلہ ہے اور ۲ کے اخیر میں جملہ قرآت پر اور باقی تین کے اخیر میں قصر والی قراءت کی رو سے الف نہیں ہے خوب سمجھ لیجئے۔)

(۳۴) سُوْرَةُ سَبَا (۵۸)

مکی ہے۔ لیکن وَيَرَى الَّذِيْنَ (ع) والی آیت مدنی ہے۔ اور آیات کے شمار میں اس کی نظیر حجازی، شامی کی رو سے سورہ ابراہیم، اور کوفی کی رو سے سورہ فُصِّلَتْ ہے۔ اور بصری میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات آٹھ سو تینتیس ۸۳۳ اور حروف تین ہزار پانچ سو بارہ ۳۵۱۲ ہیں اور فواصل ظَنَّ لِمُدَبِّرٍ کے اور وقوع کی ترتیب پر رَنْ مَدْ بَلَظَ کے سات حروف ہیں۔
۱ ر: اَلْخَبِیْرُ (ع)، ۲ ن: مُبِیْنٍ (ع)، ۳ م: کَرِیْمٌ (ع)، ۴ د: اَلْحَمِیْدِ (ع)، ۵ ب: مُنِیْبٍ (ع)، ۶ ل: وَشِمَالٍ، قَلِیْلٍ (ع)، ۷ ظ: حَفِیْظٌ (ع)۔

ترجمہ: - (اور سورہ) سَبَا (بہ نسبت باقی پانچ اماموں کے) شامی کے لئے ہدایت (یعنی شمار) کے اعتبار سے زیادہ ہوگئی ہے (کیونکہ شامی کے لئے اس کی کل آیات پچپن ۵۵ ہیں جو نون اور ہا سے نکلی ہیں۔ اور باقی پانچ کے لئے اس سے ایک عدد کم یعنی چون ۵۴ ہیں جو اجماعی ہیں اور عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ (ع) ان (شامی) کے لئے (معدود) ہے۔ (۱)، م (۲) اغ۔ اور اسی لئے ان کی کل آیات پچپن ۵۵ ہوگئیں۔ اور باقی پانچ کے لئے وَشِمَالٍ متروک ہے (۱) عو (۲) عکو (۳) ق (۴) قب

اس لئے ان کی کُل آیات چوّن ہی رہیں) پس تمام اجماعی اور اختلافی دونوں طرح کی آیات کو خوب معلوم کرلے (اور ان میں پوری طرح ماہر بننے کی کوشش کرے)

شبہ الفاصلہ کے تین کلمات اور شبہ الوسط کا ایک کلمہ

(۱۸۴) وَدَعْ كَالْجَوَابِ يَشْتَهُونَ مُعْجِزِ
نَ وَاعْدُدْ عَنِ الْكُلِّ الْحَدِيدَ لَدَى الْمُسَخَّرِ

ترجمہ:- اور تو (وَجِفَانٍ) كَالْجَوَابِ (ع ۸ اور وَبَيْنَ مَا) يَشْتَهُونَ (ع ۱۲ اور) مُعْجِزِينَ (اُولٰئِكَ ع ۶، ع ۹ کو یعنی ان چاروں) کو ترک کردے اور (اُس کے) الْحَدِيدَ (ع ۲) کو سب کے لئے شمار کرلے جو (داؤد علیہ السلام کے لئے حق تعالٰی کے پہاڑوں اور پرندوں کو) مسخّر (اور تابع اور لوہے کو نرم) کردینے (کے بیان والے لفظ اَوِّبِي وَأَلَنَّا) کے پاس ہے۔ (پس لَدَى الْمُسَخَّرِ والی صفت الْحَدِيدَ کے مقام کو خوب واضح کردینے کے لئے ہے نہ کہ احتراز کے لئے۔)

سُورَةُ فَاطِر (۳۵) (۴۳)

اس میں چار شعر ہیں

اس کا دوسرا نام سورۃ الملائکہ بھی ہے۔ یہ اجماعًا مکی ہے اور اس کی نظیر بصری میں سورۃ الرعد وقٓ اور مدنی اوّل و مکی میں سورۃ النّٰزعٰت وقٓ اور کوفی میں صرف سورۂ قٓ ہے۔ اور مدنی اخیر اور شامی شمار کی رو سے اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات سات سو ستر، اور حروف تین ہزار ایک سو تمیس ۳۱۳ ہیں۔ اور فواصل ن ا د م ن ب ر یا ر م ن د ر ب کے ۲۹ آٹھ حروف ہیں ۱ ر: قَدِيرٌ (ع ۱)، ۲ م: الْحَكِيمُ (ع ۱)، ۳ ن: تُؤْفَكُونَ (ع ۱)، ۴ د: شَدِيدٌ (ع ۱)، ۵ ز: بِعَزِيزٍ (ع ۳)، ۶ ب: لُغُوبٌ (ع ۴)، ۷ ا: خَسَارًا (ع ۵)

(۱۸۵) وَالْاٰخِرُ وَالشَّامِي بِفَاطِرِ (مُهْطِعِينَ) (قٓ) (لِي) — مُتَعَلِّقِ بِعَدِّ (مُقَرَّبِ) اُولِي بُوْلِي

(خ) اَلضَّمِیْرُ فِیْ وَرٰی لِلْعَدِّ الْمَفْهُوْمِ مِنَ السِّیَاقِ وَمُذْ وَلِیَ الْمُرَکَّبُ الْاِضَافِیُّ ظَرْفُ وَرٰی۔

اَیْ فِیْ اَوَّلِ مَوْضِعٍ فَالتَّنْوِیْنُ عِوَضٌ عَنِ الْمُضَافِ اِلَیْهِ۔

(وَ) رٰی وَشَدِیْدٌ اَوَّلًا (وَ) صَفَهُ (دَ) هْرِیْ

(فَاصِلٌ) سَقَ بَاِ غِ ظَصُ (بصری) بَثُ (شامی)

وَرٰی کی اصل وَرِیَ الزَّنْدُ تھی، یعنی چقماق روشن ہوگئی۔ پس یہ تجرید کے باب سے ہے اور روشن ہوگیا کے معنی میں ہے۔

ترجمہ:- اور فاطر میں (مدنی) اخیر اور شامی (یعنی دمشقی کا شمار اس وقت) روشن (اور واضح) ہوگیا جب یہ (یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک یا مذکور آیات کے شمار کا) مالک (و منتظم) بن گیا (پس سورۂ فاطر کی کل آیات ان دونوں کے لئے چھیالیس ۴۶ ہیں جو مُدْ کے میم اور وَلِیَ کے واو سے نکلی ہیں۔ اور شعر ۳۲/۶۶ والی اصطلاح سے نکل آیا کہ مدنی اول، مکی، عراقی کے لئے اس سورت کی کل آیات چھیالیس ۴۶ سے ایک عدد کم یعنی پینتالیس ۴۵ ہیں اور حمصی کے لئے چوالیس ۴۴ ہیں اس سورت کی انتالیس ۳۹ آیات اجماعی اور ناظمؒ کے بیان کی رو سے سات اور اتحاف و سعادتِ دارین وغیرہ کی رو سے نو اختلافی ہیں) اور (لَهُمْ عَذَابٌ) شَدِیْدٌ (ع ۱) جو پہلی جگہ میں ہے اس کا (بصری اور شامی کے لئے) بیان کرنا میرا زمانہ ہے (یعنی میری زندگی کی اصلی مصروفیت یہی ہے کہ میں قرآن کی آیات کا شمار اور ان کا اختلاف بتاؤں۔ اور اپنا وقت قرآنی علوم کی خدمت میں گذاردوں۔ پس پہلا شَدِیْدٌ بصری اور شامی کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَغ (۳) ک۔ اور باقی چار کے لئے متروک ہے (۱) ق (۲) اَث۔ رہا دوسرا شَدِیْدٌ جو ع ۱ کی تیسری آیت میں ہے سو وہ اجماعاً متروک ہے)

(۱۸۶/۲) جَدِیْدٍ وَّلَا النُّوْرُ الْبَصِیْرُ فَدَعْ رَوٰنَلُ

مف عطق عطق (زلّہٗ) (بصری)

وَالْمُسْتَتِرُ فِیْ یُبْدِلُ عَلَی الْمَعْنَی الْاَوَّلِ لِلتَّمْیِیْزِ الْمُقَدَّرِ لِکَمْ اَیْ وَکَمْ مِنْ اِمَامٍ یُبْدِلُ وَعَلَی الْمَعْنَی الثَّانِیْ لِشَیْءٍ الْمَفْهُوْمِ مِنَ السِّیَاقِ الْمَذْکُوْرِ فِی السِّیَاقِ وَعَلَی الثَّالِثِ لِلَفْظِ عَزِیْزٍ بِمَعْنَی الْمُعَزَّزِ۔

وَکَمْ بِعَزِیْزٍ یُبْدِلُ النُّوْرُ فِی النَّشْرِ

ب خ مف (مث)

ترجمہ:- (اور) تو (بِخَلْقٍ) جَدِیْدٍ (ع ۱ اور) وَلَا النُّوْرُ (ع ۱ اور اس سے پہلے دَ) الْبَصِیْرُ (ان تینوں) کو (بصری کے لئے) ترک کردے اور (میرے اس بیان کو) لے لے (اور قبول کرلے) پس بصری کے لئے تینوں متروک ہیں یعنی جَدِیْدٍ بھی ق، اور وَالْبَصِیْرُ۔ وَلَا النُّوْرُ بھی (۱) ش (۲) ق اور حجازی، دمشقی، کوفی کے لئے تینوں معدود ہیں (۱) م (۲) اَغ، اور حمصی کے لئے جَدِیْدٍ متروک اور باقی دو معدود ہیں۔ رہا بِعَزِیْزٍ سو وہ ساتوں کے لئے معدود ہے اور صحیح قول کی رو سے اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ یہاں دوسرا مصرع صرف شعر کی تکمیل کے لئے ہے اور اس کا مطلب تین طرح بیان کیا گیا ہے۔

م ۱:- اور (بصرے کے) جہت سے جلیل القدر (علماء) جو ہیں وہ پھیلانے اور شمار کرنے میں (وَلَا) النُّوْرُ کو بِعَزِیْزٍ

کا بدل بناتے ہیں ۔ یعنی یہ حضرات باقی چھ اماموں کی طرح بصری کے لئے بھی وَلَا النُّوْرُ پر آیت شمار کرتے ہیں اور بِعَزِیْزٍ پر نہیں کرتے ۔ اس صورت میں بِعَزِیْزٍ کلمۂ قرآنی ہے اور معنی یہ ہیں کہ بصری کے لئے جَدِیْدٍ بِعَزِیْزٍ، وَالْبَصِیْرُ تینوں متروک ہیں اور حجازی، دمشقی، کوفی کے لئے تینوں معدود ہیں اور حمصی کے لئے جَدِیْدٍ متروک اور بِعَزِیْزٍ، وَالْبَصِیْرُ معدود ہیں، رہا وَلَا النُّوْرُ سو اس میں کوئی اختلاف نہیں پس وہ ساتوں کیلئے معدود ہی، اس بیان سے نکل آیا کہ بِعَزِیْزٍ، وَلَا النُّوْرُ کے بارے میں بصری کے لئے دو قول ہیں (۱) اول معدود ثانی متروک اور یہی صحیح اور حق اور معمول بہ ہے (۲) اول متروک ثانی معدود ۔ یہ صحیح نہیں ۔ حاصل یہ ہے کہ اختلافی آیت پہلے قول پر وَلَا النُّوْرُ اور دوسرے پر بِعَزِیْزٍ ہے اور ناظم نے دوسرے قول کو فائدہ کی تکمیل کی غرض سے بیان کیا ہے نہ یہ بتانے کیلئے کہ یہ صحیح اور معتبر بھی ہے اور عمل اسی تفصیل پر ہے جو پہلے مصرع کے ترجمہ میں درج ہو چکی ہے)

فائدہ :۔ وَکَمْ بِعَزِیْزٍ کی دوسری اور تیسری تقریر میں :۔

۲ :۔ اور (جو حضرات ظاہری آنکھوں کے اعتبار سے نابینا ہیں اُن میں سے) بہت سے باعزت (اور مولائے کریم کے محبوب بندے) جو ہیں وہ (حق تعالیٰ اُن کو دُنیا میں ظاہری آنکھوں سے محروم ہونے کے) بدلے میں (حشر و) نشر (یعنی قیامت کے دن) میں نور عطا فرمائیں گے (پس آیت میں اَلْاَعْمٰی سے وہ حضرات مراد نہیں ہیں جو ظاہری آنکھوں سے اندھے ہیں بلکہ اس میں ان کی طرف اشارہ ہے جو باطن کی بینائی سے محروم ہیں ۔ اور کافر ہیں جن کے دلوں میں حق تعالیٰ کی پہچان سے محروم ہونے کے سبب طرح طرح کی اندھیریاں بھری ہوئی ہیں ۔ الٰہی پناہ دیجئے ۔ معالم)

۳ اور (حق تعالیٰ کے یہاں) بہت سے باعزت (حضرات) جو ہیں وہ (کفر و شرک کی ظلمات کے بدلے میں نور کو پھیلاتے ہیں اور لفظی معنی یہ ہیں کہ نور کو پھیلاؤ میں لاتے ہیں یعنی کفر و شرک کی اندھیریاں مٹا کر ایمان و معرفت کا نور پھیلانے کی اور اسکو عروج دینے کی کوشش کرتے ہیں (لوامع) ان دونوں صورتوں میں بِعَزِیْزٍ کی با زائد ہی اور عَزِیْزٍ سی مراد اس کے معنیٰ ہیں یعنی باعزت انسان نہ کہ قرآنی کلمہ ۔ ان تین مطالب میں سی پہلا مطلب فن سی مناسبت رکھنے کے سبب فہم سی قریب تر ہی لیکن صحیح نہیں، رہے باقی دو مطالب سو وہ اپنے مضمون کے اعتبار سے تو صحیح ہیں لیکن فن سی اُن کا ادنیٰ تعلق بھی نہیں ہی ۔)

(۱۸۷/۳) تَنُ وَلَا وَحِیۡهُ فِی الْقُبُوْرِ فَدَعْ (د) دُجًی
وَفِیْ عَدِّ تَبْدِیْلًا (ق) لَا (د) ارِجْ (ا) بِـهِ

أَیْ وَاخْشَ دُجًی أَوِ التَّقْدِیْرُ ذَاتَ دُجًی أَیْ ذَاتَ ظُلُمَاتٍ وَهُوَ حَالٌ مِنْ فِی الْقُبُوْرِ

أَیْ وَلَا عَ رَجُلٍ دَارِجٍ بِرِّ (معالم) اور لوامع کی رُو سے وَلَا واؤ کے فتحہ سے ہے اور اس میراث کے معنی میں ہے جو وَلَا کے طرانی سے ملتی ہے ۔ اور دَارِج میّت کے معنی میں ہے ۔

أَیْ عَدَّهُ تَبْدِیْلًا

ترجمہ :۔ (اور آن) تنْ وَلَا (ع کا بصری کے لئے آیات میں شمار کرنا) عزت

والا (اور عُمدہ) ہے (۱) م (۲) کو۔ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے (۱) ق (۲) عکو اور) تو (مَنْ) فِی الْقُبُوْرِ (ع) کو (شامی یعنی دمشقی کے لئے) ترک کرے (قب۔ اور باقی چھ کے لئے اس کو شمار کرلے (۱) م (۲) اَعْ (۳) ک۔ اور قبر کی) اندھیریوں سے (ڈر اور ان سے بچنے کے لئے نیک اعمال بجالاکر اپنے ایمان کو نورانی بنالے) اور (تمہارے لِسُنَّتِ اللّٰہِ) تَبْدِیْلًا (ع) کو (بصری، شامی، مدنی اخیر کے لئے اس سُورت کی آیتوں کے شمار کرنے میں اونچے مرتبے پر چڑھ جانے اور پہنچ جانے) والے نیک (آدمی) کی پیروی (اور موافقت) ہے (کیونکہ جن حضرات نے اس پر آیت شمار کی ہے وہ انہی مبارک صفات سے متصف ہیں۔ پس اس عمل کے بجالانے سے تمہیں بھی ان کی موافقت نصیب ہوجائے گی جو بلند ترین سعادت ہے۔ (معالم)

(یا اس پر آیت شمار کرنے میں نیک میت کی میراث ہے۔ یعنی اس فن کی خدمت کو زندگی کا اصلی وظیفہ بنالینے سے تمہیں بھی سلف کی میراث اور ان کے علم کی دولت مل جائے گی۔ پس بصری، شامی مدنی اخیر کے لئے تَبْدِیْلًا معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ (۳) ک۔ اور باقی تین مدنی اوّل، مکی، کوفی کیلئے متروک ہے۔ قب۔ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (ع) حمصی کے لئے متروک ہے (۱) عکو (۲) قب۔ اور باقی چھ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ (۳) کو۔ اِلَّا الَّذِیْنَ (ع) حمصی کے لئے متروک ہے، ق اور باقی چھ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ (۳) ک)

فائدہ:۔ ان نو میں سے مدنی اوّل، مکی، کوفی نے ۲ تا ۴ و ۶ و ۸ و ۹ ان چھ کو۔ اور بصری نے ۱ اور ۵ تا ۹ ان چھ کو لیا ہے۔ اس لئے ان چاروں اماموں کی کُل آیات پینتالیس ۴۵ ہوگئیں۔ اور حمصی نے ۱ و ۳ و ۴ و ۶ و ۷ ان پانچ کو لیا ہے، اس لئے ان کی چوالیس ۴۴ ہوگئیں۔ اور دمشقی نے ۱ تا ۴ اور ۷ تا ۹ ان سات کو۔ اور مدنی اخیر نے ۲ تا ۴ اور ۶ تا ۹ ان سات کو لیا ہے۔ اس لئے ان دونوں کی کُل آیات چھیالیس ۴۶ ہوگئیں۔

شبہ الفاصلہ کے چار کلمات اور شبہ الوسط کا ایک کلمہ

(۱۸۸/۴) شَدِیْدٌ اُجَاجٌ وَالنَّذِیْرُ وَبِیْضٌ اُسُّ

قَطَّعُوْا کُلُّهُمْ سُوْدٌ یَعُدُّوْنَ فِی الْقُمُسْ

جمع قمراء۔ والمراد منہ الذباب۔

ترجمہ:۔ اُن (شمار کے سات اماموں) نے (دوسرے عَذَابٌ) شَدِیْدٌ (ع اور مِلْحٌ

اُجَاجٌ (رع) اور (وَجَاءَكُمُ) النَّذِيْرُ (رع) اور (جُدَدٌ) بِيْضٌ (رع ان چاروں) کو ساقط کیا ہے۔
(اور) اُن اماموں میں کے سب (حضرات وَغَرَابِيْبُ) سُوْدٌ (رع) کو چاندنی راتوں (جیسی روشن
آیتوں) میں شمار کرتے ہیں (یا سُوْدٌ کو بھی سفیدی والیوں اور قرآن مجید کی نورانی آیتوں میں شمار
کرتے ہیں یا اُس جُدَدٌ بِيْضٌ کے ذکر والی آیت کا آخری سرا گنتے ہیں جو سفید گھاٹیوں کے
معنی میں ہے۔ اور شَدِيْدٌ میں دوسرے کے مراد ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ پہلے کا ذکر وَشَدِيْدٌ
اَوَّلًا شعر ۱۸۵/۱ میں آچکا ہے)۔

سُوْرَۃ یٰسٓ وَالصّٰفّٰت

ان میں چار شعر ہیں

(۳۶) سُوْرَۃ یٰسٓ (۴۱)

اس کے نام پانچ ہیں:۔ (۱) یٰسٓ۔ (۲) قَلْبُ الْقُرْاٰنِ (قرآن کا دل ترمذی)
(۳) مُعِمَّہ، اپنے پڑھنے والے کے لئے دنیا اور آخرت کی بھلائی کو عام کر دینے والی اور خوب نعمتیں
اور ثواب دلانے والی (توراۃ) (۴) دَافِعَہ، ہٹانے والی اور بلاؤں کو دور کرنے والی (۵) قاضیہ
حاجات پوری کرنے والی۔

یہ اجماعاً مکی ہے، لیکن بعض کے قول پر اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى اور بعض کے قول پر وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمُ اتَّقُوْا یہ دو آیتیں مدنی ہیں۔ ترمذی میں ہے کہ بنی سلمہ کے لوگ مدینہ کی ایک جانب میں
رہتے تھے اور مسجد سے ذرا دور تھے انہوں نے چاہا کہ منتقل ہو کر مسجد کے قریب آبسیں، اس پر
اِنَّا نَحْنُ والی آیت نازل ہوئی، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے قدموں کے نشان
لکھے جاتے ہیں۔ اس پر بنی سلمہ نے منتقل ہونے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے، کیونکہ ۸۳ اور ۸۲ آیتوں والی سورت
یٰسٓ ہی ہے۔ اس کے کلمات سات سو ستائیس اور حروف تین ہزار تیس ہیں۔ اور سورۃ الفاتحہ
کی طرح اس کے فواصل بھی نَمْ کے دو حروف ہیں۔ مـا اَنْ: یٰسٓ (رع)، ۲ م: الْحَكِيْمِ (رع)۔

(۱۸۹/۱) وَيٰسِيْنُ كُوْفٍ (جَدٌّ) (فِيْهَا) وَقُلْ مِنْ اٰلٍ

سِعُوْنَ لِكُلٍّ عُدَّ فِيْ اٰيَةِ الثَّمُرْ

ترجمہ:- اور (سورۂ) یٰسٓ جو ہے اُس میں کوفی (کا شمار) نصیبے والا ہو گیا ہے (پس ان کیلئے اس سورت کی کل آیات تراسی ہیں جو جیم اور فا سے نکلی ہیں۔ اور باقی چھ کے لئے اس سے ایک عدد کم یعنی بیاسی ہیں جو اجماعی ہیں۔ اور ایک اختلافی ہے اور وہ یٰسٓ ہے، کوفی نے اس کو لیا ہے۔ (۱) م (۲) گو (۳)، ن (۴) توٗ۔ اس لئے ان کی تراسی ہو گئیں۔ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے (۱) نکٹو (۲) ق اس لئے ان کی بیاسی ہی رہیں) اور تو کہدے کہ وہ مِنَ الْعُيُوْنِ (عٓ) جو ثمرہ والی آیت (کے پہلو میں (اور اس کے قریب ہی) ہے وہ سب کے لئے (آیات میں) شمار کیا گیا ہے۔ پس یہ شبہ الوسط ہے۔

سُوْرَةُ وَالصّٰٓفّٰتِ (۳۷) (۵۶)

اجماعاً مکی ہے۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ کیونکہ ایک سو بیاسی اور ایک سو اکیاسی آیتوں والی سورت صٓفّٰت ہی ہے۔ اس کے کلمات آٹھ سو ساٹھ، اور حروف تین ہزار آٹھ سو چھبیس ہیں۔ اور فواصل بناقدم یا داقب نمر کے چھ حروف ہیں ۱: صَفًّا (عٓ)، ۲ د: لَوَاحِدٌ، مَارِدٍ (ھٓ)، ۳ ق: اَلْمَشَارِقِ (عٓ)، ۴ ب: اَلْكَوَاكِبِ (عٓ)، ۵ ن: وَيَسْخَرُوْنَ (عٓ)، ۶ م: اَلْجَحِيْمِ (عٓ)۔

(۱۹۰/۲) وَمِنْ تَحْتِهَا قَدْ بَانَ فَجْرٌ لِمَنْ سِوٰى يَزِيْدُ وَبَصْرٍ يَعْبُدُوْنَ فَدَعْ بَصْرًا

خ اَىْ قَدْ بَانَ فَجْرٌ فِىْ عَدِّهَا۔ اَىْ وَسُوْرَةُ وَالصّٰٓفّٰتِ الَّتِىْ هِىَ وَاقِعَةٌ مِنْ تَحْتِ يٰسٓ۔ يعنى سوى يزيد وبصر كى تقدير يعنى اشتمل على جميع العادّين سوى يزيد وبصر ہے۔ منفق۔ اى لبصر

ترجمہ:- اور (سورۂ والصّٰٓفّٰت جو) اُس (یٰسٓ) کے نیچے (ہے اس کے شمار کے بارے میں) صبح صادق (کی روشنی) اُن (پانچ اماموں شیبہ یعنی مدنی اول شیبی کوفی نیز مدنی اخیر مکی، شامی، کوفی کیلئے بلا ظاہر ہو گئی ہے جو (ابو جعفر) یزید یعنی مدنی اول یزیدی بصری) اور بصری کے سوا ہیں۔ (یعنی ان کا یہ شمار صبح صادق کی روشنی کی طرح ظاہر اور مشہور ہے۔ پس ان پانچ اماموں کے لئے سورۂ والصّٰٓفّٰت کی کل آیات ایک سو بیاسی ہیں جو قاف، با اور فا سے نکلی ہیں۔ اور یزید و بصری کے لئے اس سے ایک عدد کم یعنی ایک سو اکیاسی ہیں ان میں سے ایک سو اناسی اجماعی اور ذیل کی چار اختلافی ہیں (۱) جَانِبٍ حجازی، دمشقی، عراقی کیلئے ہے۔ م، اور حمصی کے لئے نہیں ہے۔ ش۔ (۲) دُحُوْرًا حمصی ہے۔ گو۔ اور باقی چھ کے لئے نہیں ہے۔

(۱) عُمُ (۲) عَمُّوا اور) تو (ع۳ وَمَا كَانُوا) يَعْبُدُونَ (رِعْ) کو بصری (کے لئے) ترک کرے (ش۔ اور باقی چھ کے لئے اس کو شمار کرے (۱) م (۲) اَعْ)

(مُتْ اَوْ مُتْخٌ) مُتْخٌ ص

(۱۹۱/۳) وَفِي لَيَقُولُونَ الْاٰخِيرِ السُّقُوطُ عَنْ (بج) خَمْ

← اَیْ وَذٰلِكَ مَذْكُورٌ فِي النَّصِّ الَّذِیْ حَكَاهُ اَوْ كَائِنًا فِي النَّصِّ الَّذِیْ الخ.

اَبِي جَعْفَرٍ فِيمَا حَكَاهُ اَبُو عَمْرٍو

ترجمہ:۔ اور (ع۴) آخری لَيَقُولُونَ (عْ) میں (جو وَاِنْ كَانُوا کے بعد ہے) ابوجعفر (مدنی اول یزیدی بصری) کے لئے سُقوط (یعنی ترک) ہے (۱) ق (۲) عَوْ (۳) ش۔ اور (مدنی اول شیبی کوفی مدنی اخیر، مکی، شامی عراقی کے لئے اس لَيَقُولُونَ پر آیت ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ یا اس میں ترک ہے۔ حالانکہ یہ ابوجعفر سے ہے۔ اور یہ ترک) اُس (نصّ) میں (مذکور) ہے جس کو ابوعمرو (دانی) نے (اصل میں) نقل کیا ہے (اور وہ یہ ہے کہ تینؔ موقعوں کو صرف ابوجعفر نے ترک کیا ہے اور ان پر آیت شمار نہیں کی اور اس ترک میں ان کے ساتھ شمار کے اماموں میں سے کوئی بھی شریک نہیں۔ نہ مدینہ والے اور نہ دوسرے شہروں والے، اور وہ یہ ہیں (۱) وَاِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ (صٰفّٰت عْ) اور یہ اس سورت کا دوسرا لَيَقُولُونَ ہے (۲) اِلٰى طَعَامِهٖ (عبس) (۳) فَاَيْنَ تَذْهَبُونَ (تکویر) اور ناظمؒ کی اصطلاح یہ ہے کہ جس موقع میں ابوجعفر اور شیبہ دونوں متفق ہوتے ہیں اُس میں تو مدنی اول کا ذکر کرتے ہیں۔ عام ہے کہ رمز کے ذریعہ کریں یا صریح اسم کی شکل میں۔ اور جن موقعوں میں ابوجعفر منفرد ہوتے ہیں وہاں ان کا نام لیتے ہیں۔ رہا اس سورت کا پہلا مِنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ (عْ) سو اُسے اجماعاً آیت ہے۔)

(عَطْفٌ) (عَطْ) ۳ (مُفَسِّرٌ)

(۱۹۲/۴) كَصَفًّا مَّعِينٍ وَّ الْمَشَارِقِ عُدَّهَا

اَلْكَافُ بِمَعْنٰى مِثْلُ وَهُوَ اسْمٌ.

لَتُرْدِيَنَّ عِينٌ فِي النُّجُومِ الَّتِي تَسْرِي (رح) عَطْ (قٌ)

← اَلَّتِیْ تَسْرِیْ یا تو صرف فِی النُّجُوْمِ کی یا اس شعر کے کلمات کی صفت ہے۔ یا وَهٰذِهِ الْاَبْيَاتُ مقدر کی خبر ہے۔

ترجمہ:۔ تو صَفًّا (عْ) جیسے (اُن سب کلمات کو جو سورتوں کے اوّل میں اور قسم کے ضمن میں اس شکل سے آرہے ہیں کہ ان کے آخر میں وقفاً تنوین سے بدلا ہوا الف ہے۔ اور ایسے کلمات

تینتیس ۲۳ ہیں جو صٰفّٰت، ذٰریٰت، مُرسلٰت، نٰزعٰت، عٰدیٰت اِن پانچ سورتوں کے شروع میں آرہے ہیں۔ اور یہ عموم کصفًّا کے کاف سے نکلا ہے۔ اور لَاٰنَ بِکَاسٍ مِّن) مَّعِیْنٍ (رعٓ) اور (وَرَبُّ) الْمَشَارِقِ (رعٓ اور) لَتُرْدِیْنِ (اور اَلطَّرْفِ) عِیْنٌ (رعٓ اور نَظْرَۃً) فِی النُّجُوْمِ (رعٓ) کو (یعنی اُن سب کلمات کو لا جماعی آیات میں) شمار کرے جو ستاروں کی طرح چلتے ہیں (اور قرآن میں جاری وساری ہیں۔ یا یہ سب آیات ستاروں کی طرح چلتی ہیں اور دلوں اور روحوں کو روشن کرتی ہیں۔)

فائدہ ۱:۔ فِی النُّجُوْمِ اور تَسرّی میں عجیب وغریب مناسبت پیشِ نظر ہے کیونکہ ستارے بھی چلتے رہتے ہیں۔ اور اَلَّتِی تَسرّی میں " توریہ" ہے کہ یہ مذکورہ بالا اٹھائیس بھی اُن قرآنی آیتوں میں سے شمار کی جاتی ہیں جو اِس صفت میں ستاروں کی طرح ہیں کہ ستارے رات کو چلتے ہیں اور اُن سے مُسافر راستوں کا پتہ چلاتے ہیں۔ اسی طرح آیاتِ قرآنیہ بھی مومنین کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کے قُرب کی راہیں کھولتی ہیں۔ اور " توریہ " اسے کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنیٰ ہوں جن میں سے ایک ظاہر و مشہور ہوں۔ اور دوسرے معنیٰ ایسے نہ ہوں اور اس لفظ کو اس دوسرے معنیٰ میں استعمال کریں جو زیادہ مشہور نہیں ہے۔ نیز اَلَّتِی تَسرّی میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں پر نظر ڈالنے کا فعل، قوم سے رہائی حاصل کرنے کا اور بتوں کی گت بنانے کے لئے موقع پانے کا سبب بن گیا۔

فائدہ ۲:۔ اختلاف والی چار آیات میں سے ابو جعفر یعنی مدنی اوّل یزیدی بصری نے ۱ اور ۳ کو اور بصری نے ۱ و ۴ کو لیا ہے۔ اس لئے اِن دونوں کی کُل آیات ایک سو اکیاسی ۱۸۱ ہوگئیں۔ اور مدنی اول شیبی کوفی۔ اور مدنی اخیر، دمشقی کوفی نے ۱ و ۳ و ۴ کو، اور حمصی نے ۲ تا ۴ کو لیا ہے۔ اس لئے ان پانچوں کی کُل آیات ایک سو بیاسی ۱۸۲ ہوگئیں۔

مشبہ الفاصلہ صرف وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ہے ہے

(۳۸) سُوْرَۃُ صٓ (۳۸)

اِس میں چار شعر ہیں

صحیح قول کی بناء پر مکی ہے۔ اور جو اس کو مدنی بتاتے ہیں اُن کے رد کے لئے یہ بات کافی ہے کہ

اس سورت میں مشرکین کے معبودوں کا ذکر ہے۔ جن کے بارے میں انہوں نے کہا تھا کہ ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے نکل چلو اور اپنے معبودوں کے پوجنے پر مضبوطی سے جمے رہو اور آیات کے شمار میں اس کی نظیر کوفی کی رُو سے سورۃ القصص اور دمشقی پر سورۂ مومن ہے۔ اور باقی پانچ شماروں میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات سات سو بتیس اور حروف تین ہزار چھیاسٹھ ہیں۔ اور فواصل قصدٌ من لجٍ بطرٍ یا رَ قصبدَ طجمنل کے دس حروف ہیں
۱ ر : اَلذِّکۡرِ (ع)، ۲ ق : وَشِقَاقٍ (ع)، ۳ ص : مَنَاصٍ (ع) وَغَوَّاصٍ (ع)، ۴ ب : کَذَّابٌ (ع)، ۵ د : یُرَادُ (ع)، ۶ ط : اَلصِّرَاطِ (ع)، ۷ ج : اَزۡوَاجٌ (ع)، ۸ م : عَظِیۡمٌ (ع)، ۹ ن : مُعۡرِضُوۡنَ (ع)، ۱۰ ل : اَقُوۡلُ (ع)۔

(۱۹۳/۱) وَصَادُ لِکُوفٍ فِی حِسَابٍ وَسِتُّهَا
لِکُثۡرٍ وَخَمۡسٌ بِاخۡتِلَافٍ عَنِ الۡبَصۡرِی

ترجمہ :- اور (دوسری سورتوں کی طرح) صٓ (کی آیتوں کا شمار بھی) کوفی کے لئے (ایک خاص اور معین) حساب میں ہے۔ (جس میں کمی اور زیادتی قطعاً نہیں ہے۔ یا کوفی کے لئے ص بھی حساب میں شامل ہے، کہ اس سے بھی حساب کا کام لیتے ہیں۔ پس ان کے لئے سورہ صٓ کی آیتیں اٹھاسی ہیں جو فا اور حا سے نکلی ہیں) اور کثر (حجازی، شامی) کے لئے اُن (عددوں) میں کی چھ (اور اسی یعنی چھیاسی آیتیں) ہیں اور (یہ صٓ کی آیتیں ایسی) پانچ ہیں جو بصری کے لئے ہیں۔ حالانکہ یہ (ان کے) اختلاف کے ساتھ ہیں (یعنی ان کے لئے پچاسی ہیں۔ اور اختلاف کی تفصیل یہ ہے کہ بصریین میں سے عاصم جحدری کے لئے تو پچاسی ہیں اور ایوب بن متوکل اور یعقوب حضرمی کے شمار پر چھیاسی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس سورت کی کل آیات کوفی اٹھاسی۔ حجازی، شامی اور بصریین میں سے ایوب بن متوکل اور یعقوب حضرمی کی چھیاسی، اور انہی بصریین میں سے عاصم جحدری کے شمار پر پچاسی ہیں۔

(۱۹۴/۲) فَذِی الذِّکۡرِ کُوفٍ مَّعۡ اَقُوۡلُ اَخِیۡرَهَا

وَغَوَّاصِ اَسْقِطْ وَاَفِيَا وَاَصِلِ النَّشْرِ

ترجمہ:۔ (اور اس شمار کے اجمال کی تفصیل یہ ہے) پس (وَالْقُرْاٰنِ) ذِی الذِّکْرِ (ب غ) کو کوفی نے (سورت کی آیات میں شمار کیا ہے۔ کو۔ کیونکہ اس پر کلام اس اعتبار سے کامل ہوگیا ہے کہ یہاں ڈرانے اور شان کی بڑائی بتانے کی غرض سے قسم کا جواب محذوف ہے۔ یعنی جواب ایسا دہشتناک ہے جس کے سننے سے کلیجہ پھٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اس کو بیان نہیں کیا۔ اور باقی چھ کے لئے ذِی الذِّکْرِ متروک ہے (۱) عو (۲) ق (۳) عم (۴) عکو۔ حالانکہ یہ (ذِی الذِّکْرِ اُس وَالْحَقَّ) اَقُوْلُ (ع غ) سمیت ہے جو اس (سورہ ص) کے آخر میں ہے (اور اس پر کوفی حمصی اور ایک قول پر بصری کیلئے بھی آیت ہے (۱) م (۲) ک۔ اور حجازی دمشقی اور دوسرے قول پر بصری کیلئے بھی متروک ہے (۱) عو (۲) ق) اور تو (اُس بَنَّآءٍ) وَّغَوَّاصٍ (ع غ) کو (بصری کے لئے) ساقط کردے جو کامل ہے (نیز) تفریق (اور جدائی والی اُن نعمتوں) کا ملادینے والا (اور یکجا کردینے والا) ہے (جو حق تعالی کی جانب سے سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوئی ہیں۔ یعنی چونکہ بصری وَغَوَّاصٍ پر آیت شمار نہیں کرتے بش، اس لئے بعد والے چاروں کلمات اس کے ساتھ متصل رہتے ہیں۔ اور اس اتصال سے یہ وَغَوَّاصٍ کامل ہوجاتا ہے۔ اور اُن نعمتوں کو ایک سلسلہ میں شامل کرلیتا ہے جو سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوئی ہیں۔ اور ان میں فاصلہ نہیں رہتا۔ اور یہ نعمتیں فِی الْاَصْفَادِ پر ختم ہوجاتی ہیں۔ اور باقی چھ کے لئے وَغَوَّاصٍ پر آیت ہے۔ م، نَبَؤٌا عَظِيمٌ حمصی کے لئے متروک ہے (۱) قب (۲) عکو۔ اور باقی چھ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اغ (۳) کو۔)

(۱۹۵/۳) وَعُدَّ عَنِ الْبَصْرِی اَقُوْلُ بِخُلْفِهٖ

بِهِ الْحَضْرَمِی يَعْقُوبُ عَدَّ هُوَ الْمُقْرِی

ترجمہ:۔ اور تو اَقُوْلُ (ع غ) کو بصری کے لئے اُن کے خلاف کے ساتھ شمار کرلے (اور اس خلاف کی تفصیل یہ ہے کہ) اُس (اَقُوْلُ) کو (بصریین میں سے) حضرمی (یعنی) یعقوب (اور ایوب)

نے شمار کیا ہے (اور) یہ (یعقوب بصرہ میں قرآن کے) معلم ہیں (اس لئے بڑے اونچے درجہ والے اور جلیل القدر امام ہیں۔ پس اس اَقُوْلُ کو ان دونوں نے تو شمار کیا ہے اس لئے ان کے یہاں سورت کی کل آیات حجازی اور شامی کی طرح چھیاسی ہیں۔ اور عاصم جحدری بصری نے اس کو آیات میں شمار نہیں کیا۔ اس بناء پر ان کے لئے اس سورت کی کل آیات پچاسی ہو گئیں اور بصرہ کے دونوں شماروں میں صرف اسی ایک جگہ اختلاف ہے۔ رہیں باقی آیات سو ان میں دونوں شمار بالکل متحد ہیں۔)

فائدہ ۱: بعض کے قول پر اَقُوْلُ میں بصریین کے خلاف کی تفصیل مذکورۂ بالا تفصیل کے برعکس ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یعقوبؒ وایوبؒ اس پر آیت شمار نہیں کرتے اور عاصمؒ شمار کرتے ہیں۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ دانیؒ نے اصل میں پہلے ہی قول کو لیا ہے۔ (لوامع)

فائدہ ۲: اس سورت کی اجماعی آیتیں چوراسی اور اختلافی چار ہیں جن پر نمبر لگے ہوئے ہیں اور شعر ۱۹۴/۲ و ۱۹۵/۳ میں درج ہیں۔ ان چار میں سے حجازی دمشقی نے ۳ و ۴ کو۔ اور حمصی نے ۲ و ۳ کو لیا ہے۔ اس لئے ان پانچوں کی کل آیات چھیاسی ہو گئیں۔ اور بصری نے ایک قول پر ۲ و ۴ کو لیا ہے۔ اس صورت میں ان کیلئے بھی چھیاسی ہیں۔ اور دوسرے قول پر صرف ۴ کو لیا ہے اس تقدیر پر ان کے لئے پچاسی ہیں۔ اور کوفی نے چاروں کو لیا ہے اس لئے ان کی کل آیات اٹھاسی ہیں۔

شبہ الوسط کے چھ کلمات

جن میں سے پانچ پر اجماعاً آیت ہے اور ایک ۶ پر حجازی، دمشقی، عراقی کے لئے ہے اور حمصی کے لئے نہیں ہے۔

۱۹۶/۴ عَذَابِ وَغَسَّاقُ اَصَابَ فَعُدَّ وَالْ
جِيَادُ وَاَتْرَابُ عَظِيمٌ لَدَى النُّذُرْ

ترجمہ: (۱) عَذَابِ (۲ اور) وَغَسَّاقٌ (۳ اور ۳ حیث) اَصَابَ (۴ اور) اَلْجِيَادُ (۵) اور اَتْرَابٌ (کو اور ۶ الحس نبؤا) عَظِيمٌ (کو (اجماعی آیات میں) شمار کرلے جو ڈرانے کے (ذکر والی آیت قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ کے) پاس ہے (یعنی ان سے

کہہ دو کہ میں ڈر سنانے والا ہوں)

سُوْرَةُ الزُّمَرِ وَالطَّوْلِ

ان میں ۱۰ دس شعر ہیں

(۳۹) سُوْرَةُ الزُّمَرِ اور سُوْرَةُ الْغُرْفِ (۵۹) یہ مکی ہے۔ لیکن ابن عباسؓ وعطاؒ کے ارشاد کی رُو سے قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ (رع) سے لَا تَشْعُرُوْنَ تک کی تین ۳ آیتیں مدنی ہیں جو حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اور جمال القرا میں سخاویؒ کے ارشاد پر قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ (رع) اور اتقان کی رو سے بعض کے قول پر اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ (رع) بھی مُستثنیٰ ہے۔ اور آیات کے شمار میں اس کی نظیر کوفی میں الانفال ہے۔ کیونکہ اس شمار میں انفال وزمر دونوں ہی کی آیتیں چھتر ۷۵ ہیں۔ اور شامی میں الاحزاب ہے۔ اس بنا پر کہ ان کے ہاں احزاب زمر دونوں کی آیتیں تہتر ۷۳ ہیں۔ اور باقی شماروں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات گیارہ سو بہتر ۱۱۷۲ اور حروف چار ہزار سات سو آٹھ ۴۷۰۸ ہیں۔ اور فواصل مِنْ رَّبِّ يَدُلُّ کے سات حروف ہیں۔ ۱ م: اَلْحَكِيْمِ ۲ ن: اَلدِّيْنَ ۳ ر: كَفَّارٌ ۴ ب: اَلْاَلْبَابِ (رع) ۵ ی: دِيْنِيْ ۶ د: عِبَادِ (رع) ۷ ل: بِوَكِيْلٍ (رع) وَكِيْلٌ (رع)۔

(۱۹۷/۱) وَتَنْزِيْلُ كُوْفٍ (عَنْ (هُدًى وَّثَلَاثُهَا
دَلِيْلٌ وَّفِيْ ثَانِيْ لَهُ الدِّيْنَ (هَا (دَ) رَى

ترجمہ :- اور (سورۂ) تنزیل (یعنی زُمر) جو ہے (اس میں) کوفی (کا شمار) ہدایت (والے اماموں) سے (منقول) ہے۔ (پس ان کے لئے زمر کی کُل آیات چھتر ۷۵ ہیں جو عین اور ھا سے نکلی ہیں) اور (شامی کے لئے) اُن (آیتوں) میں کی تین ۳ (کا شمار بھی نقلی) دلیل (والا) ہے۔ (نہ یہ کہ صرف عقل کی مدد سے مقرر کر لیا گیا ہے۔ پس شامی کی کُل آیات تین ۳ اور ستر ۷۰ یعنی تہتر ۷۳ ہیں۔ اور باقی چار کے لئے تہتر سے ایک عدد کم یعنی بہتر ۷۲ ہیں۔ کیونکہ یہاں ناظمؒ اعلیٰ سے ادنیٰ

کی طرف آرہے ہیں۔ اس کی اجماعی آیات ستر ہیں اور ذیل کی سات اختلافی ہیں۔) اور تو دوسرے (مُخْلِصًا) لَّهُ الدِّيْنَ (ع کے شمار) میں میرے دودھ (اور میری خیر کثیر کو یعنی اُس علم) کو لے لے جسے میں اِس نظم کے ذریعہ تقسیم کر رہا ہوں یا میرے چھوٹے چھوٹے موتیوں کو، یعنی شمار کرنے اور نہ کرنے والوں کے درمیان جو خلاف ہے اس کو لے لے۔ اور وہ خلاف موتیوں کی طرح صاف و شفاف ہے۔ پس دوسرا لَهُ الدِّيْنَ (ع) کوفی اور شامی کے لئے معدود ہے۔ (۱) م (۲) اَعُ اور باقی چار کے لئے متروک ہے۔ (۱) قَبُ (۲) عَکُوٗ۔ رہا پہلا لَهُ الدِّيْنَ (ع) سو وہ اجماعاً معدود اور شبہ الوسط ہے۔ دیکھو شعر ۲۰۰)۔

معالم کی رُو سے وَيَخْتَلِفُوْنَ پہلا اور اَلْكُوْفِ دوسرا مبتدا ہے۔ اور اَوَّلًا اَسْقَطَ کے مفعولِ مقدر سے حال ہے۔ اَیْ وَاقِعًا اَوَّلًا۔

(۱۹۸/۲) وَيَخْتَلِفُوْنَ الْكُوْفِ اَسْقَطَ اَوَّلًا

(مَفْعُوْلٌ) (ب) (خ) (ضَمٌّ اَوْ حَمٌّ)

وَدِيْنِيْ وَهَادٍ الثَّانِ عُدَّ (هُدًى وَّقُلْ

(ب اَوْ مَفْعُوْلٌ) (اَضْنَصْ) (خ) (کوفی) (فَاصِلٌ)

(نُحُوٌ) مَاضٍ مَجْهُوْلٌ اَوْ اَمْرٌ۔ (حَالِيَّةٌ) اَیْ وَهُوَ هُدًى فِی الْعِلْمِ الْوَاقِیِ اَیِ الثَّابِتِ۔

ترجمہ:۔ اور کوفی نے پہلے (فِیْ مَا هُمْ فِيْهِ) يَخْتَلِفُوْنَ (ع) کو ترک کیا ہے۔ (قَبُ اور باقی چھ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعُ (۳) ک۔ رہا دوسرا يَخْتَلِفُوْنَ جو ع میں ہے سو وہ اجماعاً معدود ہے) اور (لَهُ) دِيْنِيْ (ع) اور دوسرا (فَمَا لَهُ مِنْ) هَادٍ (ع) جو ہے یہ (یعنی ان میں سے ہر ایک کوفی کیلئے سورت کی آیتوں میں) شمار کیا گیا ہے (یا تو دِيْنِيْ اور دوسرے هَادٍ کو سورت کی آیات میں شمار کرلے اور وجہ دِيْنِيْ میں ایک ہے، اور وہ کَ ہے۔ اور مِنْ هَادٍ میں وجوہ تین ہیں (۱) م (۲) ک (۳) اَعُ) حالانکہ یہ (یعنی ان میں سے ہر ایک پہ کوفی کے لئے آیت شمار کرنا) ثابت شدہ علم) کی ہدایت ہے اور مقصد یہ ہے کہ ان کی برکت سے نہایت پختہ اور کامل علم نصیب ہوتا ہے[۵] (معالم) اور لوامع کی رُو سے عُدَّا ہے تثنیہ کی الف سے۔ یعنی یہ دونوں آیات میں شمار کئے گئے ہیں۔ یا ان دونوں کو آیات میں شمار کرلے۔ اور باقی چھ کے لئے دونوں متروک ہیں۔ اور وجوہ دِيْنِيْ میں تین ہیں (۱) ق (۲) عَمْ (۳) عَوْ۔ اور مِنْ هَادٍ میں ایک ہے۔ وہ عَکُوٗ ہے۔ رہا پہلا مِنْ هَادٍ جو ع میں ہے سو اس پر اجماعاً آیت ہے)

(مُتَّصِلٌ) (مُتَّصِلٌ) (مُنْتَجٌ)

(۱۹۹/۳) وَمِنْ بَعْدُ عَنْهُ تَعْلَمُوْنَ بِقُلْ بِهٖ

ب

۵ یا معنیٰ یہ ہیں کہ یہ نہایت پختہ اور کامل علم پر مبنی ہے ۱۲

جنّی حال مِّن عبادی
أی کائنا کجنی الطیب (سَض)

فَبَشِّرۡ عِبَادِ ۝ دع (جَنَی (ا) الطَّیِّبِ وَالشَّجَرِ
(مَفْقٌ) (مکّی) (مدنی اوّل)

ترجمہ:- اور (وہ فَسَوۡفَ) تَعۡلَمُوۡنَ (دع بھی) جو اُس رِمنۡ هَادٍ کے بعد ہے (نیز) جو اُس (مِنۡ هَادٍ) کے قرب (ہی) میں ہے اُن (کوفی) ہی کے لئے (آیات میں شمار کیا گیا) ہے (جن کی رمز ھُدًای وَقِہ شعر ۱۹۸/۲ میں ابھی گذری (۱) م (۲) اَغ۔ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے (۱) ش (۲) اَثُ (۳) ق اور تو فَبَشِّرۡ عِبَادِ (دع) کو (مکّی اور مدنی اوّل کے لئے) ترک کردے۔ (عگو) حالانکہ یہ خوشبو (کے) اور درخت کے چُنے ہوئے میوے کی طرح ہے۔ (اور وجہ یہ ہے کہ اس جملہ میں جو جنّت کی خوش خبری ہے اُس سے دلوں اور روحوں کو اطمینان میسّر آتا ہے جس طرح خوشبو سے اور پھل دار درخت کے میوے سے اطمینان وسکون کی کیفیت نصیب ہوتی ہے۔)

(اور لوامع میں ہے کہ دُنیا میں بندوں کو احکام پر عمل کرنے میں مشقّت پیش آتی ہے۔ پھر اس کے انجام میں ابدی اور ہمیشگی والی راحت ملتی ہے۔ یہاں جَنَی الطَّیِّبِ وَالشَّجَرِ میں ان کی اس حالت کو اس شخص کی حالت سے تشبیہ دی ہے جو مشقّت اور تکلیف اُٹھا کر میوہ حاصل کرتا ہے پھر اسے نہایت راحت وآرام کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا ہے، اور اس کی لذت سے مالا مال ہوتا ہے۔ اور باقی پانچ کے لئے اس پر آیت ہے (۱) م (۲) گو۔ کیونکہ اگر اَلَّذِیۡنَ کو ھُمۡ مقدّر کی خبر مانیں تو اس پر کلام کامل ہوجاتا ہے۔)

(ص)
وَالۡاَنۡهٰرُ عَدَّ اٰهُ لَهُ الَّذِیۡنَ اٰ قَ لَا ۝ (۲۰۰/۴)
(بٗ اَرٗلٖضٗ) (خٗ اَدٗ مُقۡبَرٗ) (مَفۡمٗ)

لِکُلِّ وَّ اَسۡقِطۡ تَعۡمَلُوۡنَ لَهُمۡ وَادۡرِ
(مُتۡ) (مَفۡ) (مُتۡ) (مُسۡ)

ترجمہ:- اور (تَحۡتِهَا) الۡاَنۡهٰرُ (دع) جو ہے اُس کو اُن دونوں (یعنی مکّی اور مدنی اوّل) نے (آیات میں) شمار کیا ہے (جن کی رمز (جَنَی (ا) الطَّیِّبِ شعر ۱۹۹/۳ میں گذر چکی ہے (۱) م (۲) اَغ (۳) ک۔ اور باقی پانچ کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) قبُ (۲) اَثُ۔

پس ان ثُسات میں سے مدنی اوّل اور مکّی نے ۲/ وع ۲ کو اور مدنی اخیر وبصری نے ۲/ وع ۶ کو

لیا ہے۔ اس لیے ان چاروں کی کُل آیات ۸۵ بہتر ہو گئیں۔ اور دمشقی و حمصی نے ۱ و ۲ و ۶ کو لیا ہے۔ اس لئے ان دونوں کی تہتر ہو گئیں۔ اور کوفی نے ۲ و ۵ کے سوا باقی پانچ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی پچھتر ہو گئیں تو پہلے (مُخْلِصًا) لَّهُ الدِّيْنَ (ع) کو سب کے لئے (اس سورت کی آیات میں شمار کرلے) اور اِنَّمَا كُنْتُمْ) تَعْمَلُوْنَ (ع) کو ان (سب) کے لئے ترک کرے اور (متروک و معدود دونوں طرح کے الفاظ کو الگ الگ) معلوم کرلے۔

شِبہ الفاصلہ کے نو کلمات

مفق

(جع) (عط) (عطق) (عطق)

۲۰۱ / ۵ ثُلٰثٍ وَّاَزْوَاجٍ يَّشَآءُ مُتَشٰكِسُوْ (جح)

مفق (عط) (عط) (متص)

نَ دٍعٍ وَالْعَذَابِ وَالنَّبِيّٖنَ فِي الْحَشْرِ

ترجمہ:۔ (اَلدِّيْنُ الْخَالِصُ اور تَعْمَلُوْنَ اور فِيْ ظُلُمٰتٍ) ثُلٰثٍ اور (اس سے پہلے ثَمٰنِيَةَ) اَزْوَاجٍ (اور مَا) يَشَآءُ (پانچوں ۵ ع میں اور مَنْ يَّشَآءُ اور شُرَكَآءُ) مُتَشٰكِسُوْنَ (دونوں ع میں) وَالْعَذَابِ (ع، ع، ع میں ایک ایک اور ع میں دو، ع میں تین، ان سات کو اور اس وَجِايْٓءَ) بِالنَّبِيّٖنَ (ع) کو ترک کرے جو حشر (کے حالات کے بیان والی آیت) میں ہے۔

(عطق) متعلق ببعد (منغ)

۲۰۲ / ۶ لِلْاِسْلَامِ وَالْبَصْرِيُّ فِي الطَّوْلِ (فِيْ) بِهٖٓ اَصْلُهُ بِنَا نُوْ قُصِرَ وَقْفًا اِذْ هُوَ بِمَعْنٰى جَمْعِ بِنْيَةٍ بِمَعْنٰى مَا (۸۰) (۲)

ای وعدّ البصری

(متص) (منح)

وَسِتٌّ عَنِ الشَّامِيْ وَ الْاَرْبَعُ لِلصَّدْرِ

ای وهی ستّ کلمات ای عن الدمشقی اسمہ

ترجمہ:۔ (اور صَدْرِهٖ) لِلْاِسْلَامِ (ع) کو (بھی سب کے لئے ترک کرے۔ پس اَلدِّيْنُ الْخَالِصُ سے لِلْاِسْلَامِ تک کے ۹ نو کلمات جو تفصیل کے درجہ میں سترہ ۱۷ ہیں، کیونکہ ان میں سے يَشَآءُ دو جگہ اور الْعَذَابُ آٹھ جگہ ہے اجماعًا متروک ہیں۔)

سُوْرَةُ الطَّوْلِ (۴۰) (۹۰)

اس کے نام تین ۳ ہیں۔ اَلْمُؤْمِنُ، اَلطَّوْلُ، غَافِرٌ۔ مکی ہے، لیکن ابنِ عباس رض و قتادہ رض کے ارشاد پر

اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ (رع) سے لَا یَعْلَمُوْنَ تک کی دو آیتیں مدنی ہیں جو یہود کے اس جھگڑے کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو دجال کے باب میں تھا۔ اور آیتوں کے شمار میں اس کی نظیر دمشقی شمار پر سورۂ صٓ ہے اور باقی چھ میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات گیارہ سو ننانوے ۱۱۹۹ اور حروف چار ہزار نو سو ساٹھ ۴۹۶۰ ہیں۔ اور فواصل مِنْ عَلَقٍ بَرٍّ دِ یَا مَرْدَبَ تَلْقَعَ کے آٹھ حروف ہیں ۱ م: حٰمٓ (رع) ۲ ر: اَلْمَصِیْرُ (رع) ۳ د: اَلْبِلَادِ (رع) ۴ ب: عِقَابِ (رع) ۵ ن: فَتَکْفُرُوْنَ (رع) ۶ ل: سَبِیْلِ (رع) ۷ ق: اَلتَّلَاقِ (رع) ۸ ع: یُطَاعُ (رع)۔

ترجمہ:۔ اور (سورۂ) طَوْل (یعنی مؤمن) میں بصری (کا شمار) عمارت (میں یا عمارتوں) میں ہے (یعنی نہایت قوی اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔ پس بصری کے لئے مؤمن کی کل آیات بیاسی ۸۲ ہیں جو فا اور با سے نکلی ہیں) اور (یہ یعنی سورت کی آیات ایسی) چھ (اور اسی کل چھیاسی ۸۶) ہیں جو شامی (یعنی دمشقی) کے لئے ہیں اور (یہ آیات ایسی اسی اور) چار (چوراسی ۸۴) ہیں جو حجازی (اور حمصی) کے لئے ہیں (اور مسکوت یعنی کوفی کے لئے پچاسی ۸۵ ہیں۔ اور قرینہ یہ ہے کہ ناظم رح نے چوراسی ۸۴ اور چھیاسی ۸۶ کے درمیان والے عدد کو ترک کر دیا ہے۔ پس اس سورت کی کل آیات بصری بیاسی ۸۲، حجازی وحمصی چوراسی ۸۴، کوفی پچاسی ۸۵، شامی یعنی دمشقی چھیاسی ۸۶ ہیں۔ ان میں سے اسی اجماعی اور ذیل کی نو اختلافی ہیں۔ (۱) حٰمٓ کوفی ہے (۱) م (۲) کوٗ (۳) ن (۴) توٗ، اور باقی چھ کے لئے متروک ہے۔ (۱) علٓو (۲) ق

(مُتْحٓ)

(۲۰۳) وَعَنْ کُلِّهِمْ عُدَّ التَّنَادِ التَّلَاقِ دَعْ (منعوج)

(شامی) (احف او حف) (مُثْ)

شامی یعنی دمشقی دْ لِیلاً وَّ اَثْبِتْ بَرِزُوْنَ لَهٗ وَ اشْرِ (مَفْ) ای ذا دلیلٍ۔

شراء سے ہے جو لغۃً خریدنے کے اور مجازاً ایک شے کو دوسری شے سے بدل لینے کے معنی میں ہے پس یہ اپنے معنی کے لازم میں مستعمل ہے۔

ترجمہ:۔ اور (یَوْمَ) اَلتَّنَادِ (رع) کا آیات میں شمار کرنا) اُن (اماموں) میں کے سب سے (منقول) ہے اور تو (یَوْمَ) اَلتَّلَاقِ (رع) کو (دمشقی کے لئے) ترک کر دے (۱) ش (۲) قَبْ) حالانکہ تو (یا اَلتَّلَاقِ) دلیل (والا) ہے (یعنی تو خود بھی جو بات کہتا ہے دلیل سے کہتا ہے۔ اور یہ اَلتَّلَاقِ بھی اپنے ترک و شمار دونوں کے بارے میں نقلی اور عقلی دونوں طرح کی دلیل رکھتا ہے۔ اور باقی چھ کے لئے معدود ہے۔ مَبْ۔ یعنی اُس اَلْقَهَّارِ کے ساتھ واضح مشاکلہ جو اس کے بعد آ رہا ہے) اور تو (یَوْمَ هُمْ) بَارِزُوْنَ (رع) کو اُن (دمشقی) کے لئے ثابت رکھ (اور اس پر آیت شمار کر (۱) م (۲) مُوٗ۔ یعنی اَلْکٰفِرُوْنَ کے ساتھ

ے یہ اس صورت میں ہے جب کہ تُشْرِکُوْنَ ع کو شامی کے لئے شمار کرلیں ورنہ حمصی کے لئے (۸۳) اور دمشقی کے لئے (۸۵) آیتیں ہوں گی ۱۲

مشاکلہ اور موازنہ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے، ق) اور (ان دمشقی ہی کے لئے اَلتَّلَاقِ کے بجائے بَٰرِزُوْنَ کو) لے لے (اور اس کے ذریعہ دمشقی شمار کی وہ کمی پوری کرلے جو اَلتَّلَاقِ کے شمار نہ کرنے سے پیدا ہوئی ہے۔)

فائدہ:۔ یَوْمَ التَّلَاقِ دمشقی کے لئے متروک اور باقی چھ کے لئے معدود ہے۔ اور بٰرِزُوْنَ میں اس کا عکس ہے۔ یعنی دمشقی کے لئے معدود اور باقی چھ کے لئے متروک ہے۔

(۲۰۴ / ۸۰) وَاَسْقَطَ كُوْفٍ كٰظِمِيْنَ وَتُشْرِكُوْ

نَ اَثْبَتَ وَالشَّامِي بِهٖ خُلْفُهٗ اُجْرِي

ترجمہ:۔ اور کوفی نے (لَدَى الْحَنَاجِرِ) كٰظِمِيْنَ (ءٰ) کو ترک کیا ہے۔ (۱) ق (۲) قب اور باقی چھ کے لئے معدود ہے۔ (۱) م (۲) ک، اور (اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (ءٰ) کو ان (کوفی نے (بلاخلاف) ثابت رکھا ہے (اور اس پر آیت شمار کی ہے (۱) م (۲) اغ۔ یا تُشْرِكُوْنَ ان کوفی کے لئے ثابت رکھا گیا ہے) اور شامی جو ہیں اُس (تُشْرِكُوْنَ) میں اُن کا خلف جاری کیا گیا ہے (یعنی شامی کے لئے اس میں دو وجوہ ہیں (۱) کوفی کی طرح ان کے لئے بھی معدود ہے (۱) م (۲)، اغ۔ اور یہی صحیح تر اور قوی تر ہے۔ اور دانی کی کتاب جو قصیدہ کی اصل ہے اُس میں بھی یہی ایک وجہ مذکور ہے (۲) ان کے لئے متروک ہے۔ ش، یہ زیادات قصیدہ سے ہے جس کو ناظمؒ نے اصل کے طریق کے علاوہ کسی اور طریق سے نقل کیا ہے۔ اور حجازی بصری کیلئے تُشْرِكُوْنَ متروک ہے۔ ش۔)

(۲۰۵ / ۹) وَدَعْ قَبْلَ الْاَلْبَابِ الْكِتٰبَ (و) دِنْ بِهٖ

وَنَوِّرْ بِاِثْبَاتِ الْبَصِيْنَ (دُ) جٰى (بِهٖ) لِهَا

ترجمہ:۔ اور تو (اُس اِسْرَاءِيْلَ) الْكِتٰبَ (ءٰ) کو (بصری و مدنی اخیر کے لئے) ترک کر دے جو (لِاُولِي الْاَلْبَابِ سے پہلے ہے (یا تو لِاُولِي الْاَلْبَابِ سے پہلے الْكِتٰبَ کو ترک کر دے (۱) ش

(۲) قب. یا حالانکہ وہ اَلْاَلْبَابِ سے پہلے ہے اور باقی پانچ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ) اور تو اُس (کتاب یعنی قرآن مجید) کی پیروی کر (اور اس پیروی کو اپنے لئے دین و مذہب بنالے) اور تو (دمشقی و مدنی اخیر کے لئے وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ) الْبَصِیْرُ (رعْ) کے (آیات میں) ثابت رکھنے (اور ان کے لئے اس پر آیت شمار کرنے) کے ذریعہ چودھویں رات کے چاند کی اندھیریوں کو روشن کردے (اس میں اشارہ ہے کہ چاند اپنی ذات کے اعتبار سے ظلمتی اور اندھیری والا ہے۔ اور اپنے ماسوا سے روشنی حاصل کرتا ہے۔ پس گویا وَالْبَصِیْرُ کا اثبات بدر کو روشنی سے مدد ملنے کا سبب ہے۔ یعنی اس پرخلوصِ نیت کے ساتھ آیت شمار کرنے سے ایسا نور نصیب ہوگا جس سے بدر بھی زیادہ سے زیادہ نورانی بن کر نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کا مصداق بن جائے گا۔ اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کی خدمت کے سبب ایسا نور عطا ہوگا جس کے مقابلہ میں چودھویں رات کے چاند کی روشنی بھی شرمندہ ہوجائے گی۔ اور ممکن ہے کہ استعارہ اور مجاز کے طور پر بدر سے مراد عقل ہو۔ پس اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ وَالْبَصِیْرُ کے لفظ پر آیت شمار کرنا اور آیت ہونے کی حیثیت سے اس میں غور و فکر کرنا عقل کو انوار سے مدد ملنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ جس سے وہ خوب روشن اور چمک دار ہوجائے گی، اور پھر اس کے ذریعہ ابدی سعادت اور کامرانی میسّر آئے گی۔ پس وَالْبَصِیْرُ مدنی اخیر، اور شامی یعنی دمشقی کے لئے معدود ہے۔ (۱) م (۲) اَعْ۔ اور باقی پانچ کے لئے متروک ہے (۱) عوْ (۲) ش (۳) ق۔)

لوامع کی رُو سے جاد یَجُوْدُ کی ماضی مجہول اور اِعْتِسَافُہٗ اس کا نائب فاعل ہے یعنی اس کا صحیح راستہ پر چلنا عمدہ کردیا گیا ہے ۔۔۔ پس اسکا متروک ہونا بھی ثابت اور صحیح ہے۔

۲۰۶/۱۰ وَدَعْ یُسْحَبُوْنَ (مَفْ) (مُتَخْ) (وَ) اثْنِ (بصری) (رَجِیْدَ (ا) (مکی) عْتِسَافُہٗ (مدنی اوّل)

وَمِنْ بَعْدُ فَاعْدُدْ (مَفْ) فِی الْحَمِیْمِ (مکی عطا) رَجَدًا (ا) لْبَدْرُ (مدنی اول) ← اَیْ عَدًّا کَائِنًا کَجَدَا الْبَدْرِ

ترجمہ:۔ اور تو (بصری، مکّی، مدنی اوّل حمصی کے لئے) یُسْحَبُوْنَ (رعْ) کو ترک کردے اور اُس کے (آیات میں شمار کرنے کے) تکلف کی گردن کو موڑ دے (کیونکہ اس پر آیت شمار کرنے سے فعل کو اس کے متعلق سے جُدا کردینے کا تکلف لازم آتا ہے۔ اور جب اس پر آیت شمار نہ کریں تو متعلق یعنی فِی الْحَمِیْمِ یُسْحَبُوْنَ کے متصل رہتا ہے۔ اور معنیٰ کے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری پیش نہیں آتی۔ اور تکلّف کی گردن موڑ دینے کا ذکر اس آیت کے معنیٰ سے مناسبت رکھتا ہے۔ کیوں کہ کافر کا زنجیروں میں

باندھکر کھینچنا۔ اُس کے اِس عمل کا بدلہ ہوگا کہ اُس نے دنیا میں ایمان کو ترک کرکے سلامتی کا طریقہ اپنانے کے بارے میں تکلف اختیار کیا تھا اور اس میں گرانی محسوس کی تھی۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخرت میں جو بدلہ ملے گا وہ دنیا کے اعمال کی جنس سے ملتا جلتا ہوگا۔ چنانچہ اس نے دُنیا میں ایمان لانے سے تکبّر اختیار کیا تھا اور اس تکبّر کے سبب گردن اُونچی کرلی تھی۔ اس لئے اس کو سزا بھی اس کے مناسب ہی ملے گی کہ اس کی گردن موڑی جائے گی۔ اور اس کو زنجیروں میں باندھ کر کھینچنے کے ذریعہ اس کے تکبّر اور بڑائی کو ذلت سے بدل دیں گے۔ پس ان چاؔر کے لئے یُسْحَبُوْنَ متروک ہے، اور وجوہ مدنی اوّل و مکّی کے لئے دوؔ ہیں (۱) ش (۲) قَبْ۔ اور بصری و حمصی کے لئے ایک ہے اور وہ ش ہے۔ کیونکہ ان دوؔنوں کے لئے فِی الْحَمِیْمِ متروک ہے اس لئے یُسْحَبُوْنَ کے شمار کرنے سے بعد والی آیت کا مختصر ہونا لازم نہیں آتا۔ اور باقی تینؔ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) مَوْ) اور تو (اُس) فِی الْحَمِیْمِ کو جو (اس یُسْحَبُوْنَ کے) بعد ہے (مکی و مدنی اوّل کے لئے آیات میں ایسے شمار سے) شمار کرلے (م) جو (مشاکلہ کی صنعت کے موجود ہونے کے سبب) بیجوں کی عطا (ور برکت و نعمت اور ان) کے پھل کی طرح ہے (کیوں کہ اس پر آیت شمار کرنا اس کو اُن پھلوں کی طرح بنا دیتا ہے۔ جو بیجوں کے اندر سے ملے جلے اور پاس پاس لگے ہوئے پیدا ہوتے ہیں اور اپنے لگنے کی جگہ کو خوب صورت اور رونق دار بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح قرآنی آیات بھی اپنے ان حصّوں کو خوب صورت بنا دیتی ہیں جن میں یہ ہوتی ہیں۔ اور جَدَا جیم کے فتحہ سے عَطَا کے معنیٰ میں ہے۔ پس جَدَا الْبَذْرِ کے معنیٰ ہیں بیجوں سے ظاہر ہونے والی برکت کی طرح اور بعض نسخوں میں جَدَا النُّذُرِ ہے، جس کے معنیٰ ہیں ڈرانے کی برکت۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ڈرانے کی برکت سے دوزخ میں لے جانے والے راستوں سے نجات نصیب ہوتی ہے۔ پس فِی الْحَمِیْمِ مکّی اور مدنی اوّل کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ، اور باقی پاؔنچ کے لئے متروک ہے (۱) ش (۲) قَبْ۔ اور ایک دَم دوؔنوں کے ترک کی وجہ بھی ہر ایک کے ترک کی علت کے جمع کرلینے سے معلوم ہوسکتی ہے)

فائدہ نمبر ۱:۔ یہاں یُسْحَبُوْنَ اور فِی الْحَمِیْمِ میں شمار والوں کے تینؔ فریق ہیں۔ (۱) مدنی اوّل، مکّی، ان کے لئے یُسْحَبُوْنَ پر آیت نہیں ہے اور فِی الْحَمِیْمِ پر ہے (۲) بصری و حمصی کیلئے دوؔنوں ہی پر نہیں ہے (۳) کوفی، دمشقی، مدنی اخیر کے لئے اوّل پر ہے ثانی پر نہیں۔

فائدہ نمبر ۲:۔ ان اختلاف والی نوؔ آیات میں سے بصری نے نمبر ۲ و نمبر ۴ کو لیا ہے۔ اس لئے ان

کی کُل آیات اَسّی اور دو بیاسی ہوگئیں۔ مدنی اوّل مکی نے ۲، ۴، ۶، ۹ ان چار کو، اور مدنی خیر نے ۲، ۴، ۷، ۸ ان چار کو اور حمصی نے ۲، ۴، ۵، ۶ ان چار کو لیا ہے۔ اس لئے ان چاروں کی، اور دوسرے الفاظ میں حجازی اور حمصی کی کُل آیات اَسّی اور چار چوراسی ہوگئیں۔ اور کوفی نے ۱، ۲، ۵، ۶، ۸ ان پانچ کو لیا ہے، اس لئے ان کی اَسّی اور پانچ پچاسی ہوگئیں۔ اور دمشقی نے ۳ تا ۸ ان چھ کو لیا ہے، اس لئے ان کی کُل آیات اَسّی اور چھ چھیاسی ہوگئیں۔

شبہ الفاصلہ آٹھ ہیں:۔ ۱ اَلْعِقَابِ (غ)، ۲، ۳ لَهُ الدِّيْنَ (غ دغ)، ۴ وَلَا شَفِيْعٍ (غ)، ۵ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ (غ)، ۶ مُدْبِرِيْنَ (غ)، ۷ وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ (غ)، ۸ وَالسَّلٰسِلُ (غ)۔

(۴۱) سُوْرَةُ فُصِّلَتْ (۶۱)

اِس میں ایک شعر ہے

اس کے نام تین ہیں۔ (۱) فُصِّلَتْ (۲) حٰمٓ السجدہ (۳) المصابیح۔ اور کوفی شمار پر اس کی نظیر سورۂ سبا ہے۔ اور باقی شماروں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات سات سو چھہتر اور حروف تین ہزار تین سو پانچ ہیں۔ اور فواصل مَنْ دَرَ ذَ بَصْطَظَضَ کے دس حروف ہیں۔ ۱ م: حٰمٓ (غ)، ۲ ن: يَعْلَمُوْنَ (غ)، ۳ د: وَثَمُوْدَ (غ)، ۴ ر: قَدِيْرٌ (غ)، ۵ ز: عَزِيْزٌ (غ)، ۶ ب: مُرِيْبٍ (غ)، ۷ ص: مَحِيْصٍ (غ)، ۸ ط: قَنُوْطٌ (غ)، ۹ ظ: غَلِيْظٍ (غ)، ۱۰ ض: عَرِيْضٍ (غ)۔

۲۰۷/۱ وَفِي فُصِّلَتْ كُوْفٍ (نَ)مَا(دَ)مُ وَ(صَ)دْرُهُمْ

ثَلَاثُ ثَمُوْدَ اعْدُدْ سِوَى الشَّامِ وَالْبَصْرِي

ترجمہ:۔ اور (سورۂ) فُصِّلَتْ (کی آیات کے شمار) میں کوفی (باقی چھ اماموں سے) زیادہ ہوگئے ہیں تو (اس شمار کے اہتمام پر) ہمیشگی کر (پس کوفی کے لئے فصلت کی کُل آیات چوّن ہیں

جو نون اور دال سے نکلی ہیں) اور ان (اماموں ہیں کے حجازی (کا شمار) تین (اور پچاس یعنی ترپن ۵۳ آیتیں) ہیں (اور مسکوت یعنی شامی اور بصری کے لئے آخری شمار سے ایک عدد کم یعنی باون ۵۲ ہیں۔ اور اس کے قرینے دو ۲ ہیں (۱) ناظم شمار کے بیان میں اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف آرہے ہیں (۲) آخری عدد کے بعد والا شمار یعنی چون ۵۴ کوفی کے لئے مقرر ہو چکا ہے۔ اس سورت کی باون ۵۲ آیات اجماعی اور ذیل کی دو ۲ اختلافی ہیں۔ بہ ۱ حٰمٓ (ع) کوفی ہے (۱) م (۲) کو (۳) ن (۴) تو۔ اور باقی چھ ۶ کے لئے متروک ہے۔ (۱) عکو (۲) ق) تو ۲ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (ع) کو شامی اور بصری کے سوا (باقی چار ۴ کے لئے سورت کی آیات میں) شمار کرے (پس وَثَمُوْدَ حجازی کوفی کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اغ۔ اور شامی بصری کے لئے متروک ہے (۱) عو (۲) عکو (۳) ق۔ پس کوفی نے ان دو ۲ نوں کو لیا ہے اس لئے ان کی چون ۵۴ ہو گئیں۔ اور حجازی نے صرف وَثَمُوْدَ کو لیا ہے اس لئے ان کی ترپن ۵۳ ہو گئیں۔ اور شامی اور بصری نے دو ۲ نوں میں سے کسی کو بھی نہیں لیا، اس لئے ان کی کل آیات باون ۵۲ ہی رہیں۔)

(اشبہ الفاصلہ دو ۲ ہیں: (۱) عَذَابًا شَدِیْدًا (ع) (۲) هُدًى وَّشِفَآءٌ (ع)۔)

(۴۲) سُوْرَةُ الشُّوْرٰى (۶۲)

اس میں دو ۲ شعر ہیں۔

مکی ہے، لیکن قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ (ع) سے عَذَابٌ شَدِیْدٌ تک کی چار ۴ آیتیں مدنی ہیں۔ اور ان کے نزول کا واقعہ یہ ہے کہ جب قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ والی آیت نازل ہوئی تو انصار میں سے ایک صاحب نے کہا کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی، اس پر اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى والی آیت اتری جس میں آیات کے جھٹلانے والوں کا رد مذکور ہے۔ اس پر وہ انصاری شرمندہ ہوئے اور توبہ کی اس کے بعد وَهُوَ الَّذِیْ سے شَدِیْدٌ تک کی دو ۲ آیتیں نازل ہوئیں، جن میں توبہ کے قبول فرمانے کی خوش خبری سنائی گئی۔ اور بعض کے قول پر وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ والی آیت بھی مدنی ہے جو اصحاب صفہ کی تشفی کے لئے نازل ہوئی۔ کیونکہ یہ حضرات مسکین و نادار تھے، اور بعض کے قول پر وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ (ع) سے مِنْ سَبِیْلٍ تک کی تین ۳ آیات بھی مدنی ہیں۔ اور حجازی، دمشقی، بصری شمار کی رو سے اس کی نظیر والمرسلٰت ہے۔ اور کوفی وحمصی شمار میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات آٹھ سو چھیاسٹھ ۸۶۶ اور حروف تین ہزار پانچ سو اٹھاسی ۳۵۸۸ ہیں۔ اور فواصل مَقْرَبٍ نَصَنٍ کے نو ۹ حروف ہیں بہ ۱ م ۱۱: حٰمٓ (ع)

۲ ق: عَسٓقٓ (ع)، ۳ لٓ: بِوَكِيۡلٍ (ط)، ۴ نٓرٓ: وَلَا نَصِيۡرٍ (ع)، ۵ بٓ: اُنِيۡبُ (ع)
۶ دٓ: شَدِيۡدٌ (ع)، ۷ زٓ: اَلۡحَزِيۡنُ (ع)، ۸ ضٓ: مَّحِيۡصٍ (ع)، ۹ نٓ: يَتَوَكَّلُوۡنَ (ع)۔

(۲۰۸/۱) وَخَمۡسُوۡنَ فِي الشُّوۡرٰى وَكُوۡفٍ يَزِيۡدُهَا مفعول اول
الٰى قَافَ كَالۡاَعۡلَامِ فِي اٰيَةِ الۡبَحۡرِ

ترجمہ:- اور (سورۃ) الشُّورٰی میں (کوفی وحمصی کے سوا سب یعنی حجازی، دمشقی، بصری کے لئے) پچاس (آیتیں) ہیں (اور یہاں پچاس کے شمار کا عموم اور اس کا سب اماموں کو شامل ہونا اطلاق سے نکلا ہے، کیونکہ پچاس کے عدد کو کسی امام کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے۔ اور جملۂ وَكُوۡفٍ الخ اس عموم سے استثناء کے مرتبہ میں ہے) اور کوفی اس (سُورت) میں عٓسٓقٓ سمیت (حٰمٓ اور اُس) كَالۡاَعۡلَامِ (ع) کو زیادہ کرتے ہیں جو بحر (کے ذکر) والی آیت میں ہے (اور وہ فِي الۡبَحۡرِ كَالۡاَعۡلَامِ ہے۔ پس کوفی کیلئے اِس سُورت کی کُل آیات ترپن ہیں اور حمصی کیلئے اکاون ہیں۔ اور تفصیل یہ ہے کہ اس سُورت کی پچاس آیتیں اجماعی اور ذیل کی تین اختلافی ہیں ۱ حٰمٓ کوفی ہے (۱) م (۲) کوٗ (۳) ن (۴) توٗ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے (۱) علکوٗ (۲) ق۔ ۲ عٓسٓقٓ کوفی وحمصی ہے (۱) م (۲) کوٗ (۳) ن۔ (۴) توٗ۔ باقی پانچ کے لئے متروک ہے (۱) علکوٗ (۲) ق ۳ كَالۡاَعۡلَامِ (ع) کوفی ہے (۱) م (۲) اَعٗ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے (۱) عوٗ (۲) ق۔ پس حجازی، دمشقی، بصری نے اِن تین میں سے ایک بھی نہیں لی۔ اس بناء پر ان کے لئے کُل آیات پچاس ہی رہیں۔ اور حمصی نے صرف ۲ عٓسٓقٓ کو لیا ہے اس لئے ان کی اکیاون ہو گئیں۔ اور کوفی نے تینوں کو لیا ہے۔ اس بناء پر ان کے لئے شورٰی کی کُل آیات ترپن ہو گئیں)

فائدہ:- بعض کے قول پر بصری نے پہلے وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ (ع) پر آیت شمار نہیں کی اور اس کے بجائے كَالۡاَعۡلَامِ (ع) پر شمار کی ہے۔ اور ہمدانی نے اس پر گرفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ پس حق یہ ہے کہ عَنۡ كَثِيۡرٍ (ع) پر باقی چھ کی طرح بصری کے لئے بھی آیت ہے اور كَالۡاَعۡلَامِ پر صرف کوفی کے لئے ہے۔ رہا اس سُورت کا دوسرا عَنۡ كَثِيۡرٍ (ع) سو اس پر اجماعاً آیت ہے اور اس کے ترک کے بارے میں کوئی ضعیف روایت بھی نہیں آئی۔

شبہ الفاصلہ کے گیارہ کلمات

جن میں سے تین کو ناظم نے واضح ہونے کی بنا پر بیان نہیں کیا۔

(۲۰۹/۲) دع المشرکین الدین الایمان مایشا

(عط ق)

ترکا و اسقاطا کترکک ما تشریہ

ء الا البلغ مع حجاب کما تشری

ای تبیعہ علی ید من سواک

(عط ق) (قض)

ترجمہ :- تو (کبر علی) المشرکین (ع اور اقیموا) الدین (ع اور ولا) الایمان (اور) مایشاء (ع، ع اور اس) الا البلغ کو جو (من ورای) حجاب (اور من طرف خفی اور حفیظا، عقیما ع) سمیت ہے (ان گیارہ کلمات کو ایسے ترک سے) ساقط کر دے جو اس (چیز کے ترک کر دینے) کی طرح ہے جسے تو (کسی دوسرے کے ہاتھ) بیچ دیتا ہے (اور اس کے بدلے میں کوئی اور چیز پیسے وغیرہ لے لیتا ہے۔ یعنی ہمیشہ کے لئے ترک کر دے۔ اور ان پر کبھی بھی آیت شمار نہ کرنا اور انہیں کلمات کے آیت میں شامل رکھنے پر اکتفا کر لینا جن پر اماموں نے آیت شمار کی ہے۔ جس طرح بیچی ہوئی چیز کے بجائے قیمت پر اکتفا کر لیتے ہیں۔)

سورۃ الزخرف (۴۳) (۶۳)

اس میں دو شعر ہیں

مکی ہے لیکن وسئل من ارسلنا یعنی ع کی آخری آیت مدنی ہے۔ اور شامی شمار میں، اس کی نظیر سورۃ القصص ہے۔ اور باقی شماروں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات آٹھ سو تینتیس ۸۳۳ اور حروف تین ہزار چار سو ۳۴۰۰ ہیں۔ اور فواصل منل کے تین حروف ہیں۔ ۱ م: حم (ع) ۲ ن: المبین (ع) ۳ ل: اسرائیل (ع)۔

= بجمیع الائمۃ تسعا و ثمانین آیۃ کما ھو المفھوم من الفاء والطاء۔

ای کن بھا فی ذھنک او عند الطلبۃ۔

(۲۱۰/۱) (منق) وفی الزخرف اعدد غیر شام (فجع) (طوی)

(۸۰) (۹) (حفظ ای ذا طوی۔)

بعقدر ما یشا ۲ ع ۳ علی ع و ما یشا ۲ ع ۹۶

(مفق) ظرف اوفتح ای کائنًا دون ھول۔

مَهِينٌ فَاسْقُطْ (دُ)ونَ (هُ)ولٍ وَّلَا ذُعْرٍ
(شامی) (کوفی) (فاصل)

ترجمہ:۔ اور تو (سورۃ) الزخرف میں شامی کے سوا (باقی پانچ کے لئے نواسی آیتیں) شمار کرلے پس تو (اس شمار کو دوسرے شماروں میں سے تلاش کر کے اپنے ذہن میں یا طلباء کے سامنے لے آ (اور پورے شوق کے ساتھ قبول کرلے) حالانکہ تو بھوک (والا اور شدید درجہ کے شوق سے اس کا تلاش کرنے والا) ہے (پس ان پانچوں اماموں کے لئے اس سورت کی کُل آیات نواسی ۸۹ ہیں۔ اور شامی کے لئے اس سے ایک عدد کم یعنی اٹھاسی ۸۸ ہیں۔ پس اس سورت کی اجماعی آیات اٹھاسی ۸۸ اور اختلافی دو ۲ ہیں۔ ع۱ حم (یا) کوفی ہے (۱) م (۲) گو (۳) ن (۴) تو۔ اور باقی چھ ۶ کے لئے متروک ہے (۱) عکو (۲) ق اور بم۲) تو (ھُوَ) مَهِينٌ (ع) کو (شامی اور کوفی کے لئے کسی) خوف اور گھبراہٹ کے بغیر ترک کردے (۱) قب (۲) عکو یعنی شامی اور کوفی دونوں ۲ کے لئے آیات کی تعداد کے نکالنے میں ہوشیاری سے کام لو۔ اور باقی چار ۴ کے لئے مَهِينٌ معدود ہے (۱) م (۲) اع۔ پس اختلاف والی دو ۲ میں سے شامی نے ایک بھی نہیں لی۔ اس لئے ان کی اٹھاسی ۸۸ ہی رہیں۔ اور کوفی نے ع۱ کو اور حجازی و بصری نے ع۲ کو لیا ہے۔ اس لئے ان پانچوں کی کُل آیات نواسی ۸۹ ہوگئیں۔)

فائدہ:۔ دُونَ هَوْلٍ وَّلَا ذُعْرٍ میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خوف اور گھبراہٹ سے محفوظ رہے۔ اور ان کا دشمن اپنے لشکر سمیت دریا میں غرق ہوگیا۔

شبہ الفاصلہ کے دو ۲ کلمے اور شبہ الوسط کا ایک ۱ کلمہ

(مث) (عظ) (مف)

۲۱۱/۲ وَدَعْ مِنْ نَّذِيرٍ وَّالسَّبِيلِ لِكُلِّهِمْ

ای کل الائمۃ ای وانت منبع علی یسر

فا (مف)

وَقَدْ عَدَّ إِسْرَآءِيلَ كُلٌّ عَلَىٰ يُسْرٍ
(تع) (مس ۱)

ترجمہ:۔ اور تو مِنْ نَّذِيرٍ (ع) اور (عن) السَّبِيلِ (ع) کو اُن (اماموں) میں کے سب کے لئے ترک کردے (پس یہ دونوں شبہ الفاصلہ ہیں) اور بلاشک (مثلاً لَبَنِيَ) إِسْرَآءِيلَ (ع) کو سب (اماموں) نے (آیات میں) شمار کیا ہے (پس اس کے متروک ہونے کا وہم نہ ہونا چاہیئے۔ اور تو اس سورت میں) آسانی پر ہے (کیونکہ اس میں شبہ الفاصلہ اور متروک کلمات اور اسی طرح اختلاف والی آیتیں

کم ہیں اس لئے مقصد آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔)

فائدہ:۔ سورۃ الزخرف مکّی ہے لیکن ایک آیت مدنی ہے۔ اور وہ منار الہدیٰ کے قول پر وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا اور حسینی کے قول پر فَاسْتَخَفَّ قَوْمَہٗ ہے۔

سُوْرَةُ الدُّخَانِ وَالشَّرِيعَةِ وَالْأَحْقَافِ وَمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اِن میں آٹھ شعر ہیں

(۴۴) سُوْرَةُ الدُّخَانِ (۶۴):۔ اجماعاً مکّی ہے۔ اور صرف مدنی اوّل کی رو سے اس کی نظیر سورۃ المدثر ہے اور باقی شماروں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات تین سو چھیالیس (۳۴۶) اور حروف ایک ہزار چار سو اکتیس (۱۴۳۱) ہیں۔ اور فواصل مِنْ کے ڈو حروف ہیں م ۱ مٓ (۱۵): حٰمٓ (ع) ۲ نٓ (۴۴): اَلْمُبِیْنِ (ع)۔

(۲۱۲/۱) وَكُوفٍ لَّهٗ عَدُّ الدُّخَانِ (خ) نَدًى (ص) طَوَى
(بًا) لہٗ متعلق بعدُّ (بث) (۵۰)

وَسَبْعٌ عَنِ الْبَصْرِيْ (منص) وَسِتٌّ (۹) عَنِ الْأُكْثُرِ
(حجازی، شامی) ای وآیہا سبعٌ

ترجمہ:۔ اور کوفی جو ہیں ان کے لئے دُخان (کی آیتوں) کا شمار کرنا (ایسی) بخشش (اور عطا) ہے جو (دوسرے شماروں کو بھی) شامل ہوگئی ہے (کیونکہ کوفی کے لئے دُخان کی کُل آیات اُنسٹھ (۵۹) ہیں۔ اور باقی شماروں میں اس سے کم ہیں۔ اس لئے کوفی شمار ان سب کو شامل ہے) اور (یہ دخان کی آیتیں ایسی) سات (اور پچاس یعنی ستاون (۵۷)) ہیں جو بصری کے لئے ہیں اور (اس کی آیات ایسی) چھ (اور پچاس یعنی چھپن (۵۶)) ہیں جو کُثر (یعنی حجازی و شامی) کے لئے ہیں (پس دُخان کی کُل آیات حجازی شامی چھپن (۵۶)، بصری ستاون (۵۷)، کوفی اُنسٹھ (۵۹) ہیں۔ ان میں سے پچپن (۵۵) اجماعی اور چار (۴) اختلافی ہیں۔ م ۱ حٰمٓ (ع) کوفی ہے۔ (۱) م (۲) کوُ (۳)، ن (۴) تو۔ اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت نہیں ہے۔ (۱) عکوٌ (۲) ق)

(۲۱۳/۲) یَقُوْلُوْنَ عَنْ کُوْفِیِّهِمْ فِی الْبُطُوْنِ دَعْ

دَ وَ اِ لدَّآءِ وَ الزَّقُّوْمِ دَعْ رِبَا الَّذْ كَا جَهِرْ

ترجمہ:- (اور) تو (اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ (رعٓ) کو اُن (میں) کے کوفی کے لئے (آیات میں شمار کرلے (۱) م (۲) اَعْ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے (۱) ش (۲) ق اور) تو فِی الْبُطُوْنِ (رعٓ) کو (شامی یعنی دمشقی اور مدنی اول کے لئے) ترک کردے (اور اس فِی الْبُطُوْنِ کے مصداق یعنی کفار کے پیٹوں میں جو کھولتا ہوا پانی ہوگا اُس میں کفر و شرک کی) بیماری کی دَوا ہے (یعنی اس سزا کا ذکر سُننے سے دل لرز جاتے ہیں اور خوش نصیب لوگوں کو کفر و شرک اور گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق میسر آجاتی ہے۔ پس فِی الْبُطُوْنِ ان دونوں کے لئے متروک ہے (۱) قبؔ (۲) ش، اور باقی پانچ کیلئے معدود ہے۔ (۱) م (۲) اَعْ) اور تو (اس اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (رعٓ) کو (مدنی اخیر اور مکی اور حمصی کے لئے) ترک کردے (۱) ش (۲) قبؔ) جو بھڑکتی ہوئی (اور شعلہ والی آگ سے یعنی) چنگاری سے (ملا ہوا) ہے (کیونکہ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ. صٓفّٰت (رعٓ) کے مطابق زقوم دوزخ کی جڑمیں سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کا آگ پر مشتمل ہونا ظاہر ہے۔ اور باقی چار کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ)

فائدہ:- یہاں اَلزَّقُّوْمِ اور اَلْبُطُوْنِ میں شمار والوں کے تین فریق ہیں (۱) مدنی اول، دمشقی ان کے لئے اَلزَّقُّوْمِ پر ہے اور اَلْبُطُوْنِ پر نہیں (۲) مدنی اخیر، مکی حمصی ان کے لئے ۱ کا عکس ہے یعنی اَلزَّقُّوْمِ پر نہیں ہے اور اَلْبُطُوْنِ پر ہے۔ (۳) عراقی کے لئے دونوں پر ہے۔ پس کوفی نے اِن چاروں کو لیا ہے اس لئے ان کی انسٹھ ہوگئیں۔ اور بصری نے ۳ اَلْبُطُوْنِ (رعٓ) ۴ اَلزَّقُّوْمِ (رعٓ) کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی ستاون ہوگئیں۔ اور مدنی اول و دمشقی نے ۴ اَلزَّقُّوْمِ (رعٓ) کو اور مدنی اخیر و مکی، حمصی نے ۳ فِی الْبُطُوْنِ (رعٓ) کو لیا ہے اس لئے حجازی و شامی کی چھپن ہوگئیں۔

شبہ الفاصلہ دو ہیں: ۱ وَ يُمِيْتُ (رعٓ)، ۲ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ (رعٓ)۔

(۴۵) سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ اور سُوْرَةُ الشَّرِيْعَةِ (۶۵)

اور ناظمؒ نے ان میں سے دوسرا ہی نام استعمال کیا ہے۔ یہ مکی ہے۔ اور ابن عباسؓ اور قتادہؓ کے

ے اس کا تیسرا نام سورۃ الدھر بھی ہے (اتقان) ۱۲

قول پر قُلْ لِّلَّذِيْنَ (ع) مدنی ہے۔ اور حجازی، شامی، بصری شمار میں اس کی نظیر سورۃ التطفیف ہے۔ اور کوفی میں اس کی نظیر نہیں ہے، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی سُورت بھی سینتیس ۳۷ آیتوں والی نہیں ہے۔ اس کے کلمات چار سو اٹھاسی ۴۸۸ اور حروف دو ہزار ایک سو اکیانوے ۲۱۹۱ ہیں۔ اور فواصل مَنْ کے دو ۲ حروف ہیں (۱) مٓ : حٰمٓ ، اَلْحَكِيْمُ (ع) (۲) نَ ۳۰ : لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (ع)۔

(۴۶) سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ (۶۶)

اجماعًا مکی ہے۔ لیکن ابنِ عباسؓ و قتادہؒ کے ارشاد کی رُو سے قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ (ع) سے اَلظّٰلِمِيْنَ تک کی ایک ۱ آیت مدنی ہے۔ جو عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہٗ کی تعریف میں نازل ہوئی اور حسینی کے قول پر وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ (ع) اور تُدَمِّرُ (ع)۔ اور اتحاف و منار الہدیٰ کی رو سے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ (ع) یہ تین ۳ بھی مدنی ہیں۔ اور بصری و شامی شمار کی رو سے اس کی نظیر سُورۂ لقمٰن ہے۔ اور باقی چار ۴ شماروں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات چھ سو چوالیس ۶۴۴ اور حروف دو ہزار چھ سو ۲۶۰۰ ہیں۔ اور فواصِل مَنْرَ کے تین ۳ حروف ہیں۔ (۱) مٓ : حٰمٓ ، اَلْحَكِيْمُ (ع) (۲) نَ ۲۶ : مُعْرِضُوْنَ (ع) (۳) رَ ۱ : قَدِيْرٌ (ع)۔

(۲۱۴/۳)

(خَبَرٌ ثَانٍ)
وَكُوْفِيُّهُمْ عَدَّ الشَّرِيْعَةَ (ب) لِّهِ (خَبَرٌ اَوَّلُ) قُفًا (۳۰)
(مُتَّصِحٌ) (مُتَّصِحٌ) (اَضِعُ)
(ز) هَبُرًا وَّ فِي الْاَحْقَافِ (۷) عَنْهُ (اَحْسُوْ) لِهِيْ (۳۰) (ح) (ن) هَبُّ (۵)

آيِ اللُّهِيِ الْمُنَوَّرَةِ (اَلْمَقْطُوْعَةِ) (ن) هَبْرٌ (تَقْطَعُ) کا مصدر ہے، یا هَبِرٌ (س، اونٹ پر گوشت ہوا) سے صفت کا صیغہ ہے جو اصل میں هَبِرٌ (بہت گوشت والا اونٹ) تھا پھر تخفیفًا با کو ساکن کردیا

ترجمہ :۔ اور اُن (اماموں) میں کے کوفی نے (سُورۃ) الشّریعۃ (یعنی جاثیہ کی آیات) کو شمار کیا ہے (نیز) اُن (کوفی) نے اس (شمار) کو جمع کیا ہے حالانکہ یہ (شمار) حُسن (اور سفیدی والا) ہے (یعنی نہایت صاف اور کدورتوں سے پاک ہے۔ پس کوفی کے لئے سُورۃ الشریعۃ کی آیات سینتیس ۳۷ ہیں جو لام اور زا سے نکلی ہیں اور باقی چھ ۶ کے لئے اس سے ایک عدد کم یعنی چھتیس ۳۶ ہیں پس اس سُورت کی چھتیس ۳۶ آیات اجماعی اور ایک ۱ اختلافی ہے۔ اور وہ حٰمٓ ہے۔ اس کو کوفی نے شمار کیا ہے (۱) م (۲) کوٗ (۳) ن (۴) تو۔ اِس لئے اِن کی سینتیس ۳۷ ہو گئیں۔ اور باقی چھ ۶ نے اس کو نہیں لیا۔ (۱) عکوٗ (۲) ق۔ اس لئے ان کی چھتیس ۳۶ ہی رہیں) اور (سُورۃ) الاحقاف میں اُن (کوفی)

کے لئے (بہت سے) عطیے ہیں جو (تقسیم کرنے کے لئے) قطع کئے ہوئے (اور ٹکڑے کئے ہوئے) ہیں (یعنی احقاف کی آیات پھلوں وغیرہ کے اُن عطیوں کی طرح ہیں جن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے تقسیم کرنے کے لئے رکھ لیتے ہیں یا اور احقاف میں اُن کوفی کے لئے تفریح کی غرض پُرگوشت اونٹ کی سواری کا ترک کردینا ہے۔ کیونکہ ان آیات ہی سے دائمی اور ابدی تفریح حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کسی اور تفریح کی حاجت باقی نہیں رہتی۔ پس کوفی کے لئے احقاف کی کُل آیات پینتیس ۳۵ ہیں جو لام اور ہا سے نکلی ہیں۔ کیونکہ حٰمٓ کو کوفی نے شمار کیا ہے (۱) م (۲) گو (۳) ن (۴) تو۔ اس لئے ان کی کُل آیات پینتیس ۳۵ ہوگئیں۔ اور باقی چھ نے اس کو نہیں لیا (۱) عکو (۲) ق۔ اس لئے ان کی کُل آیات چونتیس ۳۴ ہی رہیں۔)

شبہ الفاصلہ کے پانچ کلمات

(۲۱۵/۴) تُفِيضُونَ (راضی) دعہ تَمْلِكُونَ (مفسیر) وَيَجْحَدُو (عنطق) (عنط ۳)
نَ وَالْهُونِ (اضص) أُخْرَى يُوعَدُونَ (اضص) لَدَى الْحَشْرِ (نظص) (عنط) (عنطق)

ترجمہ:- تو (بما) تُفِيضُونَ (اور فلا) تَمْلِكُونَ اور (اذ کانوا) يَجْحَدُونَ اور (عذاب) الْهُونِ (اور اس) دوسرے (يَوْمَ يَرَوْنَ مَا) يُوعَدُونَ کو (ترک کردے) جو (قیامت میں لوگوں کے) جمع کئے جانے (کے ذکر والی آیت) میں ہے (یعنی) اُس (مذکور) کو (یا ان پانچوں میں سے ہر ایک کو) ترک کردے۔ (رہا پہلا کانوا یوعدون ع، سو وہ اجماعاً معدود ہے)

(۴۷) سُورَۃُ الْقِتَالِ وَسُورَۃُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۹۵)

مشہور قول پر مدنی ہے۔ اور بعض کے یہاں مکی ہے۔ اور بعض کے ارشاد کی رو سے ہجرت کے وقت مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی۔ اتحاف اور منار الہدیٰ کے قول پر آیت وَكَأَيِّنْ مِنْ مکی ہے اور حُسینی کے قول پر آیت وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ ہجرت کے سفر کے وقت راستہ میں نازل ہوئی حجازی اور دمشقی شمار پر اس کی نظیر سورۃ القیمہ ہے۔ اور کوفی، بصری، حمصی شمار پر کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات پانچ سو انتالیس ۵۳۹ اور حروف دو ہزار تین سو انچاس ۲۳۴۹ ہیں۔ اور فواصل منقان

کے پانچ حروف ہیں۔ ۱۔ مٓ: اَعْمَالَهُمْ (ءٓ) ۲۔ بٓ: اَلرِّقَابِ (ءٓ) ۳۔ قٓ: اَلْوَثَاقَ (ءٓ)
۴۔ آ: اَمْثَالُهَا (ءٓ) ۵۔ نٓ: لِلشّٰرِبِيْنَ (ءٓ)۔

اَیْ وَعَدُّ السُّوْرَةِ الْكَائِنَةِ تَحْتَ الْاَحْقَافِ اَرْبَعُوْنَ اٰيَةً كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ مِيْمُ مُدَّ۔

(۲۱۶/۵) وَتَحْتُ لِبَصْرٍ (مفمٌ) مُدَّ (فمٌ) كُوْفٍ ثَمَانِيًا
(متعلق بعدٌ) (۴۰) (مسٌ)

وَبَصْرٍ لَّهٗ (ای عُدَّ لَہٗ) لِلشّٰرِبِيْنَ (خ) لَدَى الْخَمْرِ (طص اوظح)
(ب) (ممثمٌ) (مفمٌ)

ترجمہ :- اور بصری (اور حمصی) کے لئے (اس سُورت کی آیتوں کا شمار جو اس احقاف کے) نیچے ہے (چالیس آیتیں ہے) اُس (بصری) نے (اپنے اس شمار کو اوروں سے) لمبا (اور زیادہ) کر دیا ہے (کیونکہ باقی شماروں میں اس کی آیات چالیس سے کم ہیں۔ یا اُس سُورت کا شمار جو احقاف کے نیچے ہے بصری کے لئے لمبا کر دیا گیا ہے[1]۔ اس تقدیر پر پہلے جملۂ اسمیہ میں خبر کے مقدر ماننے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اور) کوفی نے (اس سُورت کی) آٹھ (اور تیس یعنی اڑتیس ۳۸ آیتیں شمار کی ہیں۔ اور شعر ۲۶/۳۲ والی اصطلاح سے نکل آیا کہ باقی چار کے لئے آخری عدد سے ایک عدد زائد یعنی اُنتالیس ۳۹ ہیں۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ یہاں چالیس ۴۰ اور اڑتیس ۳۸ کے درمیان والے عدد کو ترک کر دیا ہے۔ پس اس سُورت کی کُل آیات کوفی اڑتیس ۳۸، حجازی، دمشقی اُنتالیس ۳۹ اور بصری حمصی چالیس ۴۰ ہیں[2]۔) اور بصری (اور حمصی) جو ہیں تو ان کے لئے (اس کلمہ) لِلشّٰرِبِيْنَ (ءٓ) کو (اس سُورت کی آیات میں شمار کرلے (۱) تو (۲) اَغٓ) جو خمر کے پاس (یعنی اُس کے بعد) ہے (اور یہ قید لِلشّٰرِبِيْنَ کے موقع کے واضح کرنے کیلئے ہے نہ کہ احترازی جس سے کسی کلمہ کا نکالنا اور حکم سے جُدا کرنا منظور ہوتا ہے۔ اور باقی پانچ کے لئے اس پر آیت نہیں ہے۔ عمٌ)

(۲۱۷/۶) وَاَوْزَارَهَا (حفٌ) (مفقٌ) دَعْ (ھَادِيًا) (کوفی) وَّرُءُوْسُهَا (ب)

(ای ترک اوزارھا...) ← كَمَا هُمْ وَتَقْوَاهُمْ (منقصطٌ) وَاَمْثَالُهَا تَجْرِیْ (خ)

ترجمہ :- اور تو اَوْزَارَهَا (ءٓ) کو (کوفی اور حمصی کے لئے) ترک کر دے (عوٌ) حالانکہ تو

[1] ای مُدَّ ۱۲

[2] جن میں سے (۳۶) اجماعی اور سات اختلافی ہیں لیکن ناظم رح نے صرف دو بیان کی ہیں ۱۲

(اپنے طلبا کو باسُل صحیح اور تحقیق والی بات کی) ہدایت کرنے والا ہے (اور باقی پانچ کے لئے اَوۡزَارَهَا معدود ہے (۱) ک (۲) م)۔ رہیں باقی پانچ سووہ فائدہ ۲ میں آرہی ہیں اور سعادت واتحاف سے لی ہیں) اور اس (سورت کی آیتوں) کے (آخری) سرے هُمْ اور تَقْوٰهُمْ اور اَمْثَالُهَا کے جاری ہونے کی طرح جاری ہوتے ہیں (یعنی اس کی آیتوں کے آخری سرے جمع کی میم پر جو هُمْ اوکُمْ میں آرہا ہے۔ اور واحد مؤنث غائب کی ضمیر یعنی هَا پر ختم ہوتے ہیں اور تفصیل یہ ہے کہ اَمْثَالُهَا (عْ) اور اَقْفَالُهَا (عْ) یہ دو ۲ اجماعی اور اَوۡزَارَهَا اختلافی۔ یہ تین ۳ تو هَا اور الف پر ہیں۔ اور اختلافی میں سے اَلرِّقَابِ بَا پر، اَلْوَثَاقَ قَاف پر لِلشّٰرِبِيْنَ نون پر ہیں۔ چھ ۶ تو یہ ہوگئیں۔ رہیں باقی سینتیس ۳۷، سووہ سب هُمْ اور كُمْ پر ہیں۔ جن میں سے مِنْهُمْ، بَالَهُمْ، اَفَلَا اَمْثَالُكُمْ یہ تین اختلافی اور باقی چونتیس ۳۴ اجماعی ہیں۔)

فائدہ ۱:۔ هُمْ کسی آیت میں بھی اس سورت کا کامل فاصلہ نہیں ہے بلکہ یہ جس جگہ بھی آیا ہے آیت کے آخری سرے والے کلمہ کا جزو بن کر استعمال ہوا ہے۔ پس ناظم رحمہ اللہ نے كَمَاهُمْ میں هُمْ کا ذکر کامل فاصلہ ہونے کی حیثیت سے نہیں کیا۔ بلکہ اس اعتبار سے کیا ہے کہ یہ فاصلہ کی مثال ہے جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اس سورت کی آیتیں جمع کے میم اور ہا اور الف پر ختم ہوتی ہیں۔ اور نظم میں گنجائش نہ ہونے کے سبب اور موقعوں میں بھی یہ صورت اختیار کر لیتے ہیں کہ قرآنی کلمہ کا کچھ حصہ لے آتے ہیں اور اس کے بعض حروف کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اس کی مثالیں نظم میں بکثرت موجود ہیں۔ اور کبھی مثال بیان کرنے کے لئے ایسا کلمہ بھی لے آتے ہیں جو قرآن میں سے نہیں ہوتا چنانچہ ایک قول پر موصوف کے قصیدۂ لامیہ شاطبیہ کا اُدْهِلَا شعر ۱۲ بَابُ الْهَمْزِ الْمُفْرَدِ بھی اسی قبیل سے ہے۔ جس کو واجب ابدال کی مثال پیش کرنے کی غرض سے لائے ہیں حالانکہ یہ قرآنی کلمہ نہیں ہے۔

فائدہ ۲:۔ اس سورت کی چھتیس ۳۶ آیات اجماعی اور ذیل کی سات ۷ اختلافی ہیں۔

(۱) اَلرِّقَابِ (عْ) گو (۲) اَلْوَثَاقَ (عْ) گو (۳) لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ (عْ) (۱) م (۲) گو تینوں ۳ حمصی کے لئے معدود ہیں۔ اور وجوہ اُن علامتوں سے ظاہر ہیں جو اِن تینوں ۳ میں سے ہر ایک کے ساتھ درج ہیں۔ اور باقی چھ ۶ کے لئے تینوں ۳ متروک ہیں۔ اور وجوہ ۱ اور ۲ میں ق، اور ۳ میں (۱) ق (۲) ش ہیں۔ (۴) اَوۡزَارَهَا (عْ) کوفی وحمصی کے لئے متروک ہے۔ عو۔ اور باقی پانچ ۵ کے لئے معدود ہے (۱) ک (۲) م۔ (۵) وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ (عْ) قب (۶) اَفَلَا اَمْثَالُكُمْ (عْ) (۱) قب (۲) عکو دونوں ۲ حمصی کے لئے متروک ہیں۔ اور وجوہ علامات سے ظاہر ہیں۔ اور باقی چھ ۶ کے لئے دونوں

معدود ہیں۔ اور وجوہ بَالَهُمْ میں دو ہیں (۱) م (۲) اَغ اور اَقْدَامَكُمْ میں ایک ہے اور وہ م ہے۔ (۷) لِلشّٰرِبِيْنَ (رغ) بصری حمصی کے لئے معدود ہے (۱) تو (۲) اَغ۔ اور باقی پانچ کے لئے متروک ہے۔ عم۔

پس ان سات میں سے بصری نے ۴ تا ۷ ان چار کو لیا ہے۔ اور حمصی نے ۱ تا ۳ اور ۷ ان چار کو لیا ہے۔ پس یہ چار چار اجماعی چھتیس ۳۶ میں مل کر ان دونوں کی کل آیات چالیس ۴۰ ہوگئیں اور حجازی دمشقی نے ۴ تا ۶ ان تین کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی انتالیس ۳۹ ہوگئیں۔ اور کوفی نے صرف ۵ و ۶ ان دو کو شمار کیا ہے اس لئے ان کی کل آیات اڑتیس ۳۸ ہوگئیں۔

(٢١٦/٧) وَأَمْعَاءَهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَهْوَاءِهُمْ مَّعًا

(۱) یہاں اَهْوَاءَهُمْ سے دونوں لفظ مراد لئے ہیں۔ اس کے قرینے دو ہیں (۱) بَیْنَ کی اضافت متعدد کی طرف ہوا کرتی ہے۔ (۲) لفظ مَعًا جو مُصْطَلِحِیْنَ مُقْتَرِنِیْنَ مُجْتَمِعِیْنَ کے معنی دیتا ہے۔

فَتَعْسًا لَّهُمْ دَعْهُ وَأَشْرَاطُهَا وَازْرِ

یعنی ازراء علیہ

ترجمہ:۔ اور (وہ فَقَطَعَ) اَمْعَاءَهُمْ (بھی آیات میں شمار کیا گیا ہے) جو (وَاتَّبَعُوْا) اَهْوَاءَهُمْ کے (دو لفظوں کے) درمیان ہے حالانکہ یہ (اَهْوَاءَهُمْ کے) دونوں (لفظ شمار میں ایک دوسرے سے) مل کر آنے والے ہیں (اور مقصد یہ ہے کہ اَمْعَاءَهُمْ کے فاصلہ اور آیت کے آخری سرے کی دونوں جانبوں میں اَهْوَاءَهُمْ کے دو فاصلے آرہے ہیں۔ اور ان کی ترتیب یہ ہے۔ اَهْوَاءَهُمْ اَمْعَاءَهُمْ۔ اَهْوَاءَهُمْ۔ اور ان تینوں کے ابتدائی سرے اَفَمَنْ كَانَ۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ ہیں۔ اور ان میں سے دوسری یعنی مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ والی آیت سورت کی سب آیتوں سے زیادہ طویل ہے اور) تو (كَفَرُوْا) فَتَعْسًا لَّهُمْ (رغ) اور (فَقَدْ جَآءَ) اَشْرَاطُهَا (رغ) کو (یعنی اُس (مذکور) کو (یا ان دونوں میں سے ہر ایک کو) ترک کردے اور (ان پہ کسی کے لئے بھی آیت شمار نہ کر۔ اور تو اُن کفار و منافقین پہ) عیب لگا (اور ان سے بیزاری اختیار کر جو ان چار آیتوں میں مذکور ہیں اور ان میں جو بدترین عادتیں ہیں اُن کو ہرگز اختیار نہ کر)

شبہ الفاصلہ کے بارہ ۱۲ کلمات

"جن میں سے نو اجماعًا متروک ہیں۔ اور تین ۳ پر صرف حمصی کے لئے آیت ہے اور شبہ الوسط کا ایک کلمہ۔"

(۲۱۹/۸) اَرَيۡنٰكَهُمۡ وَالۡمُتَّقُوۡنَ الرِّقَابِ وَالۡ
(مفق) (عط) (عطق) (خ)

كان في الاصل مُدْرِيَا ثم سُكِّنَ الياء على لغة ربيعة.

وَثَاقَ فَدَعۡ اَقۡفَالَهَا اَعۡدُ دُوۡكُنۡ مُّدۡرِيۡ
(عط) (زائد) (مفق) (خبر كن)

ترجمہ :- (۱ ببعض ع ۲ فتعسا لهم ۳ من قبلهم ۴ عليهم ع حسينى ۵ لاريناكهم (۶ بسيماهم ع) اور (۷ وعد) المتقون (۸ انفا ع) (اور ۹ الرقاب اور (۱۰ الوثاق (۱۱ لانتصر منهم ع ۱۲ اشراطها ع) كو ترك كرے (اور) اقفالها ع كو (سب كيلئے آيات ہيں) شمار كرے اور تو (اُن اجماعى اور اختلافى شمار والے كلمات كا اپنے سوا دوسرے حضرات كو بھى) سكھانے والا بن جا (جو ميں نے بيان كى ہيں)۔

وَمِنۡ سُوۡرَةِ الۡفَتۡحِ اِلٰى سُوۡرَةِ الۡقَمَرِ

سورة الفتح سے سورة القمر كے شروع يعنى نجم كے آخر تك

ان ميں آٹھ شعر ہيں

(۴۸) سُوۡرَةُ الۡفَتۡحِ (۱۱۱) مدنى ہے، اور صحيح يہ ہے كہ ۶ھ ميں اُس وقت نازل ہوئى جب نبى كريم صلى الله عليه وسلم حديبيہ اور ثمنيہ سے واپس ہوكر مدينہ تشريف لے جارہے تھے۔ اس لئے اس كو مدنى كہتے ہيں۔ اور اس كى نظير بصرى شمار پر الٓمّٓ السجدہ اور كوفى شمار پر الحديد، التكوير، اور دمشقى ميں نوح اور التكوير۔ اور حمصى ميں اور مكى ميں اور مدينہ والوں ميں سے شيبہ كے شمار ميں التكوير ہے۔ اور مدينہ والوں ميں سے ابو جعفر كے شمار ميں اس كى نظير نہيں ہے۔ اس كے كلمات پانچ سو تيس (۵۳۰) اور حروف دو ہزار چار سو اڑتيس (۲۴۳۸) ہيں۔ اور اس كے سب فواصل الف پر ہيں۔ مُبِيۡنًا (ع)۔

(۲۲۰/۱) وَفَتۡحٌ اَكِلَا رِطۡبٌ يُسۡلِمُوۡنَ مُقَصِّرِ
(ب) (۲۰) (قو) (۹) (مس) (مفتوح) (عطق)
اى كائن فى كلاهما (خ) ۱ (ع) ۲ (ع)

نَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اُتۡرُكۡ تَخَافُوۡنَ وَاسۡتَقِرۡ
(عطق) (عطق) (مس)
۳ (ع) ۴ (ع)

ترجمہ:۔ اور (سُورۃ الفتح (کی آیتوں کا شمار ناقلین کی) حفاظت میں) ہے تو (اس حفاظت کے سبب) خوش ہوجا۔ (کیونکہ اس حفاظت ہی کے سبب ایسا شمار میسّر آگیا جو شبہ اور غلطی سے بالکل پاک ہے۔ پس اس سُورت کی کُل آیات اجماعاً اُنتیس ۲۹ ہیں جو کاف اور طا سے نکلی ہیں) اور تو یُسۡلِمُوۡنَ (بع اور ق) مُقَصِّرِيۡنَ (ع اور) اٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ (ع اور لا) تَخَافُوۡنَ (ع) کو ترک کرے اور (اس سُورت کے متروک معدود دونوں طرح کے الفاظ کو) تلاش کرلے (پس جن الفاظ میں مشاکلہ ہو اور الف پر ختم ہوتے ہوں اُن پر آیت شمار کرلو، اور جو ایسے نہ ہوں اُن پر شمار نہ کرو۔ اسی لئے اَلسُّجُوۡدِ اور فِی الۡاِنۡجِيۡلِ اور بِهِمُ الۡكُفَّارَ (ع) یہ تینوں بھی متروک ہیں۔)

(۲۲۱/۲) شَدِيۡدٍ كَذَا اتۡرُكۡ اٰمِنِيۡنَ وَتِلۡوُ حِجۡرٍ

يَدًا اَقَافَ اَمۡرُ ذَهَبٍ لِّلۡعِبَادِ اتۡرُكَنۡ وَافِرٍ

ترجمہ:۔ اور تو ایسا ہی شَدِيۡدٍ (بع اور) اٰمِنِيۡنَ (ع) کو (بھی ایسے ترک سے) ترک کرے جو اِس (يُسۡلِمُوۡنَ سے تَخَافُوۡنَ تک کے چار کلمات کے مجموعہ کے ترک کرنے) کی طرح ہے (پس يُسۡلِمُوۡنَ سے اٰمِنِيۡنَ تک کے چھ کلمات شبہ الفاصلہ ہیں۔)

(۴۹) سُوۡرَةُ الۡحُجُرٰتِ (۱۶)

اجماعاً مدنی ہے۔ اس کی نظیر حجازی اور عراقی میں صرف التغابن اور شامی میں التغابن اور علق ہے اس کے کلمات تین سو تینتالیس ۳۴۳ اور حروف چودہ سو چھیتر ۱۴۷۶ ہیں۔ اور فواصل مَنَرَ کے تین حروف ہیں۔ علم: عَلِيۡمٌ (ع)، ۲ ن: لَا تَشۡعُرُوۡنَ (ع)، ۳ ر: خَبِيۡرٌ (ع)۔

اور (اس سُورۃ الفتح کے) بعد آنے والی (سُورۃ الحجرات) جو ہے تو (اس کی آیتوں کے شمار کرنے کے ذریعہ ثواب کی) نعمت جمع کرے (پس اس کی کُل آیات اجماعاً اٹھارہ ۱۸ ہیں جو حا اور یا سے نکلی ہیں)

(۵۰) سُوۡرَةُ قٓ اور سُوۡرَةُ الۡبٰسِقٰتِ (۳۴)

اکثر کے قول پر مکّی ہے۔ اور ابنِ عباسؓ اور قتادہؒ کی ایک روایت پر مدنی ہے جو یہود کے بارے میں

آئی ہے۔ اور حسینی کے قول پر صرف آیت ۳۸ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ (ع۳) مدنی ہے۔ اور اس کی نظیر مدنی اوّل اور مکّی میں فاطر اور نٰزعٰت ہے۔ اور بصری شمار میں الرعد، فاطر، نٰزعٰت ہے۔ اور کوفی شمار پر صرف فاطر ہے۔ اور مدنی اخیر اور شامی کی رو سے صرف والنّٰزعٰت ہے۔ اس کے کلمات تین سو پچھتّر ۳۷۵ اور حروف چودہ سو چوہتّر ۱۴۷۴ ہیں۔ اور فواصل طب صد رظج یا دب ظج طصر کے سات حرف ہیں:
۱ د: اَلْمَجِيْدِ (ع۱) ۲ ب: عَجِيْبٌ (ع۱) ۳ ظ: حَفِيْظٌ (ع۱) ۴ ج: مَرِيْجٍ (ع۱) ۵ ط: لُوْطٍ (ع۱) ۶ ص: مَحِيْصٍ (ع۳) ۷ ر: اَلْمَصِيْرُ (ع۳)۔

تو (سُورۂ) قٓ (کی آیات کے شمار) کو (حجرات کے شمار سے) جُدا کر دے (اور اس کے برابر خیال نہ کر نیز اس قٓ کے شمار کو ثابت اور صحیح) جان لے (اور اس میں شبہ نہ کر پس قٓ کی کُل آیات پینتالیس ۴۵ ہیں جو میم اور ھا سے نکلی ہیں۔ اور) تو (رِزْقًا) لِّلْعِبَادِ (ع۱) کو ضرور ترک کر دے۔ (پس یہ شبہ الفاصلہ ہے) اور (اس کو اُن کلمات سے بالکل) منقطع (اور جُدا) کر دے (جن پر اس سُورت میں آیت شمار کی گئی ہے۔ پس وَافْرُاُتْرُكَنْ کی تاکید کے لئے ہے)

(۲۲۲/۳) بِجَبَّارٍ اِعْدُدْ لُوْطٍ مَعَهٗ ثَمُوْدُ وَالْ
بِلَا رَسْمٍ وَطُوْرٍ (بِهِمْ زَ) زَكِيًّا عَنِ الصَّدْرِ

(حواشی: اَیِ الْمَكَانِ مَعَهٗ صِفَةُ ثَمُوْدَ — اَیِ الْعَالِیَةَ — اَیْ اَخْذُ الصَّدْرِ — اَیْ جَعَلَ عَدَّ الْوِلَایَةِ هُوَ سُوْرَةُ الَّذِیْ بِتُ ذَاعَلَامَةِ یٰسِیْنَ سِحْرٌ)

ترجمہ: (اور) بِجَبَّارٍ کو (بھی ترک کر دے اور وَاِخْوَانُ) لُوْطٍ (ع۱) اور اس وَثَمُوْدُ (ع۱) کو (آیات میں) شمار کرے جو (شمار ہونے میں) اُس (لُوْطٍ) کے ساتھ (شامل) ہے۔

(۵۱) سُوْرَةُ وَالذّٰرِيٰتِ (۶۷)

اجماعًا مکّی ہے۔ اور اس کی نظیر مدنی اوّل، شامی عراقی میں سورۃ الرُّوم ہے۔ اور مدنی اخیر مکّی میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات تین سو ساٹھ ۳۶۰ اور حروف بارہ سو ستاسی ۱۲۸۷ ہیں اور فواصل قاعدك فنم کے سات حروف ہیں۔ ۱ ا: ذَرْوًا ۲ ق: لَصَادِقٌ ۳ ع: لَوَاقِعٌ ۴ ک: ذَاتِ الْحُبُكِ ۵ ف: مُخْتَلِفٍ ۶ ن: اَلْخَرّٰصُوْنَ ۷ م: وَالْمَحْرُوْمِ (ع۱)۔

اور تو (اس سُورۂ قٓ کی) نزدیکی والی (اور اس سے بالکل متصل سورۃ الذّٰریٰت) کو (آیات کی تعداد

کے بارے میں سحر کے سین کے ذریعہ) علامت والی بنائے (پس اس کی کل آیات اجماعاً ساٹھ ہیں اور یہ اجماع سورت کو بلا قید لانے سے معلوم ہوا ہے)۔

(۵۲) سُورَةُ وَالطُّورِ (۵۶)

اجماعاً مکی ہے اور اس کی نظیر کسی شمار میں بھی نہیں ہے۔ اس کے کلمات تین سو بارہ اور حروف ایک ہزار ہیں۔ اور فواصل رعانم کے پانچ حروف ہیں۔ ۱ ر: وَالطُّورِ ۲ ع: الْمَرْفُوعِ ۳ ا: مَوْرًا ۴ ن: لِلْمُكَذِّبِينَ ۵ م: وَنَعِيمٍ (ع)

اور (سورۂ وَ) الطُّورِ کو حجازی کے لئے (شمار میں وَالذّٰرِيٰتِ سے) جدا کرے۔ حالانکہ یہ (طور) عمدہ خوشبو والی ہے۔ (اور ان دونوں سورتوں کی جدائی دو طرح ہے (۱) ذٰریٰت کی آیات ساٹھ ہیں اور طور کی سینتالیس سے انچاس تک ہیں (۲) طور میں دو آیتیں اختلافی بھی ہیں اور ذٰریٰت کی سب آیات اجماعی ہیں۔ پس حجازی کے لئے طور کی کل آیات سینتالیس ہیں جو میم اور زا سے نکلی ہیں)

۲۲۳ وَثَمِّنْ (وَ) لَاْ وَالْبَاقِ (طِبْ دَعًّا اِعْدُدْنْ

لِشَامٍ وَكُوفٍ الطُّورِ فَاعْدُدْهُ لِلنَّحْرِ)

ترجمہ: ۔ اور (بصری کے لئے اس کی آیتوں کو) آٹھ (اور چالیس کل اڑتالیس) بنادے حالانکہ تو (ناقلین کی طرف سے) مدد (والا) ہے (اس لئے کہ ان ناقلین کی نقل سے تمہارے دعوے کی تائید ہوتی ہے) اور باقی (یعنی شامی و کوفی) جو ہیں تو (ان کے شمار کو نو اور چالیس بنادے اور اس پر بھی) خوش ہوجا (کیونکہ اس سورت میں اختلاف کم ہے اس لئے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ پس سورۂ طور کی کل آیات حجازی سینتالیس، بصری اڑتالیس، اور شامی، کوفی انچاس ہیں۔ اور ان میں سے سینتالیس اجماعی اور دو اختلافی ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے (۱)) تو دَعًّا (ع) کو شامی اور کوفی کے لئے ضرور شمار کرے (۲) اور وَالطُّورِ کو شامی اور عراقی کے لئے (یعنی) اس کو (ان چار کے لئے) شمار کرے (پس دَعًّا کوفی اور شامی کے لئے معدود ہے۔ ک۔ اور باقی چار کے لئے متروک ہے

(عم) اور وَالطُّوْرِ شامی اور عراقی کے لئے معدود ہے۔م۔ اور حجازی کے لئے متروک ہے (۱) ق (۲) ش پس حجازی نے ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں لیا۔ اس لئے ان کی سینتالیس ہی رہیں۔ اور بصری نے صرف وَالطُّوْرِ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی اڑتالیس ہوگئیں۔ اور کوفی اور شامی نے وَالطُّوْرِ اور دَعًّا دونوں کو لیا ہے۔ اس لئے ان تینوں کی کُل آیات اُنچاس ہوگئیں۔)

شبہ الوسط کے نو کلمات

۲۲۴/۵ تَقُومُ وَتَمُورُ اَقِّ الْبَنُونَ لَوَاقِعٌ

وَسَيْرًا ثُمَّ الْمَرْفُوعِ لِلْكُلِّ وَاسْتَبْرِى

ترجمہ:۔ (اور جیسے) تَقُوْمُ (ع) اور تَمُوْرُ (ع) اور (وَتَكُمْ) الْبَنُوْنَ (ع) اور (رَبِّكَ) لَوَاقِعٌ (ع) اور سَيْرًا (ع) کو جو (وَالسَّقْفِ) الْمَرْفُوْعِ (ع) سمیت ہے (ان چھ کو سب (اماموں) کے لئے (شمار کرلے) اور (شک و شبہ میں پڑنے سے) رہائی حاصل کرلے (اور اس کی صورت یہ ہے کہ جن کلمات پر اجماعاً آیت ہے ان سب ہی کو آیات میں شمار کرلو۔ اور کسی ایک کو بھی ترک نہ کرو۔ اور جب اس طرح غور سے کام لوگے تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ جس طرح اس شعر ۲۲۴/۵ کے چھ کلمات پر اجماعاً آیت ہے۔ اور یہ چھ تَقُوْمُ سے الْمَرْفُوْعِ تک ہیں۔ اسی طرح مَسْطُوْرٍ، مَنْشُوْرٍ، الْمَعْمُوْرِ، الْمَسْجُوْرِ، مِنْ دَافِعٍ۔ ان پانچوں پر بھی ساتوں اماموں کے ہاں آیت ہے۔ کیونکہ اگر ان پر آیت شمار نہ کریں گے تو پھر شعر ۲۲۳/۳ و ۲۲۴/۴ میں جو سینتالیس و اڑتالیس و انچاس والی تین تعدادیں بتائی ہیں۔ ان میں سے کوئی تعداد بھی پوری نہیں ہوگی۔ بلکہ تینوں کی تینوں ناقص رہ جائیں گی)

۲۲۵/۶ وَمَصْفُوفَةٍ اُتْرُكْ مَعْ يُدَعُّونَ تَصْبِرُوا

وَنَجْمٌ (سَهَى (اَ) صِلًا وَكُوْفٍ (سَنَا) بَهِ

ترجمہ:۔ اور تو (اس) مَصْفُوْفَةٍ (ع) کو (سب کے لئے) ترک کردے جو (يَوْمَ يُدَعُّوْنَ

(اور اَوْ لَا) تَصْبِرُوْا (ع) سمیت ہے (پس یہ تینوں بھی شبہ الفاصلہ ہیں)

(۵۳) سُوْرَةُ النَّجْمِ (۲۳)

اور (سورۃ) النّجم (حجازی، شامی یعنی دمشقی، بصری کے لئے آیتوں کے شمار ہیں) اصل کے اعتبار سے جاری (اور مشہور) ہوگئی ہے (یعنی وہ صحیح نقل خوب مشہور ہے جس کے ذریعہ اس کا شمار ہمارے پاس پہنچا ہے۔ پس ان پانچ اماموں کے لئے نجم کی کُل آیات اکسٹھ ہیں جو سین اور ہمزہ سے نکلی ہیں) اور (اس سورت میں) کوفی (وحمصی کا شمار) جو ب (اس کے لئے) چودھویں رات کے چاند کی روشنی ہے (یعنی یہ شمار بدر کی روشنی کی طرح واضح اور خوب ظاہر ہے۔ پس کوفی وحمصی کے لئے اس سورت کی کُل آیات باسٹھ ہیں جو سین اور با سے نکلی ہیں۔)

فائدہ: سورۂ نجم اکثر علماء کے قول پر مکی ہے۔ اور ابن عباسؓ اور قتادہؒ کے ارشاد کی رو سے اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ (ع) والی آیت مدنی ہے۔ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر پوری سورت مدنی ہے۔ اور آیات کی گنتی میں دونوں شماروں میں سے کسی شمار پر بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی سورت بھی ایسی نہیں ہے جس کی آیتیں اکسٹھ یا باسٹھ ہوں۔ اور والذّٰریٰت کی طرح اس کے کلمات بھی تین سو ساٹھ ہیں اور حروف چودہ سو پانچ ہیں۔ اور فواصل ھا نُو کے چار حروف ہیں۔

عہ ۱ آ: اِذَا هَوٰی (ع) ۲ ہ: اَلْاٰزِفَه، كَاشِفَه (ع) ۳ ن: تَعْجَبُوْنَ (ع) ۴ و: وَاعْبُدُوْا (ع)

(۲۲۶/۷) لَهُ شَيْئًا اِلثَّانِي تَوَلّٰى بُعَيْدَ عَنْ
(مُتْخ) (بَخ) (ص) (ب) (ظَص)

لِشَامٍ لَّهُ الدُّنْيَا اتْرُكَنْ تَضْحَكُوْنَ امْ
(مُتْخ) (مُتْق) (مَفْق) (مَف)

مَفْعُوْلُ اُتْرُكَنِ الْمَذْكُوْرِ فِي الْبَيْتِ الْاٰتِيْ۔ مِنْ قَمِرَ اَيْ اَحَاطَ عہ اَوْ مِنْ قَمِرَتِ النَّاقَةُ اِذَا مَسَحَ ضَرْعَهَا لِتَدِرَّ۔ وَفِي الْقَوَامِيْسِ: تَضْحَكُوْنَ بِرٌّ بِالْبَاءِ مَعْنَاهُ وَاضِحٌ

ترجمہ: (اور) دوسرا (مِنَ الْحَقِّ) شَيْئًا (ع) ان (کوفی) کے لئے (معدود ہے (۱) م (۲) اَ ع) اور باقی چھ کے لئے متروک ہے اَث۔ رہ پہلا لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا (ع) سو وہ اجماعاً متروک ہے اور وہ) تَوَلّٰى جو عَنْ کے ذرا بعد ہے شامی کے لئے (معدود ہے (۱) م (۲) اَ ع اور تَوَلّٰی الْحَيٰوة) الدُّنْيَا (ع) کو اُن (شامی یعنی دمشقی ہی) کے لئے ضرور ترک کردے (اَث، کیونکہ الدُّنْيَا صرف تین جگہ معدود اور باقی سب موقعوں میں متروک ہے۔ پس قلیل موقعوں والے کا حکم جاری کرنے

عہ اَحَاطَ والے معنی قابلِ تحقیق ہیں ۱۲

سے زیادہ موقعوں والے کا حکم جاری کرنا اولٰے ہے۔ پس امدمشقی کے لئے عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی معدود اور اَلدُّنۡیَا متروک ہے اور وجوہ اوپر درج ہو چکی ہیں: ۲ حجازی عراقی کے لئے تَوَلّٰی متروک ہے ش اور اَلدُّنۡیَا معدود ہے (۱) م (۲) اَغ (۳) ک۔ ۳ حمصی کیلئے دونوں معدود ہیں اور عَنۡ کی قید سے اَلَّذِیۡ تَوَلّٰی (۱ع) نکل گیا کیونکہ وہ اجماعاً معدود ہے۔

اس سُورت کی ساٹھ آیات اجماعی اور ذیل کی تین اختلافی ہیں۔ ۱ مِنَ الۡحَقِّ شَیۡئًا (۲ع) کوفی ۲ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی شامی ۳ اَلۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا (۲ع) حجازی، حمصی، عراقی ہے۔ پس حجازی، بصری نے ان تین میں سے صرف ۳ اَلدُّنۡیَا کو اور دمشقی نے صرف ۲ تَوَلّٰی (۲ع) کو لیا ہے۔ اس لئے ان پانچ کی کُل آیات اکسٹھ ہوگئیں۔ اور کوفی نے ۱ شَیۡئًا (۲ع) ۳ اَلدُّنۡیَا (۲ع) کو اور حمصی نے ۲ تَوَلّٰی ۳ اَلدُّنۡیَا کو لیا ہے۔ اس لئے ان دونوں کی کل آیات باسٹھ ہوگئیں) اور (تو وَ تَضۡحَکُوۡنَ (۳ع) کو سب کیلئے ترک کردے) اور اس کا یہ حکم اُس اُتۡرُکَنۡ سے نکلا ہے جو اس کے بعد شعر ۲۲۷/۸ میں آرہا ہے۔ تاکہ وَتَضۡحَکُوۡنَ بھی اُن الفاظ میں شامل ہوجائے جو شبہ الفاصلہ ہیں نہ کہ شعر ۲۲۶/۷ والے اُتۡرُکَنۡ سے کیونکہ اس صورت میں وَتَضۡحَکُوۡنَ، اَلدُّنۡیَا پر معطوف ہوکر اختلافی آیات کے سلسلہ میں شامل ہوجائے گا اور) تو (سُورت کی سب آیات کو) نکال لے (اور معدود و متروک دونوں طرح کے کلمات کو پُوری طرح تلاش کرلے تاکہ غلطی میں مبتلا ہونے سے محفوظ رہے۔ یا اس سُورت کے ان سب کلمات کو علیحدہ نکال لے جن پر آیت ہے اور ان کلمات سے بالکل جُدا کردے جن پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی۔)

(عطف علی تضحکون) (عـــط) (غلص اَدۡ ظَحۡ)

۲۲۷/۸ وَ اَغۡنٰی وَ سُلۡطٰنٍ مَّعَ اللَّمَمِ اُتۡرُکَنۡ
(جحج) (نَحۡ)

(اش) (مَفۡقُ) (ر) (غلص اَدۡ ظَحۡ) (وَب) (مُبۡش)

وَ کَاشِفَۃٌ فَاعۡدُدۡ مَعَ الۡاٰزِفَہۡ وَادۡرِ
(رَحۡ)

ترجمہ:۔ اور تو (وَتَضۡحَکُوۡنَ ۳ع اور اس سے پہلے اُس ھُوَ) اَغۡنٰی (۳ع اور اِیۡمَا مِنۡ) سُلۡطٰنٍ (۲ع) کو ضرور ترک کردے جو (وَالۡفَوَاحِشَ اِلَّا) اَللَّمَمَ (۲ع) سمیت ہے (پس ان چاروں پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے) اور تو (اُس مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ) کَاشِفَۃٌ (۳ع) کو (سُورت کی آیات میں) شمار کرلے جو (اَزِفَتِ) اَلۡاٰزِفَۃُ سمیت ہے اور (سُورت کے متروک اور معدود دونوں

طرح کے کلمات کو) جان لے (اور پوری تحقیق سے معلوم کرلے اور جب تم غور کروگے تو یہ بات واضح ہوجائے گی کہ تَعْجَبُوْنَ، وَلَا تَبْکُوْنَ، وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ یہ تینوں بھی اس سورت کی اجماعی آیات میں شامل ہیں۔ چنانچہ ان کے سورت میں سے تلاش کرنے اور نکالنے کی طرف اخیری شعر ۲۲۶ میں اشارہ بھی کردیا ہے)۔

وَمِنْ سُوْرَۃِ الْقَمَرِ اِلٰی سُوْرَۃِ الْحَدِیْدِ

سورۂ قمر سے حدید کے شروع یعنی واقعہ کے آخر تک

اس میں بارہ ۱۲ شعر ہیں۔

(۵۴) سُوْرَۃُ الْقَمَرِ اور سُوْرَۃُ اِقْتَرَبَتْ (۳۷) ع۳

صحیح تر قول کی رو سے مکی ہے۔ اور جو حضرات سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ (ب ع۳) والی آیت کو مدنی بتاتے ہیں ان کا قول صحیح نہیں ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ اس کا نزول مکہ میں ہوا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ وعدہ مذکور ہے کہ بدر میں کفار کو شکست ہوگی۔ اور گو بدر کا واقعہ ہجرت کے بعد پیش آیا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نزول بھی ہجرت کے بعد ہوا ہو۔ کیونکہ بعض آیتوں کا نزول پہلے ہوتا ہے اور جو واقعہ ان میں مذکور ہو اس کا ظہور بعد میں ہوتا ہے۔ اور بعض آیات اس کے برعکس ہیں۔ یعنی انکا حکم پہلے آجاتا ہے اور آیت کا نزول بعد میں ہوتا ہے۔ اور حسینی کے قول پر اَمْ یَقُوْلُوْنَ سے وَاَمَرُّ تک کی تین ۳ آیتیں مدنی ہیں۔ اس کی نظیر حمصی شمار کی رو سے سورۂ ابراہیم، اور مدنی اخیر اور مکی میں سورۂ مدثر ہے اور دمشقی میں ابراہیم و مدثر دونوں ہیں اور مدنی اول، عراقی میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات تین سو بیالیس ۳۴۲ اور حروف ایک ہزار چار سو تئیس ۱۴۲۳ ہیں۔ اور اس کے فواصل ؔر پر ہیں۔ اور یہ ؔر پانچ ۵ آیتوں میں تشدید سے اور پچاس ۵۰ میں بلا تشدید آئی ہے۔

(۵۵) سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ (۹۷)

یا عروس القرآن یا ر فوف

ابن عباسؓ اور عطاءؒ کے قول کی رو سے مکی اور حسنؒ و قتادہؓ کی روایت پر مدنی ہے۔ اور ابن عباسؓ سے معدل کی روایت میں یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ پ ع۲ مدنی اور باقی سب آیات

ؔ۱ اس کا ایک نام مُبَیِّضَۃ بھی ہے۔ کیونکہ یہ اپنے یاد رکھنے والے کا چہرہ اُس دن روشن بنائے گی جس دن سب منہ سیاہ ہونگے (لیکن بیہقی نے اس حدیث کو منکر بتایا ہے) اتقان ۱۲

مکّی ہیں۔ اور اس کی نظیر مدنی اوّل واخیر میں الفرقان، اور مکی میں سُورۃ الحج اور الفرقان۔ اور کوفی میں صرف سورۃ الحج ہے۔ اور بصری، شامی میں نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات تین سو اکیاون [۳۵۱] اور حروف ایک ہزار چھ سو چھتّیس [۱۶۳۶] ہیں۔ اور نحل کی طرح اس کے فواصل بھی نَمِرٍ کے تین [۳] حروف ہیں۔ ۱ نؔ [۶۹]: اَلرَّحْمٰنُ (۱ع)، ۲ مؔ: لِلْاَنَامِ (۱ع)، ۳ رؔ [۳]: کَالْفَخَّارِ (۱ع)۔

(۵۶) سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃ (۴۶)

اس کے نزول کے بارے میں دُو قول ہیں۔ ۱ مکّی ہے ۲ مدنی ہے اور ابنِ عبّاسؓ وقتادہؓ کے قول پر وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ (۱ع) مدنی ہے۔ اور نظیر مدنی اوّل، شامی میں صرف سورۃ الحجر ہے۔ اور مدنی اخیر و مکی میں الحجر و مریم ہیں۔ اور عراقی میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات تین سو اٹھہتّر [۳۷۸] اور حروف ایک ہزار سات سو تین [۱۷۰۳] ہیں۔ اس کے فواصل ھَا نَمَ قَدْ بَلَ کے آٹھ [۸] حروف ہیں۔ ۱ ہؔ [۱۲]: اَلْوَاقِعَۃ ۲ اؔ [۸]: رَجًّا ۳ نؔ [۵۹]: اَلسّٰبِقُوْنَ ۴ مؔ [۱۸]: اَلنَّعِیْمِ ۵ قؔ [۱]: وَاَبَارِیْقَ ۶ دؔ [۳]: مَخْضُوْدٍ ۷ بؔ [۱]: مَسْکُوْبٍ (۱ع) ۸ لؔ [۲]: اَلشِّمَالِ (۱ع)۔

اَیْ ھُوَ سَبَبُ ھُدًی — اَیِ السُّوْرَۃُ التَّالِیَۃُ لِسُوْرَۃِ الْقَمَرِ

(۲۲۸) وَفِیْ قَمَرٍ نُوْرٌ ھُدَی التِّلْوِ جَمْعُ عُلًا ← اَیْ بَعْدَ اٰیِھَا

اَیْ وَفِیْ عَدَدِ اٰیِ قَمَرٍ

اَیْ وَعَدَدُ اٰیِھَا ← وَسَبْعٌ حِجَازِیٌّ وَّسِتٌّ عَنِ الْبَصْرِیْ

ترجمہ:- اور (سُورۃ) قمر (کی آیات کے شمار میں (ایسی) روشنی ہے جو (قربِ الٰہی کی) ہدایت (کا ذریعہ) ہے (پس اس سُورت کی کُل آیات اجماعًا پچپن [۵۵] ہیں جو نون اور ہا سے نکلی ہیں۔ اور اس قمر کے) بعد آنے والی (سُورۃ الرّحمٰن) جو ہے تو (اس کی آیتوں کے شمار کرنے کے ذریعہ حق تعالیٰ کی رضا کے) بلند مرتبوں کو جمع کرنے (پس اس سُورۃ الرحمٰن کی کُل آیات شامی اور کوفی کے لئے اٹھہتّر [۷۸] ہیں جو حا اور علین سے نکلی ہیں) اور (اس کی آیات کا شمار) سات (اور ستّر یعنی ستّتر [۷۷]) ہے جو حجازی ہے اور (اس کی آیات ایسی) چھ (اور ستّر) ہیں جو بصری کے لئے ہیں (یہاں ناظمؒ نے تین [۳] شمار بتائے ہیں۔ ۱ اٹھہتّر [۷۸] ۲ ستّتر [۷۷] ۳ چھہتّر [۷۶]۔ اور ان میں سے دُوسرے شمار کو حجازی کیلئے اور تیسرے کو بصری کے لئے بتایا ہے۔ اور اس سے نکل آیا کہ پہلا شمار یعنی اٹھہتّر [۷۸] والا باقی تین [۳] اماموں

(شامی اور کوفی) کے لئے ہے پھر اس سورت کی اجماعی آیات چوہتر اور ذیل کی پانچ اختلافی ہیں)۔

۲۲۹/۲ بِهَا الْمُجْرِمُونَ اتْرُكْ لَهُ لِلْاَنَامِ دع

لِمَكٍّ وَالْاِنْسَانَ اوَّلَادعه لِلْقُطْ

ترجمہ:۔ تو (۱) بِهَا الْمُجْرِمُونَ (ع) کو ان (بصری) کے لئے ترک کردے (۱) عو (۲) عَلَو (۳) قب۔ اور باقی چھ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ اور بِهَا الْمُجْرِمُونَ کہہ کر يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ کو نکال دیا کیونکہ وہ اجماعاً متروک ہے۔ اور ۲ وَضَعَهَا) لِلْاَنَامِ (ع) کو مکی کے لئے ترک کردے (۱) عَلَو (۲) ق اور باقی چھ کے لئے معدود ہے م) اور تو (۳ اس پہلے (خلق) الْاِنْسَانَ (ع) کو (جس کے بعد عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ہے) مدنی اول واخیر کے لئے (یعنی اس کو (ان دونوں کے لئے) ترک کردے (۱) عَلَو (۲) ق (۳) اَتْ۔ اور باقی پانچ کے لئے معدود ہے م۔ رہا دوسرا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ سو وہ اجماعاً متروک ہے دیکھو شعر ۲۳۱/۴)۔

۲۳۰/۳ وَمِنْ نَّارٍ اِلثَّانِي لِلصَّدْرِ فَعُدَّهُ

وَهَبْ (د) اِسْمُ الرَّحْمٰنُ عَدَّاهُ عَنْ خُبْرٍ

ترجمہ:۔ اور تو ۲ دوسرے (شُوَاظٌ) مِّنْ نَّارٍ (ع) کو حجازی کے لئے (یعنی) اس کو (ان تینوں کے لئے آیات میں) شمار کرلے۔ (۱) م (۲) اَعْ۔ اور باقی چار کے لئے متروک ہے (۱) ش۔ کیونکہ وَنُحَاسٌ، شُوَاظٌ پر معطوف ہے۔ اور عطف بھی مفرد کا مفرد پر ہے۔ اور جر کی قراءت عـه میں وَنُحَاسٍ کا عطف خود مِنْ نَّارٍ پر ہے۔ (۲) قب۔ اور پہلا مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (ع) اجماعاً معدود ہے۔) اور تو (حق تعالیٰ کی فرمانبرداری پر) ہمیشگی والا ہونے کی حالت میں (کوفی اور شامی کے لئے سورت کے سب سے پہلے لفظ ۵) الرَّحْمٰنُ کو معلوم کرلے۔ کہ اس کو ان دونوں (کوفی اور شامی) نے (نقل وسماع کے) علم کی بناء پر (سورت کی آیات میں) شمار کیا ہے (ورنہ

عـه یہ جر ورَوح کی قراءت ہے ۱۲

عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس پر آیت نہ ہوتی کیونکہ اس کی بناء صرف ایک کلمہ پر ہے۔ اور ایک کلمہ والی آیتیں قرآن مجید میں کل اُنتیس ۲۹ ہیں۔ اور ان سب کو نقل ہی کے سبب آیات میں شمار کیا ہے۔ پس الرحمٰن کوفی اور شامی کے لئے معدود ہے (۱) ن (۲) م۔ اور باقی چار ۴ کے لئے متروک ہے۔ (۱) ش (۲) ق۔

۲۳۱/۴ وَعَنْ كُلٍّ إِلَى الْإِنسَانَ فَاتْرُكُهُ ثَانِيًا

مَعَ الْمَشْرِقَيْنِ الْوَاقِعَةُ (طِبْ) (صِفَا) الْأَكْثَرُ

(ظَاحَ) (ب) (وَبْ) (۹) (۹۰) (قُو) (حجازی شامی)

ترجمہ:۔ اور تو سب (یعنی ساتوں امامون) کے لئے (خلق) الانسان کو حالانکہ وہ (سورت کا) دوسرا (موقع) ہے (جس کے بعد من صلصال ہے نیز) حالانکہ وہ (رب) المشرقین سمیت ہے (یعنی) اس کو (ان سب کے لئے) ترک کردے (پس من صلصال سے پہلے والا خلق الانسان اور رب المشرقین دونوں شبہ الفاصلہ ہیں۔ ان اختلافی پانچ میں سے شامی اور کوفی نے ۵ من نار کے سوا باقی چار کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی کل آیات اٹھتر ۷۸ ہوگئیں۔ مدنی اول و اخیر نے ۱ و ۲ و ۴ کو۔ اور مکی نے ۱ و ۳ و ۴ ان تین کو لیا ہے۔ اس لئے حجازی کی کل آیات ستتر ۷۷ ہوگئیں۔ اور بصری نے ۲ و ۳ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی چھہتر ۷۶ ہوگئیں اور سورۃ الواقعہ (کی آیتوں کا شمار) جو ہے تو (اس کے بارے میں) حجازی اور شامی کی صفائی (اور عمدگی) پر خوش ہو جا (پس ان پانچ کے لئے سورۃ الواقعہ کی کل آیات ننانوے ۹۹ ہیں جو طا اور صاد سے نکلی ہیں)

سورۃ الواقعہ کی اختلاف والی پندرہ ۱۵ آیات

۲۳۲/۵ وَبَصْرٍ (زِ) كَا وَالْكُوفِ (وَ) جْهُ فَدَعْ لَهُ

كَمَيْمَنَةِ الْأُولَىٰ وَمَشْئَمَةٍ وَاقْرَأ

اس کی تحقیق دانی شعر ۱۳۰/۳ اور تفری شعر ۱۲۳/۴ میں درج ہو چکی ہے۔

ترجمہ:- اور بصری (کا شمار جو ہے) جو ساٹھ اور نوے، ستانوے ہے، او صاد اور زا سے نکلا ہے) وہ (شمار عمدہ) خوشبو والا (اور آسان) ہوگیا ہے۔ اور کوفی (کا شمار جو چھ اور نوے چھیانوے ہے اور واؤ اور صاد سے نکلا ہے۔ باقی چھ اماموں کے شمار سے کم ہونے کے باوجود بھی) دلیل (والا) ہے (اور نقل سے ثابت شدہ ہے یا یہ شمار باعزت اور مقبول ہے۔ اور اس سورت کی اجماعی آیات نواسی اور ذیل کی پندرہ اختلافی ہیں۔ اور جب یہ آخری شمار اور سب شماروں سے کم ہے) تو تو ان (کوفی) کے لئے پہلے (فَاَصْحٰبُ) الْمَيْمَنَةِ (ع) اور (پہلے وَاَصْحٰبُ) الْمَشْـَٔمَةِ (ع ان دونوں) کو ترک کردے (ش) اور (ان سب شماروں کو اپنے حافظہ میں پوری صحت کے ساتھ) جمع کرلے (یا آیات کے شمار کرنے کے ذریعہ کلام الٰہی کی حفاظت کرکے رضاءِ الٰہی کی دولت جمع کرلے۔ یا علومِ قرآنیہ کے تقسیم کرنے کے ذریعہ قرآن کے طلباء کی ضیافت کر۔ اور باقی چھ کے لئے دونوں معدود ہیں۔ (۱) م (۲) اَعْ۔ پس دوسرا اَلْمَيْمَنَةِ اور دوسرا الْمَشْـَٔمَةِ یہ دونوں اجماعاً معدود ہیں)۔

(۲۳۳/۶) وَبَدْءَ الشِّمَالِ اتْرُكْ لَهُ وَالْيَمِينِ اَوْ

وَلَا دَعْهُ بِنْ هَبْ عِينٌ عُدَّ هُدًى اِصْرِ

اَیِ الشِّمَالِ الْمَبْدُوْءِ بِهٖ۔ — اَیْ اُعْلُمْ هٰذَا الْمَوْضِعَ مَتْرُوْكًا لَهُمَا۔

اِصْرٍ کے معنی تین آئیں ہیں:- ۱ ذنب اور گناہ ۲ ثقل اور بوجھ ۳ عہد و پیمان۔ اور یہاں آخری دو میں سے کسی ایک پر محمول کرنے کی گنجائش ہے۔

ترجمہ:- اور تو پہلے (وَاَصْحٰبُ) الشِّمَالِ (ع) کو (بھی) اُن (کوفی) کے لئے ترک کردے (۱) ش (۲) اَتْ۔ اور باقی چھ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ اور دوسرا اَصْحٰبُ الشِّمَالِ اجماعاً معدود ہے۔) اور (وَاَصْحٰبُ) الْيَمِينِ کو (اس کے) پہلے (موقع) میں (یعنی) اُس کو (مدنی اخیر و کوفی کے لئے) ترک کردے (ش۔ اور اس ترک کو ان دونوں یعنی مدنی اخیر و کوفی کے لئے خوب واضح کردے (اور کسی کے رد کرنے کے اندیشہ سے اس کو پوشیدہ نہ رکھ۔ یا تو اس کے متروک بتانے کے بعد بھی واضح اور ظاہر ہوکر رہ اور کسی کے اعتراض کے خوف سے منہ چھپا کر نہ بیٹھ جا اور اس موقع کو ان دونوں کے لئے متروک ہی) جان لے (اور اس وہم میں مبتلا نہ ہو کہ شاید ان کے لئے معدود ہو۔ کیونکہ یہ وہم حقیقت کے خلاف ہے۔ اور باقی پانچ کے لئے معدود ہے۔ (۱) م (۲) اَعْ۔ رہے اَلْيَمِينِ کے باقی چار موقعے جو پہلے کے علاوہ ہیں جن میں سے دو ع میں اور دو ع میں ہیں۔ سو یہ اجماعاً معدود ہیں اور) تو (دَخْوٰر) عِينٌ (ع) کو (کوفی اور مدنی اول

کے لئے آیات میں) شمار کرلے (اور یہ یعنی اس کا آیات میں شمار کرنا) میرے (اُس) ثِقل (اور بوجھ) کی رہنمائی (اور اس کا نتیجہ) ہے (جس کو میں نے آیات کی تحقیق اور ان کے تلاش کرنے میں برداشت کیا ہے۔ یا میرے اُس عہد و پیمان کی رہنمائی ہے جو میں نے اپنے دل میں کیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ میں تمام اختلافی آیات کو بیان کروں گا۔ اس لئے میں نے اس کو پورا کردیا اور اسی بنا پر تمہیں اس کا مدنی اول و کوفی کے لئے آیات میں شامل ہونا معلوم ہوگیا۔ پس دُعُوْرٌ عِیْنٌ مدنی اول و کوفی کے لئے معدود ہے۔ (۱) م (۲) اَغ۔ اور باقی پانچ کے لئے متروک ہے۔ (۱) ق (۲) عَنو (۳) ش)

← جار کے اعادہ کے بغیر عَنْهُ کی مجرور ضمیر پر معطوف ہے۔ اور یہ صرف کوفیین کے ہاں درست ہے۔

۲۳۴/۷ وَاِنْشَآءَ اِتْرُكْهُ لِبَصْرٍ وَّعَنْهُ وَالشْـ

(مُثِرٌ) (مُتَقٌ) (اِضْ) (مُفَسِّرٌ)

شَامِ اتْرُكَنْ مَوْضُوْنَةِ الْاٰخِرِيْنَ ابْرِ دِيْ ← جُمْلَۃٌ مُعْتَرِضَۃٌ بَیْنَ الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ۔

(وَخَبَرُہٗ بَدَا" شعر ۲۳۵/۸) (لَقَضْ) (مَفْ) (بَجْ) (ب)

ترجمہ:۔ اور اِنْشَآءً (ع) کو بصری کے لئے (یعنی) اس (لفظ) کو (اُن کے لئے) ترک کردے (عَكُوْ، کیونکہ فَجَعَلْنٰهُنَّ، اَنْشَاْنٰهُنَّ کی تفسیر ہے۔ اور باقی چھ کے لئے معدود ہے۔ (۱) ت۔ یعنی جانبین کی آیتوں کے ساتھ برابری۔ (۲) مَب یعنی وزن و شکل میں مابعد کے ساتھ مشاکلہ اور تو (عَلٰى سُرُرٍ) مَوْضُوْنَةٍ کو ان (بصری) کے اور شامی کے لئے ضرور ترک کردے (۱) عم (۲) ش۔ اور باقی چار کے لئے شمار کرلے۔ (۱) ن (۲) م یعنی اَلْمَيْمَنَةِ۔ اَلْمَشْئَمَةِ کے ساتھ مشاکلہ (۳) تو۔ اور قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ (بھی مدنی اخیر و شامی کے لئے ترک کے ساتھ) ظاہر ہوا ہے (جن کی رمزیں آئندہ شعر ۲۳۵/۸ کے شروع میں آرہی ہیں) تو (ان دونوں کے لئے اس کے ترک پر) ہمیشگی کر (اور اس پر کسی وقت بھی آیت شمار نہ کر، پس اَلْاٰخِرِيْنَ مبتدا ہے اور بَدَا اس کی خبر ہے اور اَبْرِ دِيْ جملہ معترضہ ہے۔ اور معنیٰ یہ ہیں کہ تو اپنے عقیدہ اور ایمان و یقین کو جہالت سے اور دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے آنے دونوں کے انکار سے) بَرِی (اور پاک) کرلے۔ (جس کا ذکر اس مقام کی آیتوں میں ہو رہا ہے، پس " اَبْرِ دِيْ" میں عقیدہ کو قیامت کے انکار سے پاک کرنے کا حکم فرما کر اختلاف والے وَ الْاٰخِرِيْنَ کی تعیین فرمادی کہ یہ وَالْاٰخِرِيْنَ اُس آیت میں ہے جو قیامت کے انکار کرنے والوں کے شبہ کو جڑ اور بنیاد سے اُکھیڑ دینے اور نیست و نابود کردینے کے بارے میں آئی ہے

اوراس قید سے وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (عٓ) اور وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (عٓ) یہ دونوں نکل گئے اس لئے کہ ان دونوں میں بعث کے انکار کا رد نہیں ہے۔ نیز ان دونوں پر اجماعاً آیت ہے۔

اور یہاں اٰبَرِيْ کا الف مدنیِ اوّل کی رمز نہیں ہے۔ اوراس کی وجوہ تین ہیں۔ (۱) یہاں اٰبَرِيْ وَالْاٰخِرِيْنَ کی قید کے لئے ہے جس سے الْاٰخِرِيْنَ کے پہلے دو موقعوں کا مرادنہ ہونا بتایا ہے اور قید والے کلمات کے پہلے حروف کو رمز نہیں بنایا کرتے (۲) آئندہ شعر ۲۳۵/۸ کے عَنْهُمَا میں تثنیہ کی ضمیر ہے جو دو کے لئے ہے۔ پس اگر اٰبَرِيْ کا الف بھی رمز ہوتا تو جمع کی ضمیر لاکر عَنْهُمْ فرماتے (۳) فن کی دوسری کتابیں اِس پر شاہد ہیں کہ وَالْاٰخِرِيْنَ پر مدنیِ اوّل کے لئے آیت ہے اور یہاں آیت کا نہ ہونا بیان کررہے ہیں۔ اور اس سے نکل آیا کہ مدنیِ اوّل تارکین میں شامل نہیں ہیں۔ پس وَالْاٰخِرِيْنَ مدنی اخیر و شامی کے لئے متروک ہے (۱) ش (۲) عو (۳) ق۔ اور باقی چار کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَغ)

۲۳۵/۸ (بَـ) (مدنی اخیر) دَ (شامی) - ا (مُتَمٌّ) دُ (عَابِيَة) م (ضمیر) لَمَجْمُوعُونَ (۹) فَاعْدُ (راضٍ) دُهُ عَنْهُمَا (مُفسِّر)

وَرَيْحَانُ (حَفْ) (دُ) (مدنی اوّل) م (مکّی) تَا (تَضْ) ثِيمًا (عَابِيَة) (۱۰) (۱۱) اُتْرُكْ (مَفقُوْد) (شامی) (ا) بَا (ب) جَـ (حُ) بُرْ — لَا مَعْدُوْدٌ لِلشَّامِيِّ

ترجمہ :۔ (بَدَا دُمْ کا ترجمہ اور ترکیب کی رو سے اس کا محل شعر ۲۳۴ کے ترجمہ میں درج ہو چکا ہے اور) تو لَمَجْمُوعُونَ (عٓ) کو انہی دونوں (مدنی اخیر، شامی) کے لئے (یعنی) اُس کو آیات میں) شمار کرلے (۲) اور باقی چار کے لئے متروک ہے (۱) ق (۲) ش۔ پس وَالْاٰخِرِيْنَ اور لَمَجْمُوعُونَ کے بارے میں شمار والوں کے دو فریق ہیں۔ (۱) مدنیِ اوّل، مکّی، عراقی۔ ان کے لئے اوّل پر ہے اور ثانی پر نہیں ہے (۲) مدنیِ اخیر، شامی ان کے لئے اس کا عکس ہے یعنی اوّل پر نہیں ہے اور ثانی پر ہے) اور (فَرَوْحٌ وَّ) رَيْحَانٌ (عٓ) صرف شامی کے لئے آیات میں شمار کیا گیا ہے) تو (ان کے لئے اس کے شمار کرنے پر) ہمیشگی کر (یا اللہ کرے تو ہمیشہ قرآن اوراس کے علوم کی خدمت پر قائم رہے۔ پس وَرَيْحَانٌ شامی کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَغ۔ اور باقی پانچ کے لئے متروک ہے (۱) عو (۲) ش، اور) تو (دَلَا) تَاْثِيمًا (عٓ) کو (مدنیِ اوّل و مکّی کیلئے) ترک کردے (۱) عکو (۲) عو) حالانکہ تو (فن میں ماہر ہونے کے سبب نقصان کا) جبر (اوراس کی

اصلاح) کر دینے والا ہے (یعنی جب کوئی غلطی کرتا ہے تو تم فوراً اس پر آگاہ کر کے اصلاح کر دیتے ہو یا حالانکہ تو اس اصلاح کے بارے میں اصل اور طلباء کا مرجع ہے کہ وہ سب اصلاح کے لئے تمہیں کو مرجع اور سند قرار دیتے ہیں۔ اور باقی پانچ کے لئے معدود ہے (۱) گو (۲) م، یعنی سلماً کے ساتھ مشاکلہ)

(۲۳۶/۹) أَبَارِيقَ فَاعْدُدْ بِهِنْ جَنًا وَّلَهُ اعْدُدْنْ

يَقُولُونَ دَعْ أُولِي حَمِيمٍ لَهُ وَادْرِ

ترجمہ:- تو (بِاَكْوَابٍ وَّ) أَبَارِيقَ (رع) کو (مدنی اخیر و مکی کے لئے آیات میں) شمار کرلے۔ (م، اور ان دونوں کے لئے اس پر آیت ہونے کو) واضح (اور ظاہر) کردے۔ حالانکہ یہ (وَ اَبَارِيقَ جنت کی نعمتوں میں شامل ہونے کے سبب آسانی سے اور جلدی میسر آجانے والے) پھل (کی طرح) ہے (اور باقی پانچ کے لئے متروک ہے (۱) عو (۲) ش اور تو (وَكَانُوا) يَقُولُونَ (رع) کو (ان با اور جیم والے دونوں میں سے صرف) اُس (جیم والے مکی) کے لئے (اور نیز حمصی کے لئے آیات میں) ضرور شمار کرلے۔ (۱) م (۲) اع اور باقی پانچ کے لئے متروک ہے (۱) ق (۲) ش اور) تو اُنہی (مکی) کے لئے پہلے (فِي سَمُومٍ وَّ حَمِيمٍ (رع) کو ترک کردے (۱) عو (۲) ش) اور (آیات کے ترک و شمار کے موقعوں کو پوری طرح جان لے (تاکہ اس میں غلطی نہ ہونے پائے۔ اور باقی چھ کے لئے معدود ہے۔ (۱) م (۲) اع. پس مِنَ الْحَمِيمِ رع اور مِنْ حَمِيمٍ رع پر اجماعاً آیت ہے۔ کیونکہ یہ دوسرا اور تیسرا حمیم ہے نہ کہ پہلا۔)

فائدہ ۱:- لوامع میں شعر ۲۳۶/۹ کو اس طرح لائے ہیں:-

يَقُولُونَ لِلْمَكِّي حَمِيمٍ لِغَيْرِهِ ۔۔۔ سِوَى اَوَّلٍ فَاعْدُدْ اَبَارِيقَ لِلصَّدْرِ

(یعنی) يَقُولُونَ مکی کے لئے ہے (اور) حَمِيمٍ اُن (مکی) کے ماسوا (باقی چھ) کے لئے (معدود) ہے (اور) تو اَبَارِيقَ کو (مدنی) اول کے سوا حجازی کے لئے شمار کرلے۔

پس مکی کے لئے يَقُولُونَ پر آیت ہے اور حَمِيمٍ پر نہیں ہے۔ اور مدنیان دمشقی عراقی کیلئے يَقُولُونَ

پر نہیں ہے اور رَحِیمٍ پر ہے۔ اور حمصی کیلئے دونوں پر ہے۔ اور وَّ اَبَارِیْقَ پر مدنی اخیر ہی کیلئے ہے۔ اور مدنی اوّل، شامی عراقی کے لئے نہیں ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ یہ شعر قصیدہ کے اُن سبھی نسخوں میں سے غائب ہے جو ہمیں مل سکے ہیں۔ اور قصیدہ کے کاتبین اس سے بے خبر رہے۔ اور اپنے بارے میں کہتے ہیں کہ خود فقیر شارح کو بھی اس کی خبر نہیں تھی۔ پس اس شعر کے ناظمؒ نے (جو سردار بھی ہیں اور قرآنی علوم کے عارف بھی اور حقائق کی تلاش و تفتیش بھی کماحقہٗ کرتے ہیں۔) ہمیں اس غفلت سے بیدار کیا جس کی صورت یہ ہے کہ پہلے اُنہوں نے پُوری طرح تفتیش کی اور غور سے کام لیا، حتّٰی کہ ہمیں جو نقصان تھا اُسے پالیا اور اس مقام میں یہ شعر لکھدیا فَلِلّٰہِ دَرُّہٗ۔

اور میں نے ان کی مراد کے موافق اس کی شرح کردی۔ حق تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے۔ اور ان کو اس کتاب کے ناظم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ اور حق تعالیٰ ان کو عارفین میں شامل فرمائے اور ان کی دینی اور دُنیوی سب مُرادیں پُوری فرمائے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اِس وقت جو مطبوعہ نسخہ شائقین کے استعمال میں ہے اس میں سے یہ شعر غائب نہیں بلکہ اپنے اُن الفاظ کے ساتھ موجود ہے جن سے ہم نے یہاں درج کیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ جو نسخے شارح علام کو ملے ہوں گے ان میں یہ شعر نہیں ہوگا۔ اس لئے ان کا ارشاد بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے۔

فائدہ ۲: ۔ عـ۱۵ اَدَا بَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ (ع۱۵) حمصی کے لئے متروک ہے۔ ق، اور باقی چھ۶ کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ ۔

فائدہ ۳: ۔ اس سورت کی نو۹ آیات اجماعی اور پندرہ۱۵ اختلافی ہیں جن پر اشعار میں نمبر لگا دیئے گئے ہیں اور یہ شعر ۲۳۲/۵ سے شروع ہو کر شعر ۲۳۶/۹ تک کے پانچ۵ شعروں میں آرہی ہیں۔ اور تفصیل یہ ہے کہ شعر عـ۲۳۲/۵ میں دو۲ اور شعر عـ۲۳۳/۶ سے عـ۲۳۶/۹ تک کے چار۴ شعروں میں تین تین۳ آرہی ہیں، چودہ۱۴ تو یہ ہوگئیں۔ اور پندرھویں۱۵ اَلْاَوَّلُوْنَ ہے۔ ان میں سے مدنی اوّل نے عـ۱ تا عـ۸ کو جو شعر ۲۳۲/۵ سے ۲۳۴/۷ تک کے تین۳ شعروں میں آرہی ہیں۔ اور عـ۱۴ و عـ۱۵ کو جن میں سے ۱۴ تو شعر عـ۲۳۶/۹ میں ہے اور عـ۱۵ یعنی اَلْاَوَّلُوْنَ فائدہ۲ میں ہے۔ غرض مدنی اوّل نے ان دس۱۰ کو لیا ہے۔ اور دوسرے۲ الفاظ میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مدنیِ اوّل نے لَمَجْمُوْعُوْنَ ، وَرَیْحَانٌ ، تَاْثِیْمًا ، وَاَبَارِیْقَ ، وَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ان پانچ۵ کے سوا باقی دس۱۰ کو لیا ہے۔ اور مدنی اخیر نے عـ۱ تا عـ۳ عـ۶ ، عـ۷ ، عـ۹ ، عـ۱۱ ، عـ۱۳ ، عـ۱۴ ، عـ۱۵ ان دس۱۰ کو لیا ہے۔ یا یوں کہیں کہ اَلْیَمِیْنِ ، عِیْنٌ

وَالْاٰخِرِیْنَ، وَرَیْحَانٌ، وَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اِن پانچ کے سوا باقی دس کو لیا ہے۔ اور مکّی نے ۱ تا ۴۔ ۶ تا ۸، ۱۲، ۱۳، ۱۵ اِن دس کو لیا ہے۔ یا یوں کہیں کہ عِیْنٌ، لَمَجْمُوْعُوْنَ، وَرَیْحَانٌ وَلَاتَاْثِیْمًا، وَحَمِیْمٍ اِن پانچ کے سوا باقی دس کو لیا ہے۔ اور دمشقی نے ۱ تا ۴، ۶، ۹، ۱۰ ۱۱، ۱۴، ۱۵ ان دس کو لیا ہے۔ یا یوں کہیں کہ عِیْنٌ، مَوْضُوْنَۃٍ، وَالْاٰخِرِیْنَ، وَاَبَارِیْقَ، وَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اِن پانچ کے سوا باقی دس کو لیا ہے۔ اور حمصی نے ۱ تا ۴، ۶، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۴ اِن دس کو لیا ہے۔ یا یوں کہیں کہ عِیْنٌ، مَوْضُوْنَۃٍ، وَالْاٰخِرِیْنَ، وَاَبَارِیْقَ، اَلْاَوَّلُوْنَ ان پانچ کے سوا باقی دس کو لیا ہے۔ اس لئے حجازی اور شامی کی کُل آیات ننانوے ۹۹ ہوگئیں۔ اور بصری نے ۱ تا ۴، ۸، ۱۱، ۱۴ و ۱۵ اِن آٹھ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی ستانوے ۹۷ ہوگئیں اور کوفی نے ۵ تا ۸۔ ۱۱، ۱۴، ۱۵ ان سات کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی کُل آیات چھیانوے ۹۶ ہوگئیں۔

شبہ الفاصلہ کے چھ کلمات

(۲۳۷/۱۰) سَمُوْمٍ اَتْرُکَنْ وَّالسّٰبِقُوْنَ الْمُکَذِّبِیْ
نَ خَافِضَۃٌ الضَّآلُّوْنَ مَعَ اٰکِلُوْنَ اُفْرُ

(تَصْ) (عَظْ) (رَحْ) (عَظِقْ) (لَحْمْ) (مَفْقْ، جَحْ) آیِ الْکَائِنَاتِ مَعَ اٰکِلُوْنَ (عَظِقْ) (رَحْ) (عَظِقْ) (ظَصْ) (مَسْ) (تَصْ) (رَحْ) (رَحْ) تُرْکُ تَشْدِیْدِہٖ لِلضَّرُوْرَۃِ

ترجمہ:۔ تو (اُس فی) سَمُوْمٍ (۱ اور پہلے) وَالسّٰبِقُوْنَ (۱ اور مِنَ) الْمُکَذِّبِیْنَ (۲ اور) خَافِضَۃٌ (۲ اور اَیُّھَا) الضَّآلُّوْنَ (۲) کو ضرور ترک کر دے جو (لَاٰکِلُوْنَ سمیت ہیں (اور ان سب یعنی چھ کو اُن کلمات سے) منقطع (اور علیحدہ) کر دے (جن پر اجماعًا یا صرف بعض اماموں کے ہاں آیت شمار کی گئی ہے)

(پس "اُفْرُ"، اُتْرُکَنْ کی تاکید کے لئے ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی کئی بار بیان ہو چکا ہے اور ہم نے جو وَالسّٰبِقُوْنَ سے اس کا پہلا موقعہ مُراد لیا ہے اس کی وجوہ تین ۳ ہیں (۱) ناظمؒ اس کو واو سے لائے ہیں۔ اور واو پہلے ہی کے ساتھ ہے۔ (۲) دوسرے پر اجماعًا آیت ہے۔ جیسا کہ ابھی شعر ۲۳۹/۱۲ میں آرہا ہے۔ (۳) یہاں اپنی ظاہری صورت کے لحاظ سے اَلسّٰبِقُوْنَ اور سَلٰمًا سَلٰمًا کے دونوں ۲ کلمات آیت کا آخری سرا بننے کی لیاقت رکھتے ہیں، اور شعر ۴۲/۸ میں گذر چکا ہی

کہ اس صورت میں صرف دُوسرے ہی کلمہ پر آیت ہوا کرتی ہے نہ کہ پہلے پر بھی۔ پس جب پہلے پر آیت نہیں ہوسکتی تو اس کا شبہ الفاصلہ ہونا متعین ہوگیا۔)

وہ گیارہ کلمات جن پر اجماعاً آیت ہے

(۲۳۸/۱۱) وَكَاذِبَةٌ عُدَّنَ وَالْوَاقِعَةُ ثُلَّـ

ـثَةٌ رَّافِعَةٌ أَبْكَارًا أَتْرَابًا اِسْتَقِرْ

ترجمہ:- اور تو كَاذِبَةٌ اور اَلْوَاقِعَةُ (اور) ثُلَّـثَةٌ (اور) رَافِعَةٌ (اور) اَبْكَارًا (اور) اَتْرَابًا (ع ان چھ کلمات) کو (ساتوں اماموں کے لئے) ضرور شمار کرلے (اور) تو (سورت کے سب کلمات کو) تلاش کرلے۔ (اور واقعی حقیقت کے موافق متروک کلمات کو متروک میں اور معدود کو معدود کلمات میں شامل کرلے اور غلطی سے محفوظ رہ)

(۲۳۹/۱۲) وَثَانِي سَلْمًا السَّابِقُونَ كَذَا الْمُكَذِّ

ذِبُونَ وَمَمْنُوعَةٍ كَثِيرَةٍ اِسْتَثِرْ

ترجمہ:- اور دوسرے (سَلْمًا) سَلْمًا (اور) اَلْمُكَذِّبُوْنَ اور (وَلَا) مَمْنُوْعَةٍ (اور) كَثِيْرَةٍ (ان چار) کو (بھی اجماعی آیات میں شمار کرلے، اور السّٰبِقُوْنَ (بھی) اِس (سلما کی) طرح ہے (یعنی جس طرح سَلْمًا کا دوسرا لفظ آیات میں شامل ہے اور پہلا متروک ہے اسی طرح اَلسّٰبِقُوْنَ کا بھی دوسرا ہی لفظ آیات میں شامل ہے جو واو کے بغیر ہے۔ رہا پہلا وَالسّٰبِقُوْنَ سو وہ شبہ الفاصلہ ہے۔ جیساکہ شعر ۲۳۷/۱۰ میں درج ہوچکا ہے۔) تو (اجماعی آیات کے شمار کرنے کے ذریعہ ثواب اور قُربِ الٰہی کی) دولت طلب کرلے (اور حاصل کرلے یا تو ان اجماعی آیات کو معلوم کرکے دولت مند بن جا۔ اور اِسْتَثِرْ میں اشارہ ہے کہ اس سُورت کی

اجماعی اور اختلافی دونوں طرح کی آیات بہت زیادہ ہیں۔ نیز اس میں اُس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو اس سُورت کی فضیلت میں آئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جو اس سُورت کو ہمیشہ پڑھتا ہے اس کو ظاہری دولت اور رزق میں بھی وسعت میسر آجاتی ہے۔)

وَمِنْ سُوْرَةِ الْحَدِيْدِ اِلٰى سُوْرَةِ الْمُلْكِ

سُورۃ الحدید سے سُورۃ المُلک کے شروع یعنی تحریم کے آخر تک ان میں نو ۹ سُورتیں ہیں جن میں دس ۱۰ سُورتوں کی آیات مذکور ہیں۔

۵۷ سُوْرَةُ الْحَدِيْد ۹۴

اس سورت تک پہنچ کر قرآن مجید کی کُل سُورتوں یعنی ایک سو چودہ ۱۱۴ کی نصف تعداد پُوری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ شمار میں ستاون ۵۷ نمبر والی سُورت ہے۔ اور سُورۃ المجادلہ سے سُورۃ النّاس تک کی سُورتیں بھی تعداد میں ستاون ۵۷ ہی ہیں۔ یہ سُورت اجماعاً مدنی ہے۔ اس کی نظیر کوفی شمار میں سُورۃ الفتح اور تکویر اور بصری میں پانچ ۵ ہیں۔ الٓمّٓ السجدہ، الفتح، نوح، التکویر، الفجر۔ اور شامی میں اور مدنی اوّل یزیدی بصری کے سوا اجازی میں سورۃ الجنّ ہے۔ اور یزید یعنی ابوجعفر کے شمار میں سورۃ الجنّ والتکویر دونوں ۲ ہیں۔ اس کے کلمات پانچ سو چوالیس ۵۴۴ اور حروف دو ہزار چار سو چھیتر ۲۴۷۶ ہیں اور فواصل مرنبدرل کے سات ۷ حروف ہیں۔

۱ م: اَلْحَكِيْمُ (ع۱)، ۲ ر: قَدِيْرٌ (ع۱)، ۳ ن: مُؤْمِنِيْنَ (ع۱)، ۴ ب: اَلْعَذَابُ (ع۸)، ۵ د: اَلْحَمِيْدُ (ع۱۹)، ۶ ز: عَزِيْزٌ (ع۳)، ۷ ل: اَلْاِنْجِيْلَ (ع۹)۔

۵۸ سُوْرَةُ الْمُجَادَلَة [علہ] ۱۰۵

اجماعاً مدنی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اوّل، شامی، عراقی میں سُورۃ البروج ہے۔ اور مدنیِ اخیر و مکّی میں واللّیل ہے۔ اس کے کلمات چار سو تہتر ۴۷۳ اور حروف سترہ سو بانوے ۱۷۹۲ ہیں۔ اس کے فواصل رمنذر کے پانچ ۵ حروف ہیں۔ ۱ ر: بَصِيْرٌ (ع۵)، ۲ م: اَلِيْمٌ (ع۳)، ۳ ن: مُهِيْنٌ (ع۱۲)، ۴ د: شَهِيْدٌ (ع۱)، ۵ ز: عَزِيْزٌ (ع۱)۔

علہ اُبَیّ بن کعب رضؓ کے مصحف میں اس کا نام اَلظِّھَار درج ہے (اتقان) ۱۲

(۵۹) سُورَۃُ الحَشر یا سُورَۃ بَنِی النَّضِیر (۱۰۱)

اجماعاً مدنی ہے۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات چار سو پینتالیس ۴۴۵ اور حروف اُنیس سو تہتر ۱۹۷۳ ہیں۔ اور فواصل مُرْبِن کے چار ۴ حروف ہیں۔ ۱ مٓ ۵: اَلْحَکِیْمُ (ع) ۲ رٓ ۳: الْاَبْصَارِ (ع) ۳ بٓ ۲: الْعِقَابِ (ع) ۴ نٓ ۱۴: اَلْفٰسِقِیْنَ (ع)۔

(۶۰) سُورَۃُ المُمتَحِنَۃ[ع] یا سُورَۃُ الاِمتحان یا سُورَۃُ المَرأۃ (۹۱)

اجماعاً مدنی ہے۔ اسکی نظیر حمصی میں طلاق وتحریم ہے اس کے کلمات تین سو پینتالیس ۳۴۵ اور حروف پندرہ سو دس ۱۵۱۰ ہیں۔ اور فواصل لِنَرْمِدَ کے پانچ ۵ حروف ہیں۔ ۱ لٓ ۱: السَّبِیْلِ (ع) ۲ نٓ ۴: لَوْ تَکْفُرُوْنَ (ع) ۳ رٓ ۳: بَصِیْرٌ (ع) ۴ مٓ ۴: اَلْحَکِیْمُ (ع) ۵ دٓ ۱: اَلْحَمِیْدُ (ع)۔

(۶۱) سُورَۃُ الصَّفّ یا سُورَۃُ الحَوَارِیِّیْن (۱۰۹)

اس کے نزول کے مقام میں دو ۲ قول ہیں (۱) مدنی ہے۔ (حسنؓ۔ عکرمہؒ۔ قتادہؒ) (۲) مکی ہے۔ (ابن عباسؓ وعطاءؒ)۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات دو سو اکیس ۲۲۱ اور حروف نو سو چھبیس ۹۲۶ ہیں۔ اور فواصل مَنَص کے تین حروف ہیں ۱ مٓ ۳: اَلْحَکِیْمُ (ع) ۲ نٓ ۱۰: مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (ع) ۳ صٓ ۱: مَرْصُوْصٌ (ع)۔

(۶۲) سُورَۃُ الجُمُعَۃ (۱۱۰)

اجماعاً مدنی ہے۔ اس کی نظیر سَاتوں شماروں میں المنٰفقون، والضحٰی، والعٰدیٰت ہیں۔ اور بصری شمار کی روسے سُورۃ الطلاق اور کوفی شمار پر سُورۃ القارعہ بھی ان چاروں کی نظیر ہے اس کے کلمات ایک سو اَسّی ۱۸۰ اور حروف سات سو اڑتالیس ۷۴۸ ہیں۔ اور اس کے فواصل مَن کے دو ۲ حروف ہیں۔ ۱ مٓ ۳: اَلْحَکِیْمِ (ع) ۲ نٓ ۸: مُبِیْنٍ (ع)۔

(۶۳) سُورَۃُ المُنٰفِقُوْن (۱۰۴)

اجماعاً مدنی ہے۔ نیز یہ آیات وکلمات وحروف تینوں کی تعداد میں جمعہ کی طرح ہے۔ اور اس کے

[ع] اس میں حا کا فتحہ وکسرہ دونوں ہیں۔ پہلی صورت میں یہ اُس عورت کی صفت ہے جس کے بارہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور دوسری تقدیر

تمام (گیارہ۱۱) فواصل نوؔن پر ختم ہوتے ہیں، لَکٰذِبُوْنَ (ع۲)

سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ (۶۴) (۱۰۸)

اس کے نزول کے مقام میں دو۲ قول ہیں۔ (۱) مدنی ہے (۲) ابنِ عباسؓ کے قول پر مکی ہے لیکن یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا سے اَلْمُفْلِحُوْنَ تک کی تین۳ آیتیں مدنی ہیں۔ اور ان کا واقعہ یہ ہے کہ عوف بن مالک اشجعیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی اہلیہ اور اولاد کے ظُلم کی شکایت پیش کی۔ اور حُسینی کے قول پر ان آیتوں کے نزول کا سبب یہ ہے کہ عوف بن مالک اشجعیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی جنگ میں جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ لیکن ان کے بیوی بچوں نے جُدائی کی شکایت کی تو ان کا دل نرما گیا اور جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ اس لئے ان کو ان آیتوں میں نصیحت کی گئی۔ اور اس بارے میں یہ تین۳ آیتیں نازل ہوئیں۔

اس کی نظیر مدنیِ اول و مکی و عراقی میں الحجرات اور شامی میں الحجرات و عَلَق ہے۔ اور مدنیِ اخیر میں الحجرات اور المزمل ہے۔ اس کے کلمات تین سو تینتالیس۳۴۳ اور حروف چودہ سو چھہتر۱۴۷۶ ہیں۔ اور فواصل رمدن کے چار۴ حروف ہیں۔ ۱ رٗ: قَدِیْرٌ (ع۱۵) ۲ مٗ: اَلِیْمٌ (ع۵) ۳ دٗ: حَمِیْدٌ (ع۱۵) ۴ نٗ: اَلْمُبِیْنُ (ع۱)۔

عہ یا النساء القصریٰ (ابن مسعودؓ)

سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ عہ (۶۵) (۹۹)

اجماعاً مدنی ہے۔ اس کی نظیر بصری میں الجمعۃ، المنفقون، والضحیٰ، والعٰدیٰت ہے۔ اور حجازی دمشقی، کوفی میں سورۃ التحریم، اور حمصی میں سورۃ الامتحان ہے۔ اس کے کلمات دو سو انچاس۲۴۹ اور حروف دس سو ساٹھ۱۰۶۰ ہیں۔ اور فواصل راب کے تین حروف ہیں ۱ اٗ: اَمْرًا (ع۱۲) ۲ رٗ: اَلْاٰخِرِ (ع۲) ۳ بٗ: اَلْاَلْبَابِ (ع۲)۔

سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ ٥ (۶۶) (۱۰۷)

اجماعاً مدنی ہے۔ اس کی نظیر حجازی، دمشقی، کوفی میں الطلاق ہے۔ اور حمصی میں ممتحنہ و طلاق ہے بصری میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات دو سو سینتالیس۲۴۷ اور حروف گیارہ سو ساٹھ۱۱۶۰ ہیں۔ اور فواصل مران کے چار حروف ہیں ۱ مٗ: رَحِیْمٌ (ع۱۹) ۲ رٗ: اَلْخَبِیْرُ (ع۱۹) ۳ الف: وَاَبْکَارًا (ع۱۹)

٥ اس کو سورۃ المحرّم اور سورۃ لِمَ تُحَرِّمُ بھی کہتے ہیں۔ اتقان ۱۲

ـئِـ نَ : يُؤْمِرُوْنَ (رعٓ ۱۹).

اَیْ وَعَدَّ عِرَاقِيُّهُمْ فِيْ اَيِّ هٰذِهِ السُّوْرَةِ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ ۔

اَیْ عَدًّا اَیْ حَدِيْدٌ

۲۴۰/۱ حَدِيْدٌ (ب) كَلَا (۳۰ مِنْ كَلَا اَیْ حَفِظَهٗ) حِفْظًا (۸) (رِمُطْمِ) وَّتِسْعٌ عِرَاقِيُّهُمْ (ـتـخ)

اَیْ مَعْدُوْدٌ لِّلْبَصْرِیْ ۔

وَعَدَّ الْعَذَابُ (رُحْ) الْكُوْفِ (قَا) الْاِنْجِيْلَ (ب) (نـخ) لِلْبَصْرِیْ (مُتـخ)

ترجمہ :- (سورۂ) حدید (کی آیتوں کا شمار) جو ہے (اس شمار کو) اُس نے (یعنی اس کے ناقل نے شیوخ سے سُن کر) خوب محفوظ کیا ہے (پس حجازی اور شامی کے لئے اس سورت کی کُل آیات اٹھائیس ۲۸ ہیں جو کاف اور حا سے نکلی ہیں) اور (اس سورت میں) اُن میں کے عراقی (یعنی کوفی و بصری کا شمار) نو ۹ (اور بیس ۲۰ یعنی انتیس ۲۹) ہے (جن میں سے اٹھائیس ۲۸ اجماعی اور ذیل کی دو ۲ اختلافی ہیں) اور تفصیل یہ ہے کہ مِنْ قِبَلِهِ) اَلْعَذَابُ (رعٓ ۱۸) کو کوفی نے شمار کیا ہے (۱) م (۲) ک ۔ اور باقی چھ ۶ کے لئے متروک ہے ۔ (۱) ق (۲) عو ۔ اور وَاٰتَيْنٰهُ) الْاِنْجِيْلَ (رعٓ ۲۷) بصری کے لئے (آیات میں شمار کیا گیا) ہے (۱) م (۲) ک ، اور باقی چھ ۶ کے لئے متروک ہے ، (۱) ق (۲) عو ، پس حجازی اور شامی نے ان دونوں ۲ میں سے کسی کو بھی نہیں لیا ، اس لئے ان کی تو اٹھائیس ۲۸ ہی ہیں اور کوفی نے اَلْعَذَابُ کو اور بصری نے اَلْاِنْجِيْلَ کو لیا ہے اس لئے ان دونوں ۲ کی اُنتیس ۲۹ ہو گئیں)

شبہ الفاصلہ کے چھ ۶ کلمات

اَیْ وَلَفْظُ الصِّدِّيْقُوْنَ الْكَائِنُ قَبْلَ وَالشُّهَدَآءُ ۔ اور موصوفین کا مجموعہ بِسُوْرٍ پر معطوف ہے ۔

وَالتَّقْدِيْرُ مُقَدَّرَتِهَا بِالْاٰخِرِ (ص)

۲۴۱/۲ بِسُوْرٍ (تَفَقَّ) فَدَعْ بَابٌ شَدِيْدٌ (ع) مَعًا (ر) وَّقَبْ (ص) (قَضَ)

اَیْ عَدَّ السُّوْرَةِ الَّتِیْ فِيْهَا لَفْظُ تُجَادِلُكَ ۔

لَ وَالشُّهَدَا (عَطْفٌ) اَنْوُرًا (ب) تُجَادِلُ (شَمْسٌ) (۳۰) كَلَا (۳) اَبْنٌ يَعْنِي النَّاسَ ۔

ترجمہ :- تو بِسُوْرٍ ۱ (اور لَهٗ) بَابٌ ۲ (رعٓ ۱۸ اور اس) شَدِيْدٌ ۳ کو جو (دوسرے سے مل کر آرہا ہے (یعنی دونوں ۲ کو جن میں سے ایک عَذَابٌ شَدِيْدٌ اور دوسرا ۲ بَأْسٌ شَدِيْدٌ رعٓ ۱۹ ہے) اور وَالشُّهَدَآءُ سے پہلے (هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۵ رعٓ ۱۸ کو اور فَالْتَمِسُوْا) نُوْرًا ۶ (رعٓ ۱۸ ان چھ ۶) کو (سب کے لئے) ترک کر دے (اور) تُجَادِلُكَ کے ذکر والی سورت

یعنی مجادلہ کی آیات کا شمار) نیک (اور حق تعالیٰ کے فرماں بردار خادمِ قرآن) کی حفاظت (میں)
ہے (پس مدنی اوّل، شامی، عراقی کے لئے سُورۃ المجادلہ کی کُل آیات بائیس[۲۲] ہیں جو کاف اور
بآ سے نکلی ہیں)

(۲۴۲/۳) وَوَحّدْ (جَلا (بِمَن دَعْ اٰذِلِّيْنَ عَنهُمَا

شَدِيْدًا الكُلِّ دَعْ وَاكْبُرْ (دَ) امَّ فِى الحَشْرِ

ترجمہ:- اور تو (مکّی اور مدنی اخیر کیلئے اِس سورت کی آیات کو ایسی توحید سے) ایک[۱] (اور بیس[۲۰] یعنی
اکیس[۲۱]) بنا دے جو ظاہر (اور مشہور) ہوگئی ہے۔ (اور) تو (خود بھی ان دونوں[۲] کے اِس شمار کو خوب) ظاہر
کر دے (اِس سورت کی اجماعی آیات اکیس[۲۱] اور اختلافی ایک[۱] ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ) تو اُن دونوں (مکّی
مدنی اخیر) کے لئے (فِى الاَذَلِّيْنَ (ع) کو ترک کر دے (۱) عو (۲) ق اور باقی پانچ[۵] کیلئے شمار کرلے
(۱) م (۲) ك پس مدنی اخیر اور مکّی نے فِى الاَذَلِّيْنَ کو نہیں لیا اس لئے ان کی کل آیات اکیس[۲۱]
ہی رہیں اور باقی پانچ نے اِس کو شمار کیا ہے اس لئے ان کی بائیس[۲۲] ہوگئیں اور) تو (عَذَابًا
شَدِيْدًا) کو سب کے لئے ترک کر دے۔ اور بہت سے (امام) جو ہیں وہ (سُوْرَةُ الحَشْرِ
(کی آیات کے شمار) میں ہمیشگی والے ہوگئے ہیں (یعنی بار بار شمار کرتے رہے ہیں۔ پس
اس کی کُل آیات اجماعًا چوبیس[۲۴] ہیں، جو کاف اور دال سے نکلی ہیں۔ اور یہ اجماع اِطلاق
سے اور اس شمار کو کسی امام کے ساتھ مخصوص نہ کرنے سے نکلا ہے۔)

شبہ الفاصلہ کے پانچ[۵] کلمات

(۲۴۳/۴) وَيَحْتَسِبُوْا وَالمُؤْمِنِيْنَ رِكَابُ دَعْ

كَذَا اَبَدًا اَسْقِطْ شَدِيْدُ الوَلَا (جُدْ)

آىِ السُّوْرَةُ المُتَوَالِيَةُ لِلحَشْرِ وَهِيَ سُوْرَةُ المُمْتَحِنَةِ

آىْ ذُوْ جُدُوْدٍ يَعْنِىْ ذُوْ حُجَجٍ وَاَدِلَّةٍ قَوِيَّةٍ بَيِّنَةٍ

ترجمہ:- اور تو (لَمْ) يَحْتَسِبُوْا[۱] اور (وَاَيْدِى) الْمُؤْمِنِيْنَ[۲] (اور وَلَا) رِكَابٍ[۳]

(ع) کو (سب کے لئے) ترک کر دے (اور اَحَدًا) اَبَدًا (ع بھی) اِسی (یعنی ان تینوں کے مجموع کی) طرح (متروک) ہے (اور بَیۡنَهُمۡ) شَدِیۡدٌ (ع) کو (بھی سب کے لئے ترک کر دے (اور اس سورۃ الحشر کے) اتصال (اور اُس کی نزدیکی والی سورت الممتحنہ کا شمار) دیواروں (اور قوی دلیلوں) والا ہے (یعنی نہایت قوی اور معتبر ہے۔ نیز خوب ہی) قوت (والا) ہے (پس یَدٌ، جُدُرٍ کی تاکید کے لئے ہے یا نعمت والا ہے اور اس دوسری تقدیر پر یَدٌ تاسیس اور نئے معنیٰ کے لئے ہے۔ یا یہ سُورت قُوّت والی ہے۔ (وامع)

فائدہ:۔ جُدُرٍ میں را کا جر یا تو رَوِی کی بناء پر ہے جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ را پر جر اس لئے آیا ہے کہ جرّ کی کسرہ میں اشباع کرنے سے اخیر میں یاءِ مدّہ پیدا ہو جائے اور قصیدہ کے اشعار کے آخری حُروف کی موافقت میسّر آجائے۔ یا یہ جر اُس مضاف کی بناء پر ہے جو محذوف ہے اَی ذُو جُدُرٍ اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام نہیں بنایا ہے۔ اور جُدُرٍ۔ جِدَارٌ کی جمع ہے۔ اور اس میں دال کے ضمہ کے بجائے سکون تخفیف کی بناء پر ہے۔ یہاں دیواروں سے مُراد دلیلیں ہیں۔ پس سُورۃ الممتحنہ کی کُل آیات اجماعًا تیرہ ۱۳ ہیں جو جُدُرٍ کی جیم سے اور اس یَدٌ کی یا سے نکلی ہیں جو آئندہ شعر ۲۴۴/۵ میں آرہا ہے۔

اَی یَدٌ شعر ۲۴۳ کی دوسری خبر ہے۔ پہلے معنیٰ پر جُدُرٍ کی تاکید اور دوسرے پر تاسیس ہے۔ یا جُدُرٍ سے بدل ہے۔ یا ھُوَ مقدر کی خبر ہے۔

(۲۴۴/۵) یَدٌ (قوت و نعمت) تَکۡفُرُوۡنَ (۱۰) اَعُدُّ وَصَفٍّ (ب) (د) (مفق) اَی وَعَدُّ صَفٍّ (مفق) نَا (۴۳) بِرِیۡ (۱۰)

قَرِیۡبٌ (مفق) (بَاح) (تقی) اَنۡ رُکِنۡ وَالۡعٰدِیٰتِ (ب) (جمع) وَمَدُّ اَی الۡعٰدِیٰتِ الخ الضُّحٰی (مفق) (اَ) یسر (دام) جملہ معترضہ بین المبتدا والخبر

ترجمہ:۔ (یَدٌ کا ترجمہ شعر ۲۴۳ کے آخر میں درج ہو چکا ہے۔ اور) تو (تُو) تَکۡفُرُوۡنَ (ع) کو (سب کے لئے آیات میں) شمار کر لے اور (سُورۂ) صَفّ (کی آیتوں کا شمار) جو ہے وہ دکھیا جاتا ہے کہ (کم ہونے کے سبب قوتِ حافظہ سے) قریب ہو گیا ہے۔ (اور اس لئے اس کا یاد رکھنا آسان ہو گیا ہے۔ پس اس سُورت کی کُل آیات اجماعًا چودہ ۱۴ ہیں جو دال اور یا سے نکلی ہیں۔ اور اجماع اطلاق سے مفہوم ہوا ہے۔ اور تو) اس سُورت میں وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ (ع) کو ضرور ترک کر دے (پس اس پر کسی کے لئے بھی آیت نہیں ہے۔ اور) وَالۡعٰدِیٰتِ (اور وَ) الضُّحٰی (کا شمار) جو ہے وہ (بھی) دکھیا جاتا ہے (کہ ذہنوں سے قریب اور خوب ہی آسان ہو گیا ہے کیونکہ یہ صف کے شمار

ے پس یہ شبیہ الوسط ہے ۱۲ (منہ)

سے بھی کم ہے) تو (ان دونوں سورتوں کے اس شمار کو) رات کو (بھی) چلایا کر (اور اس کا تذکرہ کیا گیا کیونکہ اس کو ہم نے اُس کے موقع سے پہلے سورۂ صَف کے ساتھ ہی بیان کر دیا ہے۔ اس لئے یہ نہ ہونا چاہئے کہ تم اس شمار کو والیل اور زلزال کے بعد تلاش کرنے لگو، کیونکہ ان دونوں کے وقوع کا محل وہی ہے۔ اور جب وہاں نہ پاؤ تو حیران ہو جاؤ۔ پس ان دونوں سورتوں کی کل آیات اجماعاً گیارہ ہیں جو ہمزہ اور یا سے نکلی ہیں۔)

(خ) نَائِبُہٗ مُسْتَتِرٌ فِیْہِ ۔ اور دوسرا مفعول مقدر ہے۔ اَیْ یُرٰی اٰتِیَۃً دَنَا وَسَہْلٌ حُصُوْلُہٗ کَمَا ہُوَ مَذْکُوْرٌ فِی الْبَیْتِ السَّابِقِ۔

۲۴۵/۶ یُرٰی ھٰکَذَا لِلْجُمُعَۃِ التِّلْوِ وَاتْرُکَنْ

(۱۰) (عطف) (خ) مُتَعَلِّقٌ بِعَدٍّ — اَیِ الْعَدُّ لِلْجُمُعَۃِ (ب) وَالتِّلْوِ ھٰکَذَا

(خ) اَیْ عَدُّ التَّغَابُنِ

قَرِیْبٍ یَصُدُّوْنَ التَّغَابُنُ (حُزْ) یُسْرِیْ

(صفت) (ب) (عطف) (جج) (۸) (۱۰) (معترضۃ)

ترجمہ:۔ (یُرٰی کا ترجمہ شعر ۲۴۴/۵ میں گزر چکا ہے۔ اور یہ گیارہ کا شمار سورۃ) الجمعۃ (اور اسکے بعد آنے والی (سورۃ المنٰفقین) کے لئے (بھی) اِسی (والعٰدیٰت اور والضحٰی کے شمار کی) طرح ہے (پس جمعہ، منٰفقون، والضحٰی، والعٰدیٰت ان چاروں میں سے ہر ایک کی کل آیات اجماعاً گیارہ ہیں۔ اور شمار میں یکساں ہونے ہی کی مناسبت سے والضحٰی اور والعٰدیٰت کو یہاں بیان کر دیا ہے) اور تو (سورۃ المنٰفقین میں سے اَجَلٍ) قَرِیْبٍ (ع۲ اور وَرَاَیْتَھُمْ) یَصُدُّوْنَ (ع۱) کو ضرور ترک کر دے (اور سورۃ) التَّغَابُن (کی آیات کا شمار) جو یہ بھی ناقلین کے درمیان) چلتا ہے (اور مشہور ہے) تو (اس شمار کو بھی اپنے سینہ میں) جمع کرے (پس تغابن کی کل آیات اجماعاً اٹھارہ ہیں جو حا اور یا سے نکلی ہیں)

(صفت) تَرْکًا کَائِنًا مِّثْلَ تَرْکِ یَوْمُ التَّغَابُنِ

۲۴۶/۷ وَمَا تَعْلِنُوْنَ اتْرُکْ کَیَوْمِ التَّغَابُنِ الطِّ ← اَیْ عَدُّ الطَّلَاقِ

(متصل)

(خ) اَیْ وَعَدُّ بَصْرِیٍّ ← اَتٰہُ دَنَا

طَلَاقَ (یَہْدِ) اَبَا یُسْ وَبَصْرِ یُسْرٰی (ا) مِرِیْ ← اَیْ فَہْمُ اٰخِرِیْ

(ب) (۱۰) (۲) (ب) (۱۰) (خ) (۱)

ترجمہ:۔ (اور) تو وَمَا تُعْلِنُوْنَ (ع۱) کو (سب کے لئے ایسے ترک سے) ساقط کر دے جو یَوْمُ التَّغَابُنِ (ع۲ کے ترک) کی طرح ہے (اور حجازی، دمشقی، کوفی کے لئے) طلاق (کا شمار)

ـــ پس یہ دونوں شبہ الفاصلہ ہیں ۱۲

قوت کے دو ہاتھ ہیں (یعنی یہ شمار نہایت قوی اور مضبوط دلائل والا ہے۔ پس ان پانچوں کیلئے طلاق کی کل آیات بارہ ہیں جو یا اور با سے نکلی ہیں، اور حمصی کے لئے تیرہ ہیں) اور بصری (کا شمار بھی) دیکھا جاتا ہے (کہ طبیعتوں سے قریب اور خوب آسان ہوگیا ہے۔ تو اس شمار کے بارے میں) میری (اس) بات کو (سمجھ لے اور اس کی تصدیق کر، پس بصری کے لئے اس سورت کی کل آیات گیارہ ہیں جو یا اور ہمزہ سے نکلی ہیں)

٢٤٧/٨

وَالَاخِرِ (د) م الَالْبَابِ (أ) بِ مَخْرَجًا (ب هُدَ اخ)

(هُدًى (جُدِ وَأُخْرَى عُدْ دُوذِكْرًا فَدَعْ تَدْرِ)

ترجمہ:- اور (وَالْيَوْمِ) الْاٰخِرِ (عٓ شامی یعنی دمشقی کے لئے معدود ہے ک) تو (اس شمار کے علم پر) ہمیشگی کر (یا اللہ کرے تو ہمیشہ خوش و خرم رہے اور باقی چھ کے لئے متروک ہے، عم اور یا اولی) الْاَلْبَابِ (عٓ) جو ہے تو (اس کے شمار کرنے کی طرف بھی) رجوع کر (پس یٰاُولِی الْاَلْبَابِ مدنی اوّل کے لئے معدود ہے۔ اعٓ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے (۱) عم (۲) قب (۳) ش، اور لک) مَخْرَجًا (عٓ کا مدنی اخیر، کوفی، مکی، حمصی کے لئے آیات میں شمار کرنا) ہدایت کے اعتبار سے ظاہر ہوگیا ہے۔ (م یعنی اس کی ہدایت خوب واضح ہے) تو (اس کے بیان کرنے میں) عمدگی (اور حسن) والا ہو جا (یا تو اپنے طلباء کو علم کی دولت دینے میں سخی ہو جا۔ اور باقی تین مدنی اول دمشقی، بصری کے لئے متروک ہے ش اور ۴ قَدِيْرٌ عٓ حمصی کے لئے معدود ہے۔ اعٓ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے (۱) عم (۲) ش (۳) عو۔ پس اس سورت کی گیارہ آیتیں اجماعی اور چار اختلافی ہیں جن پر نمبر لگے ہوئے ہیں۔ اور ان چار میں سے مدنی اول نے ۲ الْاَلْبَابِ کو، مدنی اخیر، مکی، کوفی نے ۳ مَخْرَجًا کو، دمشقی نے ۱ الْاٰخِرِ کو لیا ہے۔ اس لئے ان پانچوں کی کل آیات بارہ ہوگئیں۔ اور حمصی نے ۳ مَخْرَجًا ۴ قَدِيْرٌ کو لیا ہے اس لئے ان کی کل آیات تیرہ ہوگئیں اور بصری نے ان میں سے کسی کو بھی نہیں لیا اس لئے ان کی گیارہ ہی رہیں) اور تو (لک) اُخْرٰی (عٓ) اور (اِلَيْكُمْ) ذِكْرًا (عٓ دونوں) کو (سب کے لئے آیات میں) شمار کرلے (اور لا) تَدْرِیْ (عٓ) کو (سب کے لئے) ترک کردے۔

شبہ الفاصلہ کے چھ کلمات

(۲۴۸ / ۹)

(عطق) ۳و۲ (ص) ای مصطحبا باخر (عط) (نقص) (عطق)

شَدِيدًا امَّعًا وَّالنُّورِ مَعْ اَشْهُرٍ قَدِيرُ

(بجح)

(ممف)

بُرْ لِتَتْلُوْ رِيَا بِنْ وَّاتْرُكِ الْمُؤْمِنِينَ ابْرِي (م ح)

(۱۰) (۲) سملہ اصلہ یا اخی او یا ایھا الطالب بن عد السورۃ التالیۃ (جواب ندا) (کف) وھی التحریم (ب) (خ)

من ابراہ اللہ اذا شفاہ فجعلت ھمزتہ القطعیۃ وصلیۃ ثم حذفت للوزن وابدلت ھمزتہ الساکنۃ یاءً تخفیفا علی قاعدۃ بیر

ترجمہ:- تو لا تذری اور اس حسابًا شدیدًا (ع ۸) کو جو (دوسرے کے ساتھ) مل کر آرہا ہے (اور وہ لھم عذابا شدیدًا ع ۱۸ ہے ان دونوں کو) اور (اس من الظلمت الی) النور (ع ۱۸) کو جو (ثلثۃ) اشھر (ع ۴) سمیت ہے (اور علی کل شیء) قدیر (ع ۱۸) کو (ان چھ کو سب کے لئے ترک کر دے اور) اے (فن کے سچے طالب یا اے میرے بھائی) تو (اس سورۂ طلاق کے) بعد آنے والی (سورۂ تحریم کی آیات کے شمار کو بھی خوب) ظاہر کر دے (اور طلباء کو بتلا دے کہ سورۂ تحریم کی کل آیات حجازی، دمشقی، عراقی کے لئے بارہ ہیں جو یا اور با سے نکلی ہیں۔ اور حمصی کے لئے تیرہ ہیں کیونکہ انہوں نے تحتھا الانھر ع ۲ پر بھی آیت شمار کی ہے (۱) م (۲) ا غ۔ اور باقی چھ کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) عو (۲) ش) اور (وصالح) المؤمنین (ع ۲) کو (سب کے لئے) ترک کر دے (اور) تو (اپنے ذہن کو شکوک اور شبہات سے) بری (اور پاک) کرلے (اور شمار کے بارے میں غلطی سے محفوظ رہ)

(۶۷) سُوْرَةُ الْمُلْكِ (۷۷)

اِس میں دو شعر ہیں

اجماعًا مکی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اوّل (یزیدی بصری) میں سورہ سجدہ اور نوح ہے۔ اور کوفی، شامی میں الم السجدہ اور الفجر ہے۔ اور مدنی اوّل (شیبی کوفی) اور مدنی اخیر و مکی میں سورۃ الانسان یعنی دھر ہے۔ اور بصری شمار میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی رو سے تیس آیتوں والی سورت ملک ہی ہے۔ اس کے کلمات تین سو پینتیس ۳۳۵ اور حروف تیرہ سو تیرہ ۱۳۱۳ ہیں۔ اور اس کے فواصل ر ا من کے تین حروف ہیں بم ا ر: ۲۲

ع اس کے چھ نام اور ہیں (۱) تبارک (۲) مانعۃ (عذاب قبر کو روکنے والی) (۳) منجیۃ (نجات دلانے والی) (۴) مجادلۃ

ے لیکن ان میں سے قدیر ع ۱۸ حمصی کے لئے معدود ہے ۱۲

قَدِيْرُ (عْ) ۲ م: مُّسْتَقِيْمٍ (عْ) ۳ ن: تَشْكُرُوْنَ (عْ)
اَيْ لَوَى الْاَلْفَاظَ الْمُتَشَاكِلَةَ وَالْمُتَنَاسِبَةَ وَاَدْخَلَهَا فِيْ رُءُوْسِ الْاٰيَاتِ -

۲۴۹/۱ وَمُلْكُ لَوٰى وَالصَّدْرُ قَدْ جَاءَنَا نَذِيْرٌ
رُزَادُ سِوٰى فَيْرُوْزُ وَاعْدُدْ عَلٰى خُبْرٍ

۲۵۰/۲ نَذِيْرُ بِالْاُوْلٰى مَعْ تَفُوْرُ وَحُطَّ لِلشْ
شَيٰطِيْنِ عَنْ كُلٍّ طِبَاقًا بِلَا نُكْرٍ

ترجمہ:- ۲۴۹/۱ و ۲۵۰/۲ :- اور (سورۃ الملک جو ہے اُس نے (تمام ہم شکل الفاظ کو) لپیٹ لیا ہے (اور سب کو آیات میں شامل کر لیا ہے۔ پس اس سورت کی کُل آیات ابوجعفر یزید یعنی مدنی اوّل یزیدی بصری اور شامی، عراقی کے لئے تیس ۳۰ ہیں جو لام سے نکلی ہیں) اور فیروز (یعنی یزید، مدنی اوّل یزیدی بصری) کے سوا حجازی (یعنی مدنی اوّل شیبی کوفی اور مدنی خیر مکّی) نے قَدْ جَاءَنَا نَذِيْرٌ (عْ) کو (تیس ۳۰ کے شمار پر) زیادہ کیا ہے (۱) اَعْ (۲) م۔ پس ان کے لئے سورت کی کُل آیات اکتیس ۳۱ ہیں۔ اور یزید، یعنی مدنی اوّل یزیدی بصری، شامی، عراقی کیلئے اس پر آیت نہیں ہے۔ (۱) عَكْوٌ (۲) ق اس لئے ان کی کُل آیات تیس ۳۰ ہی رہیں) اور تو علم پر (اور باخبر ہونے کی حالت میں اُس اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْرٌ (عْ اور كَيْفَ نَذِيْرِ عْ) کو (آیات میں) شمار کر لے جو (اس نَذِيْرٌ کے تین موقعوں میں سے) پہلے (اور تیسرے کلمہ) میں (آرہا) ہے (نیز یہ نَذِيْرٌ) تَفُوْرُ (عْ) سمیت ہے (پس اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْرٌ اور تَفُوْرُ (عْ) اور اسی طرح كَيْفَ نَذِيْرِ (عْ) ان تینوں ۳ پر اجماعاً آیت ہے۔ رہا دوسرا نَذِيْرٌ جو قَدْ جَاءَنَا نَذِيْرٌ میں ہے سو وہ اختلافی آیت ہے جس کی تفصیل اوپر درج ہو چکی ہے۔ اور ناظم ؒ نے تیسرے نَذِيْرِ کو اسلئے بیان نہیں کیا کہ وہ بالکل واضح ہے جس میں ادنیٰ غور کے بعد یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس پر اجماعاً آیت ہے) اور تو (رُجُوْمًا) لِلشَّيٰطِيْنِ (عْ اور سَمٰوٰتٍ) طِبَاقًا (عْ) کو سب (یعنی ساتوں) کے لئے کسی انکار کے بغیر ترک کردے۔

سُوْرَۃُ نٓ وَالْحَآقَّۃِ

سُوْرَۃ نٓ اور حاقہ

اِن میں تین ۳ شعر ہیں

(۶۸) سُوْرَۃ نٓ (۲)

ایک قول پر تو پوری سورت مکّی ہے۔ اور ابنِ عباس رضؓ وقتادہ رحؒ کے ارشاد پر اس کے پانچ ۵ حصّے ہیں (۱) نٓ وَالْقَلَمِ سے عَلَى الْخُرْطُوْمِ تک (۲) اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ سے يَكْتُبُوْنَ تک (۳) وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ سے ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ تک۔ یہ تین ۳ حصّے مکّی ہیں (۴) اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ سے لَوْكَانُوْا يَعْلَمُوْنَ تک (۵) فَاصْبِرْ سے مِنَ الصّٰلِحِيْنَ تک۔ یہ دو ۲ حصّے مدنی ہیں۔ اس کی نظیر کوفی میں ابراہیمؑ اور حاقہ ہے۔ اور حجازی و حمصی میں صرف حاقہ ہے۔ اور بصری و دمشقی میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات تین ۳ سو اور حروف بارہ ۱۲۵۶ سو چھپّن ہیں۔ اور فواصل نم کے دو ۲ حروف ہیں۔ ۱ نٓ ۴۲ : وَمَا يَسْطُرُوْنَ (رع) ۲ م ۱۰ : عَظِيْمٍ (رع)۔

(۶۹) سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃِ (۷۸)

سورۃ الحاقہ اور سورۂ واقعہ اجماعاً مکّی ہے۔ اسکی نظیر بصری میں ابراہیم اور کوفی میں ابرہیم وقلم حجازی اور حمصی میں صرف سورۂ قلم ہے۔ اور دمشقی میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات دو سو چھپّن ۲۵۶ اور حروف دس سو چوراسی ۱۰۸۴ ہیں۔ اور فواصل ھام نل کے پانچ ۵ حروف ہیں۔ ۱ ہ ۳۳ : اَلْحَآقَّۃُ (رع) ۲ ا ۱ : حُسُوْمًا ۳ م ۴ : الْعَظِيْمِ (رع) ۴ ن ۱۵ : الْمِسْكِيْنِ (رع) ۵ ل ۱ : بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ (رع)۔

(باٌ) (مُنخٌ) (مفُ جحٌ) (عطٌ)

۲۵۱/۱ وَنُوْنُ (۲) رُبِّهَا نُوْرُ (۵) (بنٌ) (تضٌ) اَتْرُكِ الْحُوْتِ وَالْعُذَا

(تحٌ)

بُ وَاعْدُدُ (ز) وَيَسْتَثْنُوْنَ (مفُ) مَعَ (قصٌ) مُصْبِحِيْنَ اِدْ (مُسٌ)

ترجمہ :- اور (سورۂ) نون جو ہے اُس (کی آیات) ہیں (شمار والوں کے لئے ایمان کی) روشنی ہے (پس اس سُورت کی کُل آیات اجماعًا باوَن ۵۲ ہیں جو بؔا اور نونؔ سے نکلی ہیں اور) تو (کَصَاحِبِ) الْحُوْتِ (رع) اور (کَذٰلِكَ) الْعَذَابُ (رع) کو (نیرنؔ ۳ کو سب کے لئے) ترک کردے۔ اور (اُس وَلَا) یَسْتَثْنُوْنَ (رع) کو (سب کے لئے آیات میں) شمار کرلے جو مُصْبِحِیْنَ (رع) سمیت ہے (پس یہ دو ۲ نوں شبہ الوسط ہیں اور اس کو خوب) جان لے (اور غفلت سے کام نہ لے)

اَصْلُهٗ نِدًّا اَیْ مِثْلٌ ثُمَّ خُفِّفَ وَسُكِّنَ لِلْوَزْنِ۔ ← اَلضَّمِیْرُ لِلْعَدَدِ الْمَفْهُوْمِ مِنَ السِّیَاقِ۔ ← وَفِیْ بَعْضِ النُّسَخِ عِوَضَ وَعٰی وَدَعْ (تَرَكَ) ثُمَّ سُكِّنَ عَیْنُهٗ لِلْوَقْفِ۔

(۲۵۲/۲) وَوَاعِیَةٌ (ب) نِدُّ (خ ۵۰) بِهِنْ (اَیْ بَیِّنَةٌ ۲) وَاُفْرِدَ (د) (شامی) مُ (ق) (بصری) عٰی

وَهَادَ (کوفی) اَوَّلُ (فا) (اَصْ) الْحَاقَّةِ (دَبْ) شِمَالِهٖ (ب) لِلصَّدْرِ (اَیْ مَعْدُوْدٌ) (مُتَخْ) (تَصْ) (حجازی)

اَیْ حَرَّكَ ← وَحَذْفُ هَمْزَةِ اَوَّلُ وَتَخْفِیْفُ الْقَافِ كِلَاهُمَا لِلْوَزْنِ وَاِبْدَالُ التَّاءِ هَاءً ← اَصْلُهٗ وَهُزَّ اَیْ عَلٰی اَوْ بَیْتُ

ترجمہ :- اور (سورۂ) واعیہ (الحاقّہ حجازی، کوفی، حِمصی کے لئے آیتوں کے شمار میں سُورۂ نٓ وَالْقَلَمِ کے) مثل ہے (کیونکہ نٓ وَالْقَلَمِ کی آیات اجماعًا اور حاقّہ کی ان پانچ ۵ اماموں کے لئے باوَن ۵۲ ہیں) تو (ان کے لئے اس شمار کو خوب) ظاہر کردے۔ اور یہ (شمار جو سیاق سے مفہوم ہے باقی دو ۲ یعنی دمشقی اور بصری کے لئے دو ۲ کے بجائے) ایک بنادیا گیا ہے (پس ان دو ۲ نوں کے لئے اس سُورت کی کُل آیات ایک ۱ اور پچاس ۵۰ یعنی اکیاوَن ۵۱ ہیں) تو (اس شمار پر) ہمیشگی کر (اور کسی وقت بھی غفلت اختیار نہ کر اس شمار کو اماموں کے) اُس (مجمع) نے (اسی طرح) محفوظ کیا ہے (یا باوَن ۵۲ کے شمار میں سے اُس دمشقی اور بصری میں سے ہر ایک نے ایک عدد ترک کردیا ہے) اور پہلے اَلْحَاقَّةُ نے (ڈرانے اور عذاب کی خبر پر مشتمل ہونے کے سبب دلوں کو) ہلادیا ہے (اور ان کو کفر و شرک اور گناہوں سے اُکھیڑ دیا ہے۔ اور بعض نسخوں میں وَهُزَّ اَوَّلَ الْحَاقَّةِ ہے جس کی اصل وَهُزَّ تھی۔ پھر وزن کے سبب زا میں تخفیف اور سکون آگیا۔ اور اب معنٰی یہ ہوں گے کہ پہلے اَلْحَاقَّةُ کو شمار کرنے کے لئے زبان کو حرکت دو۔ پس پہلا اَلْحَاقَّةُ کوفی کے لئے معدود ہے۔ (۱) م (۲) اَع۔ اور باقی چھ ۶ کے لئے متروک ہے (۱) ش (۲) ق۔ اور دوسرا ۲ اور تیسرا ۳ اَلْحَاقَّةُ اجماعًا معدود ہے۔ اور بِشِمَالِهٖ (رع) حجازی کے لئے (معدود) ہے (م، اور باقی چار ۴ کے لئے متروک ہے (۱) ش (۲) اَث (۳) ق

۳ اَیَّامٍ حُسُوْمًا (ع) حمصی کے لئے معدود ہے۔ گو اور باقی چھ کے لئے متروک ہے (۱) عَمّ (۲) عکوٗ۔ پس اس سورت کی اکیاون آیات اجماعی اور تین اختلافی ہیں۔ دمشقی، بصری نے ان تین میں سے ایک کو بھی نہیں لیا۔ اس لئے ان کی کل آیات اکیاون ہی رہیں۔ اور کوفی نے ۱ کو، حجازی نے ۲ کو اور حمصی نے ۳ کو لیا ہے۔ اس لئے ان پانچوں کی کل آیات باون ہو گئیں۔

فائدہ:۔ اس سورت کی آیات کے بارے میں بصری کے لئے دو قول ہیں (۱) اکیاون، اور یہی صحیح اور معتبر ہے (۲) باون، پھر ان حضرات کے دو گروہ ہیں۔ اور تفصیل یہ ہے کہ ان میں سے بعض نے اَلْحَاقَّةُ کو لیا ہے اور بعض نے حُسُوْمًا پر آیت بتائی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ بصری کیلئے ان دونوں میں سے کسی پر بھی نہیں ہے (۱) عَن (۲) عَم (۳) عکوٗ) اور وجہ اَلْحَاقَّةُ میں عدم نقل ہے۔ یعنی بصری کے لئے اس پر آیت منقول نہیں ہے۔ اور حُسُوْمًا میں وجوہ تین ہیں (۱) عدمِ نقل (۲) عدم مشاکلہ (۳) ایک وجہ میں اس پر کلام بھی کامل نہیں ہوا ہے۔

شبہ الفاصلہ کے دو اور شبہ الوسط کے چار کلمات

(مف) (عط) ۲ (مف)

۲۵۳/۳ وَدَعْ بِیَمِیْنِہٖ وَصَرْعٰی وَ عُدَّنْ تُبْ

(عطق) (عط) جج (حف)

بِصِرُوْنَ کَرِیْمٍ وَالْاَقَاوِیْلِ ذَا سَبْر

ترجمہ:۔ اور تو بِیَمِیْنِہٖ اور (فِیْهَا) صَرْعٰی (ع) کو (سب کے لئے) ترک کرے، اور بِمَا تُبْصِرُوْنَ (کے دونوں کلمات اور رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ اور (بَعْضَ) الْاَقَاوِیْلِ کو (سب کے لئے آیات میں) شمار کرے۔ حالانکہ تو تلاش (کرنے) والا (اور مسائل کی پوری تحقیق کرنے والا) ہے (یعنی مناسب یہ ہے کہ تم دل وجان سے تفتیش اور تلاش کے شوقین بن جاؤ۔ اور بعض نسخوں میں ذَا الْیُسْرِ ہے۔ یعنی حالانکہ تو اپنے طلباء کے لئے آسانی والا اور صاف عبارت کے ذریعہ مطلب سمجھا دینے والا ہے)

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ وَنُوْحٍ وَالْجِنِّ

سُورۂ معارج اور نوح اور جنّ۔ اِن میں چار شعر ہیں۔

(۷۰) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ یا الْوَاقِعُ (۷۹)

اس کا تیسرا نام "سَاَلَ" بھی ہے۔ اجماعًا مکّی ہے۔ اس کی نظیر حجازی میں سُورۃ الرّعد ہے اور شامی، عراقی میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات دوسو سولہ ۲۱۶ اور حروف آٹھ سو اکسٹھ ۸۶۱ ہیں اور فواصل عَجَّهَا لَنَمَ کے ساتؔ حروف ہیں ۱: عٓ: وَاقِعٍ ۲: جٓ: الْمَعَارِجِ ۳: ہٓ: اَلْفَ سَنَةٍ ۴: آ: جَمِيْلًا ۵: لٓ: كَالْمُهْلِ ۶: نٓ: كَالْعِهْنِ ۷: مٓ: مَعْلُوْمٌ (ع)۔

(۷۱) سُوْرَةُ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ (۷۱)

اجماعًا مکّی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اوّل وحمصی میں الٓمٓ السجدہ اور ملک اور مدنی اخیر و مکی میں صرف سجدہ اور کوفی میں جنّ ہے۔ اور بصری میں الفتح، الحدید، التکویر، والفجر ہے۔ اور دمشقی میں الفتح اور التکویر ہے۔ اس کے کلمات دوسو چوبیس ۲۲۴ اور حروف نوسو انتیس ۹۲۹ ہیں۔ اور فواصل مَنَّا کے تینؔ حروف ہیں ۱: مٓ: اَلِيْمٌ (ع) ۲: نٓ: مُبِيْنٌ (ع) ۳: آ: وَنَهَارًا (ع)۔

(۷۲) سُوْرَةُ الْجِنِّ (۴۰)

اجماعًا مکّی ہے۔ اس کی نظیر حجازی، شامی میں سُورۃ الحدید اور کوفی میں نوحؔ ہے۔ اور بصری شمار میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات دوسو پچاسی ۲۸۵ اور حروف سات سو انسٹھ ۷۵۹ ہیں۔ اور فواصل دَا کے دوؔ حروف ہیں۔ ۱: آ: عَجَبًا (ع) ۲: دٓ: اَحَدٌ (ع)۔

(فِيْهِ مَعْنًى اَوْ ذُوْ مَعْنًى) (خ) (مَفْعُمْ)

(۲۵۴/۱) وَسَالَ (ﮨ) مَعْنًى (دُ) مْ وَالشَّامِ (ب) (جِ) ـلاً سَنَهُ

اَیْ وَعَدُّ سَالَ (ب) (خ)

اَیْ طِبْ بِهٖ — اَیْ وَهٰذَا الْعَدُّ ثَابِتٌ لِكِلَا الشَّامِيِّ وَالْبَصْرِيِّ

سِوَاهُ وَنُوْحُ (ب) (طِ) ـبْ (خ) (كِ) ـلَا الشَّامِ وَالْبَصْرِي

لَهُ فَمْ اَوْ بَدَلٌ مِّنَ الْفَاعِلِ وَهُوَ جَمِيْعُ الْاَئِمَّةِ (زَوْ) — اَیْ وَعَدُّ نُوْحٍ (ب)

ـــــــــــــــ

ہ یعنی مدنی اوّل (یزیدی بصری) وحمصی میں۔ پس مدنی اوّل (شیبی کوفی) میں صرف سجدہ ہے ۱۲

ترجمہ :- اور (حجازی، عراقی حمصی کے لئے) سَاکَ (یعنی معارج کا شمار) جو ہے (اس میں ثواب اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا کی وہ) آرزوئیں (اور امیدیں) ہیں (جو پوری ہو کر رہتی ہیں، یعنی آیات کے شمار میں مشغول ہونے سے نیک آرزوئیں خود بخود پوری ہو جاتی ہیں) تو (اس شمار پر) ہمیشگی کر (پس ان چھ اماموں کے لئے معارج کی کُل آیات چوالیس ہیں جو مَ اور دَ سے نکلی ہیں) اور شامی (یعنی دمشقی) نے (اس شمار کو چار کے بجائے تین اور چالیس کے عدد کے ذریعہ) ظاہر کر دیا ہے (پس دمشقی کے لئے معارج کی کُل آیات تینتالیس ہیں۔ اور اس اختلاف کی تفصیل یہ ہے کہ اَلْفَ) سَنَةٍ کو اُن (شامی یعنی دمشقی) کے سوا (باقی چھ) نے (شمار کیا ہے (۱) م (۲) ک۔ اور دمشقی کے لئے متروک ہے (۱) عَمّ۔ یعنی بعد والی آیتوں کے ساتھ عدمِ مشاکلہ (۲) اَتْ (۳) عَوْ۔ پس اس سورت کی تینتالیس آیات اجماعی اور ایک اختلافی ہے۔ اور وہ اَلْفَ سَنَةٍ ہے۔ دمشقی نے اس کو نہیں لیا، اس لئے ان کی تینتالیس ہی رہیں۔ اور باقی چھ نے اس کو شمار کیا ہے، اس لئے ان کی چوالیس ہو گئیں) اور (سورۂ) نوحؑ (کی آیتوں کا شمار) جو ہے تو شامی (یعنی دمشقی) اور بصری کی حفاظت کے سبب (اس شمار سے) خوش ہو جا (کیونکہ یہ حفاظت ایک بلند ترین نعمت ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ اِس حفاظت ہی سے شمار کا علم حاصِل ہوا ہے۔ پس شامی یعنی دمشقی اور بصری کے لئے نوحؑ کی کُل آیات اُنتیس ہیں جو طَا اور کاف سے نکلی ہیں۔ یا تو اس شمار سے خوش ہو جا، یہ شامی اور بصری کی حفاظت کی وجہ سے محفوظ ہے)

اختلاف والی پانچ اور شبہ الوسط کی دو آیتیں

(۲۵۵ / ۲)

(خ اَوْ مُسْ) (ب اَوْ فَحْ) (حَالٌ)

وَثِمَّنْ هُدًى وَّالصَّدْرُ لُذْ بَارًا اَتْرُكَنْ

(مَفْعُوْ) (۳۰) (حجازی) (کوفی)

اَیْ وَعْدُ الصِّدْقِ لِذِیْہِ (مَعَالِم) اَوِ التَّقْدِیْرُ وَعْدُہَا الصَّدْرُ ثَلٰثِیْنَ آیَۃً۔

(ذُوالْحَالِ) (مُتَّصِلٌ) (مُتْ) ۳ ۲

سُوَاعًا كَذَا الْكُوْفِ نَسْرًا الِهٖ اسْتَقِرْ

(مَفْعُوْ) (ب) (مُنْتَخٌ) جُمْلَةٌ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَ الْحَالِ وَصَاحِبِهَا۔

اَیْ سُوَاعًا كَائِنًا كَذَا اَیْ كَائِنًا فِیْ كَوْنِہَا مَتْرُوْكًا۔

ترجمہ :- اور تو (اس سورت کے شمار کو کوفی کے لئے) آٹھ (اور بیس یعنی اٹھائیس) بنا دے حالانکہ تو (یا یہ شمار راہِ حق کی) ہدایت (والا) ہے اور حجازی (وحمصی) جو ہیں تو (ان کے شمار سے بھی) چمٹ جا (اور اس کے ذریعہ پناہ حاصل کرے۔ پس ان چاروں کے لئے اس سورت کی کل آیات

تیسؔ ہیں جولام سے نکلی ہیں اور) تو (فَادْخِلُوْا) نَارًا (ہے) کو کوفی کے لئے (اور اُس وَلَا سُوَاعًا (ہے) کو (کوفی اور حمصی کیلئے) ضرور ساقط کردے جو (ان کے لئے متروک ہونے میں) اِس (نارًا) کی طرح ہے (اور دَیَعُوْقَ دَ) نَسْرًا (ہے) اُن (کوفی اور حمصی ہی) کے لئے (معدود) ہے حالانکہ یہ (دونوں اس کے شمار کرنے میں مدنی) اخیر کی طرح ہیں تو (ان سب اختلافی آیات کو پوری طرح) تلاش کرلے (اور اپنے حافظہ میں جمع کرلے۔ پس سُوَاعًا کوفی اور حمصی کے لئے اور نارًا صرف کوفی کے لئے متروک ہے، ش۔ اور سُوَاعًا حجازی، دمشقی، بصری کے لئے اور نارًا حجازی شامی، بصری کے لئے معدود ہے۔م، اور دَنَسْرًا کوفی ومدنی اخیر حمصی کے لئے معدود ہے۔م اور باقی چار کے لئے متروک ہے، اَعَکُوْ۔ اور وجہ یہ ہے کہ اس پر کلام پوری طرح کامل نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ جملہ وَقَدْ اَضَلُّوْا میں بھی بتوں ہی کی برائی کا ذکر ہے۔ جو اس سے پیشتر مذکور ہیں)

(اِعْتِرَاضِیَّۃٌ) (مَفْعُوْ)

۲۵۶/۳ كَالْاٰخِرِ كَثِيْرًا اُبْ جَلَا نُوْرًا اِنْ تَرْكَنْ

(مُتَّفَقٌ اٰدَبْ) (مدنی اوّل) (مکی) (فِعْلِیَّۃٌ مُسْتَانِفَۃٌ اَوْخ)

عَلَّ مِنْ هَا اِلَیْہٖ اَیْ کَانْشَاکَالْاٰخِرِ

وَعَدَّ نَهَارًا اَمَّ اَطِيْعُوْنِ مَنْ يَّقْرِیْ

(نَعْفَ) (ظُحْ) (فَا) (کَثِیْرِیْ)

ترجمہ:۔ (كَالْاٰخِرِ کا مطلب شعر ۲۵۵/۲ میں درج ہو چکا ہے۔ اور وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا (ہے کے آیات میں شامل ہونے) کو اُس (مدنی اوّل اور مکی کے فریق) نے ظاہر کر دیا ہے۔ تو (اس کے شمار کرنے کی طرف بھی) رجوع کر (اور متروک قرار نہ دے۔ پس كَثِيْرًا ان دونوں کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ اور باقی پانچ کے لئے متروک ہے۔ اور وجوہ مدنی اخیر، کوفی حمصی کے لئے دو ہیں (۱) عَوْ (۲) ق۔ اور دمشقی، بصری کے لئے ایک ہے اور وہ "عَوْ" ہے۔ اور) تو (فِيْهِنَّ) نُوْرًا (ہے) کو (حمصی کے سوا باقی چھ کے لئے) ضرور ترک کردے۔ (۱) عَوْ (۲) عَکُوْ (۳) قَبْ اور حمصی کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) کَوْ)

(اس سورت کی ستائیس ۲۷ آیتیں اجماعی اور پانچ ۵ اختلافی ہیں۔ جن پر نمبر لگے ہوئے ہیں۔ پس کوفی نے ۳ وَنَسْرًا کو لیا ہے اس لئے ان کی اٹھائیس ۲۸ ہو گئیں۔ دمشقی اور بصری نے ۱ نَارًا ۲ سُوَاعًا ان دو کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی اُنتیس ۲۹ ہو گئیں۔ مدنی اوّل و مکی نے ۱ نَارًا ۲ سُوَاعًا ۴ كَثِيْرًا ان تین کو، اور مدنی اخیر نے ۱ نَارًا ۲ سُوَاعًا ۳ وَنَسْرًا ان تین کو۔ اور حمصی نے

۱ نَارًا ۲ عِ ۳ دَنَسْرًا ۴ ثُبُورًا ۵ ان تینؔ کو لیا ہے۔ اس لئے حجازی اور حمصی کی تیس ۳۰ تیس ہوگئیں) اور (لَیۡلاً وَّ) نَهَارًا کو اُس (ہر ایک معلم) نے (آیات میں) شمار کیا ہے جو (اپنے شاگردوں کو قرآن) پڑھاتا ہے۔ حالانکہ یہ (آیات کا آخری سرا شمار ہونے میں وَ) اَطِیۡعُوۡنِ (عِ) کے ساتھ (شامل ہے (پس وَاَطِیۡعُوۡنِ اور وَنَهَارًا دونوں شبہ الوسط ہیں اور شُبہ کی وجہ یہ ہے کہ یہ پہلی آیتوں کے وزن پر نہیں ہیں)

اَصۡلُہٗ كُلۡتَ فَاُبۡدِلَتِ الۡهَمۡزَةُ اَلِفًا ثُمَّ سَقَطَتۡ لِلسَّاكِنَيۡنِ۔

(۲۵۷/۴) وَجِنٌّ كَلَتۡ حِفۡظًا وَّمُلۡتَحَدًا اتۡرُكَنۡ

(جَنۡیٔ اَحَدُ الۡمَرۡفُوعَ عُدَّنۡ لِلۡحُجُبۡ)

وَهٰذِهِ الۡاٰيَةُ جَنٰى لِاشۡتِمَالِهَا عَلَى التَّوۡحِيۡدِ۔

ترجمہ:۔ اور (سورۃ) جنّ جو ہے اُس نے (اپنے اندر کے مضامین توحید ورسالت وقیامت پر کامل ایمان اور یقین رکھنے والے کو آخرت کے عذاب سے) خوب (ہی) محفوظ کر دیا ہے (یا اُس سورت نے اپنے پڑھنے والے کو اور نیز اُس کو جس پر اسے دَم کر دیں جنّات کے اثر سے بچا لیا ہے۔ پس سُورۃ جنّ کی کُل آیات اجمال کے درجہ میں سب کے لئے اٹھائیس ۲۸ ہیں۔ جو کاف اور حا سے نکلی ہیں۔ لیکن تفصیل میں دُو جگہ اختلاف ہے) اور (اس کا بیان یہ ہے کہ) تو (مِنۡ دُوۡنِهٖ) مُلۡتَحَدًا یعنی عِ کی تیسری آیت) کو (مکّی کے لئے) ضرور ترک کر دے (عکو) کیونکہ اس کے بعد ۱ اِلَّا استثنائیہ آرہا ہے۔ اور باقی چھ کے لئے شمار کرلے (م) یہ آیت کامل توحید پر مشتمل ہونے کے سبب) جنیٰ ہو (اور نہایت لذیذ) میوہ ہے (اور) تو (اس مُلۡتَحَدًا سے پہلے) رفع والے (مِنَ اللّٰهِ) اَحَدٌ کو حُجَر (یعنی مکّی) کے لئے (اس سُورت کی آیات میں) ضرور شمار کرلے (نَصّ جس کے معنٰی یہ ہیں کہ اس پر آیت ہونا مکّی کو اپنے شیوخ سے نقلاً پہنچا ہے اور باقی چھ کے لئے اَحَدٌ متروک ہے (۱) عم (۲) عکو رہا نصب والا اَحَدًا (جو پانچ جگہ ہے) سو اس پر اجماعاً آیت ہے)

فائدہ:۔ اس سُورت کی ستائیس ۲۷ آیات اجماعی اور دُو ۲ اختلافی ہیں۔ ۱ اَحَدٌ مکّی۔ ۲ مُلۡتَحَدًا مدنیان، شامی، عراقی۔ پس مکّی نے ۱ کو اور باقی چھ ۶ نے ۲ کو لیا ہے۔ اس لئے ساتوں کی کُل آیات اٹھائیس ۲۸ ہوگئیں۔

سُورَۃُ الۡمُزَّمِّلِ وَالۡمُدَّثِّرِ

اِن میں سات شعر ہیں

(۷۳) سُوۡرَۃُ الۡمُزَّمِّلِ (۳)

مکّی ہے، لیکن ابن عبّاس رضؓ وعطاء کے قول پر آیت ۲۰ اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ سے سورت کے ختم تک مدنی ہے۔ اور بعض کے قول پر ابنِ عبّاس رضؓ نے تین ۳ آیتوں کو مدنی بتایا ہے ۱، اور ۲، وَاصۡبِرۡ سے قَلِيۡلًا تک۔ ۳، اِنَّ رَبَّكَ سے رَحِيۡمٌ تک۔

اس کی نظیر مدنی اوّل کے شمار پر سورۃ البلد اور عَلَق ہے۔ اور مکّی کے لئے دوسرے رَسُوۡلًا کو شمار کرنے کی صورت میں تو اس کی نظیر سورۃ البلد اور عَلَق ہی ہے۔ اور اس کے شمار نہ کرنے کی تقدیر پر الانفطار، الاعلیٰ ہے۔ اور مدنی اخیر میں سُورۂ حجرات اور التغابن ہے۔ کیونکہ اس شمار پر ان تینوں ۳ سورتوں کی آیتیں اٹھارہ ۱۸ اٹھارہ ۱۸ ہیں۔ اور کوفی و دمشقی میں سُورۃ البلد، اور بصری شمار پر سورۃ الانفطار، الاعلیٰ، العلق ہے۔ اس لئے کہ اس شمار میں ان تینوں ۳ سُورتوں کی طرح مزّمّل کی آیات بھی اُنیس ۱۹ ہیں۔ اور حمصی میں انفطار واعلیٰ ہے۔ اسکے کلمات دوسو پچاسی ۲۸۵ اور حروف آٹھ سواڑتیس ۸۳۸ ہیں۔ اس کے فواصل مَالَ یا لَامَ کے تین ۳ حروف ہیں۔ ۱، لَ ۱ : اَلۡمُزَّمِّلُ ۲، اَ ۱۹ : قَلِيۡلًا (رع ۱) ۳، مَ ۱ : جَحِيۡمًا (رع ۱)

(۷۴) سُوۡرَۃُ الۡمُدَّثِّرِ (۴)

اجماعًا مکّی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اوّل وحمصی میں دخان اور مدنی اخیر، مکّی، دمشقی میں القمر ہے۔ اور باقی دو ۲ شماروں یعنی عراقی میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات دوسو پچپن ۲۵۵ اور حروف ایک ہزار ۱۰۰۰ ہیں۔ اور فواصل رَ ا دَ هُنَّ کے پانچ ۵ حروف ہیں۔ ۱، رَ ۳۱ : اَلۡمُدَّثِّرُ ۲، اَ ۱ : وَحِيۡدًا ۳، دَ ۱ : اَنۡ اَزِيۡدَ (رع ۱) ۴، ۃ ۱ : رَهِيۡنَةٌ (رع ۲) ۵، نَ ۱ : اَلۡيَمِيۡنِ (رع ۲)۔

خبرٌ ثانٍ، اَوِ التَّقۡدِيۡرُ وَهٰذَا الۡعَدُّ مُشۡعِرٌ۔
(ب)
(۲۵۸/۱) وَمُزَّمِّلٌ عِشۡرُوۡنَ (مُثۡرٍ) (ا) لَا (دَ) نَا دُسَ
اَيۡ وَعَدُّ مُزَّمِّلٍ — خبرٌ اوّل — (کوفی، مکّی) (مدنی اوّل) (شامی بصری دمشقی)

(حم اَوْ مَفْ) اَمَّا یَ عَدَّھَا تِسْعٌ

وَالْاٰخِرْ اِحْصِنْ اِیْمِنًا وَتِسْعٌ مَعَ الْعَشْرِ

(ب) (حم) (۱۰) (عَمْ) (کُش)

اَیْ اُحْصُ عَدَّہٗ بِالْحَاءِ وَالْیَاءِ

ترجمہ :- اور (سورۂ) مزمل (کا شمار مکی، کوفی، مدنی اول، شامی یعنی دمشقی چاروں کے لئے) بیس (۲۰)
(آیتیں) ہے (یہ شمار باقی دو شماروں پر فائق اور ان سے زائد ہونے کے سبب) دولت مند بن جانے
والا (اور پسندیدہ) ہے (تو) ہوشیار رہ (اور شماروں کے بارے میں غلطی کا ارتکاب نہ کر اور باقی
سورتوں کے شمار کی طرح) یہ (اس سورت کا شمار بھی صحت اور درستی سے) قریب ہو گیا ہے
اور (مدنی) اخیر جو ہیں تو (ان کے لئے اس سورت کی آیات کے شمار کو حا اور یا کے ذریعہ اپنے
ذہن میں) جمع کرلے حالانکہ یہ برکت (والا) ہے (یا تو ان کے اس شمار کے یاد رکھنے کے ذریعہ
بھی بہت بڑی برکت جمع کرلے۔ پس مدنی اخیر کے لئے اس سورت کی آیات اٹھارہ (۱۸) ہیں جو حا اور یا
سے نکلی ہیں) اور (بصری و حمصی کے لئے اور دوسرے قول پر مکی کے لئے بھی جن کی رمز واؤ اور جیم ہے
جو شعر ۲۵۹/۲ کے شروع میں مذکور ہیں۔ اس سورت کی آیات ایسی) تو ہیں جو دس سمیت ہیں (اور
کل انیس (۱۹) ہیں)

ضَمِیْرُ وَعٰی لِلْبَصْرِیِّ الْمَفْهُوْمِ مِنَ الْوَاوِ

صَطْمِ اَیْ اِسْقَاطًا اَبَدًا

(۲۵۹/۲) وَعٰی جُهْدِ بِخُلْفٍ شِیْئًا اُسْقِطْ اَبَدًا وَعَدْ

(بصری) (مکی) (مُتْحْ) (مَقْ) (نقل) (مدنی اخیر) (مَمْضْ)

جُمْلَةٌ مُعْتَرِضَةٌ بَیْنَ الْفِعْلِ وَمَفْعُوْلِہٖ

دَمْكٍ رَسُوْلًا اَوْلَا وَاتْرُکَنْ وَادْرِ

(فَا) (مَفْ) (ص اَوْ حَال)

(۲۶۰/۳) لَهٗ ثَانِیًا بِالْخُلْفِ مُزَّمِّلُ اتْرُکَنْ

(مُتْ) (مَتْ) (مَقْ)

اَیْ رَسُوْلًا ثَانِیًا

صَطْمِ کُوْنِ یَا مقدر کی صفت ہے۔ اَیْ دَیْ یَا جَحِیْمًا۔ اور بین موصوفین کے درمیان معترضہ ہے۔

وَاَرٰی لِهِنْ اَجْلًا وَاعُدْ جَحِیْمًا بِلَا نُکْرٍ

(بصری) (مدنی اخیر) (مکی) (مَفْ) (مُتَّصِلٌ)

ترجمہ شعر ۲۵۹/۲ :- (بصری و حمصی اور مکی پر مشتمل ہونے والے) اُس (فریق)
نے (اس انیس (۱۹) کے شمار کو بھی اپنے شیوخ سے) حفظ کیا ہے تو (اس کو بیان کرکے) سخی بن جا

(اور بخل اختیار نہ کر) حالانکہ یہ (شمار مکّی کے لئے ان کے) خلف کے ساتھ ہے (یعنی مزمّل کی کُل آیات بصری و حمصی کے لئے بلا خلاف اور مکّی کے لئے خلاف کے ساتھ اُنیس ۱۹ ہیں۔ پس یہاں مکّی کے لئے دو ۲ قول ہیں (۱) کُل آیات بیس ۲۰ ہیں، اور یہی قول صحیح ہے (۲) بصری و حمصی کی طرح ان کیلئے بھی انیس ۱۹ ہیں۔ حاصل یہ کہ اس سُورت کی کُل آیات کوفی، مدنی اوّل دمشقی کے لئے بیس ۲۰۔ بصری و حمصی کیلئے اُنیس ۱۹۔ مدنی اخیر کے لئے اٹھارہ ۱۸ ہیں۔ اور مکّی کے لئے صحیح قول پر بیس ۲۰ اور دوسرے پر اُنیس ۱۹ ہیں۔ پھر ان میں سے سولہ ۱۶ آیتیں اجماعی اور ذیل کی پانچ ۵ اختلافی ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے کہ) تو (۱ یَجْعَلُ الْوِلْدَانَ) شِيبًا کو (با والے مدنی اخیر کے لئے ایسے اسقاط سے) ترک کردے (۱) عو (۲) ش (۳) قب) جو ظاہر (اور واضح) ہوگیا ہے (اور باقی چھ ۶ کے لئے شمار کرلے (۱) م (۲) کو، کیونکہ بعد والا جملہ پہلے جملہ کی وضاحت کے لئے ہے) اور مکّی نے (۲ پہلے رَسُولًا کو (بھی جو اِلَيْكُمْ رَسُولًا میں ہے سورت کی آیات میں) شمار کیا ہے (۱) م (۲) اَعْ، اور باقی چھ ۶ کے لئے متروک ہے (۱) ش (۲) ق، یا تو مکّی کے لئے پہلے رَسُولًا کو شمار کرلے)

ترجمہ شعر ۲۶۰: اور تو اُن (مکّی ہی) کے لئے (۳) دوسرے (رَسُولًا) کو (جو اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُولًا میں ہے ان کے) خلاف کے ساتھ (ضرور) ترک (بھی) کردے اور (اس کو پوری طرح) جان (بھی) لے (اور خوب تحقیق کرلے کہ مکّی کے لئے اس کے ترک کی روایت صحیح ہے یا غیر صحیح۔ کیونکہ دانی ؒ کے ماسوا کی روایت کی رُو سے تو مکّی کے لئے اس پر آیت نہیں ہے عطف اور دانیؒ کی روایت میں باقی چھ ۶ کی طرح مکّی کے لئے بھی اس پر آیت ہے (۱) م (۲) کو (۳) اَعْ اور یہی صحیح ہے۔ اور پہلا قول بلا دلیل ہے۔ اور ترک کی وجہ بھی معقول نہیں ہے اور تو (۴ یَاَيُّهَا) الْمُزَّمِّلُ کو (بصری، مدنی اخیر، مکّی کے لئے) ضرور ترک کردے (عم) یہ (ترک ایسی روشنی سے) روشن ہوگیا ہے، جو ظاہر (اور واضح) ہوگئی ہے (اس لئے) تو (بھی اس کے ترک کو) ظاہر (اور مشہور) کردے (اور باقی چار ۴ کے لئے شمار کرلے اَعْ، کیونکہ يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ پر اجماعاً آیت ہے جو بعینہٖ اس کی نظیر ہے) اور تو (۵ اَنْكَالًا وَّ) جَحِيمًا کو (حمصی کے سوا باقی چھ ۶ کیلئے ایسے شمار سے) شمار کرلے (م)، جو (ہر طرح کے) انکار کے بغیر ہے (یا "اور یہ شمار ہر طرح کے انکار کے بغیر ہے"۔ پس حمصی کے لئے وَجَحِيمًا متروک ہے (۱) ق (۲) ش)

فائدہ:۔ اِس سُورت کی سولہ ۱۶ آیتیں اجماعی اور پانچ ۵ اختلافی ہیں جن پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ پس ان پانچ میں سے مدنی اوّل کوفی دمشقی نے ۲ کے سوا باقی چار ۴ کو اور مکّی نے ایک قول پر

۴ کے سوا باقی چار کو لیا ہے۔ اس لئے ان چاروں کی کل آیات بیس ہوگئیں۔ اور بصری نے ۱، ۳، ۵ ان تین کو۔ اور حمصی نے ۱، ۳، ۴ ان تین کو اور مکی نے دوسرے قول پر ۱، ۲، ۵ ان تین کو لیا ہے۔ اس لئے ان تینوں کی آیات انیس ہوگئیں۔ اور مدنی اخیر نے ۳، ۵ ان دو کو لیا ہے، اس لئے ان کی اٹھارہ ہوگئیں۔

شبہ الفاصلہ کے چار کلمات

۲۶۱/۴ وَدَعْ حَسَنًا اَجْرًا وَّ اَنْكَالًا اِلْمُكَذْ
ذِبِيْنَ وَتِلْوُ (نَّبْلِ رُوٍ) لَا خُمُسُ لِلْكُثْ

ترجمہ:۔ اور تو (۱ قرضاً) حسناً (اور ۲ واعظم) اجراً (۴) اور (۳) انکالاً (اور ۴ وذرنی و) المکذبین (۴) کو (ساتوں اماموں کے لئے) ترک کرے اور (اس مزمل کے بعد (والی مدثر) جو ہے تو (مدنی اول، عراقی حمصی کے لئے اس کی آیات کے شمار کو شیوخ سے) لے لے (اور نون اور واؤ کے ذریعہ حاصل کرے۔ پس ان چاروں کے لئے اس سورت کی کل آیات چھپن ہیں) حالانکہ تو نقل کی) پیروی (والا یا ناقلین کی مدد والا) ہے (یا یہ شمار پیروی والا اور مدد والا ہے۔ اور اس سورت کی آیات ایسی پچاس اور) پانچ (یعنی پچپن) ہیں جو (مدنی اول (و حمصی) کے سوا کثر کے لئے ہیں (پس مدنی اخیر، مکی اور دمشقی کے لئے اس سورت کی کل آیات پچپن ہیں، جن میں سے چون اجماعی اور دو اختلافی ہیں)۔

اختلافی والی آیتوں اور شبہ الفاصلہ کے دو دو اور شبہ الوسط کے سات کلمات

۲۶۲/۵ سِوٰی اَوَّلٍ وَّاتْرُكْ رَبَّكَ اَيْنَ سَاءَ تُوْ
مستثنی من الکثر۔ (مدنی اخیر) کے ای ترکا ابدا۔

(اَعَ لِلْمَدَنِیْ)

نَ وَالْمُجْرِمِیْنَ اَعُدُّ مَدَنِیْ مَعَ الْبَصْرِیْ

(مُفْتِیْ) (قَصْ)

ترجمہ :- اور تو (ع) یَتَسَآءَلُوْنَ (یا ع) کو (مدنی اخیر کے لئے ایسے ترک سے) ساقط کردے (ش) جو ظاہر ہو گیا ہے (اور باقی چھ کے لئے شمار کرے م) اور (اس کے بعد) عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ (یا ع) کو (اُس) مدنی (اوّل واخیر) کے لئے شمار کرلے جو بصری اور کوفی (حمصی سمیت ہیں (پس ان پانچوں کے لئے اَلْمُجْرِمِیْنَ معدود ہے (۱) م (۲) اَعَ۔ اور مکی و دمشقی کے لئے متروک ہے (۱) ق (۲) ش۔ ان دونوں آیتوں کے بارے میں شمار کے اماموں کی تین جماعتیں ہیں۔ ۱ مدنی اخیر۔ ان کے لئے یَتَسَآءَلُوْنَ پر نہیں ہے اور عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ پر ہے۔ ۲ مکی و دمشقی ان کے لئے صرف اوّل پر ہے نہ کہ ثانی پر بھی۔ ۳ مدنی اوّل اور عراقی و حمصی ان کے لئے دونوں پر ہے (۱) م (۲) اَعَ۔ اور عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ کا قصر مضر نہیں کیوں کہ اس میں نو حروف ہیں۔ اور اسی سورت میں ثُمَّ نَظَرَ والی آیت بھی ہے جو صرف پانچ یا چھ ہی حروف پر مشتمل ہے۔ پس مدنی اوّل، عراقی حمصی نے اختلاف والی دونوں آیتوں کو لیا ہے۔ اس لئے یہ دو آیتیں اجماعی چون میں شامل ہوکر ان کی کُل آیات چھپّن ہوگئیں۔ مدنی اخیر نے صرف اَلْمُجْرِمِیْنَ کو اور مکی اور دمشقی نے صرف یَتَسَآءَلُوْنَ کو لیا ہے۔ اس لئے ان تینوں کی کُل آیات پچپن ہوگئیں ۵

(عَطْ) (مَفْ) (رَحْ) (مُتْ)

٣٦٣ / ٦ وَكُوْفٍ وَّدَعْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ لِكُلِّهِمْ

(مَفْ) (مُتَصْ اَوْ مُتَحْ)

كَذَا مَثَلًا وَّاعْدُدْ رَهِيْنَةٌ عَلَى الْاِثْرِ

(مُتَحْ) (رَحْ) (اَوْبْ)

ترجمہ :- (وَكُوْفٍ کا ترجمہ گزر چکا ہے) اور تو (اُوْتُوا الْكِتٰبَ) وَالْمُؤْمِنُوْنَ کو (اور اسی طرح (بِهٰذَا) مَثَلًا کو اُن (اماموں) میں کے سب کے لئے ترک کردے (یا مَثَلًا بھی اسی وَالْمُؤْمِنُوْنَ کی طرح متروک ہے) اور تو (اُس بِمَا كَسَبَتْ) رَهِيْنَةٌ کو (سب کے لئے) شمار کرلے۔ جو (وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مَثَلًا کے) بعد (یا ع میں) ہے (پس وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مَثَلًا شبہ الفاصلہ ہیں۔ اور رَهِيْنَةٌ شبہ الوسط ہے۔)

ہ سوی اوّل کا ترجمہ شعر ۲۶۱/۲ میں گزر چکا ہے ١٢

واؤ یا تو عاطفہ ہے یا مستانفہ۔ پہلی صورت میں شعر ۲۶۴ کے چھ کلمات شعر ۲۶۳ کے رَاهِینَةٌ پر معطوف ہیں۔ اور اُعْدُدَنْ شعر ۲۶۴ وَاعْدُدْ شعر ۲۶۳ کی تاکید کے لئے ہے اور استیناف کی تقدیر پر شعر ۲۶۴ کے پانچ کلمات عطف کے ذریعہ اسی شعر کے اُعْدُدَنْ کے مفعول ہیں۔

(۲۶۴)

وَمُدَّثِرُ النَّاقُورِ ثُمَّ نَظَرَ اَزِيْدُ
(مفق) (رم) (عطق)(جم) (عطق) (عطق)

دَ يَوْمُ عَسِيْرُ مَعْ يَسِيْرِ اعْدُدَنْ وَاسْرِ
(رم) (ظص) (عطق) (تض) (مس)

ترجمہ:- اور (اُس يَاَيُّهَا) الْمُدَّثِّرُ (اور فِي) النَّاقُوْرِ (اور) ثُمَّ نَظَرَ (اور اَنْ) اَزِيْدَ (اور) يَوْمٌ عَسِيْرٌ کو (بھی) ضرور (آیات میں) شمار کرے جو (غَيْرُ) يَسِيْرٍ سمیت ہیں اور تو (اجماعی آیات والے کلمات کے پہچاننے کے بارے میں اسی قیاس اور قاعدہ پر) جاری رہ (یعنی جتنے کلمات شبہ الوسط ہیں ان پر ساتوں اماموں کے لئے آیت شمار کرتے چلے جاؤ۔ پس رَهِيْنَةٌ سے غَيْرُ يَسِيْرٍ تک کے ساتوں کلمات شبہ الوسط ہیں۔)

وَمِنْ سُوْرَةِ الْقِيٰمَةِ اِلٰى سُوْرَةِ الشَّرْحِ

سُورۃ القیٰمہ سے سُورتِ انشراح کے شروع یعنی والضُّحٰی کے ختم تک

اِن میں سولہ شعر ہیں۔

(۷۵) سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ (۳۱)

اجماعًا مکی ہے اسکی نظیر حجازی و دمشقی شمار میں سورۃ القتال اور حمصی میں محمدؐ و نبا اور کوفی میں صرف النبأ ہے۔ اور بصری شمار میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ بصری کے لئے اُنتالیس آیتوں والی سُورت صرف قیٰمہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی سُورت ان کے ہاں اُنتالیس ۳۹ آیتوں والی نہیں ہے۔ اور نظیر نہیں ہے) کا مطلب ہر جگہ یہی ہوتا ہے کہ اس سورت کے سوا کوئی سورت اس شمار میں اتنی آیتوں والی نہیں ہے خوب سمجھ لیجئے۔ اس کے کلمات ایک سو ننانوے ۱۹۹ اور حروف چھ سو باون ۶۵۲ ہیں۔ اور اس کے فواصل هَرِيْقَا کے پانچ حروف ہیں۔ ۱۸ ہٗ: الْقِيٰمَةِ ۷ رٗ: الْبَصَرُ ۳ یٗ: التَّرَاقِيَ ۴ قٗ: مَنْ رَاقٍ ۵ اٗ: صَلّٰى۔

(۷۶) سُوْرَةُ الْاِنْسَان یعنی سُوْرَةُ الدَّھْر (۹۸)

مکّی ہے اور بعض کے قول پر مدنی ہے۔ اور اس کے نزول کے بارے میں پانچ قول ہیں۔ (۱) پوری سُورت مکّی ہے (۲) مدنی ہے (۳) وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ والی آیت مدنی اور باقی مکّی ہے۔ (۴) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا والی آیت مکّی اور باقی مدنی ہے (۵) کلبی کے قول پر صرف وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ والی آیت مکی ہے جو ولید و عتبہ کے بارے میں آئی ہے۔ مدنی اخیر اور مکّی شمار میں اس کی نظیر سُورۃ الْمُلک ہے۔ اس لئے کہ ان کے ہاں مُلک کی آیات بھی اکتیس ۳۱ ہی ہیں۔ اور باقی پانچ شماروں میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ یعنی مدنی اوّل، شامی، عراقی کے لئے اکتیس ۳۱ آیتوں والی سورۃ ایک ہی ہے اور وہ سُورۃ الدھر ہے۔ اس کے کلمات دوسو بیالیس ۲۴۲ اور حروف ایک ہزار چوّن ۱۰۵۴ ہیں۔ اور سورۃ الاسراء کی طرح اسکے فواصل بھی رَ اَ کے دو ۲ حروف ہیں۔ اس کی آیتیں اجماعاً اکتیس ۳۱ ہیں ۱ ا ۳۰: مَذْكُوْرًا ۲ رَ: قَوَارِيْرَا یہ آیت امام حمزہ اور رویس کی قراءۃ میں رَا پر اور باقی قراءتوں میں الف پر ختم ہوتی ہے۔

(۷۷) سُوْرَةُ وَالْمُرْسَلٰتِ (۳۳)

مکّی ہے لیکن ابنِ عبّاسؓ اور قتادہؒ کے قول پر وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا والی آیت مدنی ہے۔ جو مدینہ کے قبیلۂ ثقیف کے بارے میں نازل ہوئی۔ حجازی، دمشقی، بصری شمار میں اس کی نظیر سُورۃ شوریٰ ہے، کیونکہ ان پانچوں ۵ کے لئے شوریٰ اور مُرسلٰت دونوں کی آیتیں پچاس پچاس ۵۰ ہیں۔ اور کوفی حمصی شمار میں کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات ایک سو اکیاسی ۱۸۱ اور حروف آٹھ سو سولہ ۸۱۶ ہیں۔ اور فواصِل عَاتَلَ نَمْبَرَ کے آٹھ حروف ہیں۔ ۱ اَ ۹: عُرْفًا ۲ عَ: لَوَاقِعٌ ۳ تَ ۵: طُمِسَتْ ۴ لَ ۲: اَلْفَصْلِ ۵ نَ ۲۸: لِلْمُكَذِّبِيْنَ ۶ مَ ۱: مَعْلُوْمٍ ۷ بَ ۲: شُعَبٍ ۸ رَ ۲: كَالْقَصْرِ (عٓ ۱)۔

(۷۸) سُوْرَةُ النَّبَا وَتَسَاءَلُ (۸۰)

اجماعاً مکی ہے۔ کوفی و حمصی شمار میں اس کی نظیر القیٰمہ ہے۔ کیونکہ ان دونوں ۲ کے ہاں النّبا، قیٰمہ دونوں ۲ چالیس چالیس ۴۰ آیتوں والی ہیں۔ اور بصری، دمشقی شمار میں اس کی نظیر عَبَسَ ہے۔ کیونکہ بصری کے لئے نبأ اور عَبَسَ دونوں ۲ اکتالیس ۴۱ آیتوں پر مشتمل ہیں اور شامی یعنی دمشقی کے لئے نبأ و عَبَس دونوں ۲ چالیس ۴۰ آیتوں والی ہیں۔ اور قیٰمہ دمشقی اور بصری دونوں کے ہاں اُنتالیس ۳۹ والی ہے اس لئے

ـــــ اس کو سورۂ عَمَّ اور سورۃ المُعصرات بھی کہتے ہیں ۱۲

وہ نبأ کی نظیر نہیں ہے۔ اور حجازی شمار میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ کیونکہ مدنی اوّل واخیر میں نبأ کے سوا اور کوئی سُورت بھی چالیس آیتوں والی نہیں ہے۔ اور مکّی کے لئے نبأ کی اکتالیس اور دوسرے قول میں چالیس ہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی سُورت اس شمار میں اتنی آیتوں والی نہیں ہے۔ اس کے کلمات ایک سو تہتّر اور حروف سات سو ستّر ہیں اور فواصِل نمٓ کے تین حروف ہیں۔ ۱ ن: یَتَسَآءَلُوْنَ ۲ م: اَلْعَظِیْمِ ۳ آ: مِهٰدًا، کُل ۴۱ آیتیں ہیں۔

(۷۹) سُوْرَۃُ وَالنّٰزِعٰتِ (۸۱)

اجماعاً مکّی ہے۔ مدنی اوّل ومکّی شمار میں اس کی نظیر فاطر اور قٓ ہے۔ کیونکہ ان دونوں شماروں میں فاطر، قٓ، نٰزعٰت تینوں ہی پینتالیس آیتوں پر مشتمل ہیں۔ اور مدنِی اخیر اور شامی میں صرف قٓ ہے اور بصری میں الرّعد، فاطر، قٓ ہیں، کیونکہ اس شمار میں نٰزعٰت کی طرح یہ تینوں سُورتیں بھی پینتالیس آیتوں والی ہیں۔ اور کوفی میں کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ یعنی اس شمار میں چھیالیس آیتیں صرف نٰزعٰت کی ہیں نہ کہ کسی اور سُورت کی بھی۔ اس کے کلمات ایک سو اُناسی اور حروف سات سو ترپن ہیں۔ اور فواصِل ھَامَ کے تین حروف ہیں ۱ آ: غَرْقًا ۲ ہ: اَلرَّاجِفَةُ ۳ م: وَلِاَنْعَامِكُمْ اس کی دو آیتوں میں اختلاف ہے۔ جن کا بیان موقع پر آئے گا۔

(۸۰) سُوْرَۃُ عَبَسَ (۲۴)

مکّی ہے۔ دمشقی اور بصری شمار میں اس کی نظیر النّبا ہے۔ کیونکہ دمشقی میں دونوں چالیس پر اور بصری میں دونوں اکتالیس پر مشتمل ہیں اور حجازی، کوفی حمصی میں اس کی نظیر نہیں ہے کیونکہ ان پانچوں شماروں میں اکتالیس اور بیالیس آیتوں والی سُورت صرف عَبَسَ ہے۔ اس کے کلمات ایک سو تینتیس اور حروف پانچ سو تیئیس ہیں۔ اور فواصِل ھَامَ کے تین حروف ہیں ۱ آ: وَتَوَلّٰی ۲ ہ: تَذْكِرَةٌ ۳ م: وَلِاَنْعَامِكُمْ۔ کُل ۴۲ آیتیں ہیں۔

(۸۱) سُوْرَۃُ التَّكْوِيْرِ (۷)

مکّی ہے۔ یزید بصری کے سوا حجازی اور شامی شمار میں اس کی نظیر سُورۃُ الفتح ہے۔ کیونکہ ان کے لئے فتح، تکویر دونوں اُنتیس آیتوں والی ہیں۔ اور کوفی میں الفتح اور الحدید ہے۔ کیونکہ اس شمار

میں اُنتیس[29] آیتوں والی سُورتیں تین[3] ہیں۔ اور بصری میں الٓمٓ[2] السجدہ اور الفتح، الحدید، نوح[3]
والفجر ہے۔ پس اس میں اُنتیس[29] والی سُورتیں چھ[6] ہوگئیں۔ اور یزید کے شمار میں اس کی نظیر صرف
حدید ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں دونوں[2] اٹھائیس[28] آیتوں والی ہیں۔ اس کے کلمات ایک سو چار[104]
اور حروف عَبَسَ کی طرح پانچ سو تیئیس[523] ہیں۔ اور فواصل تَسْمَنَ کے چار[4] حروف ہیں۔ ۱؎ تْ[14] :
کُوِّرَتْ ۲؎ سْ[4] : بِالْخُنَّسِ ۳؎ مْ[3] : کَرِیْمٍ ۴؎ نْ[8] : مَکِیْنٍ۔ کُل اُنتیس[29] آیتیں۔

(۸۲) سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَار (۸۲)

اِجماعًا مکّی ہے، اسکی نظیر بصری شمار میں المزّمّل، الاعلیٰ اور عَلَق ہے اس لئے کہ ان دونوں[2] میں یہ چاروں[4]
سورتیں انیس[19] آیتوں والی ہیں اور حمصی میں مزّمّل واعلیٰ ہے، اور کوفی میں الاعلیٰ اور عَلَق ہے، کیونکہ
اس شمار میں مزّمّل بیس[20] آیتوں والی ہے۔ اور دمشقی و حجازی میں صرف اعلیٰ ہے۔ اور مزّمّل و علق اس لئے
نکل گئیں کہ مزّمّل دمشقی اور مدنی اوّل میں بیس[20] والی اور مدنی اخیر میں اٹھارہ[18] والی اور مکّی میں ایک
قول پر اُنیس[19] والی اور دوسرے قول پر بیس[20] والی ہے۔ اور علق دمشقی میں اٹھارہ[18] والی اور حجازی میں
بیس[20] والی ہے۔ اور مزید تفصیل یہ ہے کہ ان چار[4] میں سے مزّمّل بصری و حمصی میں اور ایک قول پر مکّی
میں بھی اور علق صرف عراقی میں اور انفطار و اعلیٰ اجماعًا اُنیس[19] والی ہیں۔ اس کے کلمات اکیاسی[81]
اور حروف تین سو ستائیس[327] ہیں۔ اور فواصِل تَمَکَّنَہٗ کے پانچ[5] حروف ہیں ۱؎ تْ[5] : اِنْفَطَرَتْ
۲؎ مْ[3] : اَلْکَرِیْمِ ۳؎ کَ[2] : فَعَدَلَکَ ۴؎ نْ[4] : بِالدِّیْنِ ۵؎ ہْ[1] : لِلّٰہِ۔

(۸۳) سُوْرَۃُ التَّطْفِیْف (۸۶)

مکّی ہے اور ابنِ عباسؓ اور قتادہؓ کے قول پر اس کا اوّل حصّہ مدنی اور اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا
سے آخر تک مکّی ہے۔ اور یہ مکّی سُورتوں میں سب سے آخری سُورت ہے۔ اس کی نظیر حجازی، شامی
و بصری میں سُورۃ الجاثیہ ہے۔ کیونکہ ان چھ[6] اماموں کے لئے تطفیف کی طرح جاثیہ بھی چھتیس[36] آیتوں
والی ہے۔ اور کوفی شمار میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات ایک سو انہتر[169] اور حروف سات سو
تیس[730] ہیں۔ اور فواصِل نَمْ کے دو[2] حروف ہیں۔ ۱؎ نْ[27] : لِلْمُطَفِّفِیْنَ ۲؎ مْ[9] : عَظِیْمٍ (ع ۱)۔

(۸۴) سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاق (۸۳)

اجماعًا مکّی ہے۔ اس کی نظیر کسی شمار میں بھی نہیں ہے۔ یعنی تیئیس[23] اور چوبیس[24] اور پچیس[25] آیتوں والی سورت

صرف انشقاق ہی ہے۔ اس کے کلمات ایک سو نو اور حروف چار سو تیس ہیں۔ دانیؒ فرماتے ہیں کہ صرف الانشقاق اور البروج دو سورتیں ایسی ہیں جو کلمات اور حروف دونوں کی تعداد میں مساوی ہیں۔ اور فواصل تحاھر قنمہ کے آٹھ حروف ہیں۔ ۱ ت: انشقت ۲ ح: کادح ۳ ا: کدحا ۴ ہ: فملقیہ ۵ ر: ان لن یحور ۶ ق: بالشفق ۷ ن: لا یؤمنون ۸ م: الیم (ع) یا سورۃ الاخدود

سورۃ البروج (۸۵) (۲۷)

مکی ہے۔ اس کی نظیر صرف مدنی اول، شامی، عراقی میں ہے۔ اور فقط المجادلہ ہے۔ اور انشقاق کی طرح بروج کے کلمات بھی ایک سو نو اور حروف چار سو تیس ہیں۔ اور فواصل جد قر بطظ کے سات حروف ہیں ۱ ج: البروج ۲ د: الموعود ۳ ق: الحریق ۴ ر: الکبیر ۵ ب: تکذیب ۶ ط: محیط ۷ ظ: محفوظ (ع)۔

سورۃ الطارق (۸٦) (۳٦)

اجماعاً مکی ہے۔ اس کی نظیر صرف مدنی اول میں ہے اور فقط والشمس ہے۔ اس کے کلمات بہتر اور حروف دو سو اکیانوے ہیں۔ اور فواصل قبظر علا کے سات حروف ہیں ۱ ق: بالطارق ۲ ب: الثاقب ۳ ظ: حافظ ۴ ر: لقادر ۵ ع: الرجع ۶ ل: فصل ۷ ا: کیدا۔

سورۃ الاعلیٰ (۸۷) (۸)

مکی ہے اور ضحاکؒ کے قول پر مدنی ہے۔ اس کی نظیر حجازی، دمشقی میں الانفطار۔ اور کوفی میں الانفطار اور علق ہے۔ اور بصری میں المزمل، الانفطار، علق اور حمصی میں مزمل و انفطار ہے اور تفصیل الانفطار میں گذر چکی ہے۔ اس کے کلمات بہتر اور حروف دو سو اکیانوے ہیں۔ اور تمام فواصل الف پر ہیں۔

سورۃ الغاشیۃ (۸۸) (٦۸)

اجماعاً مکی ہے۔ اور آیات کے شمار میں کوئی سورت بھی اس کی نظیر نہیں۔ یعنی قرآن میں چھبیس آیتوں والی سورت صرف یہی ہے۔ اس کے کلمات بانوے اور حروف تین سو اکیانوے ہیں۔ اور فواصل ھعترم کے پانچ حروف ہیں ۱ ہ: الغاشیۃ ۲ ع: ضریع ۳ ت: خلقت

ـــہ یعنی صرف ایک قول پر۔ کیونکہ دوسرے قول کی رُو سے مدنی اول کیلئے الشمس کی کل آیات پندرہ ہیں نہ کہ سولہ ۱۲

۴ رٌ : مُّذَكِّرٌ ۵ مْ : اِيَابَهُمْ۔

(۸۹) سُوْرَةُ الْفَجْرِ (۱۰)

اجماعاً مکی ہے اور علی بن ابی طلحہ کے قول پر مدنی ہے۔ اس کی نظیر شامی اور کوفی شمار میں الٓمٓ السجدہ، اور بصری میں الفتح، الحدید، نوحؑ، التکویر ہے۔ اور حجازی میں اس کی نظیر نہیں ہے، کیونکہ بتیس ۳۲ آیتوں والی سُورت فجر ہی ہے۔ اس کے کلمات ایک سو سینتیس ۱۳۷ اور حروف پانچ سو ستاون ۵۵۷ ہیں اور فواصل رَ دْ بَنَ مَاهِیَ کے آٹھ ۸ حروف ہیں ۱ رٌ : وَالْفَجْرِ ۲ دْ : بِعَادٍ ۳ بٌ : عَذَابٍ ۴ نٌ : اَكْرَمَنِ ۵ مْ : اَلْيَتِيْمَ ۶ اً : لَمًّا ۷ هٌ : مَرْضِيَّةً ۸ یٌ : لِحَيَاتِيْ

(۹۰) سُوْرَةُ الْبَلَدِ (۳۵)

مکی ہے۔ اس کی نظیر کوفی و دمشقی میں المزمّل اور مدنی اوّل و مکی میں المزمّل، العلق ہے۔ اور مدنی اخیر میں صرف العلق اور بصری و حمصی میں اس کی نظیر نہیں ہے، کیونکہ ان شماروں میں بیس ۲۰ آیتوں والی سُورت صرف یہی ہے۔ اس کے کلمات بیاسی ۸۲ اور حروف تین سو تیس ۳۳۰ ہیں۔ اور فواصل دَانِهِ کے چار ۴ حروف ہیں۔ ۱ دْ : الْبَلَدِ ۲ اً : لُبَدًا ۳ نٌ : عَيْنَيْنِ ۴ هٌ : الْعَقَبَةَ۔

(۹۱) سُوْرَةُ الشَّمْسِ (۲۶)

مکی ہے۔ اس کی نظیر صرف مدنی اوّل میں ہے اور صرف الطارق ہے۔ اس کے کلمات چوّن ۵۴ اور حروف دو سو سینتالیس ۲۴۷ ہیں۔ اور سب ۱۶ فواصل الف پر ہیں۔

(۹۲) سُوْرَةُ الَّيْلِ (۹)

مکی ہے اور علی بن ابی طلحہ کے قول پر مدنی ہے۔ اس کی نظیر صرف مدنی اخیر اور مکی میں ہے اور صرف مجادلہ ہے۔ کیونکہ اکیس ۲۱ آیتوں والی سُورتیں دو ہی ہیں ۱ مجادلہ، یہ صرف مکی اور مدنی اخیر میں اکیس ۲۱ والی اور باقی شماروں میں بائیس ۲۲ والی ہے۔ ۲ والّیل، یہ اجماعاً اکیس ۲۱ آیتوں والی ہے۔ اس کے کلمات اکہتر ۷۱ اور حروف تین سو بیس ۳۲۰ ہیں۔ اور سب ۲۱ فواصل الف پر ہیں۔

(۹۳) سُوْرَةُ الضُّحٰی (۱۱)

مکیؔ ہے۔ اور اس کی نظیر حجازی، شامی میں الجُمُعَہ، المنفقون، والعٰدیٰت۔ اور کوفی میں یہ تینوں۳ اور القارعہ اور بصری میں یہ تینوں۳ اور الطلاق ہے۔ اس کے کلمات چالیس۴۰ اور حروف ایک سو بہتر۱۷۲ ہیں۔ اور فواصل رَ اثَ کے تین۳ حروف ہیں ۱ا آ: وَالضُّحٰی ۲ ر: تَقْهَرْ ۳ ث: فَحَدِّثْ۔

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ وَالْاِنْسَان

ان میں تین۳ شعر ہیں

۲۶۵/۱ لَاۤ اُقْسِمُ (ب) طِبْ (۹) لِّيْنًا (۳۰) وَّكُوْفِ (۴۰) مُّنًى وَّعُدُ

اَیْ وَعُدَّ اَیْ لَاۤ اُقْسِمُ — اَیْ طِبْ بِمَعْرِفَتِهٖ — حَالَ كَوْنِكَ اَوْ حَالَ كَوْنِ الْعَدَدِ الْمَذْكُوْرِ بِرَمْزِ الطَّاءِ وَاللَّامِ ذَا اللِّيْنِ اَوْ بِاعْتِبَارِ اللَّيِّنِيَّةِ اَیْ عَلَى اللَّيِّنِيَّةِ۔

خف — اَوْ حَرَّرَ اَوْ مُمَيِّزٌ — اَیْ وَعُدَّ كُوْفِیْ فِيْهِ مُنًى لِّلطَّلَبَةِ مَشْيَخِ الْعِلْمِ مَسْتَخ

لِتَعْجَلَ بِهٖ (نَفْ) عَنْهُ (اَیْ لَهٗ) وَعُدَّنْ (مُتْ) ذَا خُبْرِ (خف)

ترجمہ:- (اور) لَاۤ اُقْسِمُ (یعنی قیٰمہ کی آیات کا شمار) جو ہے تو (اس شمار کے معلوم کر لینے کے ذریعہ) خوش ہو جا حالانکہ یہ (شمار) نرمی (اور آسانی والا) ہے یا تو اس شمار کے نرم اور آسان ہونے کی حیثیت سے یعنی اس کے آسان ہونے پر خوش ہو جا، یا حالانکہ تو خود بھی نرمی والا ہے اور سب کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے پس اس سُورت کی کُل آیات حجازی، دمشقی، بصری کے لئے انتالیس۳۹ ہیں جو طا اور لام سے نکلی ہیں) اور کوفی (حمصی کا شمار) جو ہے (اس میں طلباء کی) آرزوئیں (اور امیدیں) ہیں (یعنی اس شمار سے ان کی اُمیدیں پُوری ہوتی ہیں اور ان کو علم کی اور قُربِ حق کی دولت میسّر آتی ہے۔ پس کوفی اور حمصی کے لئے اس سُورت کی کُل آیات چالیس۴۰ ہیں جو میم سے نکلی ہیں۔ اور ان میں سے انتالیس۳۹ اجماعی اور ایک۱ اختلافی ہے جس کی تفصیل یہ ہے) اور تو لِتَعْجَلَ بِهٖ کو اُن (کوفی و حمصی) کے لئے (اس سُورت کی آیتوں میں) شمار کر لے (یا یہ شمار کیا گیا ہے۔ گو، اور باقی پانچ۵ کیلئے متروک ہے۔ (۱) عَمَّ (۲) عَوْ۔ پس چونکہ لِتَعْجَلَ بِهٖ کو کوفی و حمصی نے آیات میں شمار کیا ہے اس لئے ان کی چالیس۴۰ ہو گئیں۔ اور باقی پانچ۵ نے اس کو نہیں لیا۔ اس لئے ان کی انتالیس۳۹ ہی رہیں۔)

شبہ الوسط کے تین اور شبہ الفاصلہ کے چھ کلمات

(٢٦٦/٢) بَصِيرَةٌ مَعَاذِيرَهُ وَالْإِنْسَانُ (لِهٰذَا) آتِی
قَوَارِيرًا الْأُولٰى عُدَّ عَنْ كُلِّ مَنْ يُقْرِی

(مُفْ) (عُطْقُ) أَيْ لِلَّذِي بَعْدَ إِيهَا (مُش)
(وَبْ) (رَبْ) (ب) (٣٠) خ (ا)
(مُفْقُ) (ص) (مُتْ)

ترجمہ :- اور تو علم والا (اور محقق) ہونے کی حالت میں (عَلٰی نَفْسِہٖ) بَصِيرَةٌ (ؕ اور أَلْقٰى) مَعَاذِيرَهٗ (ؕ دونوں) کو (ساتوں اماموں کے لئے قِیٰمہ کی آیتوں میں) ضرور شمار کرلے (اور چونکہ تم محقق ہو اس لئے یہ خیال نہ کرو کہ ان دونوں آیتوں کا وزن اُوپر کی آیتوں سے ملتا ہوا نہیں ہے۔ اس لئے شاید ان پر آیت نہیں ہوگی۔ پس یہ دونوں کلمات شبہ الوسط ہیں) اور (سُورَة) الانسان (اور دھر) جو ہے تو (اس کی آیتوں کے شمار کرنے کے ذریعہ) پناہ لے لے (اور اس مبارک عمل کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہٗ کی حفاظت حاصل کرلے) یہ (شمار ائمہ سے صحیح نقل کے ذریعہ) آیا ہے (اور ہم تک پہنچا ہے۔ پس دھر کی کُل آیات ساتوں اماموں کے لئے اکتیس ٣١ ہیں جو لام اور ہمزہ سے نکلی ہیں اور) تو پہلے (کلمہ) قَوَارِيرَا۠ کو (جو كَانَتْ قَوَارِيرَا۠ میں ہے ساتوں اماموں کے لئے) ہر اُس (معلم) کی طرف سے شمار کرلے جو (طلباء کو قرآن مجید) پڑھاتا ہے (اور ساتھ ہی آیتوں کا اوّل و آخر بھی بتاتا ہے۔ پس كَانَتْ قَوَارِيرَا۠ پر ساتوں اماموں کے لئے آیت ہے۔ اور یہ شبہ الوسط ہے۔ رہا دوسرا قَوَارِيرَا۠ سو وہ اجماعًا متروک ہے۔ دیکھو شعر ٢٦٧/٣)۔

(٢٦٧/٣) وَمِسْكِينًا اِتْرُكْ مَعْ يَتِيمًا مُخَلَّدُو
نَ ثَانِي قَوَارِيرًا السَّبِيلَ نَعِيمًا ابْرِی

(مَفْعُو) (ظَصْ) (عَطْقُ) (عَطْقُ) (نَصْ)
(اَصْض) (عَطْق) (عَطْق)

سبب محلًّا نصب میں ہیں۔ یا یہ چاروں يَتِيمًا پر معطوف ہیں۔ اور مَعْ کا مضاف الیہ ہونے کے سبب محلًّا جرّ میں ہیں۔ اور دونوں صورتوں میں مَعْ ×

× اُس اَلْكَافِيْ کا ظرف ہے جو مِسْكِينًا کی صفت ہے۔ اور یہ دونوں صورتیں قصیدہ کے اُن اکثر مقامات میں جاری ہیں جن میں بعض الفاظ کے ساتھ مَعْ کا لفظ ہے اور بعض کے ساتھ نہیں ہے۔

تَعْلِيلُهٗ قَدْ مَضٰى مِرَارًا۔

ترجمہ :- اور تو اُس مِسْكِينًا (اور) مُخَلَّدُونَ (اور) دوسرے قَوَارِيرَا۠ (اور هَدَيْنٰهُ) السَّبِيلَ (اور رَأَيْتَ) نَعِيمًا کو ترک کردے جو (وَ) يَتِيمًا سمیت ہیں (یا اُس مِسْكِينًا کو ترک

کردے جو بعد کے پانچ کلمات سمیت ہے۔ اور ان کے ترک کردینے کے ذریعہ غیر آیات کو آیات میں شامل کردینے کی غلطی میں واقع ہونے سے خود اپنی ذات کو اور اپنے شاگردوں کو بری (اور پاک) کردے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ سے وَالضُّحٰی تک

ان میں تیرہ شعر ہیں،

أَیْ وَالسُّوْرَةُ الْوَاقِعَةُ تَحْتَ سُوْرَةِ الدَّهْرِ تَرَیٰ اٰیَاتِهَا ثَابِتَةً فِیْ کُتُبِ الْفَنِّ۔

(۲۶۸/۴) وَتَحْتُ نَرَی وَالْفَصْلِ بِالثَّالِثِ اتْرُکَنْ

كَذَا اشْمَخْتِ وَالنَّبَا زِهْ وَزِدْ وَ امْهُ

أَیْ وَفِیْ عَدَدٍ قَرِیْبًا وَلَاٰمِ اِمَامٍ ذِیْ جُوْدٍ

(۲۶۹/۵) قَرِیْبًا دِقِ لٰا جُوْدٍ بِخُلْفٍ وَّنَازِعٌ

بَتِ زِهْ زُهُنْ وَسِتٌّ هَبْ لِاَنْعَامِکُمْ مَثْرٌ

(۲۷۰/۶) وَقُطْرٌ طَغٰی الثَّانِیْ لِیَنْجُرْ عَبَسْ مُهِیٌ

زِبَدْ اَوْ یَزِیْدُ الْبَصْرِ اُبْ شَامِ مُسْتَقِرْ

ترجمہ شعر ۲۶۸/۴:- اور (وہ سورہ مرسلت جو اس دھر کے) نیچے (اور اس کے بعد ہے ہم (اس کے شمار کو بھی فن کی کتابوں میں ثابت وصحیح) دیکھتے (اور پاتے) ہیں (پس والمرسلت کی کل آیات ساتوں اماموں کے لئے پچاس ہیں جو نَرَیٰ کے نون سے نکلی ہیں) اور تو اس ھٰذَا یَوْمُ) الْفَصْلِ کو (ساتوں اماموں کے لئے) ضرور ترک کردے جو (اس سورت کے) تیسرے (موقع) میں ہے (پس پہلے اور دوسرے یَوْمُ الْفَصْلِ پر ساتوں کے لئے آیت ہے) (اور

(ﺭَﻭَﺍﺳِﻲَ) شَمِخٰتٍ (بھی) اسی (یَوْمُ الْفَصْلِ کی) طرح (متروک) ہے (اور یہ دونوں شبہ الفاصلہ ہیں) اور (تو سُورۃ) النبأ (کی آیتوں کے شمار) کو (بھی دوسری سُورتوں کے شمار سے ممتاز اور) جُدا (اور معیّن) کر دے (پس نبأ اور تساؤل کی کُل آیات مدنی اوّل و اخیر، شامی، کوفی، پانچوں کے لئے چالیس ہیں۔ جو (مہن) کے میم سے نکلی ہیں اور یہ اجماعی بھی ہیں) اور تو بصری کیلئے بلا خلاف اور مکی کیلئے خلاف کے ساتھ اس چالیس کے شمار پر عَذَابًا) قَرِيبًا (ﻉ) کو زیادہ (بھی) کر دے اور (اس کو دوسرے شماروں میں سے) نکال (بھی) لے (اور اس کی پوری طرح تحقیق بھی کرے تاکہ تم حقیقتِ حال سے باخبر ہو جاؤ)

ترجمہ شعر ۲۶۹/۵ و ۲۷۰/۶ :- (اس قَرِيبًا کے شمار کرنے میں) بخشش (اور سخاوت والے امام) کی پیروی ہے (اور یہ شمار مکّی کے) خلاف کے ساتھ ہے (پس نبأ کی کُل آیات مدنی اوّل و اخیر، شامی، کوفی کے لئے چالیس اور بصری کے لئے اکتالیس ہیں۔ کیونکہ بصری نے قَرِيبًا کو بھی آیات میں شمار کیا ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ اور مکّی کے لئے دو قول ہیں (۱) باقی پانچ کی طرح مکّی بھی قَرِيبًا کو شمار نہیں کرتے (۱) ق (۲) ش۔ اس صورت میں تو باقی پانچ کی طرح ان کے لئے بھی کُل آیات چالیس ہیں (۲) اس کو بھی شمار کرتے ہیں، اس تقدیر پر بصری کی طرح مکّی کے لئے بھی کُل آیات اکتالیس ہیں) اور تو سُورَۃُ وَالنّٰزِعٰتِ (کے شمار) کو (بھی دوسری سُورتوں کے شمار سے ممتاز اور) جُدا کر دے (اور پُوری طرح سمجھ لے اور) تو (اپنے طلباء کے لئے) نرم (اور آسانی والا) بَن جا (اور ان سے شفقت کا معاملہ کیا کر۔ پس نزعٰت کی کل آیات حجازی شامی بصری کے لئے پینتالیس ہیں) اور (کوفی کے لئے اس کی آیتیں) چھ (اور چالیس یعنی چھیالیس) ہیں تو (ان کے اس شمار کو بھی ثابت اور صحیح) جان لے (اور اس کی چوالیس آیات اجماعی اور ذیل کی دو اختلافی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے کہ ۱ وَلِاَنْعَامِكُمْ (کا شمار مکّی اور کوفی اور مدنی اوّل و اخیر یا حجازی اور کوفی کے لئے) دولت مند بن جانے والا ہے (یعنی محبوب ہے) اور اگر کی لکڑی (کی طرح خوشبو والا اور پسندیدہ) ہے (پس وَلِاَنْعَامِكُمْ ان چاروں کے لئے معدود ہے۔ ک۔ اور شامی اور بصری کے لئے متروک ہے۔ عَمُ اور ۲ دوسرا (فَاَمَّا مَنْ) طَغٰى نَحر (یعنی شامی، عراقی) کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) اَعْ۔ اور باقی تین یعنی حجازی کے لئے متروک ہے۔ ش، رہا پہلا اِنَّهٗ طَغٰى ع، سو وہ اجماعًا معدود ہے۔ پس اختلاف والی آیتوں میں سے کوفی نے دونوں ہی کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی کُل آیات چھیالیس ہو گئیں۔ اور حجازی نے صرف ۱ کو اور شامی بصری نے صرف ۲ کو لیا ہے۔

اس لئے ان چھؔ اماموں کی کُل آیات بینتالیسؔ ہوگئیں اور مدنی اوّل (شیبی کوفی) اور مدنی اخیر، مکّی کوفی کے لئے سُورہ) عَبَسَ (کی آیتوں کا شمار) جو ہے (اس میں طلباء کی) آرزوئیں (اور امیدیں) ہیں یہ (شمار ان کے لئے) ظاہر (اور واضح) ہوگیا ہے (پس ان تینوںؔ اماموں کے لئے عَبَسَ کی کُل آیات بیالیسؔ ہیں) اور یزید (ابوجعفر، یعنی مدنی اوّل یزیدی، بصری اور) بصری (اور حمصی) جو ہیں تو (اس سُورت میں ان کا شمار معلوم کرنے کی طرف بھی) رجوع کر (اور میم اور ہمزہ کے ذریعہ سمجھ لے کہ ان تینوںؔ کے لئے اس سُورت کی آیات اکتالیسؔ ہیں اور شامی یعنی دمشقی اس سُورت کے شمار کو) تلاش کرنے والے (اور شیوخ سے اس کی تحقیق کرنے والے) ہیں (پس ان کے لئے عَبَسَ کی کُل آیات چالیسؔ ہیں۔)

فائدہ :۔ مدنی اوّل شیبی کوفی اور ان کے شرکاء کی بیالیسؔ میں سے انتالیسؔ اجماعی اور تینؔ اختلافی ہیں۔

(۲۷۱/۷) طَعَامِهِ لَا فَيْرُوزُ صَاخَةٌ دَعْ لِشَيَا ۔ مِ أَنْعَامِكُمْ غَيْرُ الشَّامِي وَالْبَصْرِي

ترجمہ :۔ (الیٰ) طَعَامِهِ (سب کے لئے معدود ہے۔ م، کیونکہ اُوپر کی تیرہ آیتوں کی طرح یہ آیت بھی ھا پر ختم ہوتی ہے) نہ کہ فَيْرُوزُ (یعنی ابوجعفر، مدنی اوّل یزیدی بصری کیلئے بھی پس ان کیلئے متروک ہے (۱) عُمَبٌ (۲) عَوٌ (۳) ش۔ یا طَعَامِهِ فَيْرُوزُ کے ماسوا باقی چھؔ کا شمار کیا ہوا ہے۔ اور اُن پانچ میں سے چوتھا مقام ہے۔ جن پر یزید سے جُدا ہو کر صرف شیبہ نے آیت شمار کی ہے۔ اور یزید نے نہیں کی اور) تو (جَاءَتِ) الصَّاخَّةُ کو شامی (یعنی دمشقی) کے لئے ترک کردے (۱) عَکُوٌ کیونکہ یَوْمَ کو جَاءَتْ کا مفعول فیہ زمانی قرار دینے کی صُورت میں اس پر جُملہ کامل نہیں ہوتا (۲) عَمٌ۔ یعنی پہلی آیتوں کے اعتبار سے مشاکلہ نہیں ہے۔ اور باقی چھؔ کے لئے معدود ہے۔ کَوٌ۔ یعنی ایک وجہ میں اس پر کلام کامل ہوجاتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ ڈرانے اور گھبراہٹ میں ڈالنے میں مبالغہ کرنے اور ان دونوں کو پُوری تاکید کے ساتھ ثابت کرنے کی غرض سے إِذَا کا جواب محذوف مان لیں اور یَوْمَ کو اُذْکُرْ مقدّر کا ظرف بنالیں۔ اور (وَ) لِأَنْعَامِكُمْ شامی اور بصری کے سِوا (باقی

چاؔر کے لئے معدود) ہے (ک، اور شامی اور بصری کے لئے متروک ہے عمؔ)

فائدہ:- اختلافی آیات میں سے مدنیِ اوّل شیبی کوفی اور مدنیِ اخیر، مکی، کوفی نے تینوںؔ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی بیالیسؔ ہوگئیں اور یزید یعنی مدنی اوّل یزیدی بصری نے ۲ و ۳ کو اور حمصی بصری نے ۱ و ۲ کو لیا ہے۔ اس لئے ان تینوںؔ کی کُل آیات اکتالیسؔ ہوگئیں۔ اور دمشقی نے صرف ۱ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی چالیسؔ ہوگئیں۔

شبہ الفاصلہ کے تینؔ کلمات

(۲۷۲/۸) وَدَعْ خَلْقَهُ بِالثَّانِ وَاعْدُدْ بِأَوَّلٍ
(مف) (منص) (منص) (ب) (صض)

وَدَعْ عِنَبًا زَيْتُونًا اُتْرُكْ عَلَى الْإِثْرِ
(مف) (مفق) (منص)

ترجمہ:- اور تو (اُس مِنْ نُطْفَةٍ) خَلْقَهُ کو (سب کے لئے) ترک کردے جو (اس خَلْقَهُ کے) دوسرے (موقع) میں ہے اور (اس مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ کو سب کے لئے) شمار کرلے جو پہلے (موقع) میں ہے۔ اور تو (وَ) عِنَبًا کو (بھی سب کے لئے) ترک کردے اور اُس (وَ) زَيْتُونًا کو (بھی سب ہی کے لئے) ترک کردے جو (وَعِنَبًا کے) بعد ہے (اور یہ قید وضاحت کے لئے ہے نہ کہ احترازی۔)

(۲۷۳/۹) وَعُدَّنَّ حَبًّا كُوِّرَتْ طِبْ بِكَلَا يَزِيدُ
(مف) (ب) (۹)(خ) (۲۰)

(حاشیہ: اِمَّا بِفَتْحِ الْكَافِ مَاضٍ اَصْلُهُ كَلَأَ سُكِّنَتِ الْهَمْزَةُ عَلَى الْوَصْلِ بِنِيَّةِ الْوَقْفِ فَأُبْدِلَتْ اَلِفًا اَوْ بِكَسْرِ الْكَافِ فَقُصِرَ لِلْوَزْنِ اَيْ ذَا كِلَاءٍ۔ — اَيْ طِبْ بَعْدَهَا۔ — اَيْ وَعْدُ يَزِيدَ۔ پس مضاف کو حذف کر دیا۔ اور یَزِیْدَ کی دال کا فتحہ یا تو جری کا ہے … قائم مقام قرار دیکر اسی کا اعراب اس پر جاری کر دیا۔)

دَ دُحْرُ تَذْهَبُونَ اُتْرُكْ لَهُ تَحْتَهَا يَجْرِي
(۸) (مفق) (مٹ) (۱۰)

(حاشیہ: اَيْ يَجْرِيْ هٰذَا الْعَدَدُ فِي السُّوْرَةِ الْوَاقِعَةِ تَحْتَهَا اَيْ تَحْتَ التَّكْوِيْرِ وَهِيَ الْاِنْفِطَارُ)

(۲۷۴/۱۰) طِلَاءً فَسَوَّاكَ اُتْرُكَنَّ وَطُفِّفَتْ
(۹) (مفق) (ب)

(حاشیہ: اَيْ كَطِلَاءٍ (مُنْحَصِرٌ) — اَيْ وَالسُّوْرَةُ الَّتِيْ طُفِّفَتْ (یعنی وہ سورت جو ناپنے میں کمی کرنے کی وعید بتلانے کے لئے منعقد کی گئی ہے))

وَ لَاوَ لُهُنْ اِذَا انْشَقَّتْ بِكَلَا جُدْ وَاَهْبِرْ قَطْ
(۶) (۳۰) (ب) (۲۰) (۳) (۵) (قو) (خ) (قو)

(حاشیہ: لُذْ بِهِ — اَيْ ذَا كِلَاءٍ حَالٌ مِّنْ فَاعِلِ جُدْ — (مدنی اول واخیر) — اَيْ فَقَطْ۔ اور یہ اُس ثَابِتًا کے متعلق ہے جو هٰذَا الْعَدَدُ کی خبر ہے — اَيِ اعْلَمْ هٰذَا الْعَدَدَ ثَابِتًا صَحِيْحًا۔)

(مُتَصٌ) (مَقُوٌ) (عَطِقٌ) (مُتُ) (مُتُخٌ)

٢٧٥/١١ کَمُنْثُرٍ یَمِینِہٖ ظَہْرِہٖ اعْدُدْ لَہُمْ وَفِی الْ

(مکی وکوفی) (عَصٌ اُدُوبٌ)

(قَطَصٌ) اَیْ اٰعِیُ طَارِقٍ۔ (قُوٌ)

بُرُوجِ کِلَا اٰبِنْ طَارِقٌ سَبْعٌ مَعْ عَشْرٍ

(نَفَضٌ) خ (٣١) کلا (٣٠) (بَخٌ) اَیْ بَیِّنٌ ھٰذَا الْعَدَدَ۔

ترجمہ شعر ٢٧٣/٩ :۔ اور تو حَبًّا کو (بھی سُورہُ عَبَسَ کی آیتوں میں) ضرور شمار کرلے (اور دُوسرے حرف پر تشدید ہونے کی وجہ سے یہ شبہ نہ کر کہ شاید اس پر آیت نہ ہو. کیونکہ یہ دوسری آیتوں کے وزن پر نہیں ہے. اور سُورہُ) تکویر جو ہے تو (اس کے شمار کرنے کے ذریعہ) خوش ہوجا. اُس (شمار کے امام) نے (اس کو) محفوظ کیا ہے (یا حالانکہ یہ ناقلین کی حفاظت والا ہے. پس مدنی اوّل شیبی کوفی، مدنی اخیر، مکّی، شامی، عراقی کے لئے اس سُورت کی کُل آیات اُنتیس ٢٩ ہیں جو طا اور کاف سے نکلی ہیں اور تو) یزید (مدنی اوّل یزیدی بصری کے شمار) کو (بھی اپنے ذہن میں) جمع کرلے۔ (پس ان کے لئے تکویر کی کُل آیات آٹھ اور بیس یعنی اٹھائیس ٢٨ ہیں جو کاف اور حا سے نکلی ہیں. اور اس سُورت کی اٹھائیس ٢٨ آیتیں اجماعی اور ایک اختلافی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ) تو (فَاَیْنَ) تَذْھَبُوْنَ کو اُن (یزید یعنی مدنی اوّل یزیدی بصری) کے لئے ترک کردے (ق، کیونکہ یہ صرف دُو کلمات پر مشتمل ہونے کے سبب جانبین کی آیتوں سے کم اور چھوٹی ہے۔ اور مدنِی اوّل شیبی کوفی اور باقی چھ امامون مدنِی اخیر، مکّی، شامی، عراقی کے لئے اس پر آیت ہے. م. پس چونکہ مدنی اوّل یزیدی بصری نے تَذْھَبُوْنَ کو نہیں لیا اس لئے ان کی تو اٹھائیس ٢٨ ہی رہیں۔ اور مدنی اوّل شیبی کوفی نے اور باقی چھ نے اس کو شمار کیا ہے، اس لئے ان کی کُل آیات اُنتیس ٢٩ ہوگئیں، اور) یہ (شمار) اُس (سُورہُ تکویر) کے نیچے (الانفطار میں بھی) جاری ہوتا ہے (اور یا اور طا سے نکلتا ہے)

ترجمہ شعر ٢٧٤/١٠ :۔ حالانکہ یہ (شمار دردوں میں کام آنے والے اور خوشبودار) لیپ کی طرح مقبول اور پسندیدہ) ہے (پس الانفطار کی کُل آیات سَاتوں اماموں کے لئے اُنیس ١٩ ہیں جو یا اور طا سے نکلی ہیں اور) تو (اس سُورت میں) فَسَوّٰىكَ کو ضرور ترک کردے اور طُفِّفَتْ (یعنی سُورہُ تطفیف) جو (ناپنے میں کمی کرنے کی وعید کے ذکر کیلئے منعقد کی گئی) ہے تو (اس کے ذریعہ) پناہ لے (اور ناپ تول میں کمی کرنے سے پرہیز کرکے اپنے نفس کو عذابِ الٰہی سے بچالے) حالانکہ تو (نقل کی) پیروی (والا) ہے (یا اُس مدد والا ہے جو ناقلین کی طرف سے شاملِ حال ہوتی ہے. پس

تطفیف کی کُل آیات سَاتوں اماموں کے لئے چھتیس ۳۶ ہیں جو واو اور لام سے نکلی ہیں اور اِذَا السَّمَآءُ
انْشَقَّتْ جو ہے تو (اس کے شمار کے ظاہر کرنے کے ذریعہ) سخی بن جا حالانکہ یہ (شمار ناقلین کی)
حفاظت (والا) ہے (پس بصری اور دمشقی کے لئے الانشقاق کی کُل آیات تیئیس ۲۳ ہیں۔ جو کاف اور
جیم سے نکلی ہیں۔ اور حمصی کے لئے چوبیس ۲۴ ہیں۔ اور باقی چار ۴ مدنی اوّل و اخیر، مکّی، کوفی یعنی حجازی
اور کوفی کے لئے پانچ اور بیس ۲۵ یعنی پچیس ۲۵ ہیں جو کاف اور ھا سے نکلی ہیں) اور تو (اس شمار کو بھی ثابت
اور صحیح) جان لے (یہ شمار) اگر کی لکڑی (کی خوشبو والے اس امام کیلئے) ہی جو دولت مند بن جانے
والے کی طرح (محبوب اور پسندیدہ) ہے۔

ترجمہ شعر ۲۷۵/۱۱ :- (اور) تو (كِتَٰبَهُۥ) بِيَمِينِهِۦ (اور وَرَآءَ) ظَهْرِهِۦ کو اُن (حجازی
اور کوفی) کے لئے شمار کرلے (پس اس سُورت کی بائیس ۲۲ آیتیں اجماعی اور پانچ اختلافی ہیں۔
۱ كَادِحٌ ۲ كَدْحًا دونوں حمصی ہیں (۱) نَصْ (۲) توقیف، اور باقی چھ کے لئے متروک
ہیں (۱) عَوْ (۲) عَمْ۔ ۳ فَمُلَٰقِيهِ حجازی، دمشقی، عراقی کے لئے معدود ہے۔ ک، اور حمصی کیلئے
متروک ہے۔ (۱) عَوْ (۲) ق۔ ۴ بِيَمِينِهِۦ ۵ ظَهْرِهِۦ دونوں حجازی، کوفی کیلئے معدود ہیں اور وجہ بِيَمِينِهِۦ
میں م یعنی فَمُلَٰقِيهِ کے ساتھ مشاکلہ اس لئے کہ دونوں کے اخیر میں ھا ہے اور ظَهْرِهِۦ میں
بِيَمِينِهِۦ کی مناسبت ہے اور شامی بصری کے لئے متروک ہیں۔ ش۔ پس حجازی اور کوفی نے
اِن میں سے آخری تین ۳ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی کُل آیات پچیس ۲۵ ہوگئیں۔ اور بصری اور دمشقی
نے صرف ۳ فَمُلَٰقِيهِ کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی تیئیس ۲۳ ہوگئیں۔ اور حمصی نے ۱ كَادِحٌ ۲
كَدْحًا ان دو کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی چوبیس ۲۴ ہوگئیں) اور (سورۃ البروج (کے شمار)
میں (بھی عذاب اور آفتوں سے) حفاظت ہے (اس لئے) تو (اس شمار کو خوب) ظاہر کردے
(پس اس کی کُل آیات سَاتوں کے لئے بائیس ۲۲ ہیں جو کاف اور با سے نکلی ہیں۔ اور سُوْرَةُ
الطَّارِق (کی آیات مدنی اخیر، مکّی، شامی، عراقی اِن چھ امامون کے لئے ایسی) سات ہیں
جو دس سمیت ہیں (یعنی سترہ ۱۷ ہیں)۔

۲۷۶/۱۲ وَالْاَوَّلُ (وَ) اِلٰی كَيْدًا اَوَّلُ لِغَيْرِهٖ

(نقل) (ب) (۶) (خ) (ب) (نقل) (ص) (مُثْ)

اَیْ وَ اِلَی النَّقْلِ فِیْ عَدِّهٖ۔ (ص) — اَیْ عُدَّ لِغَيْرِهٖ فِیْ آیِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ۔

وَالْاَعْلٰی (يَدُ) (طَالَتْ وَتِلْوُ) گَلَتْ (وَ) اُقْ

(نقل) (ب) (۱۰) (خ) (۹) (ص) (ب) (۲۰) (خ) (۶) (مُل)

اَیْ وَالسُّوْرَةُ الثَّالِثَةُ لِلْاَعْلٰی وَهِیَ الْغَاشِيَةُ۔ اَیْ حَفِظَتِ الْعَادِيْنَ اَبْيَاتَهَا مِنَ الْاٰفَاتِ۔ اَیْ اَجْمَعُ تَمْرَ كَاتِهَا۔

ترجمہ:- اور (مدنی) اوّل جو ہیں اُنہوں نے (بھی اپنے شمار میں نقل کی) پیروی کی ہے (پس ان کے لئے طارق کی کُل آیات چھ اور دس یعنی سولہ ہیں۔ اور یہ سولہ تو اجماعی ہیں اور ایک اختلافی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا کَیْدًا (جو یَكِيدُونَ كَيْدًا میں ہے) اُن (مدنیِ اوّل) کے سوا (باقی چھ) کے لئے (اس سورت کی آیتوں میں شمار کیا گیا) ہے (۱) مُبْ (۲) اَغْ۔ اور مدنیِ اوّل کے لئے اس پر آیت نہیں ہے۔ (۱) عُلُوٌّ (۲) قَبْ۔ پس اس کو مدنیِ اخیر، مکی، شامی عراقی نے لیا ہے۔ اس لئے ان کی سترہ ہو گئیں۔ اور مدنی اوّل نے اس کو نہیں لیا اس لئے ان کی سولہ ہی رہیں۔ اور دوسرے کَیْدًا پر ساتوں کے لئے آیت ہے) اور (سُوْرَةُ الْاَعْلٰی (جو بھی اس کی آیتوں کے شمار کرنے میں ایسی) نعمت ہے جو دراز (اور بہت بڑی) ہو گئی ہے (اور وہ نعمت آخرت کی ہمیشہ رہنے والی اور مزیدار زندگی ہے جو انشاءاللہ تعالیٰ اس فن کے اور قرآن کے دوسرے علوم کے خادموں کو ملے گی۔ پس سورۃ الاعلیٰ کی کُل آیات ساتوں کے لئے اُنیس ہیں جو یا اور طا سے نکلی ہیں) اور (اس سُورۃ الاعلیٰ کی) پیروی والی (سُورۃ الغاشیہ) جو ہے اُس نے (اپنی آیات کے شمار کرنے والوں کو دُنیا اور آخرت کی تمام بلاؤں سے) محفوظ کر دیا ہے۔ اور تو (آیات کے فن میں کوشش اور محنت کرنے کے ذریعہ طرح طرح کی برکات) جمع کر لے (پس الغاشیہ کی کُل آیات ساتوں اماموں کے لئے چھبیس ہیں، جو کاف اور واو سے نکلی ہیں)۔

۲۷۷/۱۳ وَعُدَّ نَ جُوْعِ الْفَجْرِ لَاحَ وَبَصْرِ طِبْ

(تقص) ای عدّ ای الفجر۔ وعدّ بقص ای (ب) (تق) ای طب بمعرفته (خ) (مف۔ جمع) (ب) (۳) (خ) (۹)

کَلَّا وَلِيَصْدُرْ بِهَا بِنْ اَلْوٰی عَنْهُ فَاسْتَقِرْ

(متق) (۳۰) (حجازی) (۲) (۳)

اختلافی آیات کے پانچ کلمات اور شبہ الوسط کا ایک کلمہ

۲۷۸/۱۴ وَنَعِّمَةْ بِمَعْ رِزْقِهٖ بِجَهَنَّمَ

(س) (نخ) ای عدّ بجھنّم بکثر (مف) (قص) (ب)

لِلْكُثْرِ عِبْدِی الْكُوْفِ وَاعْدُدْ عَذَابَ اِدْرِ

(متخ) اد القدر بر عبدی معدود الکوفی۔ (مف) (تق) (خ) جملۃ معترضۃ بنی الفعل متعلقہ۔ (حجازی، شامی) (مفخم) (فحر) (بجخ) (مفقوخ)

ترجمہ شعر ۲۷۷/۱۳:- اور تو (ہن) جُوع کو (ساتوں کے لئے سورۃ الغاشیہ کی آیات میں) ضرور شمار کرلے (پس یہ شبہ الوسط ہے)

(اور سورۃ) الفجر (کی آیات کا شمار کوفی اور شامی کے لئے لام کے ذریعہ) ظاہر (وواضح) ہوگیا ہے (پس ان تینوں کے لئے اس سورت کی کل آیات تیس۳۰ ہیں) اور بصری (کا شمار) جو ہے تو (اس کے معلوم کرلینے پر بھی) خوش ہوجا (کیونکہ بصری بھی شمار کے ایک مستقل امام ہیں) اُن (بصری) نے (دوسری سورتوں کے شمار کی طرح اس سورت کے شمار کو بھی) محفوظ کیا ہے (پس ان کے لئے اس سورت کی کل آیات انتیس۲۹ ہیں جو کاف اور طاء سے نکلی ہیں) اور تو حجازی کیلئے (بھی اس سورت کے شمار کو) ظاہر کردے اُن (حجازی) نے (اس شمار کو رسّی کی طرح) بٹا ہے (اور گوندھا ہے، یعنی خوب مضبوط کردیا ہے۔ پس ان کے لئے کل آیات بتّیس۳۲ ہیں. خلاصہ یہ ہے کہ اس سورت کی کل آیات بصری اُنتیس۲۹. کوفی، شامی تیس۳۰ اور حجازی بتّیس۳۲ ہیں)

ترجمہ شعر ۲۷۸/۱۴:- (اس سورت کی اٹھائیس۲۸ آیات اجماعی اور پانچ۵ اختلافی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے) پس تو ان (حجازی) کیلئے وَنَعَّمَهُۥ کو جو رِزْقَهُۥ سمیت ہے (ان دونوں کو سورت کی آیتوں میں سے) تلاش کرلے (اور ان تینوں کے لئے ان دونوں پر آیت شمار کرلے۔ مَبْ یعنی ان دونوں میں مشاکلہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ دونوں آخر سے پہلے حرف کی حرکت میں اگرمَنِ اور اَهَانَنِ کے موافق ہیں نیز چاروں کے آخر میں حرف صحیح ہے اور دمشقی وعراقی کیلئے ان دونوں پر آیت نہیں ہے ش. اور حمصی کیلئے وَنَعَّمَهُۥ پر ہے مَبْ۔ رِزْقَهُۥ پر نہیں ش۔ اور اَکْرَمَنِ پر حجازی، دمشقی اور عراقی کیلئے آیت ہے ہم۔ اور حمصی کیلئے نہیں ہے، عَوْ۔ اور يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ گُثْر (یعنی حجازی اور شامی) کیلئے (معدود) ہے (گو۔ کیونکہ یہاں تک فعل، وفاعل دونوں آچکے ہیں۔ اور یہی کلام میں عمدہ ہوتے ہیں۔ اور باقی دو یعنی کوفی اور بصری کے لئے متروک ہے (۱) عَمْ (۲) ق اور فِي عِبَٰدِى کو کوفی نے (آیات میں شمار کیا ہے (۱) ک (۲) مَبْ اور باقی چھ کے لئے متروک ہے۔ (۱) ق (۲) قَبْ (۳) ش۔ ان اختلافی آیات میں سے بصری نے ۳ اَکْرَمَنِ کو لیا ہے اس لئے ان کی کل آیات انتیس۲۹ ہوگئیں۔ اور کوفی نے ۳ اَکْرَمَنِ اور ۵ فِي عِبَٰدِى کو، اور دمشقی نے ۳ اَکْرَمَنِ اور ۴ بِجَهَنَّمَ ان دو کو اور حمصی نے ۱ و ۳ ان دو کو لیا ہے اس لئے ان تینوں (شامی کوفی) کی کل آیات اکتیس۳۱ ہوگئیں۔

اور حجازی نے ۱ تا ۴ ان چار۴ کو لیا ہے، اس لئے ان کی بتّیس۳۲ ہوگئیں) اور تو (سَوْطَ) عَذَابٍ کو سب کے لئے (اس سورت کی آیات میں) شمار کرلے اور (اس کو) جان لے (اور خوب

سمجھ لے۔ پس یہ شبہ الوسط ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ اس کی دونوں جانبوں کی آیتیں دال پر ختم ہو رہی ہیں اور اس کے آخر میں یا ہے)

(۲۷۹/۱۵) لِكُلٍّ كَذَا مَرْضِيَّةٌ وَّالْبَلَدُ كَمُلَتْ

وَشَمْسُ (يُسْرٰى (هَدٰى يَاوَّسِتٌ (أُولُو (جَهْرٍ

(۲۸۰/۱۶) بِخُلْفِهِمَا وَالْخُلْفُ فِي الْعَقْرِ عَنْهُمَا

وَلَيْلُ (اٰتٰى (كَهْفُ وَّاَعْطٰى اتْرُكَنْ وَّابْرِي

ترجمہ شعر ۲۷۹/۱۵ :- (لِكُلٍّ) کا ترجمہ شعر ۲۷۸/۱۴ کے اخیر میں آچکا ہے۔ اور رَاضِيَةً) مَّرْضِيَّةً (بھی) اسی (سَوْطَ عَذَابٍ کی) طرح ہے (یعنی اس پر بھی ساتوں اماموں کے لئے آیت ہے۔ پس یہ دونوں شبہ الوسط ہیں۔ جن میں سے اوّل میں یا پر اور ثانی میں تشدید والی یا کے بعد ھا پر ختم ہونے کے سبب آیت نہ ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کی دونوں جانبوں کی آیتیں اس انداز سے واقع نہیں ہو رہی ہیں۔)

اور (سورۃ) اَلْبَلَدُ جو ہے اُس نے (اپنے مضمون پر عمل کرنے والوں کو آخرت کے عذاب سے) محفوظ کر دیا ہے (پس سُورۃ اَلْبَلَدُ کی کُل آیات اجماعًا بیس ہیں جو کاف سے نکلی ہیں) اور (سُورۃ) شمس (بھی شمار کی کتابوں میں) دیکھی (اور پائی) جاتی ہے۔ حالانکہ یہ (سُورت اپنے اُس مضمون کے اعتبار سے) عادت (بنا لینے کے لائق) ہے (جو نفس کی اصلاح سے تعلق رکھتا ہے اور وہ قَدْ اَفْلَحَ الخ میں مذکور ہے۔ جو نہایت اہم ہے۔ یا سورۂ شمس اپنے مضمون کے اعتبار سے عادت بنانے کے لائق دیکھی اور سمجھی جاتی ہے۔ پس ۱ مدنی اخیر، شامی، عراقی، ان پانچ شماروں میں سُورۂ شمس کی کُل آیات اجمال کے درجہ میں پندرہ ہیں جو یا اور ھا سے نکلی ہیں۔ لیکن تفصیل میں دو جگہ اختلاف ہے ۱ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا حمصی کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) گو۔ یہ ان کی چودھویں آیت ہے۔

اور پندرہویں فَدَمْدَمَ سے عُقْبٰهَا تک ہے۔ یہ حصہ ان کے لئے ایک آیت ہے۔ اور ان پانچ میں سے باقی چار مدنی اخیر، دمشقی، عراقی کے لئے فَعَقَرُوْهَا متروک ہے (۱) ق (۲) عکو۔ کیونکہ فَدَمْدَمَ میں تعقیب اور نتیجہ کی فا آرہی ہے۔ اور مشرکین کے قصور اور اس کے نتیجہ یعنی سزا میں اتصال مناسب ہے۔ اور ان چاروں کی چودہویں آیت فَكَذَّبُوْهُ سے فَسَوّٰهَا تک ہے۔ اور پندرہویں وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ہے۔

۲ فَسَوّٰهَا اس میں فَعَقَرُوْهَا کا عکس ہے۔ پس یہ حمصی کے لئے متروک ہے۔ قب، اور مدنی اخیر، دمشقی، عراقی کے لئے معدود ہے (۱) م (۲) ک۔ اور یہاں ان چاروں کی چودہویں آیت ختم ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد کا حصہ پندرہویں آیت ہے۔ جیساکہ اوپر درج ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حمصی کی چودہویں آیت فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ہے۔ اور پندرہویں فَدَمْدَمَ سے اخیر تک ہے۔ اور فَسَوّٰهَا ان کے لئے متروک ہے۔ اور مدنی اخیر، دمشقی، عراقی کی چودہویں آیت فَكَذَّبُوْهُ سے فَسَوّٰهَا تک ہے۔ اور پندرہویں وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ہے۔ اور فَعَقَرُوْهَا ان کے لئے متروک ہے۔ خوب سمجھ لیجئے۔ رہے ثَّات میں سے باقی دو، سو ان کا بیان وَسِتٌّ اُولُو جَبْرٍ میں آرہا ہے) اور (نقصان کا) جبر (اور اس کی تلافی) کرنے والے جو ہیں (ان کے شمار میں مدنی اول و مکی کے لئے اس سورت کی آیتیں) جھ (اور دس یعنی سولہ ہیں۔

ترجمہ شعر ۲۸۰/۱۶:- حالانکہ یہ (جھ اور دس کا شمار) اُن دونوں (مدنی اول و مکی) کے خلاف کے ساتھ ہے۔ اور (یہ) خلف اُن دونوں کے لئے (تمام آیتوں میں نہیں ہے بلکہ) عقر (کے ذکر والی آیت) میں ہے (اور وہ فَعَقَرُوْهَا ہے۔ پس اس کے بارے میں ان دونوں کے لئے دو قول ہیں۔ (۱) مدنی اخیر دمشقی عراقی کی طرح ان دونوں کے یہاں بھی متروک ہے (۲) حمصی کی طرح ان دونوں کیلئے بھی معدود ہے۔ اور وجوہ اوپر درج ہو چکی ہیں۔ پس ترک والے قول پہ مدنی اول و مکی کی کل آیات پندرہ ہیں۔ جن میں سے چودہویں فَكَذَّبُوْهُ سے فَسَوّٰهَا تک ہے۔ اور پندرہویں وَلَا يَخَافُ ہے اور دوسرے قول پر جس میں فَعَقَرُوْهَا کو شمار کیا ہے ان دونوں کی کل آیات سولہ ہیں اور ان میں سے چودہویں فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ہے اور پندرہویں فَدَمْدَمَ سے فَسَوّٰهَا تک ہے۔ اور سولہویں وَلَا يَخَافُ۔ پس مدنی اول اور مکی کے لئے فَعَقَرُوْهَا میں شمار و ترک دونوں ہیں اور دونوں مساوی ہیں۔

اس سورت کی اجماعی آیات چودہ اور اختلافی دو ہیں ۱ فَعَقَرُوْهَا ۲ فَسَوّٰهَا پس حمصی نے ان میں سے ۱ کو اور مدنی اخیر، دمشقی، عراقی نے ۲ کو لیا ہے اس لئے ان پانچوں کی کل

آیات پندرہ ہوگئیں۔ اور مدنی اوّل و مکّی نے ایک قول پر صرف ۲ کو اور دوسرے پر ۱ اور ۲ دونوں کو لیا ہے۔ اس لئے ان دونوں کی کُل آیات پہلے قول پر پندرہ اور دوسرے قول پر سولہ ہیں۔

اور (سورۃ و) الّیل جو ہے (اس میں عذاب سے پناہ لینے کا) غار آیا ہے (کیونکہ اس میں ایمان اور نیک اعمال کے نتیجہ میں آسانی اور راحت یعنی جنّت ملنے کا ذکر ہے۔ اس لئے ان نیک اعمال کی بدولت یہ سورت عمل کرنے والوں کے لئے پناہ گاہ بن جاتی ہے۔ پس سورۂ والّیل کی کُل آیات اجماعًا اکیس ہیں جو ہمزہ اور کاف سے نکلی ہیں) اور تو (مَنْ) اَعْطٰی کو ضرور ترک کر دے اور (اپنے نفس کو ہر طرح کے شکوک و شبہات سے) بَرِی (اور پاک) کر لے (اور یہ شبہ نہ کر کہ اَعْطٰی، وَاتَّقٰی دونوں میں مشاکلہ ہے۔ اس لئے دونوں ہی پر آیت ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس کا قاعدہ شعر ۴۲ / ۸ میں بیان ہو چکا ہے۔ پس یہ شِبہ الفاصلہ ہے)۔

فائدہ:۔ چونکہ ناظمؒ وَالضُّحٰی کی آیات کا شمار الجُمعہ اور المنٰفقون کے ساتھ بتا چکے ہیں اس لئے اس کو یہاں بیان نہیں کیا۔

وَمِنْ سُوْرَۃِ الشَّرْحِ اِلٰی سُوْرَۃِ الْعَصْرِ

سُورۃ الانشراح سے سُورۃ العصر کے شروع یعنی تکاثر کے ختم تک

ان میں سات شعر ہیں

(۹۴) سُوْرَۃُ الْاِنْشِرَاحِ (۱۲)

اجماعًا مکّی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اوّل و کوفی شمار میں والتّین، البیّنہ، الزلزال، التکاثر۔ اور مدنی اخیر و مکّی میں والتّین، البیّنہ، التکاثر ہے، نہ کہ الزلزال بھی۔ کیونکہ ان دونوں کے شمار میں الزلزال کی کُل آیات نو ہیں نہ کہ آٹھ۔ اور بصری شامی میں التّین، القارعۃ، التکاثر ہے اس کے کلمات ستائیس اور حروف ایک سو تین ہیں۔ اور فواصل کاب کے تین حروف ہیں ۱ ک: صَدْرَكَ ۲ آ: یُسْرًا ۳ ب: فَانْصَبْ۔

(۹۵) سُوْرَۃُ التِّیْنِ (۲۸)

اجماعًا مکّی ہے۔ اس کی نظیر مدنیِ اوّل و کوفی میں الانشراح، البیّنہ، الزلزال، التکاثر ہے۔ اور

مدنی اخیر و مکی میں الزلزال کے سوا باقی تین۔ اور بصری شامی میں الانشراح، القارعۃ، التکاثر ہے۔ اس کے کلمات چونتیس اور حروف ایک سو پچاس ہیں اور فواصل نم کے دو حروف ہیں ۱ ن: وَالزَّيْتُوْنِ ۲ م: تَقْوِيْمٍ۔

(۹۶) سورۂ علق اور اقرأ (۱)

یہ اُن میں سب سے پہلی سورت ہے جو مکہ میں نازل ہوئیں۔ اس کی نظیر مدنی اول و مکی میں المزمل اور البلد، اور مدنی اخیر میں صرف البلد ہے۔ اور کوفی شمار میں الانفطار اور الاعلیٰ۔ اور بصری شمار میں یہ دونوں اور المزمل اور شامی میں الحجرات اور التغابن ہے۔ اس کے کلمات بہتر اور حروف دو سو اسی ہیں۔ اور فواصل قمأهب کے پانچ حروف ہیں ۱ ق: خَلَقَ ۲ م: الْاَكْرَمُ ۳ أ: لَيَطْغٰى ۴ ہ: بِالنَّاصِيَه ۵ ب: وَاقْتَرِبْ۔

(۹۷) سورۃ القدر (۲۵)

ابن عباسؓ، مجاہدؒ و عطاءؒ کے قول پر مدنی ہے۔ اور قتادہؒ کے قول پر مکی ہے۔ اور ابن کریب سے ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ کی کتاب میں اس کو اسی طرح پایا ہے۔ اس کی نظیر مدنی اول و مدنی اخیر میں الفیل، قریش، تبت، الفلق۔ اور عراقی میں الفیل، تبت، الفلق ہے۔ اور مکی و دمشقی میں الماعون و کافرون ہے، کیونکہ ان کے ہاں یہ تینوں سورتیں چھ چھ آیتوں والی ہیں۔ اور حمصی میں صرف کافرون ہے اس کے کلمات تیس اور حروف ایک سو بیس ہیں۔ اور فواصل ر پر ہیں۔

(۹۸) سورۃ البینۃ (۱۰۰)

مدنی ہے، اور قتادہؒ کی روایت پر مکی ہے۔ اس کی نظیر حجازی میں الانشراح، التین، التکاثر اور مدنی اول و کوفی میں ان تینوں کے ساتھ اذا زلزلت بھی شامل ہے۔ بصری اور شامی میں الزلزال اور ھمزہ ہے۔ اس کے کلمات چورانوے اور حروف تین سو چھہتر ہیں۔ اور فواصل ھن کے دو حروف ہیں۔ ۱ ھ: اَلْبَيِّنَة ۲ ن: اَلدِّيْنَ۔

(۹۹) سورۃ الزلزال (۹۳)

ابن عباسؓ سے اُبیؓ بن کعبؓ اور ان کے اصحاب کی اور قتادہؒ سے ہمام کی روایت پر مدنی ہے۔

ے اس کے پانچ نام اور ہیں (۱) لم یکن (۲) اَهْلُ الْكِتٰبِ (۳) اَلْقِيِّمَة (۴) اَلْبَرِيَّة (۵) الانفكاك (اتقان از جمال القراء) ۱۲

اور عبداللہ بن مبارکؒ اور قتادہؓ سے معمر کی روایت پر مکیّ ہے۔ اس کی نظیر مدنی اوّل و کوفی میں الانشراح، التّین، التکاثر۔ اور شامی و بصری میں البیّنہ و ھُمزہ ہے۔ اور مدنیِ اخیر و مکّی میں صرف ھُمزہ ہے۔ اس کے کلمات ۳۵ پینتیس اور حروف ۱۴۹ ایک سو انچاس ہیں اور فواصل ماھ کے ۳ تین حروف ہیں۔ ۱: ا: زلزالھا ۲: م: اعمالھم ۳: ہ: یرہ۔

(۱۰۰) سُورۃ العٰدیٰت (۱۴)

مکّی ہے۔ اور حضرت انسؓ کی روایت پر مدنی ہے۔ اس کی نظیر حجازی و شامی میں الجمعۃ، المنٰفقون، والضّحٰی۔ اور کوفی میں یہ تینوں اور القارعۃ ہے۔ اور بصری میں یہی تینوں ۳ اور الطلاق ہے نہ کہ القارعۃ بھی۔ اس کے کلمات ۴۰ چالیس اور حروف ۱۶۳ ایک سو ترسیٹھ ہیں۔ اور فواصل دا ر کے ۳ تین حروف ہیں۔ ۱: د: لکنود ۲: ا: ضبحا ۳: ر: القبور۔

(۱۰۱) سُورۃ القارعۃ (۲۰)

اجماعاً مکّی ہے۔ اس کی نظیر کوفی میں الجمعۃ۔ المنٰفقون۔ والضّحٰی، والعٰدیٰت۔ اور بصری و شامی میں الانشراح، التّین، التکاثر ہے۔ اور حجازی میں اس کی نظیر نہیں ہے کیونکہ ان کے یہاں القارعۃ کی آیات دس ۱۰ ہیں۔ اور اس کے سوا کوئی اور سورت دس ۱۰ آیتوں والی نہیں ہے۔ اس کے کلمات ۳۶ چھتیس اور حروف ۱۵۲ ایک سو باون ہیں۔ اور فواصل ھثش کے ۳ تین حروف ہیں ۱: ھ: القارعہ ۲: ث: المبثوث ۳: ش: المنفوش۔

(۱۰۲) سُورۃ التّکاثر (۱۶)

اجماعاً مکّی ہے۔ اس کی نظیر مدنیِ اوّل و کوفی میں الانشراح۔ التّین۔ البیّنۃ۔ الزلزال۔ اور مدنیِ اخیر و مکّی میں ان چار ۴ میں سے الزلزال کے سوا باقی تین ۳۔ اور بصری و شامی میں الانشراح، التّین القارعۃ ہے۔ اس کے کلمات ۲۸ اٹھائیس اور حروف ۱۲۲ ایک سو بئیس ہیں۔ اور فواصل رنم کے ۳ تین حروف ہیں۔ ۱: ر: التکاثر ۲: ن: تعلمون ۳: م: الجحیم۔

(مف) (ص) (ب) (خ)

رکن تعلمون الثالث اقرأ جوت یسریٰ

(مف)

ترجمہ:- اور (سورۃ الم نشرح اور تین اور الہٰکم (التکاثر) تینوں کی آیتوں کا شمار متحد و متفق ہونے کے سبب) شیریں (اور پسندیدہ) ہوگیا ہے (پس ان تینوں سورتوں کی آیات آٹھ، آٹھ ہیں جو حا سے نکلی ہیں۔ اور اسی لئے ان تینوں کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور چونکہ ان میں تکاثر کا ذکر بھی آگیا ہے اس لئے اس کے شبہ الفاصلہ کو بھی یہاں ہی بیان کر دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ) تو (تکاثر میں) تیسرے تعلمون کو ضرور (سب کے لئے) ترک کر دے (جو کلا لو تعلمون میں ہے۔ رہا تکاثر کا پہلا اور دوسرا تعلمون، سو ان دونوں پر اجماعاً آیت ہے اور سورۃ اقرأ (العلق) جو ہے اس نے (اختلاف کی کمی کے سبب) میری آسانی کو جمع کر لیا ہے (یعنی چوں کہ اس میں اختلاف صرف دو آیتوں میں ہے جس میں زیادہ طویل بحث نہیں ہے اس لئے ہر طالب علم یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے اس کے سمجھ لینے میں آسانی میسر آگئی۔ پس علق کی کل آیات شامی یعنی دمشقی کے لئے اٹھارہ ہیں۔ جو حا اور یا سے نکلی ہیں۔ اور اس شمار کے صرف دمشقی کے ساتھ مخصوص کرنے کا قرینہ یہ ہے کہ حجازی، عراقی اور حمصی کے شمار کا ذکر اس کے بعد شعر ۲۸۲/۳ میں آرہا ہے)

ندا، جواب ندا — اے ای یا اَیُّ طِبْ نَفْسًا بَعْدِ الْعِرَاقِیِّ۔ اَیْ عَدُّ صَدْرِ یا

۲۸۲/۳ وَ رَیَا اَطِبْ عِرَاقِیًّا وَصَدْرُہُ کَفٰی وَیَنْ

تَہٖ اُعْدُدْ لَہٗ یَنْتَہِیْ اتْرُکَنْ (دُ) مُ وَدَعْ وَاقِرْ

(مدنی اول، اخیر و مکی) (شامی یعنی دمشقی) (مت) (متفق)

مقامہٗ منصوب بنزع الخافض۔ جملۂ معترضہ بین الفعل و متعلقہٖ

شبہ الفاصلہ کے دو کلمات

(عطف) (مف)

۲۸۳/۳ لِکُلٍّ تُطِعْہُ کَاذِبَۃٍ وَاعْدُدَنْ نَا

لہ متعلق بدع السابق۔ اَیْ وَ سُوْرَۃُ الْمُتَوَالِیَۃُ الْمُتَّصِلَۃُ بِسُوْرَۃِ الْعَلَقِ۔

(مف) (قوم) (مف)

دِیَہٗ وَالْوَلَا ہُدًی وَزَرْ دُلَیْلَۃَ الْقَدْرِ

(شض او دب) (ب) (م) لہ ای ذو ہدی حسن

حَالٌ أَيْ ذَا جُوْدٍ أَوْ تَمْيِيْزٌ أَيْ دَامَ جُوْدُكَ

(۲۸۴/۴) بِثَالِثِ (دُ) مُ جُوْدًا وَّبَيِّنَةٌ (جَلَتْ ← فِيْ عَدِّ الْآيِ

(مُتَّصِلٌ أَوْ مُتَعَلِّقٌ) (شامی) (مکی) (ب ح) (تَضْ) (۳)

أَيْ وَآيَاتُ سُوْرَةِ الْبَيِّنَةِ تِسْعٌ۔

وَتِسْعُ (وَّ) لَا (دُ) مُ عَنْهُمَا الَّذِيْنَ يَا ذُخْرِيْ

(خبر) (بصری) (قو) (شامی) (متعلق) (ب) (نداء) (یمن)

جَوَابُ نِدَاءٍ قُدِّمَ عَلَى النِّدَاءِ

[illegible]

ترجمہ شعر ۲۸۲/۲ :- اور اے (میرے بھائی) تو (اس سورت میں) عراقی (یعنی کوفی، بصری اور حمصی کے شمار پر بھی اپنے جی میں) خوش ہوجا (پس ان تینوں کے لئے علق کی کُل آیات اُنیس ۱۹ ہیں جو یا اور طا سے نکلی ہیں) اور حجازی (کا شمار) جو ہے وہ (بھی طالبین کو) کافی ہوگیا ہے (کیونکہ ان کا شمار باقی سب شماروں سے زیادہ ہے اس لئے کہ ان کی کُل آیات بیس ۲۰ ہیں جو کاف سے نکلی ہیں پس علق کی کُل آیات دمشقی کے لئے اٹھارہ ۱۸ اور عراقی و حمصی کے لئے اُنیس ۱۹ اور حجازی کے لئے بیس ۲۰ ہیں۔ ان میں سے اٹھارہ ۱۸ اجماعی اور دو ۲ اختلافی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے) اور تو (لَئِنْ لَّمْ) يَنْتَهِ کو اُن (حجازی) کے لئے شمار کرے (مب کیونکہ يَنْتَهِ اور بِالنَّاصِيَةِ سے الزَّبَانِيَةَ تک کی چار ۴ یہ پانچوں آیتیں ھا پر ختم ہوتی ہیں اور باقی چار کیلئے اس پر آیت نہیں ہے (ش) اور تو يَنْهٰى کو (شامی یعنی دمشقی کے لئے) ضرور ترک کردے (ش، اور اس ترک پر) ہمیشگی کر (اور باقی چھ ۶ کے لئے اس پر آیت ہے۔ (م) پس دمشقی نے اختلاف والی دونوں ۲ آیتوں میں سے ایک کو بھی نہیں لیا اس لئے ان کی تو اٹھارہ ۱۸ ہی رہیں۔ اور عراقی و حمصی نے صرف يَنْهٰى کو لیا ہے اس لئے ان کی اُنیس ۱۹ ہوگئیں۔ اور حجازی نے يَنْهٰى اور يَنْتَهِ دونوں ۲ کو لیا ہے اس لئے ان کی کُل آیات بیس ۲۰ ہوگئیں) اور تو (لا) تُطِعْهُ (اور اس سے پہلے) كَاذِبَةٍ (دونوں ۲) کو سب کے لئے ترک کردے اور ان کو آیات کے شمار سے قطع (یعنی بالکل جدا اور علیحدہ) کردے (پس یہ دونوں ۲ شبہ الفاصلہ ہیں)۔

ترجمہ شعر ۲۸۳ :- اور (فَلْيَدْعُ) نَادِيَهٗ کو (سب کے لئے) ضرور شمار کرلے (کیونکہ یہ شبہ الوسط ہے) اور (علق کے) قرب والی (سورۃ القدر عمدہ ترین) عادت (والی) ہے (کیونکہ اس میں ایک اعلیٰ ترین سعادت کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں عبادت کرنے سے ہزار ۱۰۰۰ مہینہ سے بھی زیادہ مدت تک عبادت کرنے کا ثواب نصیب ہوتا ہے۔ پس اس سورت کی آیتیں مدنی اول و اخیر اور عراقی کے لئے پانچ ۵ ہیں جو ھدی کی ھا سے نکلی ہیں۔ اور تو (شامی اور مکی کے لئے) اس لَيْلَةُ الْقَدْرِ کو (ان پانچ پر) زیادہ کردے (۱) م (۲) اغ)

ترجمہ شعر ۲۸۴:- جو تیسری جگہ میں ہے (اور جس کے بعد خَیْرٌ ہے) تو (ان دونوں کے لئے اِس کے شمار کرنے پر) ہمیشگی کر، حالانکہ تو (اپنے طلباء کے لئے) سخاوت (اور فیوض والا) ہے (یا یہ لفظ سخاوت والا ہے، اور باقی چار کے لئے اس پر آیت نہیں ہے (۱) ش (۲) ق، رہا پہلا اور دوسرا اَلَيْلَةِ اُلْقَدْرِ سو ان پر اجماعاً آیت ہے. پس اس سورت کی پانچ آیتیں اجماعی ہیں اور ایک اختلافی ہے اور وہ تیسرا اَلَيْلَةُ الْقَدْرِ ہے. مکی وشامی نے اس کو لیا ہے اس لئے ان کی کل آیات چھ ہو گئیں. باقی چار نے اس کو شمار نہیں کیا، اس لئے ان کی پانچ ہی ہیں۔

اور (سورۃ) البیّنہ (بھی حجازی اور کوفی کے لئے اپنی آیات کے شمار میں) تیسری (اور عمدہ) ہو گئی ہے (پس ان چاروں کے لئے اِس سورت کی کل آیات آٹھ ہیں جو جاسے نکلی ہیں) اور (اس سورت کی آیات بصری اور شامی کے لئے) نو ہیں. تو (اس شمار پر بھی) ہمیشگی کر (اور اس کو معتبر سمجھتا رہ) حالانکہ تو (نقل کی) پیروی (والا یا اُس مدد والا) ہے (جو ناقلین کی طرف سے پہنچتی رہتی ہے. اس کی آیتوں میں سے آٹھ اجماعی اور ایک اختلافی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ) اے میرے (آخرت کے) ذخیرے (اور پیارے شاگرد مُخْلِصِيْنَ لَهُ) الدِّيْنَ اُن دونوں (کے اور حمصی سمیت تینوں) کے لئے (معدود) ہے (اَ عُ، پس چونکہ ان تینوں نے اس کو لیا ہے اس لئے ان کی کل آیات نو ہو گئیں۔ اور حجازی وکوفی کے لئے متروک ہے. ش. پس چونکہ ان چاروں نے اس کو نہیں لیا ہے. اس بناء پر ان کے لئے کل آیات آٹھ ہی رہیں)

فائدہ:- اتحاف ومعالم کی رُو سے تو لَهُ الدِّيْنَ بیّنہ پر شامی اور بصری تینوں کے لئے بلاخلاف آیت ہے۔ اور سعادتِ دارین کی رُو سے بصری کے لئے بلاخلاف اور شامی کے لئے خلاف کے ساتھ ہے. پس ان کے لئے شمار وترک دونوں ہیں لیکن اول صحیح تر ہے۔

(۲۸۵/۵) وَدَعْ مَوْضِعَيْ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَزُلْزِلَتْ

طَوِىْ وَثَمَانٍ (هَـ بْ (اَ) لَاوَاعُدُدَنْ وَاقِرُ

(اَيْ وَاجْمَعْ هٰذَا الْخِلَافَ اَيْضًا فِيْ صَدْرِكَ)

(اَيْ اعْلَمُوْا هٰذَا الْعَدَدَ ثَابِتًا صَحِيْحًا)

۲۸۶/۶ لِغَيْرِهِمَا اَشْتَاتًا اَعْمَا لَهُمْ لِكُلْ ← اَیْ مَعْدُوْدٌ لِكُلٍّ.
(مُتَّخ) (نقل)(ب) (مَعْ) مُتَعَلِّقٌ بِاَعْدَادِ الثَّانِیْ.
(ب) (خ) (ص) ← اَیْ ذَا اٰیِ الْقَارِعَةِ عَشْرٌ كَائِنَةٌ لِلصَّدْرِ.
لِ وَالْقَارِعَهْ (حِـ)رْزٌ وَعَشْرٌ عَنِ الصَّدْرِ
(نَصْ) (ب) (دَب) (۸) اَیْ كَحِرْزٍ. (مُتَّصْ). (حجازی)

ترجمہ شعر ۲۸۵/۵ :- اور تو وَالْمُشْرِكِيْنَ کے (اُن) دونوں[۲] موقعوں کو (سب کے لئے) ترک کر دے (جو سُورۂ بیّنہ کی پہلی اور چھٹی[عہ] آیت میں ہیں) اور (مدنی اخیر، مکیّ، شامی، بصری کے لئے کلمۂ) زُلْزِلَت (والی سُورۂ زلزال کا نُو والاشمار) جو ہے اُس نے (باقی دو[۲] مدنیِ اوّل وکوفی کے شمار کو بھی) لپیٹ لیا ہے (اور اپنے اندر شامل کرلیا ہے. کیونکہ نُو کے اندر آٹھ کا عدد بھی موجود ہے. پس ان آخری دو[۲] کے سوا باقی پانچ اماموں کے لئے زلزال کی کُل آیات نُو ہیں جو طا سے نکلی ہیں) اور (اس سورت کی آیتیں کوفی اور مدنیِ اوّل کے لئے) آٹھ ہیں تو (اس شمار کو بھی ثابت اور صحیح) جان لے. (اور معتبر سمجھ لے اور) ہوشیار رہ (اور شمار کے سمجھنے میں غلطی نہ کر. اس سُورت کی آٹھ آیتیں اجماعی اور ایک[۱] اختلافی ہے جسکی تفصیل یہ ہے) اور تو اُن دونوں[۲] (مدنیِ اوّل وکوفی) کے ماسوا (مدنی اخیر، مکیّ، شامی بصری) کے لئے اَشْتَاتًا کو (بھی اس سُورت کی آیات میں) ضرور شمار کرلے (م) اور (اس اختلاف کو اپنے حافظہ میں) جمع کرلے (پس ان پانچوں نے اَشْتَاتًا کو لیا ہے، اس لئے ان کی کُل آیات نُو ہوگئیں. اور مدنیِ اوّل وکوفی نے اس کو شمار نہیں کیا (۱) ش (۲) قَب. اس لئے ان کی کُل آیات آٹھ ہی رہیں.)

ترجمہ شعر ۲۸۶/۶ :- (اور لِيُرَوْا) اَعْمَا لَهُمْ سب (ہی) کے لئے (معدود) ہے (پس یہ شبہ الوسط ہے. اور وَالْعٰدِيٰت کو ناظمؒ سُورۃ الجمعۃ کے ساتھ بیان کرچکے ہیں) اور اَلْقَارِعَةُ (کی آیتوں کا شمار) قلعہ (کی طرح مضبوط اور شکوک وشبہات سے محفوظ) ہے (پس اس کی کُل آیات شامی اور بصری کے لئے آٹھ ہیں جو حا سے نکلی ہیں) اور (دوسرے[۲] شمار میں اس سُورت کی آیات الیسی) دس[۱۰] ہیں جو حجازی کے لئے ہیں.

۲۸۷/۷ وَرِيَا (ا)اُبْ لِكُوْفٍ بَدْ وُهَا عَنْهُمْ مَعًا (مُتَّصْ اَوْ مُتَّخ)
نِدَاءٌ — جَوَابُ نِدَاءٍ — اَیْ ذَاتُ بَدْئِهَا. اَیْ لَهُمْ
(۱۰) (۱) (مُتْ) (ب) (مُتَّخ)
اَیْ يَاَيُّهَا الطَّالِبُ لِهٰذَا الْفَنِّ اُبْ اَیِ ارْجِعْ اِلٰی هٰذَا الْفَنِّ لِتَصِيْرَ فَائِقًا عَلٰی اَقْرَانِكَ.

سہ لِغَيْرِهِمَا اَشْتَاتًا کا ترجمہ گزر چکا ہے ۱۲

عہ چھٹی آیت حجازی اور کوفی شمار کے اعتبار سے ہے کیونکہ شامی بصری کے شمار کے حساب سے یہ ساتویں آیت ہے ۱۲

مُوَازِينُهُ اتْرُكْ لِلشَّامِيِّ وَالْبَصْرِي
(عَطْ) (مُتْ) (مُفْقُ)

ترجمہ :۔ اور اے (آیات کے شمار کے طالب) تو کوفی کے لئے (بھی اس سورت کی آیات کے شمار کرنے کی طرف) رجوع کر (پس ان کے لئے اس سورت کی کُل آیات گیارہ ہیں جو یا اور ہمزہ سے نکلی ہیں) اس (سورۂ قارعہ) کی ابتداء (والی آیت یعنی اَلْقَارِعَةُ) اُن (کوفیین ہی کے لئے (شمار کی گئی) ہے (۱) م (۲) اَعْ ۔ اور باقی چھ کے لئے پہلا اَلْقَارِعَةُ متروک ہے (۱) ش (۲) ق ۔ اور ابتدا والی آیت کہہ کر بتا دیا کہ اختلاف پہلے اَلْقَارِعَةُ میں ہے اور دوسرا اور تیسرا اَلْقَارِعَةُ اجماعاً معدود ہے اور) تو (اُس) مَوَازِيْنُهٗ کو شامی اور بصری کے لئے ترک کر دے جو (اس سورت میں) دو جگہ ہے (پس ان تینوں کے لئے مَوَازِيْنُهٗ دونوں جگہ متروک ہے۔ ش اور باقی چار کے لئے دونوں معدود ہیں۔ م، اس سورت کی آٹھ آیتیں اجماعی اور تین اختلافی ہیں۔ جن پر نمبر لگا دیئے ہیں۔ پس شامی اور بصری نے اختلاف والی تینوں میں سے ایک کو بھی نہیں لیا، اس لئے ان کی کُل آیات آٹھ ہی رہیں۔ اور حجازی نے مَوَازِيْنُهٗ کے دونوں موقعوں کو لیا ہے اس لئے ان کی کُل آیات دس ہو گئیں۔ اور کوفی نے تینوں کو لیا ہے۔ اس لئے ان کی گیارہ ہو گئیں۔[ے]

وَمِنْ سُوْرَةِ الْعَصْرِ اِلٰى اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ الْكَرِيْم

سُورۃ العصر سے قرآنِ کریم کے آخر تک

ان میں چھ شعر ہیں

(۱۰۳) سُوْرَةُ الْعَصْرِ (۱۳)

مکّی ہے۔ اس کی نظیر ساتوں شماروں میں سورۃ الکوثر اور النصر ہے۔ اس کے کلمات چودہ اور حروف اڑسٹھ ہیں اور فواصل رَ قْ کے دو حروف ہیں۔ ۱ ر : وَالْعَصْرِ ۲ قْ : بِالْحَقِّ۔

(۱۰۴) سُوْرَةُ وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ (۳۲)

مکّی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اخیر اور مکّی میں زلزال اور بصری و شامی میں البیّنہ اور زلزال ہے اور

ے تکاثر کا شمار اجماعاً آٹھ ہے (دیکھو شعر نمبر ۲۸۱) ۱۲

مدنی اوّل اور کوفی میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ اس کے کلمات تینتیس[۳۳] اور حروف ایک سو تینتیس[۱۳۳] ہیں۔ اور فواصل ھٗ پر ہیں۔ لُمَزَۃٌ۔

(۱۰۵) سُوْرَۃُ الْفِیْلِ (۱۹)

مکّی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اول اور اخیر میں القدر، قریش، تبّت، الفلق اور کوفی و بصری میں قریش کے سوا باقی تین[۳] ہیں اور مکی و حمصی میں قریش، الاخلاص، تبّت و الفلق اور دمشقی میں الاخلاص، الفلق ہے۔ اور تبّت اور الفلق کی طرح الفیل کے کلمات بھی تیئیس[۲۳] ہیں اور حروف چھیانوے[۹۶] ہیں اور فواصل لامٓ پر ہیں۔ جیسے اَلْفِیْلِ۔

(۱۰۶) سُوْرَۃُ قُرَیْشٍ (۲۹)

مکّی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اوّل و اخیر میں القدر، الفیل، تبّت، الفلق۔ اور مکّی اور حمصی میں الفیل تبّت، الاخلاص، الفلق۔ اور کوفی و بصری میں الاخلاص ہے۔ اور دمشقی میں اس کی نظیر نہیں ہے کیونکہ اس شمار میں چار[۴] آیتوں والی سُورت صرف قریش ہے۔ اس کے کلمات سترہ[۱۷] اور حروف تہتر[۷۳] ہیں۔ اور فواصل شَفْتَعْ کے چار[۴] حروف ہیں۔ ۱ ش[۱]: قُرَیْشٍ ۲ ف[۲]: وَالصَّیْفِ ۳ ت[۱]: اَلْبَیْتِ ۴ ع[۱]: جُوْعٍ۔

(۱۰۷) سُوْرَۃُ الْمَاعُوْنَ[ے] (۱۷)

مکّی ہے اور ابن عباسؓ و قتادہؒ کی روایت پر مدنی ہے۔ اور بعض کے قول پر اس کا ایک حصّہ مکّی ہے جو عاص بن وائل سہمی کے بارے میں نازل ہوا۔ اور دوسرا[۲] حصہ مدنی ہے جو منافقین کے بارے میں آیا ہے۔ مدنی اوّل و اخیر میں اس کی نظیر الکافرون اور النّاس، مکّی اور دمشقی میں صرف الکافرون۔ عراقی اور حمصی میں فاتحۃ الکتاب ہے۔ اس کے کلمات پچیس[۲۵] اور حروف صحیح قول کی بناء پر ایک سو بارہ[۱۱۲]، اور دوسرے[۲] قول پر ایک سو پندرہ[۱۱۵] ہیں۔ اور فواصل نَمْ کے دو[۲] حروف ہیں۔ ۱ ن[۶]: بِالدِّیْنِ ۲ م[۱]: اَلْیَتِیْمَ۔

(۱۰۸) سُوْرَۃُ الْکَوْثَرِ (۱۵)

مکّی ہے۔ اس کی نظیر ساتوں[۷] شماروں میں سُورۃ العصر اور النصر ہے۔ اس کے کلمات دس[۱۰] اور حروف بیالیس[۴۲] ہیں اور تینوں[۳] فواصل رؔ پر ہیں۔

ے اِس کو سورۃ اَرَءَیْتَ اور الدّین بھی کہتے ہیں اتقان ۱۲

(۱۰۹) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ[۱] (۱۸)

مکّی ہے۔ ابنِ عباسؓ حسنؒ اور قتادہؒ کے قول پر مدنی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اوّل واخیر میں الماعون۔ النّاس اور مکّی، دمشقی میں الماعون، القدر، اور عراقی میں الناس اور حمصی میں القدر۔ اس کے کلمات چھبّیس ۲۶ اور حروف چورانوے ۹۴ ہیں۔ اور فواصل نَدَمْ کے تین ۳ حروف ہیں ۱: نَ: اَلْكٰفِرُوْنَ ۲: دُ: اَعْبُدُ ۳: مْ: عَبَدْتُّمْ۔

(۱۱۰) سُوْرَةُ النَّصْرِ[۲] (۱۱۴)

مدنی ہے۔ اور اس کی نظیر ساتوں شماروں میں العصر اور الکوثر ہے۔ اس کے کلمات اُنیس ۱۹ اور حروف ستتّر ۷۷ ہیں اور فواصل حَا کے دو ۲ حروف ہیں۔ ۱: حُ: وَالْفَتْحُ ۲: اً: اَفْوَاجًا۔

(۱۱۱) سُوْرَةُ الْمَسَدِ یا لَهَبٍ یا تَبَّتْ (۶)

مکّی ہے۔ اور اس کی نظیر مدنیِ اوّل واخیر میں الفیل، القدر، قریش، الفلق، اور مکّی اور حمصی میں الفیل، قریش، الاخلاص، الفلق۔ اور عراقی میں القدر، الفیل، الفلق۔ اور دمشقی میں الفیل الاخلاص الفلق ہے۔ اس کے کلمات تیئیس ۲۳ اور حروف ستّر ۷۰ یا اکیاسی ۸۱ ہیں اور فواصل بُدَّ کے دو ۲ حروف ہیں۔ ۱: بٌ: وَتَبَّ ۲: دٍ: مَسَدٍ۔

(۱۱۲) سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ وَالْاَسَاسِ (کیونکہ اس میں توحید کا ذکر ہے جو دین کی بنیاد ہے) (۲۲)

اس کے نزول کے مقام میں دو ۲ قول ہیں ۱: مکّی ہے (اُبی بن کعبؓ، اور ابنِ مبارکؒ اور ہمام عَنْ قَتَادَةَ وَعَنْ جَمَاعَةٍ) ۲: مدنی ہے (ابنِ عباسؓ اور حسنؒ وقَتَادَةُ عَنْ مَعْمَرٍ) اور اسکی نظیر مکّی اور حمصی میں الفیل، قریش، تبّت، الفلق۔ اور عراقی میں صرف قریش۔ اور دمشقی میں الفیل، تبّت اور الفلق ہے۔ اور مدنی اوّل واخیر میں کوئی سُورت بھی اس کی نظیر نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں چار آیتوں والی سُورت صرف اخلاص ہے۔ اس کے کلمات پندرہ ۱۵ اور حروف سینتالیس ۴۷ ہیں اور فواصل دَال پر ہیں۔

(۱۱۳) سُوْرَةُ الْفَلَقِ[ع] (۲۰)

ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور عطاؒ کے قول پر مدنی ہے اور قتادہؓ کے ارشاد پر مکّی ہے۔ اس کی نظیر مدنی

ع فلق وناس ۱: اِن دونوں کو مُعَوِّذَتَیْنِ ۲ اور مُشَقْشِقَتَیْنِ ۳ بھی کہتے ہیں۔ اور تیسرا نام عرب کے قول خَطِیْبٌ مُشَقْشِقٌ ۲ فصیح و شف خطیب ۔۔۔ ہے ۱۲

[۱] اس کو سورۃ مقشقشہ اور سورۃ عبادت بھی کہتے ہیں ۱۲ [۲] اس کو سورۃ التودیع بھی کہتے ہیں اس بنا پر کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے ۱۲

اوّل واخیر میں القدر، الفیل، القریش، تبّت اور دمشقی میں الفیل، تبّت اور الاخلاص، اور عراقی میں القدر، الفیل، تبّت، اور مکی اور حمصی میں الفیل، قریش، تبّت اور الاخلاص ہو۔ اسکے کلمات تیئیس ۲۳ اور حروف اٹھتر یا اُناسی ہیں۔ اور فواصل قبد کے تین حروف ہیں۔ ۱ ق: اَلْفَلَقِ ۲ ب: اِذَا وَقَبَ ۳ د: اَلْعُقَدِ

سُوْرَةُ النَّاسِ (۱۱۴) (۲۱)

ابن عباسؓ وقتادہؒ وابن المبارکؒ کے قول پر مدنی ہے اور بعض کی رائے پر مکی ہے۔ اس کی نظیر مدنی اوّل واخیر میں الماعون۔ الکافرون اور عراقی میں الکافرون اور مکی وشامی میں فاتحۃ الکتاب ہے۔ کیونکہ سورۃ الناس مکی وشامی میں اور فاتحہ اجماعاً سات آیتوں والی ہے۔ اس کے کلمات بیس اور حروف اُناسی ہیں۔ اور فواصل سین پر ہیں۔

(۲۸۸/۱) وَوَالْعَصْرِ (ب) جُدْ (۳) خ وَاعْدُدُهُ (مُتْ) بَعْدَ اٰيَةٍ (مُتْ) عَنْ غَيْرِ اٰخِرِ

وَبِالْحَقِّ (ب) عَنْهُ (مُنْخْ) اَیْ مَعْدُوْدٌ لَهٗ الصّٰلِحٰتِ (مَفْقٌ) اتْرُكَنْ وَّ ادْرِ

ترجمہ:- اور وَالْعَصْرِ جو ہے تو (اس کی آیتوں کے شمار کرنے اور طلباء کو بتانے کے ذریعہ) سخی بن جا (پس اس سورۃ کی کُل آیات ساتوں اماموں کے لئے تین ہیں جو جیم سے نکلی ہیں اور اس شمار پر اجمال کے درجہ میں تو اتفاق ہے۔ لیکن تفصیل میں دو جگہ اختلاف ہے جس کا بیان یہ ہے) اور تو اس (وَالْعَصْرِ کے لفظ) کو (مدنی) اخیر کے سوا (باقی چھ) کے لئے شمار کرلے (۱) م (۲) اَعْ کیونکہ اس کے ہم شکل وَالْفَجْرِ پر اجماعاً آیت ہے۔ اور مدنی اخیر کے لئے وَالْعَصْرِ متروک ہے (۱) ق (۲) اَتْ) اور (وَتَوَاصَوْا) بِالْحَقِّ اُن (مدنی اخیر) کے لئے (معدود) ہے (م، اور باقی چھ کے لئے متروک ہے۔ (۱) عَکْوٌ، کیونکہ جو حضرات نقصان اور ٹوٹے سے محفوظ ہیں ان کی چوتھی صفت اس کے بعد آرہی ہے (۲) قَبْ۔ اس سورت کی دو آیتیں اجماعی ہیں ۱ خُسْرٍ ۲ بِالصَّبْرِ اور دو اختلافی ہیں ۱ وَالْعَصْرِ ۲ بِالْحَقِّ۔ پس مدنی آخر کے سوا باقی چھ نے ۱ کو اور مدنی اخیر نے ۲ کو لیا ہے۔ اس لئے ساتوں اماموں کی کُل آیات تین تین ہو گئیں۔ اور) تو اَلصّٰلِحٰتِ کو (سب کے لئے) ضرور ترک کرے اور (اس کو پوری طرح) معلوم کرلے (اور خوب تحقیق کرلے)۔

(۲۸۹/۲) وَوَيْلُ طَمٰى وَاتْرُكْ لَهُمْ هُمَزَةً وَفِي
لِ تَبَّتْ وَغَاسِقْ هَبْ قُرَيْشُ دَنَا نَحْرِ

(ب) (۹) خ (ب) (وب) (مت) (مف) (جح) (مبض) (عطق) (عط) (۵) خ (ب) (۴) خ (عراقی دمشقی)

أي اعلم عدّ السور الثلاث صحيحا ثابتا بالنقل (منح)
أي وعدّ قريش
أي وهذا العدد ثابت لنحر (منح)

(۲۹۰/۳) وَهَبْ صَدْرُ هُمْ جُوعُ عِرَاقِ أَرَأَيْتَ زُرْ
وَكَثِّرْ وَقُلْ لَا وَاتْرُكْ يُرَاءُونَ لِلْكُثْرِ

(۵) (حجازی) (مفق) (جح) (کوفی، بصری) (۷) (مت) (حجازی دمشقی) (۶) (قو) (مف) (حجازی دمشقی)

أي اعلم عدّ قريش ثابتا وصحيحا.
أي زر الشيوخ الكاملين لمعرفة عدد ع أرأيت للعراقي
أي وليعد كثر وقلا لا والتقدير وكثر لعده وقلا. (منخ) (بخ) (با) (منخ) (بث)

ترجمہ شعر ۲۸۹/۲:- اور (سورۂ) وَیلٌ (ھُمَزَہ کی آیتوں کا شمار اپنی کثرت کے سبب جانبین کی سورتوں کے شمار کے مقابلہ میں) بلند ہوگیا ہے (پس اس سورت کی کُل آیات ساتوں اماموں کے لئے نو ہیں جو طا سے نکلی ہیں۔ اور اس شمار کا ساتوں کے لئے ہونا اس سے نکلا ہے کہ اس کو کسی امام کے ساتھ مخصوص نہیں کیا) اور تو ھُمَزَہ کو ان (ساتوں اماموں) کے لئے ترک کردے۔ اور (سورۃ) الفیل (اور) تبّت اور غاسق (یعنی فلق)، جو ہیں تو (ان تینوں سورتوں کے اس شمار کو بھی صحیح اور معتبر) جان لے۔ (جو ھَب کی ھا سے نکلا ہے۔ پس ان تینوں سورتوں کی کُل آیات پانچ پانچ ہیں اور اسی لئے ان کو یہاں یکجا بیان کردیا، اور ان میں سے سورۃ اللھب اور مسد میں وَامْرَاَتُہٗ شبہ الفاصلہ ہے اور سورۂ) قریش (کا شمار ہم سے) قریب ہوگیا ہے (کیونکہ ناقلین نے اس کو ہمارے پاس پہنچادیا ہے۔ اور سورۂ قریش کی آیتوں کا یہ شمار جس کی طرف دال سے اشارہ کیا ہے) نحر والے تین اماموں دمشقی، عراقی کے لئے) ہے (پس ان تینوں کے لئے سورۂ قریش کی کُل آیات چار ہیں)

ترجمہ شعر ۲۹۰/۳:- اور (حجازی، حمصی کے شمار میں اس سورت کی کُل آیات پانچ ہیں جو ھا سے نکلی ہیں) تو (اس شمار کو بھی صحیح اور معتبر) جان لے (اور اس کی چار آیتیں اجماعی اور ایک اختلافی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ) جُوْعٍ کو ان (ساتوں اماموں) میں کے صَدر (یعنی حجازی نیز حمصی) نے (شمار کیا ہے (۱) م (۲) اَعْ، اس لئے ان کی کُل آیات پانچ ہوگئیں اور باقی تین نے اس کو

شمار نہیں کیا (۱) عَکُوْ (۲) عَوْ۔ اس لئے ان کی کُل آیات چار ہی رہیں۔ اور) عراقی (نیز حمصی کیلئے) اَرَءَیْتَ (الَّذِی سُورۃ الماعون کی آیتوں کا شمار معلوم کرنے کی غرض سے کامل علم اور نورانی ایمان والے شیوخ کی زیارت کیا کر (اور ان کی مجلسوں میں شریک ہوا کر تاکہ تجھے آیتوں کا صحیح شمار بھی معلوم ہو جائے اور ان کی برکتوں کے سبب اُس شرک اور نفاق سے نجات بھی حاصل ہو جائے جو اس سُورۃ الماعون میں مذکور ہے پس ان تینوں کیلئے ماعون کی کُل آیات سات ہیں جو زا سے نکلی ہیں) اور کُثر (یعنی حجازی اور دمشقی شمار کیلئے بھی نقل کی) پیروی ہے (یا ناقلین کی مدد ہے۔ یعنی یہ شمار بھی نقل سے ثابت ہے۔ پس ان چاروں کیلئے سورۃ الماعون کی کُل آیات چھ ہیں جو واو سے نکلی ہیں۔ اور اس کی چھ آیتیں اجماعی اور ایک اختلافی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے) اور تُو یُرَاءُوْنَ کو کُثر (والے چار اماموں حجازی و دمشقی) کے لئے ترک کر دے (قب اور باقی تین کے لئے معدود ہے۔ م)

(۲۹۱/۴) وَكَوْثَرُ نَصْرٍ جَاءَ وَالْفَتْحُ عُدَّهُ ۔۔۔ عَنِ الْكُلِّ وَاسْتَغْفِرْهُ دَعْهُ لَهُمْ وَابْرِى

ترجمہ:- اور (سُوْرَۃُ الْکَوْثَر (اور) نَصْر (کی آیتوں کا شمار بھی نقل کے ذریعہ آیا ہے (پس ان دونوں سُورتوں کی آیات تین تین ہیں جو جیم سے نکلی ہیں اور سُوْرَۃُ النَّصْر میں) وَالْفَتْحُ کو سب کے لئے (یعنی) اُس کو (ساتوں اماموں کے لئے) شمار کرے (پس یہ شبہ الوسط ہے اور) وَاسْتَغْفِرْهُ کو اُن (سب) کے لئے (یعنی) اُس کو (سب کے لئے) ترک کر دے اور (اپنے نفس کو ہر طرح کے شکوک و شبہات سے) بَرِی (اور پاک) کرے۔

(پس یہ شبہ الفاصلہ ہے)

(۲۹۲/۵) وَفَوْقَ وَلَا الْإِخْلَاصُ (د) اِرْمِ وَخَمْسٌ (د) مُ ۔۔۔ بِحَلًا لَمْ يَلِدْ فَاعْدُدْهُ عَنْ ذَيْنِ وَاسْتَقِرْ

ترجمہ:- اور (سورۃ النصر سے) اوپر (والی سورۃ الکفرون کا شمار بھی نقل کی) پیروی (والا) ہے (یا ناقلین کی مدد والا ہے۔ پس اس سورت کی کل آیات اجماعًا چھ ہیں جو واؤ سے نکلی ہیں اور سورۃ) الاخلاص (یعنی وہ اخلاص جس کا ذکر سورت کے نام میں آگیا ہے اور جس کے معنی ہیں کسی عمل کا دل سے اور صرف اللہ کے لئے بجالانا یہ اخلاص ایک) پوشیدہ (اور چھپی ہوئی چیز) ہے (کیونکہ اخلاص کا مقام دل ہے۔ اور دل کے حالات کی خبر حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کسی کو بھی نہیں ہوسکتی اس لئے اعمال کو ریاء سے بچانے کی اور خلوص سے متصف کرنے کی کوشش زیادہ سے زیادہ کرنی چاہیئے۔ اور قلب کو اخلاص سے مزین کرنا چاہیئے۔ پس مدنی اول و اخیر اور عراقی کے لئے سورۃ الاخلاص کی کل آیات چار ہیں جو دال رام کے دال سے نکلی ہیں) اور (شامی، مکی کے لئے اس سورت کی آیتیں) پانچ ہیں۔ تو (اُس اخلاص و توحید پر) ہمیشگی کر (جو اس سورت میں مذکور ہے) اُس نے (یعنی اِن دونوں اماموں میں سے ہر ایک نے اس دوسرے شمار کی صحت کو بھی) ظاہر (اور واضح) کردیا ہے (اس سورت کی چار آیتیں اجماعی اور ایک اختلافی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ) لَمْ يَلِدْ کو ان دونوں (اور حمصی سمیت تینوں اماموں) کیلئے (یعنی) اسکو (تینوں کیلئے) شمار کرلے اور (ساتوں شماروں کو خوب) تلاش کرلے (اور تحقیق و تفتیش میں ذرا بھی کمی نہ کر۔ پس مکی اور شامی نے لَمْ يَلِدْ کو بھی لیا ہے، م، اس لئے ان کی کل آیات پانچ ہوگئیں۔ اور باقی چار اماموں نے اس کو نہیں لیا عکوہ، اس لئے ان کی کل آیات چار ہی رہیں۔)

أى سِتُّ آيَاتٍ مَعْدُودَةٌ فِي النَّاسِ لِلْفَظِ وَالْعِرَاقِي

۲۹۳ / ٦ وَفِي النَّاسِ سِتٌّ وَّالشَّامِي وَمَكَّةُ

أى وَعَدَّ الشَّامِي وَأَهْلِ مَكَّةَ

(زَ) كَالْهُمَا الْوَسْوَاسِ عُدَّ وَكُنْ مُّدْرِي

أَصْلُهُ مُدْرِيًا تَمَّ سُكِّنَ عَلَى لُغَةٍ رَابِعَةٍ

ترجمہ:- اور (سورۃ) الناس میں (مدنی اول و اخیر و عراقی کے لئے) چھ (آیتیں) ہیں اور شامی اور مکہ (والوں کا شمار) بڑھ گیا ہے (اور اس میں ایک عدد زیادہ ہوگیا ہے۔ پس مکی و شامی کے لئے اس سورت کی کل آیات سات ہیں جو زا سے نکلی ہیں۔ اس سورت کی چھ آیتیں اجماعی اور ایک اختلافی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ تو (مِن شَرِّ) الْوَسْوَاسِ کو ان دونوں (شامی اور مکی اور حمصی سمیت تینوں) کیلئے شمار کرلے اور تو (یہ مضامین اوروں کو بھی) بتانے والا (اور فن کے اُن سب مضامین

کی تعلیم دینے والا) ہوجا (جو میں نے اس قصیدہ کے ذریعہ تجھے سکھائے ہیں۔ اس آخری جملہ میں اشارہ ہے کہ یہاں پہنچ کر ہمارے قصیدہ کی نظم کامل اور ختم ہوگئی. کیونکہ کسی کو یہ حکم دیناکہ تم دوسروں کو تعلیم دو اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ پہلے اس کو پُورا علم سکھا دیا ہو۔

پس وَکُنْ مُّذْرِیًٔ میں اشارہ ہے کہ میں نے تو وہ وعدہ پُورا کردیا اور اُسے انتہا تک پہنچادیا جو فن کے مضامین بیان کرنے کے بارے میں تم سے کیا تھا۔ اس لئے اب تمہیں بھی یہ حرص ہونی چاہیئے کہ اس بیان کو دوسروں تک پہنچاؤ اور اس کی خوب اشاعت کرو۔

پس اَلْوَسْوَاسِ کو مکّیؔ اور شامی نے لیا ہے اور اس پر آیت شمار کی ہے، م، اس لئے انکی کُل آیات سَات ہوگئیں۔ اور باقی چاؔر کے لئے متروک ہے (۱) شں ، کیونکہ اَلْخَنَّاسِ اَلْوَسْوَاسِ کی صفت ہے۔ (۲) قَبْ ، اِس لئے ان کی کُل آیات چھؔ ہی رہیں)۔

قصیدہ کا خاتمہ

جو تین ۳ چیزوں پر مشتمل ہے (۱) حق تعالیٰ کی تعریف (۲) قصیدہ کے اشعار کا شمار تاکہ کمی اور زیادتی سے محفوظ رہے (۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے آل و اصحابؓ اور تابعین پر درود و سلام

اِس میں ۴ چار شعر ہیں۔

(۲۹۴/۱) وَتَمَّتْ بِحَمْدِ اللّٰهِ حُسْنًا مُفِيدَةً
فَلِلّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ حَمْدِي مَعَ الشُّكْرِ

ترجمہ :- اور (یہاں پہنچ کر) یہ (قصیدہ) اللہ کی تعریف (اور اس کی توفیق) پر (مشتمل ہونے کی حالت میں یا تعریف و توفیق پر مشتمل ہونے کے سبب) ختم ہوگیا (جس کی حالت یہ ہے کہ یہ معانی کے آسان ہونے اور الفاظ کے شیریں ہونے کے سبب) خوبصورت ہے (نیز اس سے جو مقصود تھا کہ اِس علم کے قواعد ضبط کردیئے جائیں اور اس کی جزئیات محقق اور ثابت کردی جائیں اُس مقصد کے لئے) مفید (بھی) ہے (چنانچہ اس سے وہ مقصود حاصل ہوگیا۔ اور جب حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے ایسی عظیم الشان نعمت عطا فرمائی ہے کہ مقصود کی تکمیل فرمادی اور مُراد عطا فرمادی) تو میری (وہ) تعریف (جو زبان سے کی جاتی ہے) اللہ ہی کے لئے ہے جو عرشِ (عظیم کے بھی) رب (اور مالک اور اس کے خالق) ہیں حالانکہ یہ (تعریف اُس) شکر سمیت ہے (جو اعضا اور دل کے ذریعہ اُس عظیم الشان نعمت کے کامل کرادینے پر اور اُن تمام نعمتوں پر ادا کیا جاتا ہے جو شمار اور ضبط سے باہر ہیں)

(۲۹۵/۲) وَأَبْيَاتُهَا تِسْعُونَ مَعْ مِائَتَيْنِ قُلْ

(منف) (ظض اَدْظَحْ) (ص)
وَزِدْ سَبْعَةً تَحْكِى اللُّجَيْنَ مَعَ الدُّرِّ
(منف)

ترجمہ:- اور تو کہدے کہ اُس (قصیدہ) کے اشعار (ایسے) نوّے ۹۰ ہیں (جو) دو سو ۲۰۰ سمیت (ہیں، یعنی دو سو نوّے ۲۹۰ ہیں) اور (اس شمار پر) سات (شعر اور) زیادہ کردے (پس قصیدہ کے کل اشعار دو سو ستانوے ۲۹۷ ہیں) یہ (سب اشعار صفائی اور چمک میں اُس) چاندی کے مشابہ ہیں جو چھوٹے چھوٹے موتیوں سمیت ہو۔

شرح:- یعنی ان اشعار کی نظم مرتّب ہو کر صفائی اور چمک میں اور دلکش ہونے میں اُس ہار کی طرح ہو گئی ہے جو چاندی کے ٹکڑوں اور موتیوں سے تیّار کیا گیا ہو۔ پس جس طرح یہ ہار مرغوب و محبوب ہوتا ہے اسی طرح قصیدہ کے اشعار بھی نہایت پسندیدہ اور دل کش ہیں

(منف) (عاطفۃ) (عط)
(۲۹۶/۳) وَاُهْدِى صَلَاةَ اللّٰهِ ثُمَّ سَلَامَهٗ

(ظض) جمع اَغَرّ
عَلَى الْمُصْطَفٰى وَالْاٰلِ مَعَ صَحْبِهِ الْغُرِّ
(تن) (ص) ۱
اى تَنَازَعَ فِيهَا صَلٰوةَ اللّٰهِ وَسَلَامَهٗ

ترجمہ:- اور میں (حق تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے) چُنی ہوئی (اور منتخب) ذات (محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور (آپؐ کی) آل کی خدمت میں اللہ کی رحمت (نازل ہونے کی دعا) اوران کا سلام تحفہ کے طور پر پیش کرتا ہوں جو آپؐ کے (عمدہ افعال واعمال والے) ان صحابہؓ سمیت ہے جو (شرافت و بزرگی والوں کے) سردار ہیں

فائدہ:- کیونکہ انہیں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت کی برکتیں نصیب ہوئی ہیں۔ نیز ان حضرات نے قرآنی علوم مشکوٰۃِ نبوّت سے حاصل کئے ہیں۔ حالانکہ وہ علوم بالکل صاف اور بے غبار اور ہر طرح کی کدورتوں سے پاک ہیں۔ پھر جس طرح ان علوم کو سُنا تھا اور یاد کیا تھا بعینہٖ اُسی طرح دُوسروں تک پہنچا دیا اور صحابی وہ ہے جس نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت بھی کی ہو اور آپؐ پر ایمان بھی لایا ہو اور خاتمہ بھی ایمان ہی پر ہوا ہو۔

۲۹۷/۴ وَالْاَتْبَاعِ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالزُّهْدِ وَالتُّقٰی

مَعَ الْفَضْلِ وَالْاِحْسَانِ وَالْعَفْوِ وَالصَّبْرِ

ترجمہ:- اور (ان) تابعین (کے لئے بھی رحمت و سلامتی عطا ہونے کی دعا کرتا ہوں جو) علم اور زہد والے اور (اللہ کی نافرمانی اور گناہوں سے) بچنے والے ہیں۔ حالانکہ (ان کی یہ تینوں صفتیں علم، زہد، تقویٰ) فضیلت (وبزرگی) اور خلوصِ نیت کے ساتھ نیک اعمال بجالانے اور (قصور والوں کی خطائیں) معاف کردینے اور (ناگوار چیزوں اور تکلیفوں اور مصیبتوں پر) صبر کرنے (کی صفات) سمیت ہیں۔

فائدہ ۱:- پس وہ ان ساتوں صفات سے متصف ہیں۔ اور ان کو علم والے اس لئے کہا کہ ان حضرات نے صحابہؓ سے علم حاصل کیا۔ اور اس کو عالم کے اطراف میں پھیلایا۔ اور اس کے اصول وقواعد لکھے۔ اور زہد والے اس لئے کہا کہ وہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرکے علم سیکھنے اور اسکی اشاعت کرنے میں مشغول ہوگئے تھے۔ اور یہ حضرات تقویٰ والے بھی ہیں۔ کیونکہ صحت و درستی کی تلاش میں رہتے تھے۔ اور صحیح بات کے معلوم کرنے کے لئے پوری قوت صرف کر ڈالتے تھے۔ اور شبہ کی ہر ایک بات سے پرہیز رکھتے تھے۔ اور ان صفات کی موجودگی میں ان کے نقل کئے ہوئے علوم میں شبہ اور اعتراضات کو راستہ نہیں مل سکتا۔ نیز اُن کے علم میں غلطی کا ادنیٰ سا وہم بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں بھی ان کے علوم سے بہرہ ور ہونے کی اور ان کی عادتیں اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ کیونکہ وہ ہر ایک کی دعا کو سنتے بھی ہیں اور جان کی رگ سے زیادہ قریب بھی ہیں۔

فائدہ ۲:- تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابی کی زیارت کی ہو، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع نہ ملا ہو۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ، ہم نے جو یہ ارادہ کیا تھا کہ اس قصیدہ کی رموز حل ہوجائیں اور اس کے چھپے ہوئے خزانے ظاہر ہوجائیں اور مشکل مقامات کی شرح ہوجائے۔ ہمارا یہ مقصد کامل طریق سے پورا ہوگیا۔

اب بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ اس شرح کو قبول کی خلعت سے آراستہ فرمائے۔ اور اس قصیدہ

اور اس کی شرح سے اُن تمام طلباء کو نفع بخشے جو اس کا مطالعہ کریں اور اس میں مشغول ہوں۔ اور اس کو ہمارے لئے اُس دن کا ذخیرہ اور سامان بنائیں جس میں نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد ہی فائدہ پہنچا سکے گی۔ ہاں صرف وہی نجات پائے گا جو حق سُبحانہٗ و تعالیٰ کے دربار میں سلامتی والا اور کفر و شرک کی گندگی سے پاک دل لے کر حاضر ہوگا۔

فائدہ:- شیخ عبد الفتاح القاضی اور شیخ محمود ابراہیم دعبیس ان دونوں حضرات نے اس قصیدہ کی عربی شرح ۱۸ر رجب المرجب ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۶ر مئی ۱۹۴۹ء کو پیر کے دن شام کے وقت میں ختم کی تھی۔

اور یہ اردو شرح ۵ر ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۹ر مارچ ۱۹۶۶ء منگل کے دن دوپہر کے گیارہ بجکر اڑتالیس منٹ پر ختم ہوئی۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

ضمیمہ

قصیدہ کے اوزان میں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى

امّا بعد، محمّد طاہر الرحیمی مدّعا نگار ہے کہ اس میں چار مباحث ہیں (۱) چند بنیادی امور (۲) بحرِ طویل کی تفصیل (۳) بحرِ طویل کے اوزان کی قسمیں (۴) اوزان کے معلوم کرنے کا طریقہ۔

پہلی بحث چند بنیادی امور میں (الف) شعر وہ معنیٰ دار کلام ہے جس میں قصداً وزن و قافیہ کی رعایت رکھی گئی ہو (ب) شعر کئی جُزووں سے مرکب ہوتا ہے اور اُن کے نام پانچ ہیں۔ تفاعیل افاعیل۔ ارکان۔ امثلہ۔ اوزان۔ (ج) پھر یہ اجزا چھ قسموں میں منحصر ہیں۔ سببِ خفیف۔ سببِ ثقیل۔ وتدِ مجموع۔ وتدِ مفروق۔ فاصلۂ صغریٰ۔ فاصلۂ کبریٰ۔

سببِ خفیف:۔ وہ دو حروف جن میں سے پہلا حرکت والا اور دوسرا ساکن ہو (مِنْ)

سببِ ثقیل:۔ دو متحرک حروف جو بلا فاصلہ آرہے ہوں۔ (مَعَ)

وتدِ مجموع یا مقرون:۔ دو متحرک حروف جن کے بعد ساکن ہو (عَلٰی)

وتدِ مفروق:۔ دو متحرک جن کے درمیان ساکن ہو۔ (اَمْسِ)

فاصلۂ صغریٰ:۔ تین متحرک حروف جن کے بعد ساکن ہو (ضَرَبَتْ۔ پس یہ سببِ ثقیل و خفیف سے مرکب ہے)

فاصلۂ کبریٰ:۔ چار متحرک حروف جن کے بعد ساکن ہو (ضَرَبَكُمْ۔ پس یہ سببِ ثقیل اور وتدِ مجموع سے مرکب ہے)

اور یہ سب قسمیں لَمْ اَرَ عَلٰى ظَهْرِ جَبَلٍ سَمَكَةً میں جمع ہیں۔ (د) ان اجزا کے موزوں حروف کو "اَحْرُفُ التَّقْطِيعِ" کہتے ہیں، اور وہ کُل دس ہیں جو لَمَعَتْ سُيُوفُنَا میں جمع ہیں۔ اور بسا اوقات اہلِ عروض تقطیع کو تفعیل سے بھی تعبیر کر دیتے ہیں۔ (ھ) بیت یا شعر دو مساوی حصّوں یا دو مصرعوں پر منقسم ہوتا ہے جن میں سے پہلے کو صَدْر اور دوسرے کو عَجُز کہتے ہیں۔ پھر صَدْر کے آخری جُزو (وزن) کو عَروض، اور عَجُز کے آخری جزو کو ضَرْب اور ان دونوں کے علاوہ

دوسرے تمام اوزان واجزا کو حشو کہتے ہیں (و) اجزا کے کامل وناقص ہونے کے اعتبار سے بیت کی چار قسمیں ہیں:۔

۱۔ **تام**، جس کے تمام اجزا پُورے ہوں۔ ۲۔ **مجزور** (بعض حصّہ لیا ہوا) جس کے دونوں مصرعوں میں سے ایک ایک جزو و رُکن محذوف ہو، مثلاً بحر رجز میں ؎

قَدْ هَاجَ قَلْبِی مَنْزِلٌ مِنْ اُمِّ عَمْرٍو مُقْفِرُ

۳۔ **مشطور** (نصف کیا ہوا) جس میں پُورے ایک شطر و مصرعہ کے برابر اوزان محذوف ہوں مثلاً

مَا هَاجَ اَحْزَانًا وَّشَجْوًا قَدْ شَجَا

۴۔ **منهوك** (دُبلا) جس کے دو تہائی اجزا محذوف ہوں، جیسے ؎

يَا لَيْتَنِي: فِيهَا جَذَعْ اَخُبُّ فِيْ: هَا وَاَضَعْ

(ز) شعر کے اجزا میں بعض دفعہ تبدیلی بھی ہوجاتی ہے، اوراس کی دو قسمیں ہیں (۱) زحاف (جلدی کرنا) یعنی کلمہ کے حروف یا اس کی حرکتوں کی کمی کے سبب اس کے تلفظ کا سُرعت و سہولت والا ہوجانا۔ ایسے جُزو کو مُزَاحَفْ و مَزْحُوفْ کہتے ہیں۔ یہ تبدیلی اسباب کے صرف دوسرے حرف میں ہوتی ہے۔ نیز یہ تبدیلی قصیدہ کے تمام اشعار کے لئے لازم نہیں ہے۔ (۲) علت، جو اوتاد و اسباب دونوں میں مشترک ہے۔ یہ اعاریض وضروب ہی میں واقع ہوتی ہے، نیز ان کے لئے لازم وضروری ہے، بشرطیکہ قصیدہ کے پہلے شعر میں ثابت ہوجائے (ح) پھر زحاف دو قسمیں ہیں۔ مُنْفَرِدْ، مُزْدَوِجْ۔ زحافِ مُنْفَرِدْ کی آٹھ صورتیں ہیں۔ خَبْنْ، وَقص، اِضْمار، طَیّ، قبض، عَقْل، عَصْبْ، کَفّ۔

خَبْنْ۔ (کپڑے کے دامن کو آگے سے سینہ کی طرف اکٹھا کرنا) یعنی جُزو کے دوسرے ساکن کو حذف کردینا (گویا تیسرے حرف کو پہلے کی طرف جمع کردیا جاتا ہے) مثلاً مُسْتَفْعِلُنْ سے مُتَفْعِلُنْ جس کو مُفَاعِلُنْ کی طرف منتقل کرلیں گے۔

وَقص (گردن توڑنا) یعنی مُتَفَاعِلُنْ کے دوسرے حرف کو حذف کرکے مُفَاعِلُنْ بنالینا۔

اِضْمار۔ (پوشیدہ کرنا) یعنی مُتَفَاعِلُنْ کے دوسرے حرف کو ساکن کرکے مُسْتَفْعِلُنْ کی طرف منتقل کردینا۔

طَیّ۔ (لپیٹنا، تہ کرنا) یعنی رُکن کے چوتھے ساکن حرف کو حذف کردینا۔ مثلاً مُسْتَفْعِلُنْ کی فا کو حذف کرکے اس کو مُفْتَعِلُنْ کی طرف منتقل کرلینا۔

قبض، (بند کرنا) یعنی پانچویں ساکن حرف کو حذف کر دینا، جیسے فَعُولُن کے نون کا یا مَفَاعِیلُن کی یا کا حذف کر دینا۔

عَقل۔ (منع کرنا) یعنی مُفَاعَلَتُن کے پانچویں حرف (لام) کا حذف کرنا۔ پھر اس کو مَفَاعِلُن کی طرف منتقل کر دیں گے۔

عَصَب۔ (روکنا) یعنی مُفَاعَلَتُن کے پانچویں حرف کو ساکن کر کے اس کو مَفَاعِیلُن کی طرف منتقل کر دینا۔

کفّ۔ (باز رکھنا) یعنی جزو کے ساتویں ساکن حرف کو حذف کرنا۔ مثلاً فَاعِلَاتُن یا مُستَفعِلُن کے نون کا حذف کر دینا۔

(ط) زِحَافِ مُزدَوِج کی چار صورتیں ہیں۔ خَبل، خَزل، شَکل، نقص۔

خَبل۔ (فاسد ہونا) یعنی خَبن اور طَیّ کا جمع ہو جانا۔ جیسے مُستَفعِلُن کی سین کا خبن سے اور فا کا طیّ سے حذف ہو جانا جس سے مُتَعِلُن بن جائے گا۔ پھر اس کو فَعِلَتُن کی طرف منتقل کریں گے۔

خَزل۔ (یا جزل کاٹنا) یعنی اضمار اور طیّ کا جمع ہو جانا۔ مثلاً مُتَفَاعِلُن کی تا کا اضمار سے ساکن اور اس کے الف کا طیّ سے حذف ہو کر مُتفَعِلُن بن جانا۔ پھر اس کو مُفتَعِلُن کی طرف منتقل کر دیں گے۔

شکل۔ (باندھ دینا) یعنی خَبن اور کفّ کا جمع ہو جانا۔ جیسے مُستَفعِ لُن (جو وتدِ مفروق سے مرکب ہے اس) کے سین کا خبن سے اور نون کا کفّ سے حذف ہو کر مُتَفعِ لُ رہ جانا۔

نقص۔ (کم کرنا) یعنی عصب اور کفّ کا جمع ہو جانا۔ یہ صرف مُفَاعَلَتُن میں ہے۔ پس عصب سے اس کا لام ساکن اور کف سے اس کا نون حذف ہو کر مُفَاعَلتُ پھر مَفَاعِیلُ ہو جائے گا۔

(ی) عِلّت کی دو قسمیں ہیں، اوّل جو زیادتی کے ذریعہ ہوتی ہے، یہ تین ہیں۔ دوم جو کمی سے ہوتی ہے، یہ دس ہیں۔ زیادت کی تین علّتیں یہ ہیں: ترفیل، تذییل، تسبیغ۔

ترفیل۔ (لمبا کرنا) یعنی جزو کے اخیر میں وتدِ مجموع پر ایک سبب خفیف کا زیادہ کر دینا۔ مثلاً مُتَفَاعِلُن سے مُتَفَاعِلُنتُن جس کو مُتَفَاعِلَاتُن کی طرف منتقل کریں گے۔

تذییل۔ (دامن کو کسی چیز کے ساتھ لگانا) یعنی جزو کے اخیر میں وتدِ مجموع پر ایک ساکن زائد کر دینا۔ جیسے مُتَفَاعِلُن سے مُتَفَاعِلُنن جس کو مُتَفَاعِلَاتُ کی طرف منتقل کر دیں گے۔

تسبیغ۔ (یا اِسباغ دراز کرنا پورا کرنا) یعنی جزو کے اخیر میں سبب خفیف پر ایک ساکن کی زیادتی کر دینا۔ جیسے فاعِلَاتُن سے فَاعِلَاتُنن جس کو فَاعِلَاتَان کی طرف منتقل کر دیں گے۔

اور نقص کی دس علّتیں ہیں ۔ حذف، قطف، قصر، قطع، تشعیث، حذذ، صلم
کشف، وقف، بتر۔

حذف۔ یعنی جزو کے اخیر سے سببِ خفیف کو گرا دینا۔ مثلاً مَفاعِیلُن سے مَفاعِی پھر فَعُولُن۔

قطف۔ (پھلوں کا چُننا) یعنی سببِ خفیف کو ساقط کر کے اس سے پہلے حرف کو ساکن کر دینا۔ جیسے مُفاعَلَتُن سے مُفاعَل پھر فَعُولُن۔

قصر۔ (منع کرنا) یعنی جزو کے اخیر میں سببِ خفیف کے دوسرے حرف (ساکن) کو ساقط کر کے اس سے پہلے حرف کو ساکن کر دینا۔ مثلاً مَفاعِیلُن سے مَفاعِیل (اور نقل کے بعد فَعُولان) یا فَعُولُن سے فَعُول۔

قطع۔ (کاٹنا) یعنی جُزو کے اخیر سے وتدِ مجموع کے آخری حرف کو حذف کر کے اس سے پہلے حرف کو ساکن کر دینا۔ جیسے مُستَفعِلُن سے مُستَفعِل پھر فَعُولُن۔

تشعیث۔ (تفریق کرنا) یعنی فاعِلاتُن کے وتدِ مجموع (عِلا) کے دو متحرک حرفوں میں سے ایک کو حذف کر دینا جس سے فاعاتُن یا فالاتُن ہو جائے گا۔ پھر اس کو مَفعُولُن کی طرف منتقل کریں گے۔

حذذ۔ (قطع کرنا) یعنی جُزو کے اخیر سے پورے وتدِ مجموع کو حذف کر دینا۔ جیسے مُتَفاعِلُن سے مُتَفا پھر فَعِلُن۔

صلم۔ (کان کاٹنا) یعنی جزو کے اخیر سے پُورے وتدِ مفروق کا ساقط کر دینا۔ مثلاً مَفعُولاتُ سے مَفعُو پھر فَعلُن۔

کشف۔ (کھولنا یا کسف قطع کرنا) یعنی وتدِ مفروق کے آخری حرف کا حذف کر دینا جیسے مَفعُولاتُ سے مَفعُولا پھر مَفعُولُن۔

وقف۔ (روکنا رکنا) یعنی وتدِ مفروق کے آخری حرف کو ساکن کر دینا۔ مثلاً مَفعُولاتُ سے مَفعُولاتْ یا مَفعُولان۔

بتر۔ (دُم وغیرہ کاٹ دینا) یعنی قطع اور حذف کا جمع ہو جانا۔ جیسے فاعِلاتُن میں حذف سے تُن کو گرا دینا اور قطع سے اس کے الف کو حذف کر کے لام کو ساکن کر دینا جس سے فاعِل رہ جائیگا پھر اس کو فَعلُن کی طرف منتقل کریں گے۔

(کٹ) عِلَل کی ایک قسم وہ بھی ہے جو غیر لازمی ہونے میں زحاف کے مشابہ ہے۔ اور اس کو جاری مجری الزحاف کہتے ہیں۔ اور ایسی علّتیں نوؔ ہیں۔ خَزْمؔ، خَرْمؔ، ثَرْمؔ، شَتَرؔ، خَرَبؔ، عَضَبؔ، قَصْمؔ، جَمَمؔ، عَقْصؔ۔

خَزْم۔ (اُونٹ کی ناک میں چھلاّ ڈالنا) یعنی شعر کے شروع میں چاؔر بلکہ آٹھؔ حروف تک کی اور عجز کے شروع میں ایکؔ یا دوؔ حروف تک کی زیادتی کر دینا۔ یہ زیادتی تقطیع میں نہیں آتی، نیز یہ پسندیدہ نہیں۔

خَرْم۔ (کاٹنا) یعنی شعر کے شروع میں وتدِ مجموع کے پہلے حرف کا ساقِط کر دینا۔ مثلاً طویل میں فَعُوْلُنْ کی فا کا حذف کر دینا، پس عُوْلُنْ باقی رہ جائے گا جس کو فَعْلُنْ کی طرف منتقل کرلیں گے۔ اور اگر یہ جزو کسی اور تغیّر سے سالم رہے تو اس کو ثَلْم کہتے ہیں۔

ثَرْم۔ (دانت کو جڑ سے توڑنا یا اس کا جڑ سے ٹوٹنا) یعنی شعر کے شروع میں وتدِ مجموع کے پہلے حرف کا حذف کرنا نیز اس جزو میں قبض پیدا کرنا۔ جیسے فَعُوْلُنْ سے عُوْلُ جس کو فُعْلُ کی طرف منتقل کرلیں گے۔

شَتَر۔ (پلکوں کا اُلٹانا) یعنی مَفَاعِیْلُنْ میں خَرْم اور قبض کا جمع ہو جانا۔ پس اس کا میم خَرْم سے اور اس کی یا قبض سے حذف ہو جائے گی جس سے فَاعِلُنْ رہ جائے گا۔

خَرَب۔ (کان کا پھاڑنا) یعنی مَفَاعِیْلُنْ میں خَرْم اور کفّ کا جمع ہو جانا۔ پس اس کا میم خرم سے اور نون کفّ سے ساقط ہو جائے گا جس سے فَاعِیْلُ رہ جائے گا۔ پھر اس کو مَفْعُوْلُ کی طرف مُنتقِل کرلیں گے۔

عَضَب۔ (قطع کرنا) یعنی شعر کے شروع والے مُفَاعَلَتُنْ کے میم کا حذف کر دینا جس سے فَاعَلَتُنْ رہ جائے گا۔

قَصْم۔ (توڑنا) یعنی مُفَاعَلَتُنْ میں خَرْم اور عصب کا جمع ہو جانا کہ اس کا میم خَرْم سے حذف اور اس کا لام عصب سے ساکن ہو جائے گا۔ پس فَاعَلْتُنْ باقی رہ جائے گا جس کو مَفْعُوْلُنْ کی طرف منتقل کرلیں گے۔

جَمَم۔ (جنگ میں آدمی کا بے نیزہ ہونا) یعنی مُفَاعَلَتُنْ میں خَرْم اور عَقل کا جمع ہو جانا۔ پس اس کا میم خَرْم سے اور لام عَقل سے حذف ہو جائے گا اور فَاعَتُنْ باقی رہ جائے گا جس کو فَاعِلُنْ کی طرف منتقل کرلیں گے۔

عَقْص۔ (مُڑے ہوئے سینگوں والا ہونا) یعنی مُفَاعَلَتُنْ میں خَرْم و عصب اور کفّ تینوں

کا جمع ہوجانا۔ پس خرم سے میم اور کف سے نون حذف ہوجائے گا، اور عصب سے لام ساکن ہوجائے گا جس سے فَاعَلْتُ رہ جائے گا پس اب اس کو مَفْعُوْلُ کی طرف منتقل کرلیں گے۔

(ل) خلیل نحوی نے عرب کے اشعار کو پندرہ قسموں اور اصلوں میں ضبط کیا ہے۔ جن میں سے ہر ایک کو "بحر" کہتے ہیں۔ کیونکہ اُس اصل کے ذریعہ بے شمار اشعار کا وزن معلوم ہوتا ہے، پس وہ بحر (دریا) کے مشابہ ہوگئی جس سے لاتعداد چُلّو بھرے جاتے ہیں۔ اِن پندرہ بحور کو کسی نے ذیل کے دو شعروں میں جمع کر دیا ہے ؎

طَوِیْلٌ مَّدِیْدٌ وَّالْبَسِیْطُ وَّ وَافِرٌ ۔۔۔ وَکَامِلُ اَهْزَاجِ الْاَرَاجِیْنِ اَرْمَلَا
سَرِیْعُ انْسِرَاحٍ وَّ الْخَفِیْفُ مُضَارِعٌ ۔۔۔ وَمُقْتَضِبُ الْمُجْتَثُّ قُرْبٌ لِتَفْضُلَا

یعنی (۱) طویل (۲) مدید (۳) بسیط (۴) وافر (۵) کامل (۶) ہزج (۷) رَجز (۸) رَمَل (۹) سریع (۱۰) منسرح (۱۱) خفیف (۱۲) مضارع (۱۳) مُقتضِب (۱۴) مجتث (۱۵) متقارب۔ پھر متأخرین میں سے بعض علماءِ عربیہ وفارسیہ نے اِن چھ بحور کا اضافہ کیا ہے۔ (۱) جدید یا متّئد (۲) قریب یا منسرد (۳) مطرد یا مشاکل (۴) مستطیل یا ممتد (۵) متوفر (۶) متدارک یا محدث یا مخترع۔ اور ان سب کی تفصیل عروض کی کتابوں میں ہے۔ فَلْیُرَاجَعْ۔

واضح ہو کہ زیرِ نظر قصیدہ بحرِ طویل سے ہے، اس لئے دوسری بحث میں "طویل" کی قدرے تفصیل لکھی جاتی ہے۔

دوسری بحث بحرِ طویل کی تفصیل میں

طَوِیْل پہلی بحر کا نام ہے۔ اور اس کے اجزا کا وزن فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ ہے۔ جس کے دوبار دوہرانے سے شعر پورا ہوتا ہے۔ اور اس کو طویل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ استعمال کی رُو سے تمام بحروں میں کامل تر ہے۔ کیوں کہ اس میں جُزْو، شطر، نہک کا دخل نہیں ہے۔ نیز یہ طویل ترین بحر ہے۔ اور اس میں جاری مجری الزحاف میں سے خزم، ثلم اور ثرم۔ اور زحاف میں سے فَعُوْلُنْ، مَفَاعِیْلُنْ میں قبض، اور مَفَاعِیْلُنْ میں کفّ واقع ہوتا ہے۔ پس قبض کی صورت میں کفّ اور کفّ کی تقدیر پر قبض نہیں ہوتا۔ اور اس کو اصطلاح میں مُعَاقَبَۃ (ایک دوسرے کے پیچھے آنا) کہتے ہیں۔ چنانچہ خَزْم بِحَرْفٍ وَاحِدٍ کی مثال بعض روایات کی رُو سے امرؤالقیس کا یہ قول ہے ؎

وَکَاَنَّ ثَبِیْرًا فِیْ عَرَانِیْنِ وَبْلِهٖ ۔۔۔ کَبِیْرُ اُنَاسٍ فِیْ بِجَادٍ مُّزَمَّلِ

(اور گویا کہ کا ثبیر پہاڑ بارش کے ابتدائی قطروں میں لوگوں کا وہ سردار ہے جو دھاریدار چادر میں لپٹا ہوا ہو)۔ اِس میں خزم بالواو ہے۔ اور تین حرفوں کے خزم کی مثال کعب بن مالک کا یہ قول ہے ؎

لَقَدْ عَجِبْتُ لِقَوْمٍ اَسْلَمُوْا بَعْدَ عِزِّهِمْ ۔۔۔ اِمَامَهُمْ لِلْمُنْكَرَاتِ وَلِلْغَدْرِ

(مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جنھوں نے قوت وشوکت کے باوجود اپنے امام حضرت عثمانؓ کو بُرائی اور غدر وخیانت کی سرزمین میں ذلیل ورُسوا کیا) اس میں لَقَدْ کے ذریعہ خزم ثابت ہے۔ اور ثلم کی مثال صاحبِ حماسہ کا یہ قول ہے ؎

اِنْ كَانَ مَا بُلِّغْتِ عَنِّيْ فَلَامَنِيْ ۔۔۔ صَدِيْقِيْ وَشَلَّتْ مِنْ يَدَيَّ الْاَنَامِلُ

(وہ باتیں جو میری طرف سے تمہیں پہنچائی گئی ہیں اگر وہ سچ ہوں تو مجھے میرے دوست لعن طعن کریں نیز میرے ہاتھوں کے پُورے مفلوج ہو جائیں) اس کا پہلا جزو (اِنْ کَا) اثلم ہے۔ جس کا وزن فَعْلُنْ ہے۔

اور ثرم کا شعر یہ ہے ؎

مَا وَلَدَتْنِيْ حَاصِنٌ رَبْعِيَّةٌ ۔۔۔ لَئِنْ تَمَالَأْتُ الْهَوٰى لِاتِّبَاعِهَا

(البتہ میں اگر اس خاص عورت کی پیروی کی غرض سے اس کی خواہش کی موافقت کرتا تو مجھے قبیلۂ ربیعہ کی پاکدامن عورت نہ جنتی) پس اس کا پہلا جزو (مَا وَ) اثرم ہے جس کا وزن فَعْلُ ہے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے ؎

هَاجَكَ رَبْعٌ دَارِسُ الرَّسْمِ بِاللِّوٰى ۔۔۔ لِاَسْمَاءَ عَفّٰى اٰيَهُ الْمُوْرُ وَالْقَطْرُ

(اے نفس! تجھے اسمار محبوبہ کے اس گھر نے ہیجان واشتیاق میں ڈالدیا جس کے آثار مِٹے ہوئے ہیں اور جو ریت کے موڑ پر واقع ہے۔ اور اس کے نشانات کو غبار اور بارش نے مٹادیا ہے) اس کا پہلا جزو (هَاجَ) بھی اثرم ہے۔ اور اس کا وزن بھی فَعْلُ ہے۔

اور قبض کا بیت یہ ہے ؎

اَتَطْلُبُ مَنْ اَسْوُدُ بِيْشَةَ دُوْنَهُ ۔۔۔ اَبُوْ مَطَرٍ وَعَامِرٌ وَاَبُوْ سَعْدٍ

جنگل

اس کے خُماسی اور سُباعی دونوں طرح کے تمام اجزار مقبوض ہیں البتہ ضرب (اَبُوْ سَعْدٍ) غیر مقبوض ہے۔

اور کفّ وسلم دونوں کی مثال یہ ہے ؎

شَاقَتْكَ أَحْدَاجُ سُلَيْمَى بِعَاقِلٍ فَعَيْنَاكَ لِلْبَيْنِ تَجُودَانِ بِالدَّمْعِ
(اثلم) (مکفوف) (مکفوف)

(تجھے عاقل پہاڑ میں سُلیمیٰ محبوبہ کی سواریاں شوق میں ڈالتی ہیں، پس فراق کی بنا پر تیری آنکھیں خوب آنسو بہاتی ہیں) اس کا پہلا جُزو (شَاقَتْ) اَثْلَم ہے جس کا وزن فَعْلُنْ ہے۔ اور دو سُباعی وزن جو حشو میں واقع ہیں یعنی كَ أَحْدَاجُ اور كَ لِلْبَيْنِ یہ دونوں مکفوف ہیں۔

تیسری بحث بحرِ طویل کے اوزان کی قسموں میں

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اس بحر کا وزن فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ ہے جس کے دو بار دہرانے سے شعر پورا ہوتا ہے۔ پھر اس کا عَروض تو ایک ہی ہے جو قبض کے طور پر مستعمل ہوتا ہے اور اس کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے۔ اور ضروب چار ہیں۔ صَحِيْحٌ، مَقْبُوْضٌ، مَحْذُوفٌ، مَقْصُوْرٌ۔ اور ان کے استعمال کی ترتیب بھی یہی ہے، یعنی پہلی زیادہ مستعمل ہے۔ پھر دوسری کا پھر تیسری کا پھر چوتھی کا درجہ ہے۔ اور تفصیل یہ ہے:-

پہلی ضرب صَحِيْح :- اس کا بیت یہ ہے:-

إِذَا كَانَ حَظِّي الْهَجْرَ مِنْكُمْ وَلَمْ يَكُنْ بِعَادٌ فَذَاكَ الْهَجْرُ عِنْدِي هُوَ الْوَصْلُ

(جب میرے نصیب میں تمہارا فراق ہی مقدّر ہو، اور صورتِ حال یہ ہو کہ دلوں میں دوری نہ ہو تو میرے نزدیک یہ فراق ہی عین وصال ہے) پس وَلَمْ يَكُنْ عروض ہے جس کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے اور هُوَ الْوَصْلُ ضرب ہے جس کا وزن مَفَاعِيْلُنْ ہے۔

دوسری ضرب مقبوض :- عَروض کی طرح، مثلاً ؎

وَلَمَّا انْقَضَى صَحْوِي تَقَاضَيْتُ وَصْلَهَا وَلَمْ يَغْشَنِي فِي بَسْطِهَا قَبْضُ خَشْيَةٍ

(اور جب میری ہوش ختم ہو گئی تو میں نے محبوبہ کا وصال چاہا اور اس کے وصال کی مسرت میں مجھ پر ملامت کے خوف ہر اس کا انقباض ذرا بھی طاری نہیں ہوا) پس تُ وَصْلَهَا عروض اور ضُ خَشْيَةٍ ضرب ہے۔ اور دونوں ہی کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے۔

تیسری ضرب محذوف :- اس کا شعر یہ ہے ؎

يُبَارِي شَبَاةَ الرُّمْحِ خَدٌّ مُذَلَّقٌ كَصَفْحِ السِّنَانِ الصُّلَّبِيِّ النَّحِيْضِ

(محبوب کا وہ رخسار جو تیز چمک اور باریک نیزہ کی چوڑائی کی طرح دھاریدار اور خوبصورت ہی صفائی وغیرہ میں نیزہ کی دھار اور نوک پر بھی غالب ہے) اس میں مُذَلَّقٌ عروض ہے جس کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے۔ اور نَحِيْضِ ضرب ہے جس کا وزن فَعُوْلُنْ ہے۔ اور یہ اصل میں مَفَاعِيْلُنْ تھا پھر حذف

کے ذریعہ سببِ خفیف (لُنْ) ساقط کردیا، بس مَفَاعِیْ باقی رہ گیا پھر اس کو فَعُوْلُنْ کی طرف منتقل کرلیا۔

چوتھی ضرب مَقْصُوْرٌ:۔ (جس کو اخفش نے زیادہ کیا ہے) اس کا وزن مَفَاعِیْلُ (یا فَعُوْلَانْ) جیسے امرؤ القیس کا قول ؎

ثِیَابُ بَنِیْ عَوْفٍ طَہَارَیٰ نَقِیَّۃٌ وَاَوْجُھُھُمْ بِیْضُ الْمُسَافِرِ غُرَّانْ

(قومِ بنو عوف کے کپڑے صاف ستھرے اور ان کے چہروں کے ظاہری وکشادہ حصّے چمکدار وخوبصورت اور روشن ہیں) اس میں نَقِیَّۃٌ عروض ہے جس کا وزن مَفَاعِلُنْ ہے۔ اور رِ غُرَّانْ ضرب ہے جس کا وزن مَفَاعِیْلُ یا فَعُوْلَانْ ہے۔ اور یہ چوتھی ضرب قلیل تر ہے۔

حاصل یہ کہ اکثری استعمال کی رُو سے بحرِ طویل کے اشعار ان تین اوزان پر آتے ہیں:۔

۱۔ فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِلُنْ ٭ فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِیْلُنْ

۲۔ 〃 〃 〃 〃 ٭ 〃 〃 〃 مَفَاعِلُنْ

۳۔ 〃 〃 〃 〃 ٭ 〃 〃 〃 فَعُوْلُنْ

تنبیہ:۔ شاعروں کی عادت ہے کہ وہ قصیدہ کے پہلے شعر کو مُصَرَّع لاتے ہیں جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ شعر کے عروض کو اس کے ضرب کے وزن وقافیہ کے ساتھ موافق ومتّحد کرنے کی غرض سے عروض اور ضرب دونوں کو ہموزن اور یکساں کردیتے ہیں۔ مثلاً زیرِ نظر قصیدہ کا پہلا شعر ؎

بَدَأْتُ بِحَمْدِ اللّٰہِ نَاظِمَۃَ الزُّھْرِ لِتَجْنِیْ بِعَوْنِ اللّٰہِ عَیْنًا مِّنَ الزُّھْرِ

اس میں مَۃَ الزُّھْرِ (عروض) اور مِنَ الزُّھْرِ (ضرب) دونوں کا وزن مَفَاعِیْلُنْ ہے۔ اور تصریع کے لئے پہلے شعر کی تخصیص اس لئے ہے کہ وہ الفت ولذّت اور ذہانت وفصاحت کے ظاہر کرنے کا موقع ہے۔ فَاحْفَظْ ھٰذَا۔

چوتھی بحث اوزان معلوم کرنے کے طریقہ کے بیان میں

شعر کو ابتداء سے دیکھنا شروع کریں، اور لَمَعَتْ سُیُوْفُنَا کے حروف سے تقطیع کریں۔ اس تقطیع میں صرف یہ بات ضروری ہے کہ متحرک کے مقابلہ میں متحرک اور ساکن کے مقابلہ میں ساکن حرف آجائے۔ لیکن اصلی اور زائد حروف میں اور اسی طرح حرکات کی قسم میں موزوں اور موزوں بہ کا یکساں ہونا ضروری نہیں۔ اور جب ایک وزن ختم ہوجائے تو پھر اس کے بعد والے حرف سے نیا وزن شروع کریں اور شعر کے آخر تک اسی طرح مقابلہ اور موازنہ کرتے چلے جائیں۔ اور یاد رکھیں کہ تقطیع میں تلفّظ کا اعتبار ہے نہ کہ خط کا۔

اس وزن کو "عروضی" کہتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ دو قسم کے اوزان اور ہیں (۱) وزنِ حسّی جس میں متحرک حرف متحرک کے اور ساکن ساکن کے اُصول اُصول کے اور زوائد زوائد کے مقابلہ میں ہوں۔ (۲) وزنِ صوری جس میں ساکن حروف ساکن کے اور متحرک متحرک کے مقابلہ میں ہوں۔ اور حرکت کی قسم میں بھی دونوں یکساں ہوں۔ لیکن اصلی اور زائد حروف میں یکساں ہونا ضروری نہیں۔ پس اصلی کے مقابلہ میں زائد اور زائد کے مقابلہ میں اصلی بھی آسکتے ہیں۔ اور اسی لئے طَعَامٌ، اِدَامٌ، زُکَامٌ، رَغِیفٌ، صَبُورٌ پانچوں "وزنِ عروضی" کی رو سے فَعُولُن کے وزن پر ہیں۔ اور "وزنِ صرفی" کے اعتبار سے بالترتیب فَعَالٌ، فِعَالٌ، فُعَالٌ، فَعِیلٌ، فَعُولٌ کے وزن پر ہیں۔ اور آکابِرُ، مَسَاجِدُ، قَوَاعِدُ تینوں "وزنِ صوری" اور عروضی کے اعتبار سے مَفَاعِلُ کے، اور "وزنِ صرفی" کی رُو سے بالترتیب اَفَاعِلُ، مَفَاعِلُ، فَوَاعِلُ کے وزن پر ہیں۔

اِجرا اب مشق کے لئے بارہ اشعار کی تقطیع کی جاتی ہے۔ اور ان میں سے اوّل کے دو میں حرف حرف کی اور ان کے بعد کے دس اشعار میں وزن وزن کی۔

شعر ۱

بَکَ اُتُ بِحَمْدِ اللّٰہِ نَاظِمَۃَ النَّرْھِی
فَعُولُ مَفَاعِیلُن فَعُولُ مَفَاعِیلُن

لِتَجْنِیْ بِعَوْنِ اللّٰہِ عَیْنًا مِّنَ النَّرْھِی
فَعُولُن مَفَاعِیلُن فَعُولُن مَفَاعِیلُن

شعر ۲

وَعُذْتُ بِرَبِّیْ مِنْ شُرُوْرِ قَضَائِہٖ
فَعُولُ مَفَاعِیلُن فَعُولُ مَفَاعِلُن

وَلُذْتُ بِہٖ فِی السِّرِّ وَالْجَھْرِ مِنْ اَمْرِیْ
فَعُولُ مَفَاعِیلُن فَعُولُن مَفَاعِیلُن

شعر ۳

بِحَیٍّ مُرِیْدٍ عَالِمٍ مُّتَکَلِّمٍ
فَعُولُن مَفَاعِیلُن فَعُولُ مَفَاعِلُن

سَمِیْعٍ بَصِیْرٍ دَائِمٍ قَادِرٍ وِّتْرٍ
فَعُولُن مَفَاعِیلُن فَعُولُن مَفَاعِیلُن

شعر ۴

وَاَحْمَدُہٗ حَمْدًا کَثِیْرًا مُّبَارَکًا
فَعُولُ مَفَاعِیلُن فَعُولُن مَفَاعِلُن

وَاَسْاَلُہُ التَّوْفِیْقَ لِلذِّکْرِ وَالشُّکْرِ
فَعُولُ مَفَاعِیلُن فَعُولُن مَفَاعِیلُن

شعر ۵

وَبَعْدُ صَلٰوةُ اللّٰهِ ثُمَّ سَلَامُهُ ۔۔۔ عَلٰى خَيْرِ مُخْتَارٍ مِّنَ الْمَجْدِ الْغُرِّ

فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُ مَفَاعِلُنْ ۔۔۔ فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ

شعر ۶

مُحَمَّدِنِ الْهَادِي الرَّؤُوْفِ وَاٰهْلِهٖ ۔۔۔ وَعِتْرَتِهٖ سُحْبِ الْمَكَارِمِ وَالْبِرِّ

فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُ مَفَاعِلُنْ ۔۔۔ فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ

شعر ۷

وَاِنِّيْ اسْتَخَرْتُ اللّٰهَ ثُمَّ اسْتَعَنْتُهُ ۔۔۔ عَلٰى جَمْعِ اٰيِ الذِّكْرِ فِيْ مَشْرَعِ الشِّعْرِ

فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِلُنْ ۔۔۔ فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ

شعر ۸

وَاَنْبَطْتُ فِيْ اَسْرَارِهٖ سِرَّ عَذْبِهَا ۔۔۔ فَسَنَّ مُحَيَّاهُ بِمِثْلِ حَيَا الْقَطْرِ

فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِلُنْ ۔۔۔ فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ

شعر ۹

سَتُحْيِيْ مَعَانِيْهِ مَغَانِيْ قَبُوْلِهَا ۔۔۔ لِاِقْبَالِهَا بَيْنَ الطَّلَاقَةِ وَالْبِشْرِ

فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِلُنْ ۔۔۔ فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ

شعر ۱۰

وَتُطْلِعُ اٰيَاتِ الْكِتَابِ اٰيَاتُهَا ۔۔۔ فَتَبْسِمُ عَنْ ثَغْرٍ وَّمَا غَابَ مِنْ ثَغْرِ

فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُ مَفَاعِلُنْ ۔۔۔ فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ

شعر ۱۱

وَتَنْظِمُ اَزْوَاجًا تُثِيْرُ مَعَادِنًا ۔۔۔ تَخَيَّرَهَا خَيْرُ الْقُرُوْنِ عَلَى التِّبْرِ

فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُ مَفَاعِلُنْ ۔۔۔ فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ

شعر ۱۲

هُمُ بِحُرُوْفِ الذِّكْرِ مَعْ كَلِمَاتِهٖ ۔۔۔ وَاٰيَاتِهٖ اٰثَرُوْا بِاَعْدَادِهَا الْكُثْرِ

فَعُوْلُ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُ مَفَاعِلُنْ ۔۔۔ فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ فَعُوْلُنْ مَفَاعِيْلُنْ

فقط، محمد طاہر الرحیمی عفا اللہ عنہ اٰتامی خادم قرآن کریم مدرسہ قاسم العلوم، ملتان، پاکستان (۲۲ شعبان المعظم ۱۳۹۱ھ)
بروز چہار شنبہ